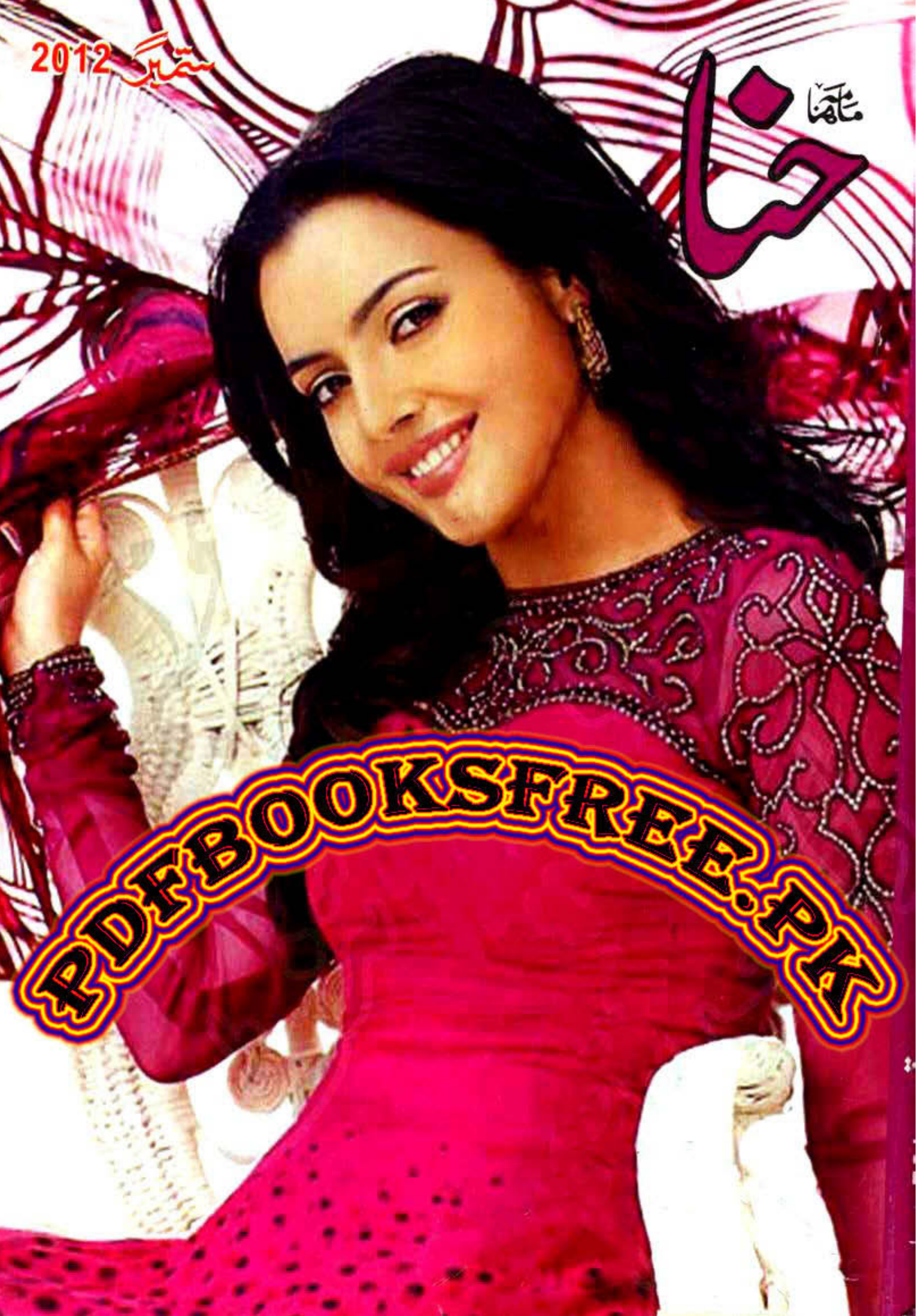
ماہنامہ
حنا
ستمبر 2012
PDFBOOKSFREE.PK

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامیات

حمد — آسی خان پوری 7

نعت — ناصر کاظمی 7

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں — سید اختر ناز 8

انشاء نامہ

کچھ ادھر اُدھر سے — ابن انشاء 13

سلسلے وار ناول

وہ ستارہ صبح اُمید کا — فوزیہ غزل [illegible]

تم آخری جزیرہ ہو — اُم مریم 170

مکمل ناول

اُداس شامیں — فوزیہ غزل 42

محبت دشت فرقت میں — سحر شیخ 142

ناولٹ

کاسۂ دل — سندس جبیں 120

افسانے

خزاں کی بارش — فصیحہ آصف 70

ہم اپنے صیاد خود — نادیہ جہانگیر 111

خالی گود — کنول ریاض 149

روزہ کشائی — فرحت شوکت 154

بدلتے موسم — فلک ارم ذاکر 195

صحرائے وفا — ثمینہ شیخ 215

وفا کے رشتے — شائستہ ساجد 207

انتباہ: ماہنامہ حنا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، اور نہ کسی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے، خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔

مستقل سلسلے

ستاروں کے آئینے میں — دُر شجر 230

حاصل مطالعہ 234

بیاض — تسنیم طاہر 237

رنگ حنا — بلقیس بھٹی 242

حنا کی محفل — عین غین 246

خبر نامہ — عبداللہ 248

حنا کا دستر خوان — افراح طارق 250

کس قیامت کے یہ نامے — فوزیہ شفیق 254

سردار طاہر محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حنا 205 سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا۔
خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ، **ماهنامه حنا** پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور فون: 042-37321690, 042-37310797 ای میل ایڈریس،
monthlyhina@hotmail.com, monthlyhina@yahoo.com

کچھ باتیں ہماری

قارئین کرام! حنا کا ستمبر 2012ء کا شمارہ پیش خدمت ہے۔

گذشتہ شمارہ عید نمبر تھا جس کا قارئین کی کثیر تعداد نے سراہا، اپنے پیغامات کے ذریعے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، اس پر ہم آپ سب کے شکر گزار ہیں۔

ملک میں پچھلے کافی عرصہ سے فروعی اختلافات کی بناء پر اپنے مخالف مسلک کے لوگوں کی جان لینے کا سلسلہ جاری ہے، گذشتہ دنوں اس میں تیزی آگئی اور پے در پے کئی واقعات میں کثیر تعداد میں انسانی جانیں ضائع ہوئیں، جو کہ افسوسناک ہے اسلام امن و سلامتی کا دین ہے یہ بے گناہ لوگوں کی جان لینے کی کسی بھی حالت میں جائز قرار نہیں دیتا، جو لوگ ایسا کر رہے ہیں وہ اپنے دین کی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ اس کا امیج دنیا کی نظروں میں خراب کر رہے ہیں، تمام مسلمان چاہے وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، حضور پاکؐ کے خاتم النبیین ہونے اور قرآن کریم کے آخری آسمانی کتاب ہونے پر ایمان رکھتے ہیں جب سب مسلمانوں کے بنیادی عقائد ایک ہیں تو پھر ان کے فروعی اور فقہی اختلافات کو اس حد تک آگے نہیں بڑھنا چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے پر اتر آئیں، یہ چیز اتحاد امت کے لئے نقصان دہ ہے تاریخ شاہد ہے کہ اسلام دشمن قوتوں نے ہمیشہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے مسلمانوں کے آپسی اختلافات کو ہوا دی ہے، ان حالات میں سعودی عرب کے شاہ عبداللہ کی تجویز کہ بین الممالک مکالے کے لئے ایک مرکز قائم کیا جائے اور مسلمان متحد ہو کر مذہبی مقامات کے تحفظ کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کریں، بہت خوش آئند ہے، اگر اس پر خلوص دل سے عمل کیا جائے تو مسلمان اُمہ کے لئے ترقی کی نئی راہیں کھل سکتی ہیں اور اتحاد بین مسلمین کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔

دعائے مغفرت:۔ میری اہلیہ مرحومہ جو گزشتہ سال اٹھارہ ستمبر کو قضائے الٰہی سے اس جہان فانی سے رخصت ہو گئیں ان کے انتقال کو اس ماہ ایک سال ہو جائے گا، اس ایک سال میں کوئی بھی لمحہ ایسا نہ تھا کہ ان کی یاد ہم سب کے دلوں سے جدا ہوئی ہو، آپ سے التماس ہے کہ ان کے ایصال ثواب کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور ہم سب لواحقین کو صبر و جمیل عطا فرمائے (آمین)۔

اس شمارے میں:۔ صبا احمد اور سحر شیخ کے مکمل ناول، سندس جبیں کا ناولٹ، فصیحہ احمد، نادیہ جہانگیر، کنول ریاض، فرحت شوکت، فلک ارم ذاکر، شائستہ ساجد اور ثمینہ شیخ کے افسانے، فوزیہ غزل اور اُم مریم کے سلسلے وار ناولوں کے علاوہ حنا کے بھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر
سردار محمود

حمد

آسی خان پوری

زمیں تیری فلک تیرا، تو مالک ہے بہاروں کا
تری قدرت سے سارا سلسلہ ہے کھلتے پھولوں کا

جو تو چاہے تو شاخوں کو ملیں پتے نئی رت میں
جو تو چاہے تو اجڑا باغ مہکے پھر گلابوں کا

جو تو چاہے تو مٹی بھی بنے سونا زمانے میں
جو تو چاہے تو جاگ اٹھے مقدر تیرہ بختوں کا

جو تو چاہے تو قطرے کو کرے اک گوہر تاباں
جو تو چاہے عطا ہو مرتبہ ذروں کا تاروں کا

جو تو چاہے تو چشمہ ریگ زاروں سے نکل آئے
جو تو چاہے تو جاری سلسلہ ہو آبشاروں کا

جو تو چاہے تو بھر جائے مری امید کا دامن
جو تو چاہے تو ہو آباد میرا شہر خوابوں کا

نعت

ناصر کاظمی

یہ کون طائر سدرہ سے ہم کلام آیا
جہان خاک کو پھر عرش کا سلام آیا
جبیں بھی سجدہ طلب ہے یہ کیا مقام آیا
زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

خط جبیں ترا ام الکتاب کی تفسیر
کہاں سے لاؤں ترا مثل اور تیری نظیر
دکھاؤں پیکر الفاظ میں تری تصویر
مثال یہ میری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لئے

کہاں وہ پیکر نوری، کہاں قبائے غزل
کہاں وہ عرش مکیں اور کہاں نوائے غزل
کہاں وہ جلوۂ معنی، کہاں ردائے غزل
بقدر شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لئے

☆☆☆

پیارے نبی ﷺ

سید اختر ناز

حقوق ہمسایہ

اسلامی معاشرت میں ہمسایہ کے حقوق پر جس قدر زور دیا گیا ہے اس کا اندازہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس روایت سے بخوبی ہو جاتا ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے ہمسائے (کے حقوق) کے بارے میں (اس قدر) برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ خیال ہوا کہ وہ اسے (ترکے کا) وارث بھی بنا دیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ معاشرے میں جس قدر قرب ہمسائے کو ہوتا ہے اگر اس کو اس قدر حقوق نہ دیے جاتے تو معاشرے میں واضح انتشار پیدا ہو جاتا، ذرا تصور کریں اگر ہمسایہ بدباطن ہو، دشمن ہو، لڑائی جھگڑے پر ہر وقت مصر ہو، دوسروں کے مال، آرام اور سکون کا دشمن ہو تو بھلا ایسے ماحول میں گزر بسر کرنا ممکن ہو سکتا ہے؟ بالکل نہیں، ایسا ماحول تو جہنم کدہ ہی ہو سکتا ہے، اسلام جس معاشرت کا داعی ہے، اس میں ہمسایہ دشمن نہیں ہو گا جان و مال کا دشمن نہیں بلکہ صحیح معنوں میں محافظ ہو گا، امیر و غریب کی تفریق نہیں ہو گی بلکہ سب بہن بھائی ہوں گے، اس کی شہادت قرآن و حدیث کے ان احکامات سے ہوتی ہے۔

خدا اور آخرت پر ایمان

حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دونوں کانوں نے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) یہ فرمان سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں انہیں دیکھ رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان کرے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو کوئی خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات بولے یا پھر خاموش رہے۔'' (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ہمسائے کی خبر گیری

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اے ابو ذر! جب تو شوربا پکائے تو اس میں پانی زیادہ رکھ اور اپنے ہمسائے کی خبر گیری کر۔'' (یعنی انہیں سالن میں سے تحفہ بھیج) (صحیح مسلم)

تحفہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

''اے مسلمان عورتو! کوئی ہمسائی کسی ہمسائی

کے لئے (تحفے کو) حقیر نہ سمجھے چاہے (وہ تحفہ) بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔'' (صحیح بخاری)

قریبی ہمسایہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دو ہمسائے ہیں تو میں ان میں سے کسے تحفہ بھیجوں، تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔'' (صحیح بخاری)

مومن نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھاتا ہے اور اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہوتا ہے۔'' (شعیب الایمان للبیہقی)

بہترین دوست

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ کے ہاں بہترین دوست وہ لوگ ہیں جو اپنے دوستوں کے لئے بہترین ہیں اور اللہ کے ہاں بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایوں کے لئے بہترین ہے۔'' (ترمذی)

ہمسائے کا حق

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمسائے کا حق یہ ہے کہ:۔

☆ اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔
☆ اگر وہ انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے۔
☆ اگر وہ تجھ سے قرض مانگے تو تو اسے (بشرط استطاعت) قرض دے۔
☆ اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھے تو تو اس کی پردہ پوشی کرے۔
☆ اگر اسے کوئی نعمت ملے تو تو اسے مبارکباد دے۔
☆ اگر اسے کوئی مصیبت پہنچے تو تو اسے تسلی دلاسا دے۔
☆ تو اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کر کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔
☆ تو اپنی ہنڈیا کی مہک سے اسے اذیت نہ دے، الا یہ کہ اس میں سے تھوڑا سا کچھ اسے بھی بھیج دے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

یتیموں کے حقوق

وہ کمسن بچہ جو باپ کے سایہ رحمت و عافیت سے محروم ہو جائے اسے یتیم کہا جاتا ہے، اسلامی معاشرت میں ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ اس یتیم بچے کو آغوش محبت میں لے لے، اسے پیار کرے، اس کی خدمت کرے، اس کو تعلیم دلائے، اس کی متروکہ مال و اسباب کی حفاظت کرے اور جب وہ عقل و شعور کو پہنچ جائے تو پوری دیانت داری سے اس کی امانت اسے پوری کی پوری واپس کر دی جائے، اس کی شادی اور خانہ آبادی کا اہتمام کیا جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

''اور بہتری کی غرض کے سوا یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی طاقت کی عمر کو پہنچ جائیں۔'' (انعام:19)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

''اور یہ کہ یتیموں کے لئے انصاف پر قائم رہو۔'' (النساء: 19)

''یتیموں کے مال میں اسراف کرنے سے منع کیا گیا ہے۔''

ارشاد خداوندی ہے۔

''اور اڑا کر اور جلدی کر کے ان کا مال نہ کھا جاؤ کہ کہیں یہ بڑے نہ ہو جائیں۔'' (النساء: 1)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

''اور جو (متولی) بے نیاز ہے اس کو چاہیے کہ بچتا رہے اور جو محتاج ہے تو منصفانہ طور پر دستور کے مطابق کھائے۔'' (النساء: 1)

یتیم بچوں کے مال کو بددیانتی اور اسراف سے خرچ کرنے کی جہاں تنبیہ کی گئی ہے وہاں یہ بھی ہدایت ہے کہ نابالغ یتیم بچوں کے سپرد ان کا مال نہ کرو، جب وہ سن رشد کو پہنچ جائیں تو پھر ان کی عقل کو دیکھ بھال کر ان کی امانت ان کے سپرد کریں، ارشاد خداوندی ہے۔

''اور بے وقوفوں کو اپنے مال جس کو خدا نے تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا ہے نہ پکڑا دو اور ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہو اور یتیموں کو جانچتے رہو، جب وہ نکاح کی (طبعی) عمر کو پہنچیں تو ان میں سے اگر ہوشیار دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔'' (النساء: 1)

یتیم کی عزت نہ کرنے والے اور اس کی بھوک پیاس کا احساس نہ کرنے والے کے بارے میں قرآن مجید کے اندر متعدد مقامات پر تنبیہ کی گئی ہے۔

سورۃ الماعون میں ارشاد خداوندی ہے۔

''کیا تو نے اس کو نہیں دیکھا جو انصاف کو جھٹلاتا ہے، سو یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔''

سورۃ الفجر میں ارشاد خداوندی ہے۔

''نہیں یہ بات نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ ایک دوسرے کو مسکین کو کھانا کھلانے پر آمادہ کرتے ہو اور مرے ہوئے لوگوں کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور دنیا کے مال و دولت پر جی بھر کر ریجھے رہتے ہو۔'' (الفجر: 1)

مکی دور نزول قرآن میں یتیموں کی پرورش اور بے کس و نادار پر رحم و کرم کی دعوت متعدد آیات قرآنی میں دی گئی ہے، دولت مندوں کو غریبوں کے ساتھ فیاضی کی تلقین کے سلسلہ میں فرمایا گیا کہ انسانی زندگی کی گھاٹی کو پار کرنا اصل کامیابی ہے، اس گھاٹی کو کیونکر پار کیا جا سکتا ہے، ظلم و ستم کے گرفتاروں کی گردنوں کا چھڑانا، بھوکوں کو کھانا کھلانا اور یتیموں کی خدمت کرنا، سورۃ البلد میں ارشاد خداوندی ہے۔

''یہ بھوک والے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو کھانا کھلانا۔''

سورۃ الدھر میں ارشاد ہوا۔

''اور اس کی محبت کے ساتھ کھانا کسی غریب اور یتیم کو کھلاتے ہیں۔''

سورۃ الضحیٰ میں ارشاد فرمایا۔

''یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو۔''

''بنی اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔'' (البقرہ: 82)

سورۃ البقرہ ہی میں ایک اور ارشاد خداوندی ہے۔

''پوچھتے ہیں یتیموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، کہو جس طرز عمل میں ان کے لئے بھلائی

ہو، وہی اختیار کرنا بہتر ہے۔'' (البقرہ: 22)

غرضیکہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کہ تعلیمات میں یتیموں کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سخت احکامات دیے ہیں، ان احکامات کی روشنی میں ہم یتیموں کے حقوق کو بالاختصار مندرجہ ذیل نکات کی شکل میں بیان کر سکتے ہیں۔

(1) یتیم بچے کا احترام و اکرام اور پیار و محبت اپنے بچوں سے بھی بڑھ کر کیا جائے تاکہ اسے اپنے باپ کی عدم موجودگی کا احساس نہ ہو۔

(2) یتیم بچے کی پرورش اسی طرح کی جائے جس طرح اپنے بچوں کی کرتے ہیں۔

(3) یتیم بچے کی تعلیم و تربیت کا پورا پورا اہتمام کیا جائے اور اس پر اٹھنے والے اخراجات اگر یتیم بچے کے اپنے والدین کے ترکہ سے ادا کیے جا رہے ہیں تو انہیں عدل کے ساتھ کیا جائے۔

(4) یتیم بچے کی جائیداد اور مال کی حفاظت اور اس کی سرمایہ کاری کا اسی طرح اہتمام کیا جائے جس طرح کوئی شخص اپنی جائیداد کا کرتا ہے، انصاف کے ساتھ اسے اپنی محنت کا حق لینے کا حق حاصل ہے۔

(5) یتیم بچے کے مال کی اس وقت تک حفاظت کی جانی چاہیے جب تک بچہ سن بلوغت کو پہنچ کر اس جائیداد کو سنبھالنے کے لئے ضروری علمی و عقلی استعداد و کمال کا مالک نہ بن جائے۔

(6) خوش کلامی و خوش اخلاقی کے ساتھ یتیم کی مالی کفالت اور حاجت روائی معاشرے کے سارے افراد پر واجب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جا رہی ہو اور سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی جاتی ہو۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔'' (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(7) یتامیٰ کے ساتھ معاشرتی عدل و احسان کا حکم ہے اور یہ سلسلہ ترحم اس وقت تک جاری رہنا چاہیے جب تک کہ ان کو رشتہ ازدواج میں منسلک نہ کر دیا جائے، یتیم بچی کے ساتھ شادی کرنے اور اسے دبائے رکھنے کے ارادوں کو اسلام ناپسند کرتا ہے، اسلام کا حکم یہ ہے کہ یتیم بچی کے ساتھ انصاف نہ کر سکو تو اس کے ساتھ بالکل نکاح نہ کرو۔

(8) یتامیٰ کی پرورش کے لئے مسلمانوں کے صدقات و خیرات کی رقم کا استعمال کیا جا سکتا ہے، پرورش سے مراد بچوں کے خورد و نوش، لباس اور تعلیم و تربیت کے اخراجات ہیں۔

(9) غریب و یتیم کو کھانا کھلانا نیکی ہے لیکن کبھی بھی اس نیکی کا احساس دلانا یا جتلانا جائز نہیں ہے۔

(10) یتیم کے ولی پر لازم ہے کہ وہ یتیم کے مال اور جائیداد کا مناسب انتظام کرے جس میں تجارت کے ذریعہ افزائش مال کا اہتمام کرے اور پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو پوری دیانت داری سے اس کا اصل بمع منافع اس کو واپس کر دے۔

(11) یتیم بچوں کی پرورش و پرداخت کی نگرانی اور اس سلسلہ میں لوگوں کو ترغیب و ترہیب دینے والا مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔

(12) اسلامی معاشرہ میں یتامیٰ کو لوگوں کے مالوں سے ان کے صدقات و خیرات کی رقم لینے کا حق حاصل ہے اور یہ ان پر کسی کا احسان نہیں بلکہ

یہ مال دار لوگوں پر ان یتیم بچوں کا احسان ہے جو وہ مال لے کر اس کے مال میں مزید خیر و برکت کا سبب بنتے ہیں۔

(13) اگر یتیم بچوں کے وارث مال نہ چھوڑ کر مریں اور وہ غریب ہوں تو معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی اجتماعی کفالت کے لئے صحت مند اور نفع بخش با عزت روزگار فراہم کرے۔

(14) یتیم بچوں کا مال امانت ہے جو کوئی ان کے مال کا امین بنے گا اور پھر خیانت کا مرتکب ہو گا تو اسے شدید عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

(15) یتیموں میں بعض اس قسم کے لوگ ہوں گے جو کہ دست سوال دراز کرنے سے بوجہ شرافت گریز کرتے ہیں۔

اسلام میں ایسے لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھنا معاشرے کی ذمہ داری ہے، قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

(1) ''خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنے ذاتی کسب معاش کے لئے زمین میں دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے، ان کی خود داری دیکھ کر واقف گمان کرتا ہے کہ یہ خوشحال ہیں، تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت جان سکتے ہو مگر وہ ایسے لوگ نہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر بھیک مانگیں، ان کی اعانت میں جو کچھ مال تم خرچ کرو گے وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گا۔'' (البقرہ: 273)

محتاجوں کے حقوق

انسان ضروریات کا بندہ، اس پر کبھی کبھی ایسا موقع ضرور آتا ہے کہ اس کو دوسروں کا دست نگر بننا پڑتا ہے، دوسروں سے مدد لینا پڑتی ہے، ایسے وقت میں انسانی معاشرہ کا یہ فرض ہے کہ وہ مصیبت کے وقت میں اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے کوشش کرے، قرآن حکیم میں اسے لوگوں کا دوسرے لوگوں کے مالوں میں حق مقرر ہے، ارشاد ربانی ہے۔

''جن کے مالوں میں مانگنے والوں اور محروم لوگوں کے لئے حق ہے۔'' (الذاریات: 1)

مسافر دوران سفر لٹ جائے، کمائی یا کھیتی پر کوئی اچانک افتاد پڑ جائے، اچانک کسی حادثہ یا بیماری سے مستقل معذوری کی صورت بن جائے وغیرہ وغیرہ، غرض اس طرح کے کئی پہلوؤں میں ایک انسان مفلس، مجبور، محتاج اور ضرورت مند بن کر سوال کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، قرآن مجید میں ایسے سائل کا انکار کرنے سے منع فرمایا ہے، ارشاد ربانی ہے۔

''اور تو سوال کرنے والے کا جھڑکا نہ کر۔'' (الضحیٰ)

اس طرح کوئی بھی ضرورت مند، مدد کا خواستگار، خواہ وہ جسمانی، مالی یا علمی مجبوری کے ہاتھوں سوال کرنے پر مجبور ہو گیا ہو تو وہ سائل ہے اور اس کو انکار کرنے یا جھڑکنے سے منع فرمایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مدد کی ایک صورت یہ بھی بتائی ہے کہ آپ اس کی کسی دوسرے سے سفارش کر دیں تو یہ بھی کافی ہے، ارشاد ربانی ہے۔

''جو نیک بات کی سفارش کرے تو اس کے ثواب میں اس کا بھی حصہ ہو گا اور جو بری بات کی سفارش کرے گا تو اس کے گناہ میں وہ بھی حصہ پائے گا اور ہر چیز کا نگہبان اللہ ہے۔'' (النساء: 11)

☆☆☆

کچھ اِدھر اُدھر سے
انشاء نامہ

ابن انشاء

''یہ میرے دوست ہیں، بہت شریف آدمی ہیں، آپ کی فرم میں جگہ مل سکے تو......؟

''منشی رکھ لیجئے، جوشاندے کوٹنے چھاننے کا تجربہ رکھتے ہیں لہٰذا آپ کے ہاں میڈیکل افسر بھی ہو سکتے ہیں، علم نجوم میں دخل ہے، آپ کے اسٹاف کے ہاتھ دیکھ دیا کریں گے۔''

''کیا نام ہے؟''

''سید فصاحت حسین۔''

''والد کا نام؟''

''جے کے جنجوعہ چودھری، جھنڈے خان جنجوعہ۔''

''کیا کرتے ہیں ان کے والد؟''

''جی ان کے والد زندہ ہوتے تو ان کو کام کرنے کی کیا ضرورت تھی، بچارے یتیم ہیں، ان کے والد تو ان کی پیدائش سے کئی سال پہلے فوت ہو گئے تھے۔''

''والدہ؟''

''جی ان کا سایہ بھی ان کی پیدائش سے دو سال قبل ان کے سر سے اٹھ گیا تھا۔''

''اور رشتہ دار تو ہوں گے؟''

''جی نہیں اور رشتہ دار بھی نہیں کیونکہ ان کے دادا لاولد مرے اور پردادا نے شادی نہیں کی تھی، یہ تنہا ہیں اس بھری دنیا میں۔''

''حال ہی میں سات سال کی طویل اقامت کے بعد جیل سے رہا ہوئے ہیں، وہ تو اب آ کر ان پر وقت پڑا ہے تو نوکری تلاش کر رہے ہیں ورنہ وہ پیسوں میں کھیلتے تھے۔''

''کیا کرتے تھے؟''

''بس دستکاری اپنے ہاتھ کی محنت کا کھاتے تھے، اپنے فن میں وہ دستگاہ بہم پہنچائی تھی کہ بڑے بڑے ان کے آگے کان پکڑتے تھے، وہ تو ان کا ایک شاگرد کچا نکل گیا، اوچھا ہاتھ پڑا اس کا، بٹوے میں سے کچھ نکلا بھی نہیں اور اس کی نشاندہی پر فصاحت صاحب مفت میں پکڑے گئے۔''

''ہمارے ہاں نوکری کے لئے چال چلن کے سرٹیفکیٹ کی ضروری پڑتی ہے۔''

''وہ ہم داروغہ جیل سے لے لیں گے، نیک چلنی کی بنا پر ان کو سال بھر کی چھوٹ بھی تو ملی تھی اس کا سرٹیفکیٹ بھی موجود ہے۔''

''تعلیم کہاں تک ہے؟''

''اجی تعلیم، یہ آج کل کے اسکولوں کالجوں میں جو پڑھایا جاتا ہے وہ تعلیم ہوتی ہے کیا؟ ہم نے بڑے بڑے میٹرک پاسوں اور ڈگریوں والوں کو دیکھا ہے گنوار کے گنوار رہتے ہیں۔''

''اچھا تو فصاحت صاحب! آپ عرضی لائے ہیں نوکری کے لئے؟''

''جی لایا ہوں یہ لیجئے۔''

''پڑھ کر سنائیے۔''

''جی عینک میں گھر بھول آیا ہوں۔''

''اچھا تو دیجئے، اس پر تو دستخط آپ نے کیے ہی نہیں اور یہ کیا سیاہی کا دھبہ ڈال دیا ہے درخواست کے نیچے۔''

''حضور یہ دھبہ نہیں ہے، میرا نشان انگشت

ہے، دیکھیے نا بات دراصل میں یہ ہے......"

☆☆☆

"دیکھو میاں ہمیں خالص دودھ چاہیے ہو گا۔"

"جی خالص بالکل خالص ہو گا۔"

"اور صبح پانچ بجے دینا ہو گا۔"

"جی پانچ بجے کیسے ہو سکتا ہے کمیٹی کے نل تو چھ بجے کھلتے ہیں۔"

"کتنی بھینسیں ہیں تمہاری؟"

"جی بھینسیں، کیسی بھینسیں؟"

"ہاں ہاں میں بھول گیا تھا کہ تم گوالے ہو۔"

"جی ملتان میں برسوں گوشت ہی بیچتا رہا، پھر اخبار والے پیچھے پڑ گئے تو یہاں چلا آیا۔"

"یہاں کام کیوں نہیں کیا؟"

"جی یہاں جانور پکڑنے کا ٹھیکہ کارپوریشن والوں نے کسی اور کو دے دیا ہے۔"

"تو گویا اب تمہارا صرف دودھ بیچنے پر گزارا ہے؟"

"جی نہیں، گھی کی دکان بھی کر رکھی ہے، آپ کو چاہیے تو رعایت سے دوں گا، گھر کی سی بات ہے۔"

"وہ بھی خالص ہے نا؟"

"خالص سا خالص؟ ایسا خالص تو گائے بھینس کے دودھ سے بھی نہ بنتا ہو گا، اسے چکنا کرنے کے لئے ہم ولائتی گریس ڈالتے ہیں، یہاں کا دیسی مال نہیں ڈالتے، پھر جسم میں تیزی طراری اور چستی پیدا کرنے کے لئے اس میں موبل آئل بھی ملاتے ہیں جو بازار میں کوئی دوسرا دکاندار نہیں ملاتا، یہی تو وجہ ہے کہ ہمارے خریدار ہمیشہ فراٹے بھرتے چلتے ہیں بلکہ دوڑ کے مقابلوں میں اوّل آتے ہیں۔"

"میاں جی! گھی تو اصل میں غذائیت کے لئے کھایا جاتا ہے۔"

"وہ خوبی بھی ہمارے گھی میں ہے حضور! آلوؤں سے زیادہ غذائیت اور کسی چیز میں ہو گی۔"

☆☆☆

"فیض صاحب آج کل کیا کر رہے ہیں؟"

"کچھ نہیں بس شاعری کر رہے ہیں۔"

"شاعری؟ بہت دن سے ان کی کوئی چیز نظر سے نہیں گزری، حالانکہ میں ریڈیو کا کمرشل پروگرام باقاعدگی سے سنتا ہوں۔"

"انہوں نے فی الحال بناسپتی گھی اور صابن کے متعلق کچھ کہنا شروع نہیں کیا۔"

"پھر کس موضوع پر کہتے ہیں؟"

"وہی انقلاب اور بند قبا کے موضوعات پر۔"

"کوئی تازہ مجموعہ آ رہا ہے ان کا؟"

"دست تہ سنگ۔"

"اس کے بعد کا پوچھ رہا ہوں، وہ تو دیکھا ہے۔"

"اس کے بعد کا تیار ہے فقط نام کی وجہ سے دیر ہو رہی ہے۔"

"فیض صاحب کو ایسا نام چاہیے جو دست سے شروع ہوتا ہو جیسے دست صبا، دست تہ سنگ۔"

"میں عرض کروں ایک نام؟ اگر آپ فیض صاحب تک پہنچا دیں تو۔"

"ہاں ہاں ضرور فرمائیے، لیکن ان کی شاعری سے مناسبت رکھنے والا ہو، درد دل یا گلدستہ فیض قسم کا نہ ہو۔"

"دست سے شروع ہونے والوں میں دست پناہ کیسا رہے گا؟"

☆☆☆

وہ ستارہ صبح الم کا

فوزیہ غزل

بیسویں قسط کا خلاصہ

تاشی کی دعوت کے دوران کیتھرین اس کی والدہ کو ہیلتھ ٹپس دیتی ہے جبکہ ماریا تاشی کے بدھ مت کی پیروکار ہونے کا جان کر پھر سے بے چین ہو جاتی ہے۔

شہر یار ریسٹ ہاؤس سے سعیہ کو گھر واپس لے آیا ہے، صبا اس سارے قصے کا علم ہونے پر سعیہ کو ڈانٹتی ہے تو وہ سارا الزام شہر یار کو دیتی ہے۔

اریبہ کے ڈپریشن اور اسٹڈیز میں عدم دلچسپی کو نوٹ کر کے اس کی کلاس فیلو طیبہ اسے وہاج سے دوٹوک بات کرنے اور شادی کا مشورہ دیتی ہے۔

ماریا فینگ شوئی کے ماہر چن زوچنگ سے ملتی ہے اور اپنی فرسٹریشن پہ بہت حد تک قابو پا لیتی ہے۔

طیبہ کی باتوں حالات کے تجزیے، شہر یار کا رویہ ان سب چیزوں سے پریشان اریبہ وہاج سے مل کر اپنے نہ جانے کا ریزن بتائی اچانک شادی کی آفر کر دیتی ہے۔

چینی میوزیم میں مہاتما بدھ کے مجسمے اور تصویری کہانیاں دیکھتے ہوئے ماریا کو بدھ مت میں دلچسپی اور کشش محسوس ہونے لگتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

اکیسویں قسط

شائستہ بیگم اور عفنان علی خان اپنے بزنس ٹرپ سے نہ صرف واپس آ چکے تھے بلکہ سنعیہ کی صحت یابی کی خوشی میں پرل کانٹی نینٹل میں ایک شاندار ڈنر پارٹی کا اہتمام بھی کیا پھر اگلا پورا دن بھی انہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات ملتوی کر کے سنعیہ کو اپنے ساتھ لے جا کر لاہور کے سیاحتی و تاریخی ویوز کی سیر کرائی اور سنعیہ جو خود کو بہت دنوں سے تنہا، بے بس، زندگی سے بیزار محسوس کرنے لگی تھی، مما پپا کی توجہ و محبت نے جیسے اسے سب غم بھلا دیے تھے، ان محبتوں کو محسوس کرتے ہوئے بشاشت اور خوشدلی خود بخود اس کے لہجے و وجود میں لوٹ آئی تھی، کتنا ترسی ہوئی تھی وہ ان محبتوں کو۔

اپنے قیمتی وقت اور کاروباری مصروفیت کو اس کی خوشی کے لئے پس پشت ڈالنا اور زندگی میں اس کی اہمیت جاننا یہ سب محسوسات اس کے وجود میں گویا نئی زندگی دوڑا رہے تھے اور وہ اس کا اظہار بھی کر رہی تھی اپنے رویے سے۔

سینکڑوں بار کے دیکھے گئے ویوز تھے وہی شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد، شیش محل، یادگار، مقبرہ جہانگیر، مگر اپنے مما پپا کے ہمراہ ہر چیز نئی اور پہلے سے بہت اچھی لگ رہی تھی۔

''اپنی بیٹی کو ہم نے آج عرصہ بعد اتنا ہنستے دیکھا ہے، ہنستی رہا کرو سنعیہ ہم لوگ صرف آپ کی ہنسی اور خوشی کے متمنی ہیں۔'' عفنان علی خان، سنعیہ کے کھلکھلاتے چہرے کو دیکھ کر بولے۔

''پپا اس خوشی کی وجہ آپ لوگ ہیں آج یوں کتنے عرصہ بعد ہم صرف اپنے لئے، خود کو کچھ وقت دینے باہر نکلے ہیں، کچھ خالص لمحات جو کھو رہے تھے ان کے میسر ہونے کی خوشی تو ہے ناں۔''

''سنو میری جان ہمارا سارا وقت تمہارے لئے ہے ہم جو ٹائم اپنے کاروبار کو دیتے ہیں وہ سب بھی تمہارا ہے، تمہارے مستقبل کو محفوظ، مستحکم کرنا تمہارے لئے ہر آسائش مہیا کرنا یہ سب تمہارے لئے تو کرتے ہیں۔'' شائستہ بولی۔

''مما اتنا کچھ تو ہے ہمارے پاس اتنی دولت، جائیداد، بینک بیلنس پھر اضافی جاگیر و دولت کیا کرنی ہے، پتا ہے مما میرا بہت دل چاہتا ہے آپ ہر بزنس مصروفیت کو چھوڑ کے یونہی میرے ساتھ وقت گزاریں، باتیں کریں کتنا اچھا لگتا ہے ناں یہ سب۔''

''اوہ ناٹی گرل ابھی تک وہی بچپنا، وہی بچوں والی باتیں، دنیا بہت تیز رفتار ہے گلوبل ویلج بن چکی ہے ایسی پہروں فرصت سے بیٹھے رہنے والی باتیں احمقانہ ہیں۔''

''بس مما نئے دور کی یہی چیز مجھے گراں گزرتی ہے کہ سب کے پاس وقت کی کمی ہے۔'' وہ تھوڑا متاسف ہوئی۔

''مگر اپنی بیٹی کے لئے ہمارے پاس نہ وقت کی کمی ہے نہ توجہ کی، ہماری بیٹی ہماری آنکھوں کا نور ہے ہمارے دل و ذہن کا سکون اور اس کے لئے ہم سارا وقت اسی روڈ پر گزار سکتے ہیں۔''

شائستہ بیگم نے از راہ محبت اس کے رخسار کو تھپکتے ہوئے کہا تو وہ بڑے لاڈ سے ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔

''So sweet mama i love you''۔

''Me to''۔ شائستہ نے اس کی پیشانی چومی اور ان کے کندھے سے لگی وہ گاڑی میں سرشاری سی گھر آئی تھی اور رات کو اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے اس نے بڑے اعتماد سے خود کو باور کرایا تھا۔

''شہریار سے مما پپا کو لاکھ محبت سہی مگر سگی اولاد تو میں ہوں، شہریار محض لے پالک ہے اور کچھ بھتیجا وہ بھی یتیم ہونے کی بناء پر مما پپا کو ذرا لاڈلا ہے لیکن بھتیجے کے لئے وہ اپنی بیٹی کا مستقبل اس کی زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتے اور یہ تم پہ بہت جلد واضح ہو جائے گا شہریار خان کہ سنعیہ علی کی حیثیت و مقام کیا ہے اور اس کی خوشی مما پپا کے لئے کیا اہمیت رکھتی ہے۔''

مگر سرشاری اور سکون سے رات گزارنے والی سنعیہ کے لئے طلوع ہونے والی صبح ہرگز پر سکون نہ تھی کہ سب سے پہلے اٹھتے ہی جس شخص کا چہرہ دیکھا وہ سب سے ناپسندیدہ تھا، نماز سے فارغ ہو کر وہ کتنے مگن سے انداز میں لان کی طرف چلی آئی تھی چہل قدمی کرنے کو۔

مگر جاگنگ ٹریک پر سامنے سے آتے شہریار کو دیکھتے ہوئے قدم رک سے گئے آگے جانے نہ جانے کی کشمکش میں چند لمحوں کو خود سے الجھتی وہ یکدم مڑی تو شہریار اس کے سامنے آ گیا تھا اور یوں آیا تھا کہ سنعیہ کا آگے بڑھنے کا راستہ بند ہو چکا تھا وہ شاید اس کے پلٹنے کی وجہ سمجھ چکا تھا اسی لئے اپنے سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے بڑے نارمل انداز میں بولا تھا۔

''یوں کب تک راستے بدلو گی اور کتنا بدلو گی کہ رہتا تو میں یہیں ہوں اور یہ گھر میرا ہی نہیں تمہارا بھی ہے، یوں آمنا سامنا معمول کی بات ہے، اب تم کیا ہر اس جگہ سے بھاگو گی یہاں میں ہوں گا۔'' اس کا راستے میں آنا اور یوں کہنا سنعیہ کو سر تا پیر سلگا گیا۔

''تم سے بھاگوں گی مگر کیوں شہریار، جبکہ بھاگنے کا ریزن بھی نہیں۔''

''ٹھیک کہا تم نے ہمارا آپسی رشتہ قربتوں کا متقاضی ہے نہ کہ دوریوں کا پھر ریزن کیسا؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا بہت کچھ جتا گیا۔

''غلط فہمی ہے آپ کی یہ رشتہ اور اس کی جرچا، بہتر ہوگا خوابوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت کا سامنا کرنا سیکھ لیں ورنہ......'' وہ پھنکاری تھی۔

''ورنہ میں بہت کچھ کر سکتی ہوں وہ سب کچھ جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''سو واٹ؟'' وہ مصنوعی حیرت سے بولا جبکہ نگاہوں سے جھلکتا تمسخر صاف بتا رہا تھا کہ وہ اس کی باتوں کو بہت ایزی لے رہا تھا اور یہ بات سنعیہ کو حد درجہ غصہ کا شکار کر گئی۔

''میں اگر چپ ہوں تو صرف مما پپا کی وجہ سے ان کی عزت مجھے بہت پیاری ہے اور آپ اسے میری کمزوری نہ سمجھیں میں صرف اپنے والدین کا لحاظ کر رہی ہوں ورنہ......'' وہ بے تحاشا غصے کے باعث بات ادھوری چھوڑ کر لب کاٹتی بے ساختہ مڑی اور مخالف راستے سے اندرونی حصے کی جانب جانے لگی۔

''سمجھتا کیا ہے یہ شخص آخر اپنے آپ کو دنیا اسی کے اشارے سے چلتی ہے، ہمیشہ میرے سکون و اطمینان کو اجاڑ کے مزے سے رہتا ہے اور سمجھتا ہے اس کے دوغلے پن کی کسی کو خبر نہ ہو گی۔'' وہ اپنے کمرے میں آ کر مٹھیاں بھینچتی طیش سے چکر کاٹ رہی تھی۔

''تم جو اچھے پن کا نقاب اوڑھے پھرتے ہو نا، تمہارے سکون کی دھجیاں نہ بکھیر دیں تو کہنا

اور یہ جو فرمانبرداری کے ڈرامے دکھا دکھا کر تم اپنے نمبر بڑھاتے ہو، در پردہ مجھے پریشرائز کرتے ہو اپنے ڈرامے کا اینڈ دیکھو گے تو سر پکڑ کر روؤ گے، تم بھول جاؤ گے گیم کیسے کھیلی جاتی ہے اس گیم کو دیکھ کر جواب سنعیہ علی تمہارے ساتھ کھیلے گی۔" دل میں سلگتے ہوئے وہ بڑے منتقمانہ انداز میں سوچ رہی تھی۔

"محبت کا ماسک چہرے پر لگا کر بیزاری واکتاہٹ کو تم سب سے چھپا سکتے ہو، مجھ سے نہیں، تمہیں اپنے ذاتی مفاد کے لئے خود کو لحظہ لحظہ بے توقیر کرن کا لائسنس نہیں بنوانے دونگی۔"

"تم نے مجھے آسیب زدہ کر دیا ہے اپنے ناروا سلوک کا شکار کر کر کے اور اس آسیب کو عمر بھر خود پر مسلط کر کے اپنے آپ کو تا عمر بے وقعت بے حیثیت نہیں کر سکتی۔"

اس کی بھوری آنکھیں تلخی، غصہ اور نفرت کی آنچ سے سلگ رہتی تھیں، وہ وحشت زدہ انداز میں مٹھیاں بھینچتی ہوئی بولی تھی۔

"یہ جو تم ہر وقت آپسی رشتے اور محبت کا راگ الاپتے رہتے ہو اس رشتے اور محبت کو تمہارے گلے کا طوق نہ بنا دیا تو مجھے سنعیہ علی نہ کہنا۔"

اس نے بہت بے چینی و جذباتیت سے سر جھٹکا تھا جیسے شہریار کو اپنے سے دور جھٹکنا چاہا تھا مگر غم و غصہ کم نہ ہوا تو اٹھ کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی پھر آ کر کمرے کی گلاس ونڈو کے پردے کھینچتے ہوئے باہر دیکھنے لگی یہاں شہریار موجود نہیں تھا۔

☆☆☆

اریبہ اشفاق اس کے سامنے کھڑی تھی چہرے پر حد درجہ سنجیدگی آنکھوں میں ایک فیصلہ کن اور جذباتی کیفیت وہاج حسن اس ایک ٹک دیکھے جا رہا تھا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں میں اک خفیف سی سرخی اتر آئی۔

"بولو وہاج حسن، کیا کہتے ہو، کرو گے مجھ سے شادی۔" وہ اس کی خاموشی سے تنگ آ کر بولی تو وہاج نے لحظہ بھر اس کی صورت کو بہ غور دیکھا پھر یکلخت ہی اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اک گہرا سانس کھینچتے ہوئے کہا۔

"یہ مشکل ہے بہت مشکل اریبہ، ابھی میں ایسا نہیں کر سکتا۔" اس کے لب و لہجے سے جھانکتی۔ "ابھی نا معلوم عرصہ تک انتظار کرو" والی کیفیت اریبہ سے مخفی نہ رہ سکی۔

"ابھی تم ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔" اریبہ اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔

"یہ تم مجھ سے بہتر جانتی ہو۔" وہ ہارے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"سمجھ لو میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ اسی سنجیدگی سے بولی تو وہ چپ سا ہو گیا۔

"بتاؤ ناں وہاج تم کیوں ایسا نہیں کر سکتے؟" اریبہ نے پھر پوچھا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ابھی میرے حالات مجھے اجازت نہیں دیتے۔"

"کیا ہوا ہے تمہارے حالات کو۔" وہ تیکھے چتونوں سے بولی تو وہاج جز بز ہو گیا۔

"تم جانتی ہو بہت ذمہ داری ہے ابھی مجھ پر، تین جوان بہنیں ہیں جن میں سے ابھی کسی کی

کہیں بات طے نہیں ہو سکی اور ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر ہی میں اپنے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔" اس کا لہجہ حتمی تھا جس سے اریبہ ہرٹ ہوئی۔

"ان کی ذمہ داری اور میں، میں کس کی ذمہ داری ہوں وہاج حسن میرے کیا حالات ہیں، میں کن مشکلات کا شکار ہوں، میرا کون سوچے گا؟" وہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھتے ہوئے تلخی سے بولی۔

"میں تمہارا ساتھ دے تو رہا ہوں تم تھوڑا انتظار تو کرو۔"

"کیا ساتھ دے رہے ہو تم میرا، میری ماں پاگل ہے مجھے اس کا پراپر علاج کروانا ہے، میرا بھائی جیل میں ہے اسے چھڑوانا ہے ربیعہ اور جویریہ کو پڑھانا ہے ان کے تعلیمی اخراجات کو پورا کرنا ہے، میرا اپنا فائنل ایئر سر پر ہے مجھے ایم اے کی ڈگری لینی ہے، علاوہ اس کے ہم سب کو روزانہ تین ٹائم کھانا چاہیے اور اس سب کے لئے پیسہ چاہیے تم مہینہ میں ایک دفعہ دو ہزار تین ہزار دے کر سمجھتے ہو ہم یہ سب کر سکتے ہیں پھر ہمیں بھیڑیوں کے اس معاشرے میں سہارا چاہیے مضبوط سہارا اور وہ سہارا تم فراہم کر سکتے ہو تم جو میرے منگیتر ہو۔" کتنی تلخ ہو رہی تھی وہ بولتے ہوئے وہاج اک ہلکی سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"تم جانتی ہو ابھی میری جاب کا پہلا سال ہے اور یہ سال ٹرائی سیشن ہے اپنے گھریلو اخراجات کے ساتھ میں جتنا کر سکتا ہوں کر رہا ہوں تم......"

"پلیز وہاج مجھے کوئی وضاحت نہیں چاہیے، مجھے صرف یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے شادی کر رہے ہو یا نہیں۔"

"تم چند سال انتظار نہیں کر سکتیں؟"

"انتظار...... انتظار میں بائیس سال کی ہو چکی ہوں چند سال بعد کتنے برس کی ہونگی اور تب تک تم مجھے لٹکاتے رہو گے یونہی سڑکوں پر لئے پھرتے خواب دکھاؤ گے، میرے گھر والے اس انتظار میں اک اک کر کے موت کی سولی پر چڑھ جائیں گے، ہمارے خواب ہماری کسمپرسی، مفلسی نوچ لے گی اور اگر دولت وافر ہوتے پیسہ کھلا آتے دیکھ کر تمہارے گھر والوں کی ترجیحات بدلتی گئیں تو......" کتنا سفاک تجزیہ پیش کر رہی تھی وہ حالات کا کہ وہاج کچھ دیر تک تو بول ہی نہ سکا جب بولا تو یہی کہا۔

"تم خواہ مخواہ واہمات کا شکار ہو رہی ہو، ایسا کچھ نہیں ہوگا۔"

"یہ سب وہم نہیں حقیقت ہے جسے کل کو مجھے ہی فیس کرنا ہے۔"

"میں جب تمہارے ساتھ ہوں تو اتنی بے اعتبار کیوں ہو رہی ہو۔"

اپنے ذہنی خلفشار کو ٹھنڈے پن میں چھپا کر وہ سکون سے بولا تھا۔

"تم میرے ساتھ نہیں ہو وہاج۔" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"تو پھر کس کے ساتھ ہوں۔" وہاج نے قدرے توقف کے بعد استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

"تو صرف اپنے ساتھ ہو، اپنی اغراض کے ساتھ بندھے ہو، تمہیں صرف اپنے گھر کی فکر ہے اپنی بہنوں کی، میری نہیں۔"

وہ بہت تیکھی ہو رہی تھی وہاج نے قدرے دھیان سے اس کے تاثرات دیکھے۔
''اگر تمہیں میری فکر ہوتی تو تم آج ایسے مشکل حالات اور بے بسی کے عالم میں مجھے رونے کو اکیلا نہ چھوڑتے، تم میرے آنسو پونچھتے میرے برابر کھڑے ہوئے میرا سہارا بنتے مگر تم نے تپتی دھوپ میں سلگنے کے لئے مجھے تنہا چھوڑ دیا۔'' وہاج نے اس کی بات پر ایک لمحہ کے لئے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

''جبکہ تمہیں چاہیے تھا تم کہتے ''میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں'' مگر تم ایسا کیوں کہو گے کیونکہ مشکلات کا شکار میں ہوں میرا گھر ہے تم یا تمہارا گھر نہیں۔'' بھرائے لہجے میں بولتی اریبہ کی آواز بہت ضبط کے باوجود اونچی ہو رہی تھی اور ارد گرد سے گزرتے کئی لوگ ان کو دیکھ رہے تھے۔

''میرے حالات دگرگوں ہیں میرے سامنے مسائل کا انبار ہے، میں اپنے گھر کے لئے کچھ کرنا چاہتی ہوں، جلد از جلد نوکری تا کہ خرچہ پانی چلتا رہے یا پھر شادی تا کہ اپنے شوہر کی سپورٹ سے اپنے گھر کے مسائل سلجھا سکوں اور نوکری تم کرنے نہیں دیتے، شادی کے لئے چند سال انتظار جبکہ میرے حالات چند دن کی مہلت کے متقاضی نہیں۔'' وہ رندھے ہوئے لہجے میں کہتی رخ پھیر گئی وہاج حسن نے اس بار بھی خاموشی سے دیکھا تھا بولا کچھ نہیں اور اس کی خاموشی سے چڑ کر اریبہ نے کہا۔

''تم پہلے جیسے نہیں رہے وہاج جو میری ذرا سی تکلیف برداشت نہ کرتے تھے میری اداسی پر تڑپ اٹھتے تھے اور اب اتنے دکھوں کے انبار میں گھری مجھے دیکھ کر بھی تم اتنے آرام سے کھڑے ہو جیسے مجھ سے تمہارا کوئی تعلق کوئی واسطہ نہیں۔'' اس بار وہاج نے ایک متاسف نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

''تم نے میرے الفاظ اور جذبات کو درست جج کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی، مجھے افسوس ہے کہ ہماری اتنی اٹیچمنٹ اور انوالومنٹ، انڈر اسٹینڈنگ کے باوجود تم مسلسل مجھے غلط بلیم کیے جا رہی ہو، جبکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ جن آسائشات میں تم پلی بڑھی ہو ابھی میں تمہیں وہ افورڈ نہیں کر سکتا۔''

''وہاج اگر تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو تو تمہیں یہ بات پتا ہونا چاہیے کہ محبت لگژریز کے حساب کتاب نہیں دیکھتی اور پھر حالات کی ٹھوکریں جسے راہوں میں لاکھڑا کریں وہ اب اتنے زیادہ کے خواب دیکھتا ہے، خواب تو وہ دیکھتے ہیں جو اونچی جگہوں پہ کھڑے ہوں، یہاں ہم ہیں وہاں صرف کھائیاں اور کھڈے ہیں۔''

''میں یہ سب دور کرنا چاہتا ہوں تمہارے راستوں میں خوشیاں بکھیرنا چاہتا ہوں، اچھے دنوں کی امید تمہاری آنکھوں میں خوشی بن کر چمکتے دیکھنا چاہتا ہوں مگر ابھی ایسا کچھ نہیں کر سکتا کہ جس سے سب حالات ٹھیک ہو جائیں، میں بہت مجبور ہوں اریبہ۔'' اس کے لہجے کی شکستگی پہ وہ کئی ثانیوں تک تاسف میں گھری اسے دیکھتی رہ گئی۔
''تم مجبور ہو تو مجھے اس خارزار پر کیوں گھسیٹا تھا کیوں محبت کے خواب دکھائے تھے کس تعلق

کے حوالے سے ملتے تھے اور اس طرح کرو گے تو تم مجھے کھو دو گے وہاج حسن اتنا یاد رکھو کہ تم کچھ کہو میں پیچھے ہٹنے والی نہیں جس راستے پہ تم نے مجھے لاکھڑا کیا ہے اس پہ تمہیں اپنے ساتھ گھسیٹوں گی۔'' وہ بے حد جذباتی اور بھرائے ہوئے انداز میں بولی۔
''میں خود تمہیں کھونا نہیں چاہتا تم محبت ہو میری، تم سے بچھڑ کے میں بھلا کیسے جیوں گا؟'' وہ پریشان اور دلگرفتہ سا بولا۔
''تو پھر مجھے کیوں لگ رہا ہے میں تمہیں کھو دوں گی، یا تم مجھے گنوا دو گے اور میں سب کچھ ہار سکتی ہوں تمہیں نہیں، تم میری مجبوریوں کو سمجھو صرف اپنی مجبوریاں نہ دیکھو۔'' اس نے گویا منت کے انداز میں کہا تھا اور وہاج نے چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد گہری سانس کھینچتے ہوئے درخت سے ٹیک لگا لی۔
''اریبہ شادی کھیل نہیں کہ جسے لمحہ بھر میں فیصلہ کر کے کھیل لیں۔'' وہ آہستگی سے بولا۔
''محبت بھی کھیل نہیں وہاج جسے پل میں پس پشت کر دیں۔'' وہ دو بدو بولی۔
''صرف محبت کے لئے میں بہت سے خوابوں کو رد کر کے اپنی خوشیوں کا مینار بلند نہیں کر سکتا کیونکہ میرے لئے یہ ناممکن ہے ابھی میرے پاس کچھ بھی نہیں۔'' اس کی آنکھوں میں دھندسی اترنے لگی۔
''میں صرف تمہاری محبت سے نہیں اور بھی بہت سے رشتوں سے کمیٹڈ ہوں اور مجھے ان کا مان رکھنا ہے جس طرح تمہیں اپنے گھر والے ان کی بھلائیاں عزیز ہیں اسی طرح مجھ پہ بھی کچھ وجوب ہیں جنہیں ادا کیے بنا میں تمہارا ہاتھ نہیں تھام سکتا ہاں یہ سب ہو جائے تو یقیناً......''
''شٹ اپ وہاج حسن شٹ اپ تمہاری زندگی میں صرف تم ہو تمہارے گھر والے میں کہیں نہیں اور جب میری کہیں جگہ نہیں بنتی تھی تو تم مجھے اس راہ پر کیوں لائے تھے۔'' اس کا گریبان پکڑ کر وہ رو دی تھی بنا جگہ اور ماحول کا خیال کیئے۔
''اریبہ پلیز انڈر اسٹینڈ می۔'' وہ ملتجی ہوا۔
''میں انڈر اسٹینڈ کروں میں، وہاج حسن میری زندگی داؤ پر لگی ہے میں کیا سمجھوں؟'' وہ بے طرح چیخی اور وہاج اسے دیکھ کر رہ گیا۔
''تم ایک ہفتہ ہے تمہارے پاس سوچ تو اچھی طرح میں تمہاری زندگی میں کہیں ہوں بھی یا نہیں پھر جواب پا کر مجھے بتانا تا کہ میں حالات و وقت کے مطابق کچھ طے کر سکوں اور اگر تم نے جواب نہ دیا تو میں سمجھ لوں گی تم زندگی کی بساط پر محبت کی بازی ہار گئے۔'' وہ غصے سے کہتی آنسو پونچھتی پلٹی اور وہاج حسن کے اعصاب پر جیسے کوئی گہرا بوجھ آ گرا تھا، وہ خالی نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

دور گل رخصت ہوا ہاتھوں میں پتھر رہ گئے
اس قدر بدلا زمانہ لوگ ششدر رہ گئے
جانے کیسے لوگ تھے جو نقش دائم بن گئے
آنکھ سے اوجھل ہوئے پر دل کے اندر رہ گئے

☆☆☆

فینگ شوئی واقعتاً ایک مفید طریقہ علاج تھا بنا کسی میڈیسن یا احتیاطی تدابیر کے محض کچھ رہنما اصول زندگی گزارنے کے کچھ خوش کن نکات اور اپنے ماسٹر مائینڈ کو مثبت طرز فکر و عمل پر متوجہ کر کے شب و روز گزارنا ماریا کو اب زندگی بہت حد تک آسان لگنے لگی تھی اور وہ اپنے خوشگوار احساسات کا اظہار فینگ شوئی کے ماہر چن زوچنگ سے بھی کر رہی تھی۔

''ناکامی، مایوسی تنہائی کو نظر انداز کر کے کچھ عرصے سے ایسے مشغلے اپنانا جس کے ذریعے ذہن غیر ضروری معاملات سے ہٹ جائے اور پھر نئی سوچوں کے لئے راہ ہموار ہو سکے فینگ سوئی کا مقصد و ماخذ ہے۔'' چن زرچنگ متانت سے بولے۔

''اب مجھے ناکامی سے خوف نہیں لگتا کیونکہ میں اپنی ناکامی کا سبب بننے والی وجوہات کا جائزہ لیتے ہوئے آگئے بڑھنے کے لئے نئی حکمت عملی ترتیب دے سکتی ہوں۔'' ماریا سکون و اعتماد سے بولی تو کیتھرین اور تاشی نے خوشی سے دیکھا۔

''گڈ چینج، زندگی میں مسلسل آگے بڑھنے کے لئے مثبت انداز فکر اور سٹرگل ہی سب سے پہلا زینہ ہے کامیابی کا، ویسے بھی ناکامی ہماری زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے اس سے خوفزدہ ہونا ہمارے مفاد میں نہیں، جس طرح ایک کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے بالکل اسی طرح ایک کامیابی کے پیچھے ناکامی کارفرما ہوتی ہے جو آگے بڑھنے کی لگن پیدا کرتی ہے۔''

''پہلے تو مجھ سے نکتہ چینی یا تنقید بہت کم ہضم ہوتی تھی علاوہ ازیں میں کسی کی ہیلپ کرنا بھی وقت اور پیسے کا ضیاع سمجھا کرتی تھی مگر اب معاملہ مختلف ہے۔'' ماریا نے کہا۔

''تنقید ہی ہم میں مثبت تصور پیدا کرتی ہے اگر ہم تنقید سے خوفزدہ یا الرجک ہونا شروع کر دیں تو ہمارے اندر زندہ رہنے، خود کو کارآمد شہری بنانے کی لگن دم توڑتی چلی جاتی ہے، دراصل ناقد ہمارے محسن ہیں کہ ان کی نکتہ چینی ہمیں اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لینے کی ترغیب دیتی ہے اس صورت میں ہم اپنی زندگی کو بھرپور بنانے کی تیاری کر سکتے ہیں۔''

''یاد رکھیے کہ خوف انسان کا دشمن ہے اگر ہم خوف کو شکست نہیں دیں گے تو اپنی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ نہیں کر سکیں گے اور تحقیق کے مطابق ایسے افراد جو روزانہ شعوری طور پر دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں، خوشی، اطمینان، پرسکون ذہن جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ ڈپریشن کا شاذونادر ہی شکار ہوتے ہیں لہٰذا جس قدر دوسروں کی مدد کر سکتی ہیں کیجئے۔''

''مسٹر چن زوچنگ نرمی سے بولتے گئے پھر انہوں نے ماریا کو یوگا کے دو آسن روزانہ صبح ٹائم کرنے کو دیئے ساتھ نیلے یا ہلکے آسمان رنگ کا استعمال اپنے کمرے، کپڑوں، زندگی میں بڑھا دینے کا مشورہ دیا نیلی روشنی کا مراتبہ بھی ماریا کو کرنے کا کہا گیا۔''

''سر کیا مراقبہ یا تپسیا گوتم کا پیغام ہے؟'' ماریا نے ذہن میں کب سے مچلتے سوال کو آزاد کیا۔

''نہیں گوتم کا اصل پیغام محبت ہے انہوں نے اپنے پیروکاروں کو نہ صرف دوسرے انسانوں بلکہ اپنی ذات سے بھی محبت کرنا سکھایا، گوتم نے اپنی زندگی میں سادگی کو اپنایا اور زندگی گزارنے کے لئے اعتدال پسندی کا انتخاب کیا ان کی تعلیمات میں مراقبے کی بہت اہمیت ہے بدھ مت میں

مراقبہ کی عظیم خاموشی ہی رسائی کا ذریعہ ہے حقیقت تک۔''

''سر میں بین الکلیاتی مذاہب کے متعلق ریسرچ کر رہی ہوں مجھے بدھ مت کے متعلق معلوماتی مواد یا کوئی تحقیقی لٹریچر دستیاب ہو سکتا ہے۔'' ماریا نے اچانک کہا تو یہاں کیتھرین اور تاشی نے اسے قدرے چونک کر دیکھا وہیں مسٹر چن زوچنگ نے مسکراتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھی خوبصورت نقوش والی انگریز لڑکی کو دیکھا تھا پھر تاشی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تاشی تمہارا یہ کام کر دے گی کیونکہ یہ خود بدھ مت کی پیروکار ہونے کے ساتھ بدھ موومنٹ کی تمام شاخوں، تحریکوں بے بخوبی واقف ہے۔''

''اب کیا تم بدھ مت اپناؤ گی۔'' کیتھرین نے کچھ عجیب لہجے میں کہا جو جانے ناراضگی کا مظہر تھا یا ناگواری کا۔

''فی الحال تو دیکھنا چاہتی ہوں وہ کیا چیز ہے جسے گیان کہتے ہیں جس کے لئے سدھارتھ جیسا عظیم شہزادہ شاہی زندگی شاہانہ تعیش و آرام تج کر کے مصائب و سادگی کو اپنا بیٹھا۔''

''میرے علم کے مطابق یہ مذہب اسلام کی طرح کئی فرقوں میں منقسم ہے تم صرف الجھ کر رہ جاؤ گی۔'' کیتھرین نے کہا۔

''کسی نہ کسی الجھن سے ہی میری سلجھن کا سلسلہ نکلے گا۔''

''یعنی تم بدھ مت کو پرکھنے کا ارادہ کر چکی ہو۔''

''ارادہ یا کوشش کہہ لو، زندگی کا اک مقصد شاید یہیں ہو۔''

''Ok, as you wish تم اپنی مرضی کی مالک ہو کیا کہہ سکتے ہیں۔'' کیتھرین نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''کیا خیال ہے واپس Mandrain (ہوٹل) چلا جائے یا گھوما پھرا جائے۔'' وہاں سے نکلنے کے بعد صاف ستھری ویران سڑک پر آتے ہوئے ان کے ڈرائیور اور ٹورز گائیڈ نے کہا تو ان تینوں نے آپس میں باہمی نگاہوں کا تبادلہ کرتے ہوئے ڈرائیور کو چلتے رہنے کا کہا جبکہ گاڑی وہیں پارک تھی۔

''تو پھر چلتے چلتے آج سمر پیلس دیکھا جائے۔'' گائیڈ بولا۔

''گڈ آئیڈیا مجھے بہت شوق ہے سمر پیلس دیکھنے کا ویسے بھی بندہ چین آئے اور دیوار چین یا سمر پیلس نہ دیکھے تو چین آنا ہی بے کار ہے۔'' کیتھرین پرشوق انداز میں بولی۔

''ویسے میں نے سنا تھا کہ چین میں سائیکل بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے جبکہ ٹیکسی ناپید ہے مگر اب تو شیراڈ سے لے کر مرسیڈیز اور لیموزین قیمتی کاریں خوبصورت سڑکوں اور فلائی اورز پر دوڑتی نظر آتی ہیں۔'' ماریا نے سرسبز درختوں میں گھرے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے کہا۔

''اور ہر کار کی نمبر پلیٹ سبز ہے شاید سب کاریں سرکاری ہیں۔'' کیتھرین بھی بولی۔

''سبز پلیٹ والی سب کاریں پرائیویٹ ہیں۔'' ٹورز گائیڈ نے بتا کر انہیں حیرت زدہ کر دیا چلتے ہوئے عالیشان پلازے اور خوبصورت عمارتوں کو بڑی تعداد، شرافت و ثقافت کا حسین امتزاج بنے لاتعداد انسان انہیں متاثر کر رہے تھے، جبکہ ٹورز گائیڈ انہیں سمر پیلس کئی بادشاہوں کے سلسلوں

کے خیالوں کی حسین تکمیل ہے جسے اصل روپ دینے کے لئے لاکھوں انسانی ہاتھوں نے کروڑوں من مٹی کھود کر ایک وسیع وعریض جھیل بنائی اور پھر اسی مٹی سے اردگرد پہاڑ تشکیل دیئے اور ان پہاڑوں پر کاریگروں ہنرمندوں اور فنکاروں نے اپنی دن رات کی کاوشوں سے محلات کے ایسے خوبصورت نمونے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود ان کا ہر انداز انسان کا دل موہ لیتا ہے۔''

''سمر پیلس Summer palace کیا نگ لونگ بادشاہ نے 1750ء میں تعمیر کروایا تھا لیکن 1806ء میں برطانیہ اور فرانس کی متحدہ فوج نے اسے جلا ڈالا اور یہ 1888ء میں دوبارہ تعمیر ہوا، پر ایک بار پھر 1900ء میں یہ آٹھ استعماری طاقتوں کی متحدہ فوج کے ہاتھوں تہس نہس ہوا اور بعد میں 1930ء میں نئے تعمیراتی مراحل سے گزرا۔''

کنمنگ جھیل کے کنارے 700 میٹر لمبی وہ خوبصورت راہ داری ہے جو بادشاہوں کی چہل پہل کے لئے بنائی گئی تھی، یہ تمام راستہ لکڑی کے ستونوں اور چوبکاری اور رنگین مینا کاری سے مزین چھت سے ڈھکا ہوا تھا۔

ان عمارتوں کے علاوہ تصویری عکس رکھنے والے نظارے اور پتھر کی کشتی (جو اصل میں ماربل کی کشتی نما عمارت ہے) وہ سب اس میں بیٹھ کر کھڑے ہو کر پرشوق انداز میں فوٹو شوٹ کروا رہے تھے۔

''اگر میرا بس چلے نا تو یہیں رہنا شروع کر دوں، بہار کی آمد کا سواگت پویلین جھیل کے۔ مشرق میں درختوں سے گھرے جزیرہ پر کھڑے ہو کر کروں اور سترہ صحرابوں والے خوبصورت پل قوس قزح کی طرح مشرقی کنارے کو مغربی جھیل کے کنارے سے ملاتے جزیرے کو دیکھتی رہوں۔'' ماریا کو یہ سب بہت فیسی نیٹ کر رہا تھا وہ بڑے متاثرانہ انداز میں بولی تھی۔

''ہوں خیال تو اچھا ہے مگر رہنے کون دے گا یہ سرکاری وثقافتی سرمایہ ہے۔'' کیتھرین نے کہا تو وہ ٹھنڈی سانس بھر کے بولی۔

''یہی تو اصل مسئلہ ہے خیر چھوڑو آؤ، ان خوبصورت یادوں میں ایک اور یاد کو منجمد کریں۔'' تاشی نے کہا تو وہ تینوں آگے بڑھیں اور وہاں تصویر بنوانے لگیں یہاں پل کے اختتام پر خوبصورت اور دل کو لبھا دینے والے نظاروں کے ساتھ نقل برابر اصل جتنا تانبے کا بیل توجہ اپنی طرف مبذول کروا رہا تھا۔

ایک اچھے وقت کا لطف اٹھاتی ماریا جوزف کیتھرین اور تاشی کے درمیان بیٹھی مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

ایک بات تو طے تھی کہ سنعیہ علی کو شہریار پر بہت غصہ تلملاہٹ تھی اس کو تلاش تھی شہریار کی غلطی پکڑے، کوئی بات ہاتھ آئے، یا وہ کچھ کہے کوئی طنزیہ فقرہ سہی اور سنعیہ اپنا سارا غبار نکال دے اس کو سب کچا چٹھا کھول دے، سب کو پتہ چل جائے اس نک سک سے درست رہنے والے فرمانبردار بندے کی اصلیت کیا ہے اور وہ سب کے لئے ناپسندیدہ ہو جائے، مگر شہریار اپنے مخصوص روادار رویے اور ٹھنڈے موڈ کو کام میں لاتے ہوئے ایسا موقع ہی نہ دے رہا تھا، وہ سنعیہ کے قدموں کی چاپ سے اندازہ کر لیتا تھا وہ کیا کرنے مار ہی ہے، پھر یہ تیور کیسے نہ بھانپتا سو حفظ ماتقدم کے طور

پر خوش اخلاصی کا شاندار مظاہرہ کر رہا تھا بلکہ مما پپا کے سامنے بطور خاص بہت نرم اور عام انداز میں اسے جان بوجھ کر مخاطب کرتا عموماً چائے، کھانا دینے کو کہتا اور سنعیہ کو بے تحاشا طیش کے باوجود مما پپا کی موجودگی کے باعث اس کے حکم کی مجبوراً تعمیل کرنا پڑتی یہ اور بات کہ چیز اسے پکڑاتی نہیں بلکہ سامنے پٹخا کرتی تھی اور ایسے کرتے ہوئے بھی اسے اپنا فشار خون تیز ہوتا محسوس ہوتا۔

اوپر سے مما اسے ماہر کک بنانے اور گھر گرہستی سکھانے کے تمام ہتھیار اٹھانے پر کمربستہ تھیں۔

''ہر وہ چیز جو شہریار کو پسند ہے سیکھ لو، ہر وہ ڈش جو شہریار شوق سے کھاتا ہے اس کو بناؤ۔'' سنعیہ تلملا کر رہ جاتی کیونکہ شہریار کو ڈشز کے علاوہ وقت بے وقت چائے بھی پسند تھی اور اب تو سنعیہ کی صورت زچ کرنے کو اک بہانہ مل چکا تھا اسے تو وہ آتے جاتے ''سنعیہ ایک کپ چائے تو بنا دینا'' کا راگ الاپتا تو سنعیہ کا دل چاہتا چائے کی جگہ اسے ہی چولہے پر رکھ کے کھولا دے مگر ضبط کے گھونٹ پی کر رہ جاتی مبادا مما پپا برا نہ مانیں۔

آج بھی وہ آفس کا چکر لگا کر گھر جلدی چلی آئی کہ طبیعت بہت سست ہو رہی تھی گھر آئی تو مما بھی موجود نہ تھیں ملازمہ کو ایک کپ چائے کا کہتے ہوئے وہ لاؤنج میں ہی صوفہ پر لیٹ گئی اور چائے آنے پر سر کو کنپٹی سے مسلتی وہ اٹھی ابھی پہلا گھونٹ بھرا تھا جب موصوف برآمد ہو گئے اپنے کمرے سے۔

''سنعیہ دو کپ چائے مجھے بھی بنا دو۔''

''ملازمہ سے کہیں۔'' مما کے نہ ہونے پر وہ بے اعتنائی دکھا گئی۔

''ملازمہ تو جا چکی شاید پلیز تم بنا دو میرا دوست آیا ہے۔'' وہ کچھ مصالحانہ انداز میں دھیرے سے بولا۔

''بازار سے منگوا لیں مجھ سے نہیں بنائی جاتی۔'' وہ لٹھ مار انداز میں بولی تو شہریار کو اپنا خون کھولتا محسوس ہوا۔

''تو تم نہیں بناؤ گی۔''

''اب کیا لکھ کر دوں اور مجھ سے یہ حکمیہ کام مت کروایا کریں ملازمہ نہیں لگی ہوئی آپ کی، نہ مجھے شوق ہے ایسے چائے بنا بنا کر دینے کا آئندہ مجھ سے چائے کے لئے مت کہئے گا۔'' بہت کھردرے لہجے میں شہریار کی طبیعت صاف کر کے وہ اٹھی تو سامنے کھڑی شائستہ بیگم کو دیکھ کر لمحہ بھر کو چہرہ متغیر ہوا پھر وہ پلک جھپکتے میں جانے کو آگے بڑھی تو شائستہ نے اس کا بازو پکڑ کر پوچھا تھا۔

''یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا بڑا ہے وہ تم سے، اک رشتہ وتعلق ہے تمہارے درمیان۔''

''کون سا رشتہ جسے گیم کھیل کر یہ شخص اپنی انا کی تسکین کے لئے استعمال کر رہا ہے۔'' وہ چڑ کر بولی تو شائستہ بیگم کو بے طرح غصہ آیا اس کے بدتمیزانہ سٹائل پر۔

''سنعیہ بدتمیزی مت کرو اور اپنے یہ فضول خیالات صرف اپنے بھوسہ بھرے دماغ تک دماغ محدود رکھا کرو۔'' شائستہ کے بولنے پر شہریار خاموشی سے چلا گیا تھا۔

''میں فضول ہوں میرے خیالات فضول ہیں اور گنگا نہایا تو یہی ہے جس کا کوئی عیب کسی کو

دکھائی نہیں دیتا۔'' وہ بھرائے لہجہ میں بولی تو شائستہ تھوڑا نرم پڑ گئیں۔

''سنعیہ بات عیب ڈھونڈنے یا فضول ہونے کی نہیں میرا مقصد تمہیں صرف یہ سمجھانا ہے کہ بھلے کزن ہے وہ تمہارا مگر ہے تو اک حوالے سے شوہر اور بھلے نکاح سہی مگر اس حوالے سے بھی اس کا اک مقام اور اہمیت ہے اور تم اس کا خیال رکھا کرو بولتے ہوئے۔''

''بس سارے سلیقے سارے طریقے اور احتیاطیں مجھی کو سکھائیں۔''

''تمہی کو سکھانے آخر کو تمہیں اس کے ساتھ نبھا کرنا ہے اور تمہارے لئے یہ بات سمجھنی بہت ضروری ہے کہ شہریار کیا حیثیت رکھتا ہے اس گھر کے لئے تمہارے لئے۔'' وہ قدرے ہلکے پھلکے انداز میں باور کرا گئیں۔

''پلیز مما مجھے اس جھنجھٹ میں مت پھنسائیں میں اس قابل نہیں۔'' وہ ان کے ہاتھ پکڑتے ہوئے لجاجت سے بولی۔

''سنو میری جان ایسے مت کہو اتنا اچھا لڑکا ہے شہریار، اتنا سمجھدار اور سلجھا ہوا، پھر گھر کا بچہ ہے نظروں کے سامنے رہا، اپنے ہاتھوں میں پلا بڑھا کوئی بری عادت نہیں اس میں کوئی ناگوار بات نہیں۔''

''یہی تو سب سے بڑی وجہ ہے مما وہ اتنی خوبیوں میں گھرا اتنا ویل آف بندہ ہے جبکہ میں بے شمار خامیوں کا مجموعہ ایک بہت اچھے اور بہت برے بندے کا نباہ کیسے ہو سکتا ہے۔''

''ہو سکتا ہے بیٹی تم دونوں ایک ساتھ رہتے آئے ہو بچپن سے اب تک ایک دوسرے کو بخوبی جانتے بوجھتے ہو کون سا انجان ہو۔''

''یہ اپنائیت ہی تو سب سے بڑی ڈسٹربنس ہے، میں اسے پچھلے بیس بائیس سالوں سے دیکھتی آرہی ہوں اور اگلے لاتعداد سالوں تک پھر دیکھوں، مما کیا کشش ہے اتنا تو دیکھا ہے اس بندے کو کہ دیکھ دیکھ کر دل اوب گیا۔'' اس نے جواز پیش کیا۔

''اب تک تم کزن شپ کے حوالے سے ساتھ رہے ہو جبکہ آگے کا حوالہ بالکل مختلف ہے یہ جو میاں بیوی کا رشتہ ہوتا ہے یہ الگ توقعات والا ہوتا ہے اس کے لئے دونوں فریقوں کے جذبات واحساسات خود بخود بدل جاتے ہیں، کیونکہ اس کی اپنی ڈیمانڈز ہوتی ہیں۔''

''مما ہم شروع سے اکٹھے رہتے آئے ہیں بہت دوستی رہی ہے ہم میں اور جب سے یہ نیا رشتہ سامنے آیا ہے مجھے اس کے لئے خود کو تیار کرنا مشکل لگتا ہے اب تک تو میں اس تعلق کے لئے اپنی فیلنگز بدل نہیں سکی آگے کیا خاک بدلے گا، پھر بہت روڈ رویہ رکھنے لگا ہے وہ میرے ساتھ ہر وقت روک ٹوک ڈانٹ ڈپٹ اور خوامخواہ کا حکمیہ انداز۔'' وہ بدستور روٹھے انداز میں بولی تو شائستہ بیگم بے اختیار ہنس پڑیں۔

''سنو میری بیوقوف بیٹی اس کی ڈانٹ ڈپٹ کو نیگیٹو لی مت لو بڑا ہے وہ تم سے کئی سال، اگر کسی بات پر روک ٹوک کر دیتا ہے تو تمہارے بھلے کے لئے ورنہ اس کی کو کسی دشمنی نکلتی ہے تمہاری طرف......''

''دشمنی تو نکلتی ہے مما، کاش وہ آپ کو بھی دکھائی دے جائے۔'' وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

''اور روڈ ہونا بھی تمہارے وہم کا نتیجہ ہے ابھی تم حرکتیں بھی تو ایسی کرتی ہو کہ اسے روڈ ہونا پڑتا ہے ورنہ تم خود اچھی طرح جانتی ہو ہمارے پورے خاندان میں شہریار سے زیادہ خوش اخلاق اور نرم خو بندہ نہیں ہے۔''

''مما آپ اس کی دوغلی پالیسی کو نہیں جانتیں کتنا فراڈیا ہے میرے ساتھ بہت تلخ رویہ رکھتا ہے بلکہ دشمنی نکالتا ہے کوئی یہی نہیں بلکہ اس نے آپ کے پیچھے جب میں بیمار ہوئی تو مجھے تھپڑ بھی مارا تھا اتنے زور سے۔'' اپنے تئیں وہ بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولی تھی، جبکہ جواباً شائستہ بیگم اتنے ہی متحمل انداز میں بولی تھیں۔

''معلوم ہے مجھے، شہریار نے سب بتا دیا تھا اور شکر کرو تمہارے پپا کو ریسٹ ہاؤس سے جانے اور تمہاری گمشدگی کا نہیں پتا ورنہ جو طوفان اٹھتا تم سہہ نہ پاتیں تم ہماری اکلوتی اور لاڈلی بیٹی ہو اور ہم نے تمہیں ہمیشہ بہت پیار دیا ہے مگر تمہارے ڈیڈی کا اولاد کے بارے میں ایک اصول ہے کہ کھلاؤ بے شک سونے کا نوالہ مگر دیکھو شیر کی آنکھ سے، جتنا تم اسے زچ کر چکی تھیں شکر کرو اس نے صرف ایک تھپڑ پر اکتفا کیا تمہارے پپا کو پتا چلتا تو جان سے مار دیتے۔'' شائستہ بیگم سنجیدگی سے بولیں تو وہ دھک سے رہ گئی۔

وہ تو مما کی ہمدردی ابھار رہی تھی جبکہ شہریار یہاں بھی سرخرو ہو چکا تھا سب کی گڈ بکس میں ہونے کی وجہ سے اسے یوں یکدم ناپسندیدہ قرار دلوانا کافی مشکل کام تھا، جبکہ مما اس کے دلائل و محبت کو بھی خاطر میں نہیں لا رہی تھیں اور اس کے باوجود اسے یہ معرکہ سر کرنا تھا شہریار کی صورت گلے پڑا ڈھول بجانا اسے ہرگز گوارہ نہ تھا وہ ہر صورت اس بندے سے جان چھڑانا چاہتی تھی مگر کیسے؟''

اب مزید کسی نئے طریقے کو سوچنے میں اس کا ذہن بھاگیں دوڑا رہا تھا۔

☆☆☆

نہ دو کسی کو اپنی زندگی کا اتنا حق محسن
کہ کچھ نہ رہے باقی اس کے روٹھ جانے سے

اس نے ہمیشہ یہی سوچا تھا کہ دوسروں کی توقعات پوری کرو مگر خود کسی سے توقع نہ رکھو اور بہت عجیب سی بات تھی کہ کسی بھی قسم کی امید اور توقع نہ رکھنے کے باوجود محبت نے اسے بے نشان راستے پر لا کھڑا کیا تھا یہاں مجبوریوں کا اتنا انبار تھا کہ بہت عام سے لہجہ میں کہا گیا معمولی فقرہ بھی کانٹے کی طرح چبھتا تھا، وہاج کے الفاظ نے بھی اسے بہت تکلیف دی تھی، وہ صاف کہہ گیا تھا کہ ابھی وہ شادی کی پوزیشن میں نہیں۔

''کیا تھا جو دل رکھنے کو ہی تم حامی بھر لیتے تمہیں معلوم ہونا چاہیے تھا وہاج زندگی میں بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں جب محبت قربانی مانگتی ہے، سہارا چاہتی ہے اور میری زندگی میں ایسا لمحہ آیا تو تم نے کیا کیا۔''

''مجھے چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو ترجیح دے رہے ہو حالانکہ مجھ سے محبت کے دعویدار ہو تم بس یہی محبت تھی جو ذرا سی آزمائش میں لڑکھڑانے لگی۔''

اوراس کے باوجود وہ اسے ہفتے بھر کا ٹائم دے آئی تھی ہفتہ بھر سے ہی وہ مسلسل غائب تھا، کیا سوچ رہا تھا کیا سوچ چکا تھا کیا طے کرنا تھا اس نے، کیا بتاتا وہ اسے؟ بہت سے خدشات، سوالات، واہمات تھے جوار یبہ کو پریشان کیے ہوئے تھے، آج اسے وہاج سے اپنے سوال کا جواب لینا تھا اور یہ جواب کیا ہوسکتا تھا یہ ایسی پریشانی تھی جو اذیت بن کر سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

اس وقت بھی اسی پریشانی میں گم ستا چہرہ سرخ اور سوجی آنکھیں کتاب پر جمائے وہ خالی الذہنی کے عالم میں یونیورسٹی کے انگلش ڈیپارٹمنٹ کے سامنے لان میں بیٹھی تھی، جب سامنے سے گزرتی طیبہ نے اسے دیکھا تھا کچھ حیرانی اور تاسف سے کتاب سامنے رکھے وہ مسلسل سوچوں میں گم تھی۔

''ہیلوار یبہ ٹھیک تو ہوتم۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

''ہوں تم کہو کیسی ہو۔'' اریبہ نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہوں تم بہت اداس اور خاموش بیٹھی ہو خیریت؟''

''بس ایگزامز کی ٹینشن ہے۔''

''تمہارے جیسی بریلیئٹ سٹوڈنٹ کو ایگزامز کی کیا فکر، یہ تو ہم جیسے نکموں کا مسئلہ ہے، کوئی گھریلو مسئلہ ہے کیا؟'' طیبہ نے ٹھیک اس کی نبض پر ہاتھ رکھا تھا اریبہ نے اضطراری انداز میں انگلیاں مسلیں۔

''مجھے تمہارے معاملے میں انٹرفیئر نہیں کرنا چاہیے لیکن محض مخلص ہمدرد کے طور پر میں تم سے کچھ پوچھ لیتی ہوں تو برا مت ماننا۔'' طیبہ نے کہا تو اریبہ نے چونک کر دیکھا تھا پھر دھیرے سے بولی۔

''بس یار کچھ سمجھ نہیں آتا کیا کروں، امی کی بیماری ربیعہ جویریہ کا کالج سٹارٹ ہو رہا ہے اگلے ہفتہ سے ان کے اخراجات پھر گھر کا خرچ میرا ادھورا ماسٹرز......''

''میں نے تم سے کہا تھا وہاج سے بات کر کیونکہ ملازمت یا شادی تم یہی دو حل نکال سکتی ہو۔''

''میں نے کہا تھا اس سے وہ کہتا ہے ابھی اس پوزیشن میں نہیں کہ شادی کر سکے۔''

''اورتم......تم نے اپنی پوزیشن نہیں بتائی اسے۔''

''جانتا ہے سب پھر بھی میں نے ہر بات اس کے سامنے رکھ کر پوچھا تھا۔''

''پھر؟'' طیبہ نے بہ غور اسے دیکھا۔

''نہیں مانا جوان بہنوں کی موجودگی میں وہ اپنے لئے چوائس نہیں کر سکتا۔'' بتاتے ہوئے اریبہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے جھلملانے لگے۔

''محبت کا دعوٰی ہے تم سے اور منگیتر ہے تمہارا اس پر سگا خالہ زاد تم سے محبت اور تمہارے مسائل سے چشم احترازیوں تو کھودے گا وہ تمہیں۔'' اس کے تلخ وسفاک تجزیے پر اریبہ کو شدید رونا آنے لگا۔

''اگر وہ تم سے فیئر ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے بہت دفعہ کسی بہت اپنے کے لئے خلاف طبع فیصلے بھی کرنا پڑتے ہیں، جاب تو وہ تمہیں کرنے دیتا نہیں پھر دوسرا واحد حل شادی رہ جاتا ہے اور اس کے لئے وہ تیار نہیں This is not fair areeba تم اس سے پھر ملو فائنلی بات کرو۔'' وہ کچھ بولی نہیں بس آنکھیں مسلتے ہوئے سر جھکا گئی۔

''دیکھو میری دوست یہ زندگی ہے اور زندگی یوں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھے رہنے سے نہیں گزرتی آج کل مہنگائی کا عفریت عروج پر ہے چار کمانے والے دو کھانے والے ہوں تب بھی مشکل سے ٹائم پاس ہوتا ہے تم تو پھر اکیلی کفیل ہو اپنے گھر یہ، تم تنہا کیا کیا کرلوگی بنا کسی مضبوط لبادے کے سمجھو تم بھیڑیوں کے جنگل میں کھڑی ہو، اگر اسے تم سے محبت ہے وہ تمہارا خیر خواہ ہے تو عملی طور پر ساتھ دے ورنہ تم ابھی سے راستے الگ کرلو تمہارے اتنے مشکل حالات میں وہ اپنے آپشنز دیکھ رہا ہے تو آگے کی توقع بے سود ہے۔'' اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے طیبہ بہت سنجیدگی اور تشویش سے بولی تھی اور اریبہ صرف سر ہلا سکی اثبات میں۔

''آؤ تمہیں کینٹین لے چلوں، مجھے لگتا ہے یونیورسٹی بھی خالی پیٹ چلی آئی ہو شکل پر زردی کھنڈر ہی ہے اٹھو شاباش۔'' طیبہ نے کہا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ گئی کہ آئی واقعی بھوکی تھی اور اب برا حال تھا بھوک سے اور کلاسز آف ہونے پر وہ یونیورسٹی سے نکلی تو پارک کے اسی گوشے میں چلی آئی یہاں ہفتہ پہلے وہاج کے ملی تھی، اس کے پہنچنے کے چند منٹ بعد وہاج چلا آیا تھا خلاف توقع بہت سنجیدہ خاموش۔

''کیا سوچا پھر تم نے۔'' اریبہ نے اس کی خاموشی سے اکتا کر پوچھا۔

''یہ مشکل ہے اریبہ بہت مشکل میں۔'' وہ ذرا ہچکچایا تو اریبہ نے چونک کر دیکھا۔

''آج کل کی مہنگائی میں دال روٹی مشکل ہے پھر یہ شادی کرنا اضافی اخراجات اٹھانا آسان نہیں۔''

اگرچہ اریبہ کو انہی الفاظ کی توقع تھی مگر پھر بھی وہاج کے منہ سے سب سنتے ہوئے وہ ششدر ومتاسف اسے دیکھتی رہ گئی۔

''میں ٹیوشنز سٹارٹ کرلوں گی ہم مل کر ایک دوسرے کو سپورٹ کرلیں گے مجھے صرف مردانہ حصار وتحفظ چاہیے وہاج اس کے لئے میں ہر حال میں ہر مشکل وتنگی میں تمہارے ساتھ ہونگی۔''

''اریبہ کہا ناں شادی ابھی نہیں، خالہ کی دوائیں رہا یہ مسئلہ تو ان کے علاج کی میں حسب مقدور کوشش کرونگا باقی تم لوگوں کے اخراجات جس قدر ہوئے میں پورے کرتا رہوں گا ٹھیک ہے نا۔''

وہ کیا بولتی وہ تو اتنے بڑے دکھ کا شکار تھی جس سے نکلنا محال تھا، اپنے سامنے بیٹھے وہاج حسن کی باتیں اس کے دکھ، وہاج کا سکون اریبہ کی اذیت اس کی آنکھیں جھلملانے لگیں۔

''یوں مت کہو وہاج، ایسے اگر سب ہوتا تو میں تم سے یہ بات نہ کرتی۔''

''اوفوہ اریبہ، ایک بات کو پکڑ کر مت بیٹھ جایا کرو اتنا شوق کیوں ہے تمہیں شادی کا۔'' وہ سختی سے بولا تو اریبہ کو شدید تاؤ آ گیا۔

''یہ شادی کا شوق نہیں ہے مجبوری ہے اور مجبوری میں تو مردار بھی حلال ہوتا ہے، پھر چھ سات سال لگ جائیں گے تمہاری بہنوں کے رشتے شادی ہوتے اتنے سال حالات کے ستم سہتی

کیا میں بوڑھی ہوتی رہونگی۔" وہ کھولتے ہوئے بولی۔

وہ جبڑے بھینچ کر بے تاثر انداز میں اسے دیکھا۔

"یہ حالات کا تقاضا ہے وہاج تم سمجھنے کی کوشش کرو، تم پہ یوں دباؤ ڈالنا مجھے بھی اچھا نہیں لگتا اور یوں تمہاری بہنوں کے ہوتے صرف اپنا سوچنا بھی میری سرشت نہیں مگر حالات نے میری سوچوں، خیالوں، خوابوں تک کو بدل ڈالا ہے، اب جبکہ ہر طرف سے دکھ مجبوریاں راستہ روکے کھڑے ہیں تو مجھے صرف تم نظر آتے ہو۔" بھرائے لہجے میں بولتی وہ بہت شکستہ اور تھکن زدہ لگ رہی تھی۔

"اریبہ مجھے تم سے محبت ہے بے حد بہت زیادہ اور مجھے وہ جادو نہیں آتا جسے پڑھ کر تمہارے سب حالات ٹھیک کر دوں اور تم سمجھنے کی کوشش کرو میں فی الحال تمہاری خواہش پوری نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟" اس کی آنکھوں میں دھند اترنے لگی۔

"تم انتظار کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولا

"اور حالات نہ کنٹرول ہوئے یہ انتظار سوہان روح بننے لگا تو......"

"تو پھر بے شک اپنے لئے بہتر راستہ چن لینا تمہیں اختیار ہے۔" وہ خشک لہجہ میں بولا اور اریبہ یک لخت پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھنے لگی جو ایک پل کو اسے دیکھ کر نظریں پھیر گیا اریبہ کا جی چاہا ایک زناٹے دار تھپڑ اس شخص کے منہ پر دے مارے جو اس کی محبت کا مذاق بنا گیا تھا۔

"یہ اختیار تم نے پہلے کیوں نہ دیا جب محبت کے خواب دکھا کر مجھے اس راہ پر لا رہے تھے میرے جذبات و احساسات کو استعمال کر کے مجھے راستے چننے کا مشورہ دیتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے، مجھ سے محبت رچا کے خواب دکھا کے منگنی کر لی۔"

"غلطی تھی وہ میری۔" وہ آرام سے بولا۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا تم اپنے حالات کا بہانہ بنا کر یوں تنگ کرنے پر پریشرائز کرنے لگو گی تو کبھی منگنی نہ کرتا۔" کہہ کر وہ رکا نہیں تھا اریبہ کو یک لخت یوں لگا وہ آسمان سے زمین پر پٹخ دی گئی ہے، دکھ کی تیزانی دل میں اتری تھی کہ وجود آنسو در آنسو ہو رہا تھا اور روح زلزلوں کی زد میں تھی۔

☆☆☆

وہ تاشی کے ہمراہ لائبریری جا رہی تھی ٹینمن سکیئر کے زمین دوز راستے سے پیدل چلتے ہوئے وہ باہر نکلیں تو چاینا چوک کے وسیع و عریض چبوترہ پر رک گئیں جو پودوں اور پھولوں سے مرقع تھا جشن جمہوریہ کی تقریبات کے حوالے سے یہاں پھولوں کی مدد سے قائدین کے اقوال زریں تحریر تھے، ایک دیو ہیکل مور کا مجسمہ بھی موجود تھا جبکہ چبوترے پر ایک بلند خوبصورت یزانگ کا مینار ہے جس پر بھورے رنگ کے نقش و نگار بنے بہت دلکش منظر پیش کر رہے تھے، ماریا قریب پہنچ کر خاصی حیرت زدہ ہوئی کیونکہ یہ بلند مینار جھاڑیوں کو تراش کر بنایا گیا تھا اور اس کو دیکھ کر خاصی محظوظ ہوئی اسی طرح لاتعداد عمارتوں اور احاطوں سے گزرتے چینی ظروف کاری کی طرح سرامکس کا کام بھی نہایت اعلیٰ درجے کا نظر آ رہا تھا، عمارات کی دیواروں چھتوں فرشوں پر چینی ٹائیلوں کے دل موہ لینے والے ڈیزائن توجہ کھینچ رہے تھے۔

اور کتب خانوں کے اطراف میں پتھروں کی دیدہ زیب ترتیب سے ایسے اعلیٰ باغات بنائے گئے تھے کہ پاس سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

اسی طرح بدھ مت کے عبادت گزاروں کے بڑے بڑے دھات کے آتشدان بھی جگہ جگہ نظر آئے۔

مطلوبہ کتابیں ایشو کروا کے وہ باہر آئیں تو تاشی نے اسے فرائی فش اور چپس کا لنچ کروایا۔

"ان کتابوں سے تم بہت کچھ لے سکتی ہو اپنے ریسرچ ورک کے لئے مگر ایک بات ہے بدھ مت کے عقاید اور آج کے اس مذہب کی رسومات و نظریات کافی مختلف ہیں، تم انٹرنیٹ پر ان کے بارے میں موجود مواد سے مدد لے سکتی ہو۔" تاشی نے کہا تو ماریا بولی۔

"ایسا نہیں لگتا کہ یہ بہت خاموش ترین مذہب ہے۔"

"صدیوں تک مراقبے میں خوابیدہ رہنے کے بعد یہ خاموش ترین مذہب جاگ اٹھا ہے بدھ مت کا روحانی فلسفہ اپنی نشاۃ ثانیہ کے موڑ سے گزر رہا ہے، مثلاً بدھ اکثریت والے ملک سری لنکا، جنوبی تھائی لینڈ، تائیوان اور اپنی جنم بھومی ہندوستان میں یہ اپنی تحریکوں "زوچی تحریک" "تبقی مسلک، دھرما آرمی اور ویت نام میں، انگیجڈ بدھ ازم موومنٹ، عسکریت پسندی اور سیاسی فعالیت کے طور پر سرگرم ہے۔"

"مگر عدم تشدد کے فلسفے کا پرچار کرنے والا یہ مذہب تشدد مخالف اور سیاست سے بیزار نہیں۔"

"میں نے تمہیں بتایا نا کہ گوتم بدھ کی تعلیمات اور آج کے بدھ مت میں بہت تضاد ہے، بدھ ازم کا یہ شدت پسند اور آمادہ، پیکار رجحان تھائی لینڈ سے ابھرا یہاں مشتمل آبادی میں سے نوے فیصد بدھ مت کے پیروکار ہیں اور ایک چھوٹے سے فرقے "سانتی اشوک" نے ملکی سیاست میں کلیری کردار ادا کیا۔" تاشی نے بتایا۔

"بدھ ازم کی مادیت مخالف اور جنسی فعل سے باز رہتے راھبانہ طرز زندگی گزارنے والی اصلاح کیسے بنی؟" ماریا نے پوچھا۔

"یہ تبدیلی اس لمحے آئی جب بیش قیمت ملبوسات پہنتے شاہانہ زندگی گزارتے سدھارتھ کے دل میں اس خیال نے گھر کر لیا کہ عیش و عشرت پر مبنی طرز زندگی اسے خوشی دینے سے قاصر ہے بلکہ یہ شاہی بود و باش اس کے لئے اضطراب اور ذہنی دباؤ کا باعث بن گیا ہے یہ خیال اسے شاہانہ طرز حیات عوامی شب و روز سے نقل مکانی کرنے پر مجبور کر کے روحانیت اور مراقبوں کی گپھا میں لے گیا۔"

"میرے خیال میں چین میں بھی اس مذہب کو آسانیاں فراہم ہیں اور ماضی کے پیش نظر موجودہ وقت میں بدھ مت کی فعالیت بہت زیادہ ہے۔" ماریا نے خیال ظاہر کیا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو اور اس کی وجہ ایک بدھ راہبر "چینگ بن" کی کوششوں سے بن کر اٹھنے والی زوچی تحریک ہے جو ایشیاء کے تمام ممالک میں امداد تقسیم کرنے والے اداروں میں موثر ترین سمجھی جاتی ہے پریشان حال لوگوں کی بحالی اور امداد کے لئے سرگرم اس تنظیم کے کارکنان اپنے

یونیفارم اور انسان دوست رویے وخدمات کی بناء پر نیلے فرشتے کہلاتے ہیں، یہ تنظیم اپنے ٹیلی ویژن چینل اور مطبوعات کے ذریعے عوام کو بے غرضی پر مبنی طرز زندگی کی تعلیم دیتی ہے۔'' تاشی اسے مفید معلومات پہنچا رہی تھی۔

''زوچی کے غیر سیاسی کردار نے اسے چینی قیادت کی نظروں میں بے ضرر بنا دیا ہے، چنانچہ یہ تنظیم چینی سرزمین پر اپنی سرگرمیاں بلاخوف وخطر جاری رکھنے کے ساتھ چین کے دیہات اور دیگر پسماندہ علاقوں جیسے صوبہ Guizhou میں متعدد اسکولا ور نرسنگ ہوم قائم کر چکی ہے اور متعدد دیہات میں صاف پانی فراہم ہو چکا ہے۔''

بدھ مت کے عقائد اور موجودہ بدھ تحریکوں کا ابھار وہ تاشی سے بہت تفصیلی معلومات سن رہی تھی اس موضوع و مذہب پر اور تبھی اسے وہ پمفلٹ بھی یاد آیا جو ایک مشنری نے راہ چلتے تھما دیا تھا جس پر ''شوشو بدھ مت'' کے متعلق کچھ لکھا تھا ہوٹل واپس آ کر ماریا نے وہ پمفلٹ اپنے سامان سے تلاش کر کے نکالا اور اس کی نگاہیں اور ذہن بدھ مت پہ غور وفکر میں مشغول ہو گئے۔

پھر وہ بدھ مت سے متعلق تحقیقی و معلوماتی داد پر مبنی کتابیں دیکھنے لگی، گوتم کی تعلیمات میں اسے کشش محسوس ہو رہی تھی۔

وہ گوتم جس نے عظیم الشان سلطنت کا ولی عہد ہوتے ہوئے تخت وتاج کو تج کر اپنی زندگی میں سادگی کو اپنایا اور زندگی گزارنے کے لئے اعتدال پسندی کا انتخاب کیا، اگلے دن اس نے ایک بدھ مرکز ڈھونڈ لیا اور اس مذہب کا سراغ پانے میں کھو گئی، وہ فرقہ ''مہایان'' کی پیروکار بنی جس کے معنی ہیں ''عظیم گاڑی'' اس دوران میں ''تبتی یا وجرایان'' فرقے سے متعارف ہوئی جس کا لغوی مفہوم ہے ''ہیرا گاڑی'' جو تمام رکاوٹیں پار کرتی چلی جاتی ہے۔

یہودیت اور عیسائیت جیسے وحدانیت کے منکر مذاہب سے بیزار ہونے کے بعد خدائے مطلق کی تلاش میں وہ بدھ مت کی طرف مائل ہوئی تو اسے معلوم ہوا یہ مذہب سے زیادہ فلسفہ حیات ہے، نری روحانیت اور مراقبوں پر مبنی اس مذہب میں جرم اور گناہ وسزا کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، ہر بات سبب اور نتیجہ ہے عمل اور ردعمل ہے، انسان اپنے اعمال کے لئے بڑی حد تک ذاتی طور پر ذمے دار ہے، وہ خود اپنا جج اور منصف ہے، اس کے باوجود وہ اس مذہب پر عمل پیرا ہو گئی اور بتوں کے آگے جھکنے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ دیوتاؤں کے نمائندے ہونے کے بجائے مہاتما بدھ کی فطرت کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔

گوتم کی تعلیمات میں روح کا تصور نہیں تھا پھر گوتم نے انسان کے بار بار جنم لینے کا عقیدہ ہندو دھرم سے قبول کیا تاہم روح کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے کرم کا نظریہ پیش کیا، بدھ مت کے مطابق فلاح کے راستے پر چل کر ہی انسان بار بار جنم لینے کے عذاب سے آزاد ہوتا ہے گوتم کی تعلیمات کو بہتر طور پر سمجھنے اور سیکھنے کے لئے جب وہ فرقہ ''واجریان'' کے اندر گہرائی میں گئی تو اسے درجنوں دیوی دیوتاؤں، پیچ در پیچ مذہبی رسوم، مشکل وظائف الاپنے کے لئے طویل منتروں اور تبتی زبان سے واسطہ پڑا۔

جبکہ کرامات دکھانے کے لئے مافوق الفطرت طاقتوں کا حصول گوتم کے لئے ناپسندیدہ تھا گوتم

کے ایک بھکشو نے کرشمے کے بارے میں سوال کیا تو گوتم نے کہا۔

''ایک گناہ گار شخص کا حقیقی روشنی کا حصول راہ راست پر آ جانا اور انا کو ترک کر دینا ہی حقیقی کرشمہ ہے۔''

بدھ مت کی روایتوں کے مطابق گوتم اور جین مت کے بانی مہاویر ایک ہی دور میں بہار میں تبلیغ کیا کرتے تھے، مہاویر نے خود کو اپنے سلسلے کا آخری نجات دہندہ قرار دیا تھا، جبکہ گوتم نے خود کو محدود کیا نہ منفرد ہونے کا دعویٰ کیا، بلکہ یہ عظیم پیغام دیا کہ دنیا میں ہر کوئی بدھ ہو سکتا ہے اور ماریا اس بیان کو بہت اہمیت دے رہی تھی اس کے مطابق ایسا مقدس بیان کوئی حقیقی بدھ ہی دے سکتا ہے۔

وہ بدھ مرکز متواتر جانے کے ساتھ مراقبہ پر مشتمل معمول کی مشقیں بھی انجام دینے لگی جو اسے ذہنی سکون اور خلفشار سے نجات دے رہی تھیں۔

حالانکہ اپنے کمرے میں بدھ مت کے مجسمے اور اس کی گوتم بدھ میں دلچسپی وتحقیق کیتھرین کے ساتھ پورے وفد کے لئے خاصی ناپسندیدہ تھی اور وہ واضح طور پر اپنی ناگواری کا اظہار بھی کر رہے تھے مگر ماریا کو کسی سے سروکار نہ تھا، اسے صرف اپنے اضطراب کا حل اور ذہنی سکون چاہیے تھا خواہ وہ کسی فرقے و مذہب سے ملے اور وہ سب کی خفگی کے باوجود بدھ مت کو اپنانے اور سیکھنے کی جستجو میں پاگل ہو رہی تھی اس کا سارا دن بدھ مت کے لئے وقف ہوتے گزرتا تھا۔

☆☆☆

اسے نہیں معلوم تھا کہ مما سے بحث کا نتیجہ کیا نکلے گا باوجود اس کے وہ جانتی تھی شہریار کے لئے کچھ بھی کہتے ہوئے بہت سے ہمت اور مضبوط دلائل کا ہونا ضروری ہے اور شائستہ بیگم شہریار سے اس کی اکتاہٹ اور بیزاری کو ہمیشہ شرم وحیا سمجھتی تھیں مگر جو گستاخی و بدتمیزی وہ اب کرنے لگی تھی وہ اس کے لب ولہجہ سے پہلے کبھی نہیں جھلکی تھی اور اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے شائستہ بیگم نے یہ معاملہ جلد از جلد نپٹانے کا طے کر لیا تھا اور اپنے قریبی عزیز واقربا کو انہوں نے ویک اینڈ پر دعوت ڈنر میں مدعو کر لیا تھا سعیہ اور شہریار کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کو۔

سعیہ کو یہ خبر ملی تو گھریلو ملازمہ سے جو ماربل لگے چکنے فرش کو پانی سے دھو کر چکا رہی تھی اور ساتھ بڑے مگن انداز میں ''ڈھولکی بجاؤ گوریو'' گنگنا رہی تھی۔

''خیر تو ہے رجو یہ صبح صبح سریلی گنگناہٹیں، شادی دادی تو نہیں ہو رہی تمہاری۔'' سعیہ نے ناشتہ کرتے ہوئے شرارتی انداز میں پوچھا۔

''ہائے بی بی جی کیا بات کہہ دی، ہمارے مقدر تو ابھی ٹھنڈے ہیں۔'' وہ افسردگی سے بولی تو سعیہ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

''تو گرم کس کے ہو رہے ہیں؟''

''ہائے بی بی اتنی خوشی کی خبر آپ کو نہیں پتا آج بیگم صاحبہ نے بہت سے لوگوں کو بلوایا ہے آپ کی شادی مطلب رخصتی والا معاملہ نپٹانے کو تاریخ رکھنی ہے جی آپ کی۔'' سعیہ کا منہ تک جاتا ہاتھ بے اختیار رکا اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اس کے آس پاس دھماکے سے ہونے لگے تھے

اور چہرے کا رنگ پل میں بدل گیا تھا۔

بنو کی آئے گی بارات
رنگیلی ہوگی رات
مگن میں ناچوں گی

رجو پانی والا پائپ پکڑے گنگنا رہی تھی اور اسے اپنے دل میں درد کی لہریں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں، وہ ناشتہ چھوڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور سیدھی اس دشمن جان کے کمرے میں جا پہنچی۔

''یہ میں کیا سن رہی ہوں۔'' وہ آتے ہی مشتعل سی بولی تو اپنی شرٹ کے کھلے بٹن بند کرتا شہریار ناگواری سے بولا تھا۔

''تمہیں تمیز نہیں کسی کی بیڈروم میں کیسے داخل ہوتے ہیں۔''

''اور تم جو سب سے برے طریقے سے بدتمیزی کرتے میری زندگی میں داخل ہو رہے ہو اور تم نے یہ بہت غلط فائدہ اٹھایا ہے میری نرمی کا، تم نے یہ سوچ کیسے لیا شہریار کہ میں تم سے شادی کروں گی۔'' وہ مارے غصے کے بات ادھوری چھوڑ کر اسے غصہ وناگواری سے دیکھنے لگی جبکہ شہریار اسے خفیف سے سنجیدگی کے ساتھ تمتماتے دیکھ رہا تھا۔

''تم انکار کردو ورنہ بہت پچھتاؤ گے۔'' وہ مٹھیاں بھینچتی ہوئی بولی۔

''یہ فیصلہ میرا نہیں میرے بڑوں کا ہے اور میں ابھی اتنا بدتمیز نہیں ہوا کہ اپنے بڑوں کے مقابل آؤں پھر انکار تم کو کرنا چاہیے اعتراض تم کو ہے مجھے نہیں۔'' وہ اتنے آرام وسکون سے بولا کہ سنعیہ کو اپنے دماغ کے تار جھنجھناتے محسوس ہوئے۔

''یہ فرمانبرداری کے ڈرامے کھیلتے، فریب اپنا کے، تم کیا سمجھتے ہو خود کو، یوں کیا سب کو اسیر کر لو گے کیا، دکھانا چاہتے ہو تم اپنی ان حرکتوں کے ذریعے۔'' وہ چیخ کر بولی۔

''میرا ہر عمل میرا ہیڈک ہے تمہارا نہیں تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' وہ اسی سکون سے بولا تو سنعیہ کو بے تحاشا اشتعال آنے لگا۔

''میری زندگی میں تم اپنے عمل سے اذیت بھرنے جا رہے ہو میں کیسے نہ اسے اپنا مسئلہ سمجھوں۔'' وہ غصے کی انتہا پہ تھی جبکہ شہریار خود کو معتدل رکھنے کے لئے ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

''تم نے انکار کیوں نہیں کیا مما پپا کے آگے، اس سلسلے کو ختم کرانے کے لئے جبکہ تم میرے گریز سے واقف تھے۔''

''سنعیہ یہ میری زندگی ہے اور میں اپنی زندگی کے لئے وہی کرتا ہوں جو بہتر سمجھتا ہوں اینڈ ڈیٹس اٹ۔'' اس کا بازو پکڑ کر وہ جھٹکے سے بولا تو سنعیہ کو دھچکا سا لگا تھا، وہ اسے بے ساختہ دیکھتی رہ گئی جو سخت لہجہ میں کہہ رہا تھا۔

''تمہیں جو کہنا ہے اپنے پیرنٹس سے کہو مجھ سے الجھنے کی کوشش بے سود ہے کیونکہ میں جو فیصلہ کرتا ہوں بدلتا نہیں اور ویسے بھی مجھ سے مدد طلب کرنا یا میرا احسان اٹھانا تم یقیناً پسند نہ کرو گی کہ آخر دشمنی نبھانے کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔'' وہ سرد لہجہ میں بولتا جیسے ہی آخر میں استہزائیہ الفاظ بولا تو سنعیہ کو لگا اس کی قوت گویائی سلب ہوگئی ہے، وہ بہت ڈھیلے قدموں سے اس کے بیڈ

روم سے باہر نکلی، شہریار جیسے گھاگ اور دوغلے انسان سے نپٹنا یقیناً اس کے بس میں نہ تھا مگر کوئی اور تھا بھی تو نہیں جس سے وہ اپنے لئے مدد طلب کرتی۔

کتنا الجھ گئی تھی زندگی ذہن مارے خلفشار کے شل ہو رہا تھا کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہ تھا دماغ، نہ اس وقت بحث اور جھگڑا کرنے کی ہمت تھی اس میں، زندگی عجب دوراہے پر آ کھڑی ہوئی تھی پھر یکلخت صبا کا خیال آیا تو اپنے وحشت زدہ دل کو سنبھالتی وہ اس کی طرف جانے کو نکلی تو خوشبوؤں میں بسا بہت اچھی ڈریسنگ میں ملبوس وہ والٹ اور موبائل فون جیب میں رکھ رہا تھا سنعیہ کے اعصاب بوجھل سے ہوئے تھے اور وہ تیزی سے لاؤنج پار کرتی کار پورچ میں آئی۔

اتنی صبح اسے دیکھ کر صبا نے قدرے تحیر واچنبھے سے نگاہیں سکیڑیں، سنعیہ گاڑی سے نکلتے ہی اس کے گلے لگتی چھکوں پھکوں رونے لگی۔

کتنا شکستہ اور ٹوٹا بکھرا وجود لگ رہا تھا اس کا صبا نے بے ساختہ تشویش سے پوچھا۔

''سنعیہ کیا ہوا کیوں اتنا رو رہی ہو۔''

''صبا! وہ مجھ سے باقاعدہ شادی کر رہا ہے یہ جاننے کے باوجود کہ میں اسے کتنا ناپسند کرتی ہوں اور مما کو بھی اس کا علم ہے اس کے باوجود میرے ساتھ مل ملا کر ظلم کیا جا رہا ہے۔''

''سنعیہ یہ تو ہونا ہی تھا آخر کو تم منکوحہ ہو اس کی اور پھر محبت کرتا ہے وہ تم سے پگلی یہ تو خوشی کی بات ہے تم اتنی لکی ہو کہ شہریار جیسے بندے کی بیوی بن رہی ہو جو بلاشبہ شاندار اور کامیاب ترین بندہ ہے۔''

''صبا اس کی محبت یکطرفہ ہے اور یکطرفہ محبت کے لئے میں خود کو داؤ پر نہیں لگا سکتی۔'' صبا گہری سانس بھر کے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھ کر رہ گئی۔

''تم نہیں جانتیں بہت برا ہے وہ پکا ایکٹر اپنا امیج بنائے رکھنے کا فن آتا ہے اسے درحقیقت ویسا نہیں ہے وہ جیسا خود کو ظاہر کرتا ہے۔'' وہ بھرائی آواز میں بولی۔

''سنعیہ یہ باتیں نری جذباتیت اور بیوقوفی ہیں محض ریزرو ہونے پر تم ان کو اتنا ڈی گریڈ مت کرو نہ اپنی موڈی وضدی طبیعت کے پیچھے لگ کر اس بات کو اتنا سیریس لو۔'' صبا بہت نرمی اور رسان سے سمجھاتے ہوئے بولی۔

''صبا یہ میری زندگی کا مسئلہ ہے میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ......'' وہ بے بسی سے لب کاٹتی رو پڑی۔

''دیکھو دوست یہ اپنی سمجھ کر تم ذرا کو ہی استعمال کیا کرو کیونکہ ایسے زندگی اجیرن ہو رہی ہے تمہاری اور کچھ نہیں اور اگر معاملہ یکطرفہ ہے تو الجھنوں اور پریشانیوں میں گھرنا کیا معنی رکھتا ہے شادی تمہیں کسی سے تو کرنا ہے تو پھر شہریار سے کیوں نہیں؟''

''وہ یہ شادی صرف مجھے زچ کرنے چڑانے اور تنگ کرنے کو کر رہا ہے، محض مما پپا کی بات رکھنے کو ان کے احسانوں کا بدلہ اتارنے کو ورنہ محبت تو بہت دور کی چیز ہے اسے مجھ سے ذرہ بھر ہمدردی بھی نہیں۔'' وہ جس قدر سنجیدگی اور دکھ سے بولی صبا کو اسی قدر اپنا دل کٹتا محسوس ہوا کچھ بھی تھا آخر وہ اس کی اکلوتی اور بہترین دوست تھی۔

”سعیہ میری جان تم ریلیکس کرو، سکون دو خود کو، میں شہری بھیا سے بات کرتی ہوں اگر واقعی وہ محض مما پاپا کو فرمانبرداری دکھانے یا تم سے بدلہ چکانے کو شادی کر رہے ہیں تو آئی پرامس میں یہ رشتہ ختم کرا دوں گی لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو تمہیں رخصتی کروانا پڑے گی، کیونکہ انکار کا پھر کوئی جواز نہ رہے گا تمہارے پاس۔“ صبا سنجیدہ اور ہمدردانہ انداز میں بولی تو وہ بے اختیار اثبات میں سر ہلا کے اس کے شانے سے لگ گئی ورنہ مما سے تو امید ختم ہو چکی تھی کہ وہ شہریار کے خلاف کچھ سننے ماننے کو تیار نہ تھیں فرشتہ سمجھتی تھیں اسے اور اس فرشتے کی شیطانگی صرف وہ اکیلی جھیل لیتی مگر کیوں، اسے اپنی زندگی تباہ کرنے کا کوئی شوق نہ تھا۔

☆☆☆

میری عمر کی لڑکیاں
عجیب ہوتی ہیں
حسین راہگزاروں کے
خواب دیکھتی ہیں
پرائی آنکھوں کے
عذاب جھیلتی ہیں
میری عمر کی لڑکیاں
عجیب ہوتی ہیں
شیشہ احساس پر
آرزو پروتی ہیں
جب کتاب آرزو سے
کوئی خواہش پوری نہیں ہوتی
تو پھر روتی ہیں

وہ اسے بھیگی نگاہوں سے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ منظر سے اوجھل ہو گیا، اس کے جاتے ہی گویا ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تھا، وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی، محبتوں کا موسم رخ بدلنے لگا تھا وہ جو واہموں، خدشات میں پستی مفلسی و بے بسی سے ڈری اپنے دل کو حوصلے دیا کرتی تھی اب صحیح معنوں میں ہمت ہارنے لگی تھی، وہ وہاج حسن سے محبت کرتی تھی بنا کسی کھوٹ وریا کے اور یہ محبت اس کے ہر انداز سے عیاں تھی، پھر وہاج حسن بھی اس پر فدا تھا وہ دونوں بچپن سے ایک دوسرے کو سمجھتے تھے اپنے تمام مسائل شیئر کرتے تھے اور اریبہ نے تو اس وقت بھی راہ بدلنے کا نہ سوچا تھا جب وہاج بے روزگار تھا اس کے سینکڑوں مسائل تھے اور خود وہ لوگ اچھے خوشحال تھے، مگر ایسے نا مساعد وقت میں بھی وہ اسے سوچتی بہت آرام سے جیتی آئی تھی پھر اس کے نام کی انگوٹھی پہنتے ہی زندگی بے حد مکمل اور خوبصورت لگنے لگی تھی، خواہ حالات کچھ سے کچھ ہوئے مگر کوئی غم یا خدشہ وہاج کے حوالہ سے قریب نہیں پھٹکا تھا پھر اب وہاج کے یہ اجنبی تیور اور قطع تعلق کے مشورے، راستہ منتخب کرنے کی صلاح اس کی اتنی محبتوں کے باوجود کتنی آسانی سے سب کہہ گیا تھا، جبکہ وہ اس کے

میں سوچا بطور ایک انسان کے یا کزن کے تم کیسے ہو مجھے پرکھنا آیا ہی نہیں ورنہ حوصلہ یوں نہ لوٹتا، ایک لمحہ میں سارے خواب دھواں نہ ہوتے آج دل ٹھہرنے کا موسم چلا گیا، دل کے پہلوؤں کو جھوٹی تسلیاں بھی نہیں کہ کام چلا لوں۔“ اس کی شربتی آنکھوں سے کتنے آنسو نکلتے گئے۔

دل ایک ضدی و خودسر بچہ جس سے نبرد آزما ہونا یا سمجھانا کتنا مشکل تھا مگر وہاج حسن یہ محاذ بھی آسان کر گیا، اپنی تضحیک و تذلیل پر رونا آئے جا رہا تھا، اسے چاہتی تھی وہ اور اس کی زندگی میں کیا حیثیت تھی اس کی نہ وفا نہ شفا۔

اور وہ کتنی کم ہمت تھی جسے نہ آگے بڑھنے کا پتا تھا نہ پیچھے پلٹ جانے کا ادراک بس پانی سے بھری آنکھیں لئے اپنی زندگی کو دھندلاتے دیکھ رہی تھی۔

حالات مزید بگڑنے کے خدشے، امی کی بیماری مزید بڑھنا، ربیعہ جویریہ کی فیسیں اور شہباز کا مقدر وہ کتنے خوف اور بے بسی میں تھی جبکہ زمانے کے ساتھ اپنوں کے تیور بدل گئے تھے وہاج کی توجہ ہٹ گئی تھی اس کا رویہ یکسر بدل چکا تھا وہ تلخ و دوٹوک الفاظ استعمال کرنے لگا تھا اور آگے کیا کرتا یہ اریبہ نہیں جانتی تھی مگر موجودہ واقعہ نے اسے سمجھا دیا تھا، وہ اب وہاج سے ہر بات ہر شے ہر رویے کی امید کر سکتی تھی، جو ہو چکا تھا کافی تھا آگے کی بہتری کی امید بے سود تھی۔

وہ اس کے تلخ لہجہ سلگتی نگاہیں اور درشت رویے کو ہوا نہیں دینا چاہتی تھی، خاص کر ایسے حالات میں جب اس کے ہاتھ کچھ نہ تھا اپنوں سے پرے بیگانوں سے دور ہو کر مصلحت کی انگلی تھامنا حالات کو اپنے بس میں کرنا بہتر تھا، وہ وہاج سے محبت کرتی تھی اس کے رویے و انکار کے باوجود خود کو بری بھلی سن کر بھی چاہت سے انحراف نہیں کر سکتی تھی، نہ اس سے مزید بدمزگی چاہتی تھی۔

ہاں تن تنہا اپنے لئے اپنی بہنوں کے لئے ماں کے لئے جو ہو سکتا خود کرتی کسی کی مدد یا ہمدردی کا سوچنا نری بیوقوفی تھی یہ عقدہ اب کھل چکا تھا، سو یہ کام اپنے طور پر اپنے حوصلے مجتمع کر کے کرنا تھا۔

وہاج حسن شاید بھول چکا تھا کہ وہ کبھی اس لڑکی کے سامنے اپنے اقرار کا اظہار کر چکا ہے، اسے ایک وعدے کا پابند کر کے اپنے نام کر لیا تھا اور اب حالات کچھ ہوں محبت نہیں بدلتی اریبہ اشفاق تبھی محبت کی منکری سے ڈرتی تھی وہ سب گنوا کر محبت گنوانے کا حوصلہ کیسے پاتی سو خاموشی سے خود کو سنبھالتی بنا وہاج سے توقع لگائے اپنے آپ کو مضبوط کرتے ہوئے آئندہ کا لائحہ عمل سوچنے لگی۔

مجھے اکثر ستاروں سے یہی آرزو آتی ہے
کس کی یاد میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتی
جگر ہو جائے گا چھلنی یہ آنکھیں خود روئیں گی
وصی بے فیض لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا

(باقی آئندہ ماہ)

اُداس شام میں

صبا احمد

سر سبز گھاس پر پرندوں کو بیٹھے دیکھنا اور صبح کو پھولوں پر پڑنے والی اوس کو دیکھنا اسے شروع سے ہی پسند تھا، فرق صرف یہ تھا کہ تب وہ ان کو دیکھ کر خوش ہوا کرتی تھی جبکہ اب سفید دوپٹے کے ہالے میں پاکیزہ چہرے کے ساتھ وہ بھی اس سہانی صبح کا حصہ معلوم ہو رہی تھی لمبے گھنے بال کمر سے نیچے ہونے کے سبب چھپنے سے قاصر تھے دروازہ کھولتے ہی منال کی نظر اس پر پڑی تھی اور دکھ کی تیز لہر نے اس کا احاطہ کیا تھا۔

''بیا! کیا سوچ رہی ہو؟'' یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کیا سوچ رہی ہے اس نے پوچھا تھا۔

جواب میں اس نے خالی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''بیا میری جان ہر وقت مت سوچا کرو اچھا چلو بتاؤ ناشتے میں کیا لو گی؟'' اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے اس کا دھیان بٹانا چاہا، جبکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی یہ کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو گی۔

''آپی وہ کہتے ہیں میں نے اسے مار دیا، میں...... میں نے اسے نہیں مارا، آپی بیا اسے نہیں مار سکتی، بیا اسے مار دے گی تو زندہ کیسے رہے گی۔'' وحشت زدہ سی اس کا ہاتھ پکڑے وہ کہہ رہی تھی۔

''نہیں میری جان کون کہتا ہے تم نے مارا اسے؟ وہ سب پاگل ہیں غلط کہتے ہیں۔'' منال نے اسے خود سے لگاتے ہوئے کہا تھا اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

''پھر وہ سب کیوں کہتے ہیں کہ......؟''

مکمل ناول

''وہ سب غلط کہتے ہیں تم کچھ مت سوچو جسٹ ریلیکس۔'' اس کی بات کاٹتے ہوئے منال نے اسے تسلی دی تھی۔

''لیکن آپی وہ نہیں ہے وہ مجھے چھوڑ کے چلا گیا، وہ مجھے کیسے چھوڑ سکتا ہے؟'' اس نے رونا شروع کر دیا تھا اور منال جانتی تھی اب اسے قابو کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے سو وہ فوراً ڈاکٹر کو بلانے کے لئے بھاگی تھی، جبکہ اس کے رونے کی آواز نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

☆☆☆

کالج سے آتے ہی اس نے بیگ دور پھینکا تھا۔

''امی...... امی...... آپی...... پانی، آپی پانی پلا دیں پیاس سے جان نکل رہی ہے۔'' اس کے چیخنے کی آواز سن کر منال پانی سمیت باہر نکلی تھی۔

''توبہ ہے بیا تمہیں دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ تم بی ایس سی کی سٹوڈنٹ ہو۔'' پاگلوں کی طرح اسے پانی پیتے دیکھ کر اس نے پیار سے اسے ٹوکا تھا۔

''او میری پیاری آپی جان اتنی گرمی ہے باہر، آپ باہر نکلیں نا تو آپ کی یہ جو فیئر سکن ہے نا دو دن میں میری طرح ہو جائے گی۔'' اس کے صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے چمکتے ہوئے کہا تھا۔

''ارے میری گڑیا مجھ سے زیادہ فیئر اور پیاری ہے۔'' مسکراتے ہوئے منال نے اس کا حوصلہ بڑھایا تھا۔

''ہونہہ ایویں فضول تسلی مت دیا کریں آپی! اچھا امی اور نانو کہاں ہیں؟'' شاکی سے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ساتھ ہی سوال بھی کیا تھا۔

''کمرے میں لیٹی ہیں۔'' منال نے کچن سے ہی جواب دیا۔

''ہائیں اس وقت؟ یہ وقت تو ان کا نماز کا ہوتا ہے۔'' ہاتھ دھوتے ہوئے اس نے حیرت کا استفسار کیا۔

''ہاں وہ بس امی کی طبیعت کچھ خراب ہے اور نانو کی بھی۔'' اس کے لئے چائے بناتے ہوئے اس نے مصروف سے لہجے میں جواب دیا تھا اور کھانے کی طرف بڑھتا اس کا ہاتھ وہیں رک گیا تھا۔

''آپی خیریت تو ہے کیا ہوا ہے؟ آپ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں، ماموں آئے تھے۔'' ایک ہی سانس میں اس نے سوال کیے تھے اور جواب میں منال کے پاس ''ہوں'' کے سوا کچھ نہ تھا۔

''ایک تو مجھے نہ سمجھ نہیں آتی کہ جب ان کو کسی کی کوئی فکر نہیں ہے تو آپ سب کو ان کی محبت کا کیا بھوت چڑھا رہتا ہے، انہوں نے ہمیں اور نانو کو چھوڑ دیا ہے تو اس میں پرابلم کیا ہے؟ ہم زندہ ہیں نا ان کے بغیر اور وہ ڈائن چڑیل ہمارے اکلوتے ماموں کو ہم سے چھینتے ہوئے اسے ایک بار بھی خیال نہیں آیا کہ اس کا بھی اکلوتا بیٹا ہی ہے۔'' جوش سے بولتے ہوئے اس کی آواز تیز ہوئی تھی۔

''بیا ریلیکس، ایک تو تم اتنی جلدی ہائپر ہو جاتی ہو۔'' پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے منال نے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تھی۔

''کیا ریلیکس آپی، آپ کو پتا ہے مجھے کتنا دکھ ہوتا ہے کہ ہمارے ایک ہی ماموں ہیں اور وہ بھی ہم سے نہیں ملتے اور پھر نانو کتنا ترستی ہیں وہ ان سے ملنے کو اور وہ ایک یا دو سال بعد ایک دفعہ شکل دکھا کر اپنا فرض ادا کر دیتے ہیں۔'' روہانسی سی ہوتے ہوئے اس نے شکوہ کیا تھا۔

''او کے باس!'' اسے مسکراتے دیکھ کر اس نے بھی خود کو سنبھالا تھا۔

لاپرواہ اور شرارتی نظر آنے والی اس کی بہن کتنی حساس ہے یہ اس سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا، جو کہ کسی پرندے کی تکلیف پر بھی تڑپ اٹھتی تھی، جبکہ کھانا کھاتے ہوئے (بیا) نے اس لمحہ بہت کچھ سوچا تھا، جس پر صرف عمل کرنا تھا اور وہ بہت جلد اس پر عمل کرنے والی تھی۔

☆☆☆

پانچ سال پہلے نانو ان کے پاس آئی تھیں جب ماموں کی اپر کلاس سے تعلق رکھنے والی بیوی نے انہیں اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا تھا اور ماموں سوائے ان کے حکم پر سر جھکانے کے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

ابو نے ان کا خیال سگی ماؤں کی طرح رکھا تھا اور سگے بیٹوں کی طرح ان سے محبت کی تھی اور کبھی ان کو احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ ان کے بیٹے نہیں داماد ہیں۔

لیکن قدرت نے ان سے یہ محبت بھی چھین لی تھی اور ساتھ ہی ہمیں یتیم بھی کر دیا تھا جب ایک ٹریفک ایکسیڈنٹ میں ابو کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔

بچپن سے ہی اسے شوق تھا کہ وہ دوسرے بچوں کی طرح چھٹیوں میں اپنے ماموں کی طرف جائے جہاں وہ اپنے کزنز کے ساتھ انجوائے کرے جبکہ اس کا یہ شوق ابھی تک پورا نہ ہو سکا تھا اور وہ بچپن کی سرحد عبور کر کے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی۔

☆☆☆

''امی پلیز مان جائیں نا میں نے پہلے کبھی آپ سے کوئی فرمائش کی ہے؟'' لاڈ سے ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

''بیٹا فرمائش وہ کی جاتی ہے جو کہ پوری ہو سکے اور تم جانتی ہو یہ نہیں ہو سکتا۔'' دوٹوک لہجے میں انہوں نے جواب دیا۔

''لیکن امی کیوں نہیں ہو سکتا ہمارا بھی حق ہے کہ ہم اپنے ننھیال جائیں وہاں رہیں آخر یہ ماموں اور خالائیں ہوتی کس لئے ہیں؟'' کمر پر ہاتھ رکھے لڑنے کے سٹائل میں وہ بولی تھی۔

''حق تو تب جتائیں نا جب وہ مانے جبکہ وہاں تو سرے سے تمہیں کوئی پہنچانے گا بھی نہیں۔'' پچھلے ایک گھنٹے سے وہ ماموں کی طرف جانے کی ضد کر رہی تھی۔

''ہاں ناں امی اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ اگر ہم ان سے ملیں گے نہیں انہیں ہمارا پتا کیسا چلے گا۔''

''لیکن!'' انہوں نے کہنا چاہا۔

''لیکن ویکن کچھ نہیں میں وہاں جاؤں گی اور آپ میرے ساتھ جائیں گی مجھے چھوڑنے۔''

''ٹھیک ہے لیکن تم اپنی ذمہ داری پہ جاؤ گی پھر مجھ سے شکایت نہ کرنا۔'' محبت سے اسے دیکھتے ہوئے انہوں نے خبردار کیا تھا۔

☆☆☆

رکشے سے اتر کر جیسے ہی اس کی نگاہ سامنے پڑی تھی وہ مبہوت رہ گئی تھی۔

''بیا یہ اتنا بڑا بیگ مجھ سے اٹھایا جاتا ہے۔'' اماں نے اسے ساکت کھڑے دیکھ کر جھنجھلا کر کہا تھا۔

''ہاں کیا، او سوری امی وہ دراصل وہ میں یہ گھر دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔'' کھسیا کر وضاحت دیتے ہوئے اس نے بیگ اٹھایا۔

''اماں دیکھیں نا یہ تو پورا محل ہے۔'' گیٹ سے داخل ہوتے ہوئے اس نے پھر کہا تھا۔

''ہے تو محل لیکن ضروری تو نہیں کہ اس میں ہمارے لئے جگہ بھی ہو۔'' یاسیت سے انہوں نے

کہا۔
''میری بھولی اماں اب جگہ بنانے کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔'' لمبے لان میں سے گزرنے والی روش پہ چلتے ہوئے اس نے کہا تھا۔
تبھی سامنے سے ایک ادھیڑ عمر آدمی پر اس کی نظر پڑی تھی اور اس نے شکر کیا تھا کہ اس محل میں کوئی ذی روح تو نظر آیا۔
''ارے ثمینہ بیٹا کیسی ہو اتنی دیر بعد چکر لگایا؟'' امی کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔
''بس بیٹا شکر ہے اس ذات کا جس حال میں بھی رکھے، ارے میں تو بھول ہی گیا آپ لوگ اتنی دیر سے باہر کھڑے ہیں بس بیٹا کیا کروں بوڑھا ہو رہا ہوں نا تو کچھ یاد نہیں رہتا، آپ آئیں اندر مالکن آج گھر پہ ہی ہیں، لاؤ بیٹا یہ بیگ مجھے دے دو۔'' بالآخر انہیں اس پہ ترس آ ہی گیا تھا اور اس نے شکر کیا تھا اتنا وزن اس نے شاید پہلی بار اٹھایا تھا اور اب خود پہ ہی غصہ آ رہا تھا کہ اتنا سامان کیوں ٹھونسا اس میں فضل بابا کی رہنمائی میں جب وہ لاؤنج میں آئی تھی تو پہلے تو اچانک روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا گئی تھیں لیکن جب دیکھنے کے قابل ہوئیں تو کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔
''واؤ...... ان بیلو اٹ آئی تھنک میں کسی دوسری دنیا میں آ گئی ہوں۔'' اس نے خود کلامی کی۔
اتنا خوبصورت گھر اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا اور اب اسے رہ رہ کر افسوس ہو رہا تھا کہ اتنی دیر سے یہاں کیوں آئی اور ایک بات تو وہ یہاں آتے ہی جان گئی تھی کہ ممانی کی پسند لاجواب ہے کیونکہ صوفے سے پردوں تک اور قالین سے فانوس اور پینٹنگز تک تمام چیزیں ان کے ذوق کی آئینہ دار تھیں، وہ ایک دم سے مرعوب ہوئی تھی، آپی صرف ایک دفعہ امی کے ساتھ بچپن میں نانو کے ہاں رہنے کے لئے گئی تھی اور تب ماموں کی شادی نہیں ہوئی تھی اور جہاں تک انہیں یاد تھا ماموں اتنے برے بھی نہیں تھے یہ اور بات کہ شادی کے بعد وہ صرف ممانی کے ہی ہو کر رہ گئے تھے اور امی نے بتایا تھا کہ شادی کے تیسرے ہی ماہ ممانی ماموں کو لے کر اپنے اس محل نما گھر میں شفٹ ہو گئی تھیں اور ان کے چہرے پر نو لفٹ کا سائن دیکھ کر پھر امی نے بھی دوبارہ ادھر کا رخ نہیں کیا تھا سوائے شاہ میر، شانزے اور دعا کی پیدائش کے وقت کے۔
ماموں کے بچوں میں سے اس نے صرف شاہ میر کو دیکھا تھا چھوٹا سا جب وہ خود بھی چھوٹی سی تھی وہ اس سے تین سال بڑا تھا۔
''پتا نہیں اب کیا کرتا ہو گا؟'' اور اس کی خیالی دنیا میں ہلچل ممانی کی مغرور آواز نے پیدا کی تھی۔
''السلام علیکم آپا! کیسی ہیں آپ؟'' نفیس سی ساڑھی پہنے سامنے صوفے پر نزاکت سے بیٹھتے ہوئے انہوں نے رسمی سا حال پوچھا تھا اور ساتھ میں حیرت سے ان کی طرف دیکھا تھا جیسے ان کے آنے کا مقصد جاننا چاہ رہی ہوں، تبھی ایک عورت کولڈ ڈرنک اٹھائے داخل ہوئی تھی۔
اور بیا نے ایک دفعہ پھر شکر ادا کیا تھا کیونکہ اس کا حلق اتنا خشک ہو چکا تھا کہ اسے لگا تھا وہ اب نہیں بول سکے گی، کچھ ممانی کا رعب اور اجنبیت بھرا رویہ اسے نروس کرنے کو کافی تھا اور وہ نروس ہو چکی تھی، سارا اعتماد جو گھر سے لے کر آئی تھی بھک سے اڑ چکا تھا۔
''ارے آپا یہ کون ہے؟'' غالباً انہوں نے اب اسے دیکھا تھا اور اس پر ظلم یہ کہ اسے پہچانا بھی نہیں تھا اپنی اس بے وقعتی پر اسے جی بھر کر رونا آیا تھا مگر یہ وقت رونے کا نہیں تھا سو خاموشی سے امی کو دیکھنے لگی۔
''بھابھی یہ بیا ہے۔'' امی نے سر جھکاتے ہوئے کہا تھا جیسے کسی جرم کا اقرار کر رہی ہوں۔
''او، اچھا اچھا اتنی بڑی ہو گئی یہ۔'' اس کے دراز سراپے کو دیکھتے ہوئے انہوں نے حیرت سے کہا۔
''وہ بھابھی دراصل یہ بہت ضد کر رہی تھی کہ ماموں کی طرف جاؤں گی کبھی بھی نہیں آئی تو میں نے سوچا کہ۔'' اور امی کو شرمندگی سے یوں بات کرتے دیکھ کر اسے خود پہ غصہ آیا تھا کہ یہ سب اس کی ضد تھی۔
''ہوں۔'' امی کی بات کے جواب میں کافی دیر بعد انہوں نے یہ ایک لفظ کہا تھا کافی سوچ بچار کے بعد نہ انکار نہ اقرار، کچھ ہی لمحوں بعد امی جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔
''ریشم۔'' انہوں نے شاید ملازمہ کو بلایا تھا اور تبھی ہی عورت دوبارہ سے اندر آئی تھی۔
''یہ بی بی کو ان کے کمرے میں لے جاؤ جو دعا کے ساتھ والا روم ہے جہاں گیسٹ ٹھہرتے ہیں۔''
''آئیں بی بی جی۔'' ریشم کے کہنے پر وہ اماں سے ملنے لگی تھی جب ممانی کی حیرت بھری آواز پر اس نے ان کی طرف دیکھا۔
''یہ بیگ تمہارا ہے؟'' انہوں نے حیرت سے اسے بڑے بیگ کو دیکھا یقیناً وہ بیگ سے اس کے یہاں قیام کا اندازہ لگانا چاہ رہی ہوں گی۔
''جی میرا ہے۔'' اس نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔
''اچھا اچھا یعنی لونگ سٹے ہے او کے دین بعد میں بات ہو گی اس وقت میں کہیں جا رہی ہوں، ریشم فضل سے کہنا بیگ اندر لے جائے۔'' اسٹائل میں چلتے ہوئے انہوں نے حکم دیا اور اندر کی طرف بڑھ گئی تھیں۔
''بیا میری جان تم کیسے رہو گی ادھر اتنے خشک لوگوں میں؟ میں تو کہتی ہوں تم میرے ساتھ ہی چلو۔'' تفکر سے اسے دیکھتے ہوئے اماں نے مشورہ دیا تھا۔
''اوفوہ امی میری فکر نہ کریں آپ میں سب دیکھ لوں گی، بس ایک دو دن کی تو بات ہے پھر یہ سب بیا بیا کرتے نظر آئیں گے آپ کو۔'' شرارت سے کہتے ہوئے اس نے انہیں مطمئن کرنا چاہا۔
''اچھا بس اور زیادہ فضول مت بولنا تم بہت بولتی ہو اور ہاں کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کرنا۔'' اور جواب میں وہ مسکرا دی تھی۔
''بچی نہیں ہوں میں اور نانو سے کہیے گا کہ پریشان نہ ہوں اب ان کی بہو کو سبق سکھا کر ہی واپس آؤں گی فون کرتی رہوں گی، اپنا خیال رکھیے گا۔''
''اور تم بھی اپنا خیال رکھنا۔'' باہر نکلتے ہوئے انہوں نے کہا تھا اور ان کے جانے کے بعد وہ مسکراتی ہوئی ریشم کے ساتھ چل دی۔
خوبصورت سے گھر کا خوبصورت سا کمرہ ہو اور اس پر اتنا پرسکون ماحول یقیناً سونے پر سہاگے والی بات تھی۔
کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر اس نے پورے کمرے کا جائزہ لیا تھا ہر چیز اسے پسند آئی تھی اور خاص طور پر وہ کھڑکی جو لان کی طرف کھلتی تھی ریشم نے اے سی آن کر دیا تھا اور نرم و گداز بیڈ پہ لیٹتے ہی اسے نیند نے گھیرا تھا لیکن وہ سوئی نہیں تھی۔

''آہا کیا زندگی ہے۔'' اس نے ماحول کی خوبصورتی کو مکمل طور پر انجوائے کیا تھا اور محسوس کیا تھا۔

''بیچاری ممانی کیسے پریشان نظر آرہی تھیں، ہاہاہا۔'' اس نے تصور میں ان کا چہرہ لائے ہوئے چھوٹا سا قہقہہ لگایا تھا۔

''ڈیئر ممانی جی ابھی تو دیکھیں کہ میں کیسے آپ کی نیندیں اڑاتی ہوں۔'' خود کلامی کرتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کی تھیں اور تھوڑی ہی دیر میں وہ نیند کی آغوش میں تھی۔

☆☆☆

نجانے کس وقت وہ اٹھی تھی اسے وقت کا اندازہ نہیں ہوا تھا تبھی اس کی نظر کلاک کی طرف اٹھی اور وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی تھی۔

''اللہ، چھ بج گئے اور مجھے کسی نے جگایا ہی نہیں اتنی دیر سوتی رہی ہوں۔'' خود پر حیران ہوتے ہوئے اس نے خود کلامی کی۔

''عجیب لوگ ہیں کسی نے کھانے تک کا نہیں پوچھا۔'' منہ دھوتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

''اماں ٹھیک ہی کہتی ہیں اتنے خشک لوگ میں یہ خیر اب آ ہی گئی ہو تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر ہی واپس جاؤں گی، جب رسک لیا تو ڈرنا کیسا۔'' کمرے میں واپس آکر اس نے خود ہی باہر جانے کا فیصلہ کیا تھا اب اگر ان کو خیال نہیں آئے گا تو کیا وہ بھی بھوکی بیٹھی رہے گی۔

ایک نظر خود پہ ڈالتے ہوئے اس نے باہر کی طرف قدم بڑھائے تھے لیکن باہر آتے ہی اسے احساس ہوا تھا کہ اسے تو ابھی کچھ بھی پتا نہیں اس گھر کے بارے میں، لیکن شکر ہے تبھی اسے ایک چھوٹا لڑکا ہاتھ میں شاپر اٹھائے نظر آیا تھا۔

''ہیلو بات سنو۔'' اس نے جلدی سے پکارا تھا مبادا وہ چلا ہی نہ جائے۔

''جی!'' لڑکے نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

''وہ دراصل میں یہاں مہمان ہوں تو مجھے پتا نہیں ہے کہ کچن کدھر ہے اور مجھے سخت بھوک لگی ہے۔''

''اچھا آپ آئیں جی میرے ساتھ۔'' اس کی ہمراہی میں وہ کچن میں داخل ہوئی ریشم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''بی بی جی کچھ چاہیے آپ کو؟''

''ہاں مجھے کھانا دے دو جلدی سخت بھوک لگی ہے۔'' تیزی سے کہتے ہوئے وہ وہیں ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

''اور تم نے مجھے جگایا نہیں سب کھانا کھا چکے ہوں گے۔'' اور اس کی بات پر ریشم نے پہلے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''پر یہاں تو جی دوپہر کو کوئی بھی کھانا نہیں کھاتا، شاہ میر صاحب تو رات کو آتے ہیں اگر کبھی آ بھی جائیں تو باہر سے ہی کھا آتے ہیں اور شانزے اور دعا باجی صرف جوس لیتی ہیں اگر آپ نے کھانا ہے تو بنا دوں جی۔'' تفصیل سے بتاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''اچھا پھر ایسا کرو تم مجھے چائے ہی بنا دو کھانے کا اب ٹائم بھی نہیں ہے رات کو سب کے ساتھ ہی کھالونگی۔'' جواباً اس نے کہا۔

ریشم اچھی تھی اس نے اس کا خیال کرتے ہوئے چائے کے ساتھ کباب بسکٹ وغیرہ بھی رکھ دیئے تھے اور ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی اسے چائے پیتے جب اسے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنائی دی تھی لیکن اس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔

''ریشم ایک کپ چائے میرے کمرے میں

پہنچا دو۔'' تیزی سے کسی کو کہتے ہوئے اس نے سنا تھا لیکن صرف آواز سے اسے اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ شاہ میر تو بقول ریشم رات کو آتا تھا۔

''یہ بی ممانی کا کوئی ریلٹو ہو پر اس نے کہا میرے کمرے میں اس کا مطلب تھا شاہ میر ہی تھا لیکن، خیر مجھے کیا رات کو پتا چل ہی جائے گا۔'' اس نے کندھے اچکائے تبھی باہر سے اونچا بولنے کی آواز آئی تھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے سننا چاہا تھا کہ کیا ہوا ہے۔

''اب اگر ماما نے تمہیں فری ہینڈ دیا ہوا ہے تو تم نے اس کا موقع اٹھایا، اب تمہارے رشتے دار یوں کرسیوں پر بیٹھ کر ہماری جگہ پر کھائیں گے ماما سے کہہ کر تمہارا تو بندوبست کرواتا ہوں۔'' وہی آواز لیکن چلاتی ہوئی جو ابھی کچھ دیر پہلے اس نے سنی تھی۔

''پر صاحب جی وہ......'' ریشم نے کہنا چاہا تھا۔

''کیا صاحب جی یہ تم غریب لوگوں کا پرابلم ہی یہ ہوتا ہے کہ ذرا سا خیال کیا تو سر پر ہی چڑھ گئے، ناؤ شٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ فرام ہیئر۔'' اور پھر کھٹاک سے دروازہ بند ہوا تھا۔

''اُف اتنی نیچ ذہنیت اور اتنی بے عزتی۔'' بے وقعتی کے احساس سے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

''مانا کہ وہ کوئی بہت اچھے کپڑوں میں ہیں لیکن اب ایسے بھی نہیں تھے کہ وہ سرونٹ لگتی اور کیا غریب کیا انسان نہیں ہوتے۔'' آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے بے ساختہ سوچا تھا۔

''میں ایسے ہی بے چین ہو رہی تھی۔'' اسے خود پہ غصہ آیا تھا تبھی ریشم آئی تھی شرمندہ سی لیکن اسے اس کی ضرورت نہیں تھی کہ غلطی اس کی نہیں تھی بلکہ اسکی وجہ سے اس بیچاری کو اتنی باتیں سننا پڑی تھیں۔

دکھ شرمندگی آنسو سب اکٹھے پانی بن کر نکلے تھے آنسو سے اس نے کبھی بھی خود کو حقیر نہیں سمجھا تھا مگر آج...... اسے اپنے کم مائیگی کا احساس ہوا تھا، اس محل میں واقعی اس کے لئے جگہ نہیں تھی جہاں اس کی حیثیت کنیز کی طرح تھی۔

''باجی آپ اداس نہ ہوں جی شاہ میر باؤ دل کے برے نہیں ہیں میرا اتنا خیال کرتے ہیں آج شاید کچھ غصے میں تھے اس لئے۔'' ریشم نے اسے تسلی دی تھی لیکن اس کا ذہن تو ایک ہی لفظ پہ اٹک کے رہ گیا تھا۔

''شاہ میر۔'' اس نے بے آواز سرگوشی کی تھی۔

''تین چیزیں اگر آپ کے پاس ہیں تو آپ کبھی بھی ناکام نہیں ہو سکتے، اللہ پر ایمان دعاؤں پر یقین اور قسمت پر اور خود پر اعتماد، کیونکہ اگر یہ سب آپ کے پاس ہوں تو کام کسی بھی نوعیت کا ہو اس میں ناکامی نہیں ہوتی۔'' یہ اس کا خیال تھا اور اسی خیال سے اسے تقویت حاصل ہوئی تھی اور وہ نئے سرے سے تازہ دم ہو گئی تھی۔

رات کا کھانا وہ یقیناً نہیں کھانے والی تھی کہ شام کو ہی چائے پی تھی اور پھر شاہ میر کے فرمودات سن کر اس نے ویسے ہی کھانا کھانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا دیر تک سونے کی وجہ سے نیند تو آنا نہیں تھی سو وہ لیٹ کر آئندہ مستقبل کے بارے میں سوچنے لگی۔

☆☆☆

ریشم اسے ناشتے کے لئے بلانے آئی تھی جلدی سے منہ پہ چھپاکے مار کر اس نے کیچر میں بالوں کو جکڑا اور دوپٹہ درست کرتی باہر آگئی آئینہ

دیکھنے کی اس نے ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

لیکن ناشتے کی میز تک پہنچتے ہی اسے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا وجہ......؟ وہی شاہ میر۔

براؤن پینٹ کوٹ میں نفاست سے تیار وہ آفس جانے کے لئے بیٹھا تھا خوبصورت اور مغرور چہرہ تیکھے نقوش اور بے نیازی، ایک نظر میں وہ ہی اندازہ لگا پائی اسے ایک دفعہ پھر شدت سے خود پہ غصہ آیا تو کہتے ہیں کہ ''فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ۔''

اور اس کا پہلا تاثر ہی یقیناً عام سا ہوگا اس نے یہ دروازے میں ہی خود کو باور کرایا تھا۔

''آئیں نا بی بی جی آپ وہیں کھڑی ہوگئی ہیں۔'' ریشم کے کہنے پہ وہ خود کو کمپوز کرتی آگے بڑھی۔

''السلام علیکم!'' اعتماد بحال کرتے ہوئے اس نے کہا تھا ممانی کے ساتھ شاہ میر تھا اور ساتھ ہی کرسی پہ کامنی سی لڑکی تھی ''دعا'' ہے شاید اس نے اندازہ لگانا چاہا سلام کے جواب میں سب نے اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر سوالیہ نظروں سے ممانی کی طرف۔

''شی از یور کزن۔'' ناشتے پر مکمل توجہ دیتے ہوئے ممانی نے ان کی سوالیہ نظروں کا جواب دیا۔

''کون سی کزن مما۔'' سوال دعا کی طرف سے آیا تھا کیونکہ شاہ میر صاحب کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا، شاید اسی لئے وہ مکمل دھیان سے جوس پینے میں مصروف تھا۔

''تمہاری پھپھو کی بیٹی۔'' ممانی نے ایک دفعہ پھر مبہم سا تعارف کروایا۔

''بٹ کون سی پھپھو مما۔'' ایک اور سوال بیا کو کبھی نہیں محسوس ہوا تھا کہ کبھی اس کی ذات کو اتنی دیر ڈسکس کیا جائے گا اور وہ بھی اس انداز میں۔

''اوکے ماما آئی ایم گیٹنگ لیٹ ٹیک کیئر۔'' ساری بحث سے اکتا کر شاید وہ اتنی جلدی اٹھ گیا تھا اس کی طرف ایک نظر بھی نہیں ڈالی تھی۔

اسے دکھ سا ہوا امی کہتی تھیں کہ اس کی طرف جو ایک نظر ڈالتا ہے دوسری ضرور ڈالنا چاہتا ہے، ساری ماؤں کو شاید اپنی اولاد ایسے ہی پیاری لگتی ہے لیکن...... ابھی اسے لگتا تھا کہ اس سے زیادہ انسلٹ اب شاید کبھی نہیں ہوگی کہ کوئی آپ کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرے۔

''ہائے آپی آئی ایم دعا۔'' مسکراتے ہوئے اس گڑیا سی لڑکی نے اس کا ہاتھ تھاما تھا شکر ہے کوئی تو خوش اخلاقی سے بولا، ہونے والی بے عزتی کو نظرانداز کر کے اس نے محبت سے اسے دیکھا۔

ممانی اٹھ کے جا چکیں تھیں سو وہ خود کو ریلیکس فیل کر رہی تھی۔

''آئی ایم بیا تم کیا کرتی ہو؟'' تعارف کے ساتھ ساتھ اس نے سوال بھی کیا۔

''سٹڈی کرتی ہوں، بکس پڑھتی ہوں، ٹی وی دیکھتی ہوں اور سوتی ہوں۔'' وہ کھلکھلائی۔

''نائس ٹو میٹ یو آپی، او سوری آئی فورگیٹ ٹو آسک یو کین آئی سے یو آپی؟'' ہچکچاتے ہوئے اس نے دریافت کیا۔

''وائے ناٹ ڈیئر۔'' جواباً اس نے بھی خوش اخلاقی سے کہا تھا۔

''اوکے (Then) فرینڈز؟'' اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر دعا نے استفسار کیا تھا۔

''آف کورس فرینڈز۔'' اس پیاری سی لڑکی کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے حقیقتاً خوشی ہوئی تھی کسی

نے تو قدرے سے دیکھا تھا یہاں، کل سے اب تک یہ پہلی بات تھی جو اسے پسند آئی تھی اور خوشی بھی ہوئی تھی۔

''اب یہاں رہنا اتنا بھی مشکل نہیں تھا۔'' دعا کو نان سٹاپ بولتے دیکھ کر اس نے سوچا، اس روز اس نے دعا کے ساتھ پورے گھر کو دیکھا تھا ساتھ ہی ساتھ ممانی کی پسند کو سراہا تھا ہر چیز میں نفاست، حسن اور زیبائش نظر آتی تھی۔

شاہ میر کا کمرہ اس نے زیادہ ہی توجہ سے دیکھا تھا، آف وہائٹ بیڈ شیٹ کے ساتھ اسی طرح کے پردے، یہاں تک کہ کلاک تک کا کلر آف وائٹ تھا، ہر چیز قرینے سے رکھی ہوئی، دل ہی دل میں اسے گھر کا خوبصورت ترین کمرہ قرار دے کر وہ دعا کے ساتھ چلی آئی۔

''کیسا ہے؟''

''آپی دس از مائی بیڈ روم۔'' دعا نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

''بہت پیارا ہے بالکل میری پیاری سی کزن جیسا۔'' اس نے جواباً محبت سے کہا تھا۔

''آپی آپ پہلے تو کبھی ہمارے ہاں نہیں آئیں؟ اور پھپھو بھی بہت دیر پہلے آئی تھیں شاید تب میں بہت چھوٹی تھی اب تو شکل بھی یاد نہیں ان کی، وہ کیا آپ جیسی ہیں؟''

''نہیں تو وہ بالکل تمہارے جیسی ہیں پیاری اور معصوم سی۔'' اس کے معصومیت سے پوچھنے پر اس نے جواب دیا تھا۔

''جی نہیں آپ کوئی کم پیاری تو نہیں ہیں اتنی وائٹ ہیں آپ پریوں جیسی۔'' اور پریوں سے تشبیہ دینے پر وہ کھلکھلائی تھی۔

''میری جان یہی تو المیہ ہے کہ ممانی نے کبھی آپ کو ہم سے ملوایا ہی نہیں یہاں تک کہ شکلیں بھی یاد نہیں، خیر اب آگئی ہوں تو شکلیں تو یاد کروا کے ہی جاؤں گی۔'' اس نے پکا ارادہ کیا تھا اور وہ یقیناً اس پر عمل بھی کروانے والی تھی۔

''آپی آئیں آپ کو اپنی لائبریری دکھاؤں ایکچوئلی ہے تو وہ شامی بھائی کا اسٹڈی روم بٹ میں اسے لائبریری کہتی ہوں اتنی تو بکس ہیں اس میں۔'' اس کا ہاتھ پکڑے وہ چلتے ہوئے برابر بول رہی تھی۔

''بھائی کو پڑھنے کا بہت شوق ہے اسپیشلی ہسٹری بکس تو انہیں بہت ہی پسند ہیں۔''

''اور کیا کیا پسند ہے تمہارے بھائی کو۔'' اس کی بات کاٹتے ہوئے اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''انہیں صاف ستھرے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں اور جینئس بھی ہوں تو کیا ہی بات ہے اس کے بعد سچ بولنا اور سچ سننا انہیں پسند ہے کھانے میں سب ہی چلتا ہے چائے بہت پیتے ہیں اور وقت پر کام کرنا انہیں اچھا لگتا ہے، ویسے آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟'' تفصیلاً جواب دیتے ہوئے اس نے پوچھا، وہ جو دھیان سے اس کی پسند ناپسند کی تفصیل سن رہی تھی ایکدم گڑبڑا گئی۔

''نہیں کچھ نہیں بس ایسے ہی۔'' وہ صرف یہی کہہ سکی۔

''اوکے آئیں تو سہی بکس دکھاتی ہوں آپ کو۔'' اس نے کریدا نہیں تھا سو وہ بھی اس کے ساتھ بکس ریک کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

اگلی صبح نہایت توجہ سے اس نے بال بنائے تھے میک اپ سے اسے چڑ تھی اب کون اتنا پاگل ہے کہ بلش آن لپ اسٹک صبح ہی صبح لگاتا پھرے ممانی کی طرح خوبصورت عورت کی سادگی میں بھی ایک حسن ہوتا ہے اور اسے یہ بات بہت پسند آئی تھی، دوپٹے کو سکارف کی طرح چہرے

کے گرد لپیٹتے ہوئے اسے اپنی فرینڈ کا کہا ہوا جملہ یاد آیا تھا۔

''یونو بیا تم یہ جو ہر وقت خود کو اس دوپٹے کے ہالے میں رکھتی ہو یہ تمہیں سب سے منفرد بناتا ہے جیسے چاند کے گرد کسی نے حصار سا بنا دیا ہو۔'' اور وہ جھینپ گئی تھی۔

اس نے کچن کی طرف قدم بڑھائے ریشم شاید ابھی نہیں آئی تھی اپنے لئے چائے بنا کر اس نے دعا کے کمرے پر دستک دی جواب نہ ملنے پر وہ باہر لان میں چلی آئی، ''شاید سو رہی ہوگی'' اس نے سوچا۔

سحر خیزی کی عادت کی وجہ سے اسے یہاں کافی مشکل کا سامنا تھا کہ یہاں تو کوئی دس بجے سے پہلے اٹھتا ہی نہیں تھا، ''دعا بھی شاید دیر سے کالج جاتی ہوگی جبھی تو سو رہی ہے ابھی تک۔'' ترو تازہ گھاس کو دیکھتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

جبھی گیٹ تھوڑا سا کھلا اور جاگنگ سوٹ میں کوئی اندر داخل ہوا تھا، اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔

''شاہ میر۔'' وہ بڑبڑائی اور دوسرے ہی پل وہ بھاگ کر اس کے برابر پہنچ چکی تھی۔

''السلام علیکم!'' بمشکل اس کے پاس جا کر اس نے تیزی سے کہا۔

جواباً پہلے تو اس نے اسے حیرت سے دیکھا تھا پھر ناگواری سے قدم آگے بڑھا دیئے۔

''ارے سنیں تو عجیب انسان ہیں آپ بھی سلام کر رہی ہوں آپ بھاگے جا رہے ہیں یہ کیا بات ہوئی بھلا۔'' تیزی سے چلتے ہوئے وہ بولے جا رہی تھی۔

''میں بیا ہوں آپ کی کزن مانا کہ آپ نے کبھی نہیں دیکھا بٹ مسلم ہونے کے ناطے تو آپ جواب دے سکتے ہیں کہ نہیں۔'' نان اسٹاپ بولتے ہوئے جیسے ہی اس نے اوپر اس کے چہرے کی طرف دیکھا اسے خوف سا محسوس ہوا تھا، اتنی سختی تھی اور اتنی بے گانگی شاید ہی کسی چہرے پر ہو۔

''شٹ اپ۔'' سختی سے کہتا ہوا وہ جا چکا تھا جب کہ اس کے قدم وہاں سے نہیں ہلے تھے۔

''ہونہہ سڑیل، کھڑوس، اب بھلا ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے سارے ہی ال منیرڈ ہیں اس گھر میں۔'' اس نے جل کر سوچا تھا شاہ میر کے رویے نے اس کو دلگرفتہ ضرور کیا تھا مگر وہ ناامید نہیں تھی۔

غلطی اس کی بھی تھی کیا ضرورت تھی پہلی ہی دفعہ اتنا زیادہ بولنے کی جب کہ نیکسٹ پرسن آپ کو اتنا جانتا بھی نہ ہو اسے خود پہ شرمندگی ہوتی تھی، وہ کمرے کی طرف چل پڑی۔

''منال سے بات کرتی ہوں۔'' ایک خیال اس کے دماغ میں کوندا تھا اور دوسرے ہی لمحے وہ فون سٹینڈ کے پاس تھی چونکہ دعا نے اسے کل سارا گھر دکھایا تھا سو فون ڈھونڈنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

''ہیلو آپی کیسی ہیں اماں اور نانو کیسی ہیں؟'' منال کے فون اٹھاتے ہی اس نے بے تابی سے پوچھا۔

''ہم سب ٹھیک ہیں گڑیا تم کیسی ہو طبیعت ٹھیک ہے کھانا صحیح طرح سے کھاتی ہو کہ نہیں اور سب کا رویہ کیسا ہے تمہارے ساتھ؟'' اس کے لہجے میں بہنوں والی فکر اور محبت تھی۔

''ہائے آپی کیا یاد کروا دیا آپ نے رویہ کا تو نہ ہی پوچھیں سارے بے مروت اور سخت دل لوگ مانو اسی گھر میں ہیں ماموں تو کسی ڈیل کے لئے فارن گئے ہیں ممانی کا تو آپ کو پتا ہی ہے دعا بہت اچھی ہے اس سے تھوڑی بہت دوستی

ہوئی ہے رہ گیا شاہ میر تو میں تو اسے انسان کہوں گی ہی نہیں ایسے جیسے جنات سے تعلق ہو کسی کی کوئی خبر نہیں اتنا سڑیل اور کھڑوس شاید ہی کہیں ہو دنیا میں ابھی صبح ہی میں نے سلام کیا سڑیل صاحب کو تو پتا ہے آگے سے کیا کہا؟''

''ایکسکیوز می اگر یہ تقریر ختم ہوگئی ہو تو رستہ دے دیں پلیز۔'' اچانک پیچھے سے آواز آئی تو اسے بریک لگی تھی مڑ کر دیکھا تو پتا چلا کہ اسی کھڑوس کے کمرے کے دروازے میں کھڑے ہو کر وہ اس کی صفات گنوا رہی تھی، اسے جیسے سکتہ سا ہو گیا تھا، سارے غلط کام آج ہی ہونے تھے یہ تو طے تھا دروازے سے ہٹتے ہوئے اسے جی بھر کے خفت ہوئی تھی پتا نہیں کیا کچھ سن لیا تھا۔

''ہیلو بیا یار کہاں چلی گئی ہو؟''

''آں ہاں...... کہیں نہیں ادھر ہی ہوں۔'' آہستہ سے اس نے کہا تھا۔

''یار قسم سے ہنس ہنس کے پیٹ میں بل پڑ گئے ہیں اچھا اماں سے بات کرو گی؟'' ہنستے ہوئے منال نے پوچھا تھا۔

''ہاں نہیں ابھی آئی تھنک ممانی آ رہی ہیں پھر بات کرونگی اماں اور نانی کو سلام کہنا۔'' فون بند کر کے وہ وہیں صوفے پہ بیٹھ گئی تھی پتا نہیں وہ بغیر سوچے سمجھے اور اِدھر اُدھر دیکھے بغیر کیوں بولنا شروع ہو جاتی ہے اماں نے کتنی دفعہ منع کیا ہے پھر بھی، خود پہ بے پناہ غصہ آیا تھا اسے۔

☆☆☆

وہ نہا کر بال بنا رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔

''یس۔'' اس نے ریشم سے چائے کا کہا تھا وہی لے کر آئی تھی ساتھ ہی دعا بھی تھی۔

''کیسی ہیں آپ؟ ارے واہ آپی آپ کے بال تو بہت لمبے ہیں ماشا اللہ آپ نے کبھی دکھائے ہی نہیں ہر وقت تو اسکارف ہوتا ہے سر پر خیر آپ کو تو سوٹ بھی کرتا ہے۔'' توصیفی نگاہ سے اس کے بال دیکھتے ہوئے اس نے کہا تو جھینپ کر اس نے دوپٹہ سر پہ لے لیا۔

''سو سویٹ آپی یو آر سو انو اسنٹ اینڈ پریٹی رئیلی۔''

''میرے خیال میں باقی جھوٹ کل نہ بول لیا جائے۔'' ہنستے ہوئے اس نے کہا تھا۔

''یہ جھوٹ نہیں ہے اینی ویز میں آپ سے کہنے آئی تھی کہ مووی لائی ہوں ایک بہت اچھی میں اور آپ دیکھتے ہیں آج سنڈے ہے، سو کچھ ہلا گلا کرتے ہیں آپ جب سے آئی ہیں کمرے میں یا ڈائننگ ٹیبل تک سو بورنگ نا؟'' اس نے تائید یہ تو اس نے بھی سر ہلا دیا تھا کہ جب سے آئی تھی وہ بور ہی ہو رہی تھی۔

''او کے لیٹس موو وہیں چائے بھی پیتے ہیں۔'' ٹی وی لاؤنج کو دیکھتے ہی اسے ایک بار پھر وہی خیال آیا تھا جو پہلی دفعہ دیکھنے پہ آیا تھا ایسے جیسے کسی وزیر کا ٹی وی لاؤنج ہو۔

مووی دیکھتے اسے واقعی وقت کا احساس نہیں ہوا تھا شام کا وقت ہو رہا تھا سو انہوں نے باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

ریشم سے پتا چلا کہ ممانی کی فرینڈ کی طرف گئی ہیں ڈنر بھی ادھر ہی ہوگا، دعا کو اپنی کسی فرینڈ کی طرف جانا تھا کمبائن سٹڈی کے لئے اس نے دوپہر ہی کو بتا دیا تھا۔

''اب کھانا اکیلے ہی کھانا پڑے گا۔'' اسے کوفت ہوئی۔

''ہائیں یہ اتنا سارا کھانا میں اکیلے ہی کھاؤں گی۔'' ڈھیر ساری ڈشز دیکھ کر اس نے حیرت سے ریشم سے پوچھا۔

''نہیں جی شاہ میر صاحب بھی کھائیں گے

جی۔'' پانی پیتے ہوئے اسے اچھو لگا تھا اور عین اسی وقت شاہ میر صاحب نے وہاں قدم رنجہ فرمائے تھے۔

ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا جب کہ اس کا کھانا کھانا مشکل ہو گیا۔

''پتا نہیں اچھی بھلی ہوتی ہوں کیوں کنفیوژ ہو جاتی ہوں۔'' گرین رائس کی پلیٹ میں چمچ گھماتے ہوئے اسے سوچا۔

''اینی پرابلم۔'' بغور اسے دیکھتے ہوئے اس نے دریافت کیا جبکہ اسے حیرت کا جھٹکا لگا تھا اس نے خود اس سے پوچھا تھا کچھ۔

''خاتون آپ شاید مراقبے میں چلی گئی ہیں میں نے سوچا آپ کو یقین دلایا جائے کہ یہاں جنات کی بجائے انسان رہتے ہیں۔'' اس نے پانی کا گلاس اٹھایا۔

کتنا شوق تھا کہ وہ اس سے بات کرے لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اب شرمندہ ہی کرنا شروع کر دے۔

''آئی ایم ایکسٹریملی سوری ایکچوئلی......''

''ڈونٹ سے سوری بیکاز آئی ہیو نو نیڈ اٹ۔'' بے نیازی سے کہتے ہوئے اس نے کرسی گھسیٹی۔

''پاپا کل شام کی فلائٹ سے آ رہے ہیں آپ ان سے مل سکتی ہیں۔'' معلومات فراہم کرنے کے بعد وہ وہاں نہیں رکا تھا۔

''او گاڈ کیا ہے یہ شاہ میر پہلے تو خیر سے بولا ہی نہیں اور پھر خیر سے کفن ہی پھاڑنے کے مصداق بول کر چلا گیا۔''

''ماموں کل آ رہے ہیں۔'' اسے خوشی سے ہوئی تھی اجنبی سے ماحول میں کوئی تو اپنا آ رہا تھا۔

☆☆☆

دعا ابھی تک نہیں آئی تھی اسے سخت بوریت ہو رہی تھی اوپر سے نیند نے تو جیسے قسم کھائی تھی نہ آنے کی۔

''ارے واہ یہ شاہ میر کی بکس کب کام آئیں گی۔'' اسے خیال آیا تھا ٹائم کا بہترین مصرف اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

''شاہ میر یقیناً سو چکا ہو گا اتنا کام کر کے بندہ تھک بھی جاتا ہے۔'' ہمدری سے سوچتے ہوئے اس نے دروازہ ناک کرنا ضروری نہ سمجھا تھا، لیکن سامنے نظر پڑتے ہی وہ اچھل پڑی شاہ میر بہادر پورے کروفر سے وہاں براجمان تھے اور اب یقیناً اس کے یہاں آنے اور تنہائی میں مخل ہونے پر ناگواری سے اسے دیکھ رہے ہوں گے۔

اس نے نظریں نہیں اٹھائی تھیں لیکن وہ پھر بھی اس کے تاثرات جان سکتی تھی اب اتنے دنوں میں اتنا تو اندازہ ہو ہی گیا تھا ڈرتے ہوئے اس نے نظریں اٹھائیں تو اسے بے نیازی سے پڑھنے میں مشغول پایا۔

''میں ایویں ڈرتی ہوں کھا تھوڑی جائے گا زیادہ سے زیادہ انسلٹ ہی ہو جائے گی۔'' دل کڑا کر کے اس نے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

''ہیلو۔'' اس نے وہیں سے مخاطب کیا پر جواب ندارد۔

''کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟'' بندہ ڈھیٹ بھی ہو جائے کبھی تو اس میں کیا حرج ہے اس نے خود کو تسلی دی، مگر وہاں ایک دفعہ پھر نو لفٹ کا سائن دیکھ کر اسے غصہ آیا تھا۔

''مسٹر میں آپ سے مخاطب ہوں کمال ہیں آپ میں آپ کی فرسٹ کزن پہلی دفعہ آپ کے گھر آئی ہوں آپ بات کرنا ہی پسند نہیں کرتے اتنے بد اخلاق انسان میں نے نہیں دیکھے آج تک۔'' وہ سانس لینے کو رکی۔

تبھی وہ چلتا ہوا اس کے برابر آیا تھا ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ کر دروازے سے باہر نکالا تھا۔

''یہ بد اخلاقی یقیناً آپ کو ساری زندگی یاد رہے گی۔'' طنز سے کہتے ہوئے اس نے کھٹاک سے دروازہ بند کر لیا۔

جبکہ وہ ابھی تک خود کو یہ یقین دلانے میں مصروف تھی کہ اتنی بے عزتی اسی کی ہوئی ہے۔

☆☆☆

''دعا یہ شاہ میر کیا بچپن سے ہی ایسا ہے؟'' الجھے ہوئے لہجے میں اس نے پوچھا تھا۔

''جی آپی وہ بچپن سے ہی ایسے ہیں وہ تب بھی اتنے ہی پیارے ہوتے تھے پتا ہے مما کہتی ہیں کہ ہر کوئی ان سے پیار کرتا تھا۔'' چپس کھاتے ہوئے اس نے جواب دیا اور جواب سن کر اس کا دل چاہا تھا کہ اپنا سر پیٹ لوں لیکن ایسا وہ ابھی نہیں کر سکتی تھی۔

''نہیں میرا مطلب ہے اتنا بے زار سڑیل قسم کا اس کی نیچر ہی ایسی ہے؟''

''نہیں تو، پتا ہے وہ بہت پولائٹ تھے اور اتنے سوفٹ ہر ایک کی بات مان لیتے تھے چاہے کچھ بھی ہو، ایکچوئلی ایسے تو وہ فریال کے جانے کے بعد ہوئے ہیں۔''

''فریال؟ کون فریال......؟'' دل کہیں ڈوب کر ابھرا تھا۔

''بھائی کی فرینڈ تھی بہت اچھی بٹ انہوں نے بھائی کو چیٹ کیا میں نے بتایا نا کہ بھائی کو جھوٹ سے نفرت ہے تب سے وہ گرلز سے الرجک ہیں۔''

''لیکن اس نے ایسا کیوں کیا؟''

''آئی ڈونٹ نو ڈیٹیل اباؤٹ دیٹ بٹ شی واز اے چیٹر آئی نو دیٹ۔'' اس نے جواب دیا۔

''لیکن ضروری تو نہیں کہ سب ایک جیسے ہوں سب کو ایک کسوٹی پر پرکھنا کہاں کا انصاف ہے اس نے دھوکا دیا وہ اس کی حرکت تھی اس کا قصور تھا باقیوں کا کیا قصور کہ ان سے نفرت کی جائے۔'' بے ساختہ کل ہونے والی بے عزتی یاد آئی تھی۔

''دراصل ان کو اعتبار نہیں رہا لڑکیوں پر۔'' دعا نے وضاحت پیش کی تھی۔

''اور اگر ان کا یہ اعتبار بحال کر دیا جائے تو۔'' سوالیہ نظروں سے اس نے دعا کی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب؟'' وہ شاید سمجھی نہیں۔

''بھئی میرا مطلب ہے کہ ان کو دوبارہ سے اگر وہی پولائٹ شاہ میر بنا دیا جائے تو؟''

''بہت مشکل ہے آپی۔'' وہ مایوس تھی۔

''سویٹی ایوری تھنگ از پاسبل ان دس ورلڈ۔'' اس نے یقین دلانا چاہا۔

''او کے آئی ایم ود یو ایوری ٹائم جب بھی آپ کو میری ضرورت پڑی۔'' جواباً اس نے خلوص سے آفر کی تھی۔

''مانا کہ یہ بہت مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں قطرہ قطرہ اگر پتھر میں گرے تو وہ بھی سوراخ کر دیتا ہے وہ تو پھر انسان ہے۔'' وہ بالکل مایوس نہیں تھی، اس نے ٹائم دیکھا ساڑھے دس...... ہوں تو موصوف سٹڈی میں ہی مصروف ہوں۔

دروازہ ناک کرتے ہوئے اس کے سامنے وہی منظر آیا تھا خیر آج تو ایسے نہیں جاؤں گی چاہے ہاتھ پکڑ کر ہی نکال دے بات تو کر کے ہی جاؤں گی۔

''یس کم ان۔'' کی آواز پر اس نے دروازہ کھول کر دیکھا اس کی دروازے کی طرف پشت ہونے کی وجہ سے وہ بے دھڑک اندر داخل ہوئی

تھی۔

''ہیلو۔'' احتیاطاً اس نے دور سے ہی مخاطب کیا تھا مبادا کہیں تھپڑ ہی نہ مار دے۔

''تم۔'' اس شاید اس کے یہاں آنے کی توقع نہی تھی تبھی حیران ہوا تھا۔

''جی وہ اکیلے میرا دل گھبرا رہا تھا سوچا آپ سے بات وغیرہ ہی کر لوں۔'' وہ یوں گویا ہوئی جیسی برسوں کی شناسائی ہو۔

''میرے خیال میں گھر میں اور لوگ بھی موجود ہیں باتوں کے لئے۔''

''ممانی تو ابھی آئیں نہیں وہ لیٹ نائٹ آتی ہیں اور دعا تو کب کی سو گی سو۔''

''میں یہاں بیٹھ جاؤں۔'' اسے خاموش دیکھ کر اس نے جلدی سے کہا تھا۔

''اوکے آپ بیٹھیں میں چلتا ہوں۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''ارے نہیں شامی میں تم سے باتیں کرنے آئی ہوں ان کتابوں سے نہیں۔'' اور وہ جو اس کے ''شامی'' کہنے پہ حیران ہوا تھا دوسری بات پر بھڑکا تھا۔

''میرے پاس فضول وقت نہیں ہے اور ویسے بھی میں اجنبی لوگوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتا۔'' ترش لہجے میں اس نے کہا۔

''ہائیں کون اجنبی یہاں تو میں ہی ہوں آپ کی پھپھو کی بیٹی بقلم خود۔'' اس کے موڈ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس نے جواباً کہا تھا۔

''جس لڑکی کو میں نے آج تک دیکھا نہیں اور جس کا نام تک نہیں پتا وہ میرے لئے اجنبی ہی ہے اور مجھ سے زیادہ فرینک ہونے کی کوشش مت کرنا کبھی بھی مائنڈ اٹ۔'' اس باور کروا کر وہ وہاں نہیں رکا تھا۔

''اب اتنی جلدی تھوڑی ہو گا کچھ وقت تو لگے گا۔'' اس نے خود کو تسلی دی، آج باہر تو نہیں نکالا تھا نا صرف وارن ہی کیا تھا پروگریس ہوئی ہے پہلے سے اور کامیابی کے چانس ہیں۔''

''دعا یقیناً اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔'' اور وہ اس کے کمرے کی طرف چل دی۔

اگلا دن نہایت خوشگوار تھا، ماموں نے چونکہ آنا تھا تو وہ بے حد ایکسائٹڈ تھی۔

''ماموں بہت اچھے ہیں۔'' اسی رات اس نے فون پر منال سے کہا تھا۔

''پتا ہے میں اتنا جھجک رہی تھی ملتے ہوئے پر انہوں نے اتنے پیار سے حال پوچھا میرا اور پتا ہے امی اور نانو کا بھی پوچھا وہ صرف ممانی سے ڈرتے ہیں ورنہ دل کے برے نہیں۔'' اور دوسری طرف منال نے حیرت سے اس کی بات سنی تھی اور بے ساختہ ان سے ملنے کو جی چاہا تھا۔

''اچھا منال میں فون رکھتی ہوں باقی باتیں کل بتاؤں گی اللہ حافظ۔'' ریشم کو آتے دیکھ کر اس نے جلدی سے فون بند کیا تھا۔

''آپ کو صاحب بلا رہے ہیں۔'' ماموں اکیلے نہیں تھے دعا اور شاہ میر بھی تھے ممانی البتہ وہاں نہیں تھیں۔

''آؤ بیٹا بیٹھو۔'' شفقت سے انہوں نے اپنے پاس اس کے لئے جگہ بنائی۔

''دراصل میں نہیں جانتا تھا کہ تم ادھر ہو اس لئے تمہارے لئے کوئی چیز میرا مطلب ہے گفٹ وغیرہ نہیں لا سکا تم ایسا کرو شاہ میر اور دعا کے ساتھ بازار چلی جانا اور اپنی پسند سے شاپنگ وغیرہ کر لینا۔''

''واٹ میں پاپا یو مین میں جاؤں گا۔'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''ظاہر ہے بھئی اگر شاہ میر تم ہو تو تمہی جاؤ گے۔'' شگفتگی سے انہوں نے کہا۔

''بٹ پاپا آئی ایم سو بزی۔''

''ڈونٹ وری مائی چائلڈ میں ہوں نا سب مینج کر لوں گا، بچی پہلی دفعہ ادھر آئی ہے اسے سیر وغیرہ کرواؤ کوئی شاپنگ وغیرہ کیوں بیٹا۔'' انہوں نے محبت سے اس سے پوچھا تھا۔

''ٹھیک ہے ماموں جیسا آپ مناسب سمجھیں۔'' سعادت مندی سے اس نے کہا تھا جبکہ وہ اس کی سعادت مندی پر جل گیا تھا۔

وہ لوگ شاپنگ پر جا رہے تھے اور وہ بہت خوش تھی اب کم از کم اتنی دیر تو ساتھ رہنا ہی پڑے گا مجبوراً اسے چونکہ کچھ خاص تجربہ نہیں تھا سو دعا نے ہی اس کی ساری چیزیں لیں تھیں جن میں کپڑے جوتے اور جیولری وغیرہ شامل تھی۔

پھر انہوں نے ایک اچھے سے ہوٹل میں کھانا بھی کھایا تھا زیادہ تر تو وہ اور دعا ہی بولتی رہیں تھیں شاہ میر تو صرف ہوں ہاں ہی کرتا رہا تھا اور یہ بھی غنیمت تھا اس کے لئے آج کا دن بہت ہی خوشگوار تھا اسے تھکن کا ذرا احساس نہیں ہوا تھا اور آج کا دن اسے ہمیشہ ہی یاد رہتا اگر آتے ہی ممانی کی دل جلانے والی باتیں نہ سننے کو ملتیں۔

''دعا کہاں سے آ رہی ہو۔'' حالانکہ بیگز سے انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کہاں سے آئی ہے پھر بھی پوچھنا ضروری سمجھا گیا شاہ میر اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔

''یو نو تمہاری اسٹڈی کتنی ڈسٹرب ہو رہی ہے اور مجھے پتا چلا ہے تم کالج نہیں جا رہی ہو؟''

''وہ مما آپی آئی تھیں تو میں نے پندرہ دن کی لیو لے لی ان کو کمپنی وغیرہ......''

''واٹ ربش! میں تمہیں اتنا بے وقوف نہیں سمجھتی تھی کہ ہر ایرے غیرے کو کمپنی دینے کے لئے تم کالج چھوڑ کر بیٹھ جاؤ گی۔''

''مما شی از نو سٹرینجر شی از مائی کزن۔''

''سٹاپ اٹ دعا اینڈ کم ود می۔'' اس کی بات کاٹ کر وہ نزاکت سے چلتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں دعا بھی ساتھ ہی چلی گئی تو اسے لگا وہ تن تنہا کسی جنگل میں کھڑی ہے بے وقعتی کے احساس نے آنکھوں کو دھندلایا تھا اور وہ اپنے کمرے کی طرف چل دی تھی، شاپنگ بیگز وہیں پڑے تھے۔

☆☆☆

''سوری آپی مما نے جو کہا اس پر میں آپ سے سوری کرتی ہوں۔'' اس نے خلوص سے معافی مانگی تھی وہ جانتی تھی کہ ماما کی باتوں سے وہ ہرٹ ہوئی ہے۔

''نہیں گڑیا اٹس اوکے میں بالکل ناراض نہیں ہوں وہ تمہاری ماما ہیں تمہارا بھلا ہی سوچیں گی۔'' آنسو بلاوجہ ہی آنکھوں میں آ گئے تھے۔

''آپی پلیز روئیں نہیں چلیں آئیں لان میں بیٹھتے ہیں بہت اچھا موسم ہو رہا ہے۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ زبردستی باہر لے آئی تھی۔

سیاہ دوپٹے کے ہالے میں روئی روئی متورم آنکھیں اس کے حسن کو مزید بڑھا گئی تھیں، تبھی وہ باہر جاتے ہوئے ٹھٹکا تھا، دعا نے اسے سارے واقعہ کی تفصیل سنائی تھی لیکن اس نے توجہ نہیں دی تھی مگر اب......

مما نے بابا کے ریلٹیوز کو ہمیشہ اگنور کیا تھا حتی کہ انہیں اور پاپا کو ان سے ملنے سے بھی روک دیا تھا نتیجتاً انہیں اپنے کسی دودھیالی کزن یا پھپھو وغیرہ کا کچھ پتا نہیں تھا جبھی تو ماما کو اتنا غصہ آیا تھا دعا کی حرکت سے ساری محنت ضائع ہوتی نظر آ رہی تھی، انہوں نے ساری زندگی ان کو ان سے دور کرنے کی کوشش کی تھی اب اس پانچ فٹ کی لڑکی کی وجہ سے ان کے بچے ان سے دور ہوں یہ انہیں گوارا نہیں تھا۔

اس کا دل ایک دم سے بوجھل سا ہوا تھا کہیں جانے کا ارادہ ترک کر کے وہ کمرے کی طرف چل دیا۔

☆☆☆

آج صبح سے ہی بادل جھوم کر آ رہے تھے نتیجتاً موسم نہایت خوشگوار ہو چکا تھا ایسا موسم اسے بچپن سے ہی پسند تھا لیکن بارش سے اسے خوف آتا تھا نجانے کیوں۔

''پتا نہیں لوگ اتنے بے حس کیسے ہوتے ہیں؟'' لان میں چیئر پر بیٹھے اسے ممانی کی کل کی باتیں یاد آئیں تو اس نے دکھ سے سوچا۔

مانا کہ یہ سب ممانی کا تھا مگر بزنس میں مکمل محنت ماموں کی شامل تھی اور ابھی بھی یہ ساری ترقی ماموں کی ہر مرہون منت تھی اور ان کے بعد اب شاہ میر تھا، اب اگر زندگی میں پہلی بار ماموں نے ان کے لئے کچھ کیا تھا تو ان کو آگ لگ گئی تھی۔

سوچوں میں مگن اسے پتا بھی نہیں چلا کہ کب دعا وہاں آئی تھی اور اسے ایسے بیٹھا دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی تھی۔

''آپی......؟'' اس نے پکارا تو وہ چونکی۔

''کیا سوچ رہی ہیں؟''

''کچھ نہیں۔'' مختصر جواب دیا تھا۔

''آپ ماما والی بات سے ڈپریس ہیں ابھی بھی آئی نو۔''

''نہیں چندا ایسی بات نہیں بس ذرا امی کی یاد آ رہی تھی۔'' اس کی پریشان شکل دیکھ کر پیار سے کہا تھا۔

''تو آپ انہیں کال کر لیں سمپل۔'' اس نے آسان سا حل پیش کیا۔

وہ جواب دینے ہی والی تھی جبھی وائٹ کرولا زن سے اندر آئی تھی اور اس میں سے نکلنے والی شخصیت کو دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں تھیں۔

بلیک ٹائٹ جینز اور یلو شاٹ شرٹ میں وہ عجیب ہی چیز لگ رہی تھی، اندر بڑھتے قدم ایک لمحے کو ان کی طرف دیکھ کر رکے تھے اور پھر وہ ان کی طرف آ گئی۔

''ہیلو دعا۔'' اس نے مخاطب اسے کیا تھا لیکن نظریں اس پر تھیں۔

''ایسا معصوم حسن۔'' وہ بھی چھپا ہوا وہ جو کوئی بھی تھی بے انتہا حسین تھی پہلے تو کبھی اسے یہاں نہیں دیکھا اسے بے چینی سی ہوئی تھی تبھی اس نے دعا سے پوچھ ہی لیا۔

''ہو از شی ڈیئر۔'' ان کے برابر بیٹھتے ہوئے اس نے دعا سے دریافت کیا۔

''شی از مائی کزن پہلی دفعہ آئی ہیں ہماری طرف بیا نام ہے ان کا اور بیا آپی یہ نیہا آپی ہیں میری خالہ کی بیٹی ہیں۔'' اس نے ایک ہی دفعہ دونوں کا تعارف کروایا۔

''او......اچھا شاہ میر ہے گھر پہ؟'' اس سے مزید وہاں رکا نہیں گیا عجیب سا حسد ہو رہا تھا۔

''نہیں بھائی تو آفس ہیں آپ کال کر لیتیں؟''

''اوکے میں ذرا آنٹی سے مل لوں۔'' کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا۔

اسے جاتے دیکھ کر اس نے بے ساختہ استغفراللہ کہا تھا اماں یا نانو کے سامنے کوئی ایسا ڈریس پہنتا تو وہ شاید ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھتیں اسے ہنسی آئی تھی۔

''پتا ہے یہ بھائی کو بہت لائک کرتی ہیں بٹ بھائی اسے لفٹ ہی نہیں کرواتے۔'' اس کے جانے کے بعد دعا نے بتایا تھا۔

''خیر تمہارے بھائی صاحب تو کسی کو بھی لفٹ نہیں کرواتے۔'' ان دونوں کا قہقہہ بے ساختہ تھا اور باہر نکلتے ہوئے نیہا نے نہایت، حیرت سے ان کا انداز دیکھا تھا۔

''دعا نے کبھی میرے ساتھ تو ایسا بی ہیو نہیں کیا۔'' سر جھٹک کر اس نے گاڑی بڑھا دی۔

☆☆☆

''مے آئی کم ان۔'' تھوڑا سا سر اندر کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''تم؟ یس کم آن۔'' قدرے توقف کے بعد وہ بولا تھا۔

''میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا؟ ایکچوئلی میں یہ چائے لائی تھی۔'' اس نے کپ آگے کیا اور اسے تب حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب اس نے خاموشی سے کپ اٹھا لیا تھا، یعنی کہ خول چٹخ رہا تھا۔

''تھینکس۔'' اس ایک لفظ نے اسے بے پناہ خوشی دی تھی۔

''کین آئی سٹ ڈیئر۔''

''ایز یو لائک، ویسے آپ کو کس نے بتایا کہ میں اس وقت چائے پیتا ہوں۔'' دھیان ابھی بھی کتاب پر ہی تھا۔

''مجھے دعا نے بتایا تھا تو میں نے سوچا کہ میں ہی یہ نیک کام کر لوں۔'' اس کی بات پر ایک لمحے کو اس نے نظر اٹھائی تھی۔

''تمہیں بکس بہت پسند ہیں؟'' وہ صرف تین سال بڑا تھا اسے یہ آپ جناب کر کے بولنا کچھ عجیب لگا تھا اور پھر اس سے اجنبیت سی محسوس ہوئی تھی سو، اس نے فرینکلی پوچھا تھا۔

''ہوں۔'' اس نے مختصر جواب پر ہی اکتفا کیا تھا۔

''مجھے بھی ہسٹری پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے اسپیشلی اپنے نیشنل ہیروز کے بارے میں پڑھنا محمد بن قاسم، شہاب الدین غوری اور ان کی تہذیب کے بارے میں جاننا، آئی رئیلی لائک دیٹ۔'' جواباً اس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا ہی سب تو اسے بھی پسند تھا۔

''شاہ میر تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں اپنے بہت سے اہم رشتوں سے دور رکھا گیا ہے اور تمہیں ان سے ملنا چاہیے؟'' کتاب کے ورق الٹتے ہوئے نہایت عام سے لہجے میں اس نے بہت اہم بات کی تھی، شاہ میر نے خاموش نظروں سے اسے دیکھا تھا، اسے حوصلہ سا ہوا۔

''پتا ہے نانو بتاتی ہیں کہ تم جب چھوٹے تھے تو ان سے بہت پیار کرتے تھے، ویسے وہ تو اب بھی تم لوگوں کو بہت مس کرتی ہیں اسپیشلی تمہیں اکلوتے پوتے ہو تم ان کے۔'' وہ ذرا سا رکی اور غور سے اس کے تاثرات دیکھے تھے اس کے چہرے پہ کسی سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

''صرف خالائیں ہی تو سب کچھ نہیں ہوتیں کچھ حق پھپھویوں کا بھی ہوتا ہے اور میری اطلاع کے مطابق آپ کو تو صرف ان کے نام ہی یاد ہونگے۔'' خلاف معمول وہ چپ رہا تھا۔

''شاہ میر تمہیں سب سے زیادہ اعتبار کس پر ہے؟ آئی مین جسے تم اپنی ہر بات بتا سکو، ہر بات شیئر کر سکو ہے تو پرسنل کوئچن سوری اگر تمہیں برا لگے تو۔''

''مجھے کسی پہ اعتبار نہیں رہا اور شاید کبھی بھی نہ ہو۔'' کرسی کی پشت سے سر ٹکاتے ہوئے اس نے کہا عجیب سی تھکن لہجے میں۔

''کیوں؟'' اس نے سوال کیا۔

''سوری میں نہیں بتا سکتا۔'' اس کی آنکھیں بند تھیں۔

''کہیں اس کی وجہ فریال تو نہیں۔'' نہایت اعتماد سے اس نے استفسار کیا اور نتیجہ اس کی توقع

کے مطابق تھا وہ ایکدم سے چونکا تھا اس کی آنکھوں میں لکھے سوال کو اس نے پڑھا تھا۔
''مجھے دعا نے بتایا تھا کہ وہ آپ کی دوست تھی پھر شاید آپ میں کوئی بات ہوئی تھی جس کی وجہ سے پھر آپ کی دوستی نہیں رہی۔'' اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دھیان سے دیکھتے ہوئے اس نے بتایا۔
''دوستی کے ختم ہونے کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔''
''میں اس ٹاپک پر بات نہیں کرنا چاہتا۔'' اس نے سختی سے منع کیا گویا اسے مزید نہ بولنے کا اشارہ کیا۔
''اچھا...... اوکے لاسٹ کوئسچن، کیا آپ کو اس سے محبت تھی؟'' لفظ بمشکل زبان سے نکلتے تھے عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی دھیرے سے چلتا ہوا وہ کھڑکی کے پاس رک گیا تھا، یا کو لگا تھا اگر وہ مزید کچھ دیر نہ بولا تو اس کا دل سینے سے باہر آ جائے گا جب کافی دیر تک اس کی آواز نہیں آئی تو وہ مایوسی سے کپ اٹھا کر اس نے قدم آگے بڑھائے اسے لگا وہ اب کچھ نہیں بولے گا۔
''مجھے اس سے محبت نہیں تھی۔'' دو قدم چلنے پر اسے اس کی آواز آئی تھی۔
''مجھے اس پہ اعتبار تھا بہت زیادہ اپنی ہر بات شیئر کی تھی اس سے ہم بچپن سے اکٹھے تھے ہم میں تب اس سے بدگمان ہوا جب اس نے چھوٹی سی بات پر میری بجائے میرے ایک دشمن کا ساتھ دیا اور مجھے بزنس میں بہت لاس ہوا میرے بزنس سیکرٹ اسے پتا تھے اس کی وجہ سے اس نے میرے ساتھ دھوکا کیا صرف چند پیسوں کے لیے، اگر وہ مجھے کہتی میں اسے اس سے کہیں زیادہ رقم دے دیتا، میری سب سے قریبی دوست نے جب مجھے چیٹ کیا تب مجھے عورت ذات پہ اعتبار نہیں رہا اور مجھے لگتا ہے اب کسی پہ اعتبار نہیں کر سکتا کبھی۔'' وہ جیسے تھک سا گیا۔
''لیکن سب ایک سے نہیں ہوتے۔'' اس نے دلیل دی۔
''سب اچھے بھی تو نہیں ہوتے۔'' دلیل مسترد کر دی گئی تھی۔
''اور اگر میں کہوں کہ آپ مجھ پر اعتبار کر سکتے ہیں تو......؟'' اس کے نزدیک کھڑکی کے پاس آ کر اس نے کہا تھا۔
''کیا ثبوت ہے کہ تم مجھے دھوکہ نہیں دو گی۔'' اسے یقین چاہیے تھا شاید۔
''ثبوت تو آپ کے پاس بھی نہیں ہے کہ میں دھوکہ دوں گی آپ کو۔'' وہ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا اس نے یقیناً اسے لاجواب کیا تھا۔
''اوکے رات کافی ہو گئی ہے آپ جائیں ٹیک کیئر۔'' اسے سوچ میں ڈال کر وہ جا چکی تھی وہ جانتی تھی کہ اب کم از کم اس بارے میں سوچے گا ضرور اور یہ ایک مثبت بات تھی۔

☆☆☆

''بی بی جی! آپ کو بڑے صاحب بلا رہے ہیں۔'' ریشم نے پیغام دیا تھا۔
''ماموں نے بلایا ہے۔'' حیرت نے اس نے خود کلامی کی۔
''کہاں ہیں وہ؟''
''وہ جی کتابوں والے کمرے میں ہیں۔'' ریشم یقیناً سٹڈی روم کہنا چاہ رہی تھی۔
دوپٹے کو اچھی طرح سر کے گرد لپیٹتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا۔
''آؤ آؤ بیٹا کیسی ہو؟'' اس کے سلام کے جواب میں نہایت محبت سے انہوں نے کہا۔
''کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟''
''نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' دانستہ

ممانی کے رویے کو چھپاتے ہوئے اس نے جھوٹ بولا۔
''ماموں...... ایک بات پوچھوں؟'' ڈرتے ڈرتے اس نے کہا۔
''ہاں ہاں اس میں بھلا پوچھنے والی کیا بات ہے۔'' شفقت سے کہتے ہوئے انہوں نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔
''آپ کو نانو یاد آتی ہیں؟ آپ کا دل نہیں کرتا کہ آپ ان کے ساتھ رہیں ہر وقت؟'' جواباً ماموں کے ہنستے لب سکڑ گئے تھے یا شاید اسے لگا تھا۔
''بہت یاد آتی ہیں بیٹا کس کا دل نہیں چاہتا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ رہے ان کی خدمت کرے لیکن شرمندہ ہوں بہت، میں اس وقت اپنی ماں کو چھوڑ کر بیوی کے گھر آ گیا تھا تو اب کس نام سے کس حیثیت سے اور کس منہ سے ان کے پاس جاؤں انہیں یہاں آنے کو کہوں۔'' افسردگی سے کہتے ہوئے وہ شرمندہ سے ہو گئے۔
''لیکن آپ ان سے معافی مانگ لیں تو مجھے یقین ہے وہ آپ کو ضرور معاف کریں گی وہ بہت اچھی ہیں۔'' اس کا مقصد انہیں شرمندہ کرنا نہیں تھا بلکہ وہ تو چاہتی تھی کہ ماموں نانو سے ملیں اور ان سے معافی مانگیں تاکہ نانو کو بھی سکون ہو۔
''ویسے اگر ہماری بیٹی ہماری سفارش کرے گی تو مجھے یقین ہے وہ مجھے ضرور معاف کر دیں گی۔'' ہنستے ہوئے انہوں نے اسے دیکھا۔
''آپ چلیں گے میرے ساتھ تو ضرور کرونگی سفارش۔'' خوشی سے اس نے کہا۔
''ٹھیک ہے پھر میں خود تمہیں چھوڑنے جاؤں گا اور اپنی بیٹی سے سفارش کرواؤں گا اور ہاں تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہوئی تو بلا جھجک کہنا۔''
''شکریہ ماموں۔'' اس نے ان کے سینے سے سر لگا کر کہا تھا دل کو بے پناہ خوشی ہوئی تھی وہ نانو سے جو وعدہ کر کے آئی تھی وہ ضرور پورا ہو گا اسے یقین تھا وہ انہیں ضرور ماموں سے ملوائے گی۔
اور باہر کھڑے شاہ میر نے دھیان سے اس پرخلوص لڑکی کی گفتگو سنی تھی جو بغیر کسی غرض سے صرف اپنوں کو ملانا چاہتی تھی وہ وہیں سے واپس اپنے کمرے کی طرف چل دیا تھا، پتھر پگھل رہا تھا۔

☆☆☆

یہ دنیا ہے یہاں پر یہ تماشا ہو بھی سکتا ہے
ابھی جو غم ہمارا ہے تمہارا ہو بھی سکتا ہے
تم اپنے آپ کو ہرگز کبھی الزام مت دینا
یہ سودا ہے محبت کا خسارہ ہو بھی سکتا ہے
نہ یہ سمجھو کہ وہ ہی تمہاری آخری محبت تھی
محبت جرم ہے تو دوبارہ ہو بھی سکتا ہے

''آپی آپ کو کرکٹ کھیلنا آتا ہے؟'' لوشن ہاتھوں پر لگاتے ہوئے دعا نے پوچھا تھا۔
''نہیں تو میں نے کبھی کھیلی نہیں۔'' وہ اس کے ڈریسز دیکھ رہی تھی جو اس کی کزن نے بھجوائے تھے۔
''اوکے دین لیٹس موو آج میں آپ کو دکھاتی ہوں کہ اس میں کتنا مزہ آتا ہے اور کیسے کھیلتے ہیں۔'' جوش سے اس نے کہا۔
''ہائیں......'' اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔
''لیکن مجھے تو بیٹ پکڑنا بھی نہیں آتا اور پھر ہم دونوں کیسے کھیلیں گے ذرا مزہ نہیں آئے گا۔''
''ارے آپ آئیں تو ٹیم پوری کرنا میرا کام ہے۔'' اس کا بازو پکڑے وہ باہر کی طرف چل دی اور واقعی کچھ ہی دیر بعد وہاں بچوں کی

پوری ٹیم کھڑی تھی۔

''ارے یہ سب کہاں سے آئے؟''

''سرونٹ کوارٹر سے اور کہاں سے اب آپ جلدی سے بس کھیلنا شروع کریں ورنہ ممی آ جائیں گی اینڈ یونو وہ کتنی سٹیٹس کانشیس ہیں ان بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھ کر حشر کر دیں گی میرا۔'' ہنستے ہوئے وہ بلا کر پکڑ کر کھیلنے کے لئے مکمل تیار تھی بیا۔

دعا کے پرزور اصرار پر اس نے کھیلنا شروع کیا تھا اور بقول دعا وہ بہت اچھا کھیل سکتی تھی۔

اپنی تعریف سن کر اس میں جذبہ آ گیا تھا اور اسی جوش میں وہ یہ بھول چکی تھی کہ اس بڑے سے لان کے بالکل سامنے شاہ میر کا کمرہ تھا۔

اس نے زوردار شاٹ لگایا تھا یا شاید گیند ہی زیادہ تیزی سے گئی تھی اسے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا بہرحال اب کیا ہو سکتا تھا کیونکہ گیند شاہ میر کے کمرے کی کھڑکی کا شیشہ توڑ چکی تھی اور اب...... اسے خوف محسوس ہوا۔

''اب کیا ہو گا؟'' یہی سوال وہاں کھڑے ہر شخص کے ذہن میں تھا۔

وہ آج آفس سے جلدی آ گیا تھا فریش ہو کر وہ ریشم کو چائے کا کہنے کے بعد کھڑکی میں آ کھڑا ہوا۔

دعا اور بیا میں کسی بات پر بحث ہو رہی تھی دعا اسے کھیلنے کا کہہ رہی تھی شاید اور وہ انکار کر رہی تھی اسے دور سے ہی اندازہ ہو سکا اور پھر وہ دعا کی ضد پر کھیلنا شروع ہو گئی تھی اور وہ اتنا برا نہیں کھیلتی تھی جتنا وہ ڈر رہی تھی یہ اس کی رائے تھی۔

غور سے دیکھنے پر پتا چلا تھا کہ وہ بے حد خوبصورت تھی اور اس سے بھی خوبصورت اس کا دل تھا جس میں سب کے لئے خلوص تھا اور اس کی اندر کی خوبصورت نے اسے الوہی روپ دیا تھا، اسے حیرت ہوئی کہ پہلے کبھی ایسے محسوس کیوں نہیں ہوا جبکہ وہ کافی دنوں سے ادھر تھی، دستک کی آواز پر وہ اپنے دھیان سے چونکا اور اس کے دروازے تک پہنچنے کی دیر تھی کہ گیند نے شیشہ توڑا تھا اور کمرے میں آ گئی۔

چھناکے کی آواز کے ساتھ کھڑکی ٹوٹ چکی تھی اس نے جھک کر گیند اٹھائی ایک لمحہ سوچنے کے بعد وہ باہر آ گیا، وہ سب سے زیادہ پریشان اور سہمی سی کھڑی تھی اس کے لئے یہ اندازہ لگانا قطعی مشکل نہیں تھا کہ یہ سب اسی سے ہوا ہے، متوازن چال چلتے وہ اسے کے برابر آ رکا۔

''آئی ایم سوری میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا پتا ہی نہیں چلا کب......'' انگلیاں مروڑتے ہوئے بات کرتی وہ کنفیوژ لگ رہی تھی۔

''اب جب نقصان ہوا ہے تو جرمانہ تو ادا کرنا ہی پڑے گا۔'' اس نے ڈرانا چاہا۔

''جرمانہ وہ کیا؟''

''وہ یہ کہ...... تم لوگوں کو مجھے اپنی ٹیم کا کیپٹن بنانا ہو گا۔'' وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا جبکہ اسے خوشگوار حیرت ہوئی تھی خول چیخ چکا تھا اب پہلے والا شاہ میر واپس آ چکا تھا فرینڈلی اینڈ سوفٹ اس نے چمکتی آنکھوں سے دعا کی طرف دیکھا، جو خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات سے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔

''ارے میں نے کیا کہہ دیا سب کو سکتہ کیوں ہو گیا ہے؟'' اس نے بال اس کے سامنے لہرائی۔

''لیٹس مووگیم سٹارٹ کرتے ہیں میں اور بیا پارٹنر ہوں گے۔'' اس کی بات پر جہاں بیا نے اسے حیرت سے دیکھا تھا وہیں دعا نے احتجاج کیا تھا۔

''تو بھائی اٹس فاؤل میں اکیلی......؟'' دعا

نے منہ بنایا مصنوعی ناراضگی، جواباً اس نے مسکرا کر اسے کندھے سے لگایا تھا بیا کھل کر ہنسی تھی۔

منظر مکمل تھا اسے بے پناہ خوشی ہوئی تھی اس نے اس پہ اعتبار کرنے کا فیصلہ کیا تھا جبھی تو وہ آج ادھر تھا اس کے ساتھ اور دعا کے ساتھ اسے یہ خبر منال کو سنانا تھی۔

☆☆☆

اگلا سارا دن ان تینوں نے اکٹھے گزارا تھا آج گاڑی میں دعا اور بیا کے ساتھ اس کی آواز بھی شامل تھی اس نے انہیں آئسکریم کھلائی تھی پھر وہ ''جوائے لینڈ'' آئے تھے۔

''ویسے شامی مجھے بالکل نہیں پتا تھا کہ تم جب اپنی اس دنیا سے نکلو گے تو یکسر مختلف انسان ہو گے۔'' اب جبکہ مطلع صاف ہو چکا تھا تو اسے اس کو ''شامی'' کہنے پر کوئی خطرہ نہیں تھا۔

''اچھا مثلاً کیسا انسان؟'' ویٹر کو بلاتے ہوئے اس نے ہنس کر کہا۔

''آئی مین اتنا بولنے والا ہنسانے والا اور آئسکریم کھلانے والا۔'' لہجے میں شرارت تھی۔

''ارے آپی آپ کو بتایا تو تھا بھائی پہلے بھی ایسے ہی تھے وہ تو فر......''

''ارے کھانا آ گیا مجھے تو سخت بھوک لگ رہی ہے۔'' اس نے جلدی سے دعا کی بات کاٹی شاہ میر کا شاید دھیان نہیں تھا اس لئے اسے اندازہ نہ ہو سکا۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ دوبارہ وہی ذکر ہو اور شاہ میر ڈپریس ہو اتنی مشکل سے وہ ان کے ساتھ گھلا ملا تھا اسے اپنا ایسا ہی کزن چاہیے تھا۔

''ویسے ایک بات بتاؤں مجھے بھی اگر پتا ہوتا کہ میری اتنی پیاری اور بے وقوف سی کزن ہے۔'' جواباً اس نے بھی چھیڑا تھا، جبکہ وہ اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

''ویسے کچھ آئیڈیا ہے کہ کیا سچویشن پیش آئے گی گھر جا کر بی کاز جتنی ممانی پوزیسو ہیں تمہارے بارے میں انہیں کیسا لگے گا جب انہیں پتا چلے گا کہ تم دونوں میرے ساتھ تھے۔'' اس نے ایک اہم مسئلے کی طرف اس کا دھیان کرنا چاہا۔

''ڈونٹ وری دس مائی پرابلم آئی ول سی۔'' شاہ میر نے اسے مطمئن کرنا چاہا تھا۔

''اب پہلی دفعہ تو تم آئی ہو اتنا حق تو تمہارا ہے نا کہ ہم تمہیں کمپنی دیں۔'' شاہ میر کی بات پر اس نے تشکر سے اسے دیکھا تھا دل ابھی تک بے یقین تھا کہاں وہ بے نیاز اور سخت قسم کا شاہ میر اور کہاں اتنی کیئر کرنے والا اس نے سب کا پوچھا تھا نانو امی اور منال آپی کا، امی کی طبیعت کا اور یہ بھی کہ ان کی مصروفیات وغیرہ کیا ہیں، بیا کو بے پناہ خوشی ہوئی تھی اپنائیت کا خوبصورت سا احساس۔

ایک بھرپور اور خوبصورت دن گزار کر وہ واپس آئے تھے آج کی شام یقیناً یادگار تھی۔

☆☆☆

اسے ایک ماہ سے زیادہ ہو چکا تھا آئے ہوئے امی کا کتنی ہی دفعہ فون آ چکا تھا شروع کے دنوں میں اسے کچھ پریشانی ہوئی تھی اب جب کہ وہ انجوائے کر رہی تھی دل نہیں کیا تھا جانے کو۔

گزرتے وقت نے اسے تیزی سے شاہ میر کے قریب کیا تھا اس نے اس پہ اعتبار کیا تھا، اپنی دوست کہا تھا سو وہ اس کے مزید قریب ہو گئی تھی دوستی کب محبت میں بدلی اسے پتا نہیں چل سکا تھا، جبکہ شاہ میر کے بارے میں وہ کچھ کہہ نہیں سکتی تھی کہ اس نے ایسا کوئی اظہار نہیں کیا تھا۔

اس کے کمرے پر دستک دیتے ہوئے عجیب سا احساس ہو رہا تھا شاید دل کی کیفیت

بدلی تھی تو سب کچھ ہی بدل گیا تھا میٹھی میٹھی سی خوشی اس کے دل میں اترنے لگی تھی۔

''آجائیں مس بیا آئی نو یہ آپ ہی ہیں۔'' شاہ میر کی آواز آئی تھی جبکہ اسے حیرت ہوئی بنا دیکھے اس نے پہچان لیا تھا۔

''تمہیں کیسا پتا چلا؟'' وہ لیپ ٹاپ پہ کام کر رہا تھا وہ بھی وہیں کشن رکھ کے بیٹھ گئی تھی۔

''اب تم اتنے روز سے یہاں ڈیرہ لگا کے بیٹھی ہوئی ہو اور جتنی دفعہ روز تم میرے کمرے میں آتی ہو مجھے تو ویسے ہی پہچان ہو گئی ہے۔'' آنکھوں میں بھرپور شرارت تھی۔

''وہاٹ......؟ یعنی کہ تم نے طعنہ دے ہی دیا میں رہ رہی ہوں نا تو ماموں کا گھر سمجھ کر اوکے اور اگر میں چاہوں تو ماموں سے کہہ کر تمہیں ہی گھر سے نکلوا دوں سمجھے۔'' چڑ کر کہتے ہوئے اس نے آخر میں اپنی اہمیت بھی جتائی تھی۔

شاہ میر نے دلچسپی سے اسے دیکھا اتنے کم عرصے میں کتنا قریب آ گئی تھی وہ کتنی اپنی سی لگتی تھی اس کی ہر خواہش بن کیسے جان جاتی اسٹڈی میں بیٹھے ہوئے اسے کہنا ہی نہیں پڑتا تھا اور وہ چائے سمیت حاضر ہو جاتی تھی اس کی ہمراہی میں کوئی بور نہیں ہو سکتا تھا یہ شاہ میر کی رائے تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟''

''دیکھ رہا ہوں کہ تم کتنا لڑتی ہو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میری کوئی اتنی لڑاکا کزن ہو گی۔''

''پہلے بے وقوف تھی اب لڑاکا؟'' اس نے کمر پر ہاتھ رکھا۔

''ہاہاہا۔'' اس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

''مذاق کر رہا تھا یار تم سیریس ہو جاتی ہو۔''

''کیا مذاق مجھے بس پتا چل گیا ہے یہی حیثیت ہے میری جا رہی ہوں میں آج ہی۔'' وہ سچ میں ناراض ہو گئی تھی دروازہ ایک زوردار جھٹکے سے بند ہوا تھا۔

''بیا بات سنو یار رکھو تو سہی۔'' وہ جلدی سے اس کے پیچھے گیا تھا کہ اس کی ناراضگی وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

☆☆☆

''ارے مما آپ...... مجھے بلوا لیتیں۔'' انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر شاہ میر نے کہا تھا وہ تھوڑی دیر پہلے سونے کے لئے لیٹا تھا۔

''بات ایسی تھی جو میں یہیں کرنا چاہتی تھی تم سے اکیلے میں۔'' انہوں نے جواباً کہا۔

''خیریت؟''

''باقی تو سب خیریت ہے لیکن......'' وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

''بات یہ ہے شاہ میر کے مجھے تمہارا اس لڑکی سے اتنا فری ہونا پسند نہیں ہے۔''

''لڑکی......! کون لڑکی؟'' وہ سمجھا نہیں تھا۔

''یہی تمہارے پھپھو کی بیٹی جانے کا نام نہیں لے رہی خوب جانتی ہوں کیوں آئی ہے اور کس نے بھیجا ہے خیر میں تمہیں بتانے آئی تھی کہ آپا کتنی ہی دفعہ نیہا کے لئے کہہ چکی ہیں تمہارے لئے، میں چاہ رہی تھی کہ تم اس لڑکی سے ذرا دور ہی رہو مجھے اس کے ارادے ٹھیک نہیں لگتے ہر وقت تمہارے گرد منڈلاتی رہتی ہے۔''

''او کم آن ماما وہ ایسی نہیں ہے۔'' اسے سب برا لگا تھا۔

''اور پھر وہ کوئی غیر تو نہیں۔'' جبکہ اس بات پر انہیں جھٹکا لگا لیکن بروقت خود کو سنبھالا انہوں نے۔

''لیکن ڈیئر تم نہیں جانتے آج کل لڑکیوں کو۔''

''نیہا بہت اچھی لڑکی ہے پھر اپنی ہے دیکھی بھالی ہے۔'' (اپنی تو خیر وہ بھی ہے) لیکن وہ کہہ نہ سکا۔

''مما ڈونٹ وری وہ بالکل بھی ایسی نہیں اور جہاں تک میرا خیال ہے وہ نیہا سے کہیں بہتر ہے۔''

اس نے دل ہی میں دونوں کا موازنہ کیا تھا اور بیا کا پلڑا بھاری تھا، جبکہ دوسری طرف ان کا غصے سے برا حال تھا اسی دن سے ڈر رہیں تھیں وہ کتنی دفعہ کہا تھا کہ اسے واپس بھجوا دیں مگر...... شاہ میر کے لئے شروع سے ہی نیہا پسند تھی انہیں۔

''ایسا نہیں ہو سکتا نیور۔'' انہوں نے سوچا تھا۔

☆☆☆

''بیا......!'' وہ بڑے دھیان سے ٹاک شو دیکھ رہی تھی جب اس نے پکارا تھا۔

''ہوں۔'' دھیان ابھی بھی ٹی وی پر تھا جہاں سیاست دان بڑبڑ کر رہے تھے۔

''کیا یار یہ تماشہ تو روز ہوتا رہتا ہے موسم دیکھو کتنا اچھا ہو رہا ہے چلو کہیں آؤٹنگ پہ چلتے ہیں۔''

''اوہ رئیلی......؟''

''آف کورس۔'' اسے خوش ہوتا دیکھ کر اس کا دل کیوں خوش ہوا تھا یہ اسے پتا چل چکا تھا۔

''اوکے ویٹ، جسٹ ان فائیو منٹس! ذرا منہ پہ پانی ڈال آؤں۔'' وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔

''اونہوں تم ایسے ہی اچھی لگتی ہو آؤ تم۔'' بازو سے پکڑ کر اس نے اپنی ہی طرف کھینچا تھا اسے اور اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے ممانی نے غصے سے اس منظر کو دیکھا تھا اور بیا کو پورا یقین تھا کہ اب وہ ان کے آنے تک سکون سے نہیں بیٹھ سکتیں اسے عجیب سی خوشی ہوئی تھی۔

☆☆☆

شاہ میر نے گاڑی پارک (باغ) سے باہر پارک کی تھی خوبصورت سے پارک میں رش نہ ہونے کے برابر تھا خزاں کی وجہ سے ہر جگہ زرد پتوں کا راج تھا۔

''پتا ہے یہ جگہ مجھے پسند ہے بہت یہاں کی خاموشی مجھے اچھی لگتی ہے۔'' اس کے برابر چلتے ہوئے شاہ میر نے بتایا تھا کہ جبکہ بیا نے اس منظر کو پوری طرح انجوائے کیا تھا۔

خشک پتوں کی کھڑکھڑاہٹ، فوارے سے گرتا پانی اور شاہ میر کے ساتھ چلنا اسے سب کچھ ہی اچھا لگا تھا۔

''بیا!'' شاہ میر نے ہی سکوت توڑا تھا۔

''تمہارا محبت کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''محبت......؟ مجھے لگتا ہے کسی کی کیئر کرنا اسے توجہ دینا اس کی خواہشات کا احترام کرنا ہی محبت ہے آئی تھنک کیئر محبت کا ہی عکس ہے۔'' اس نے جواب دیا تھا۔

''اور تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟''

''مجھے لگتا ہے کہ کسی پر مکمل یقین رکھنا اس پر اعتبار کرنا اصل محبت ہے کیونکہ اعتبار محبت کی پہلی سیڑھی ہے اور سیڑھی کے بغیر آپ اوپر نہیں جا سکتے اور آپ اسی پر اعتبار کریں گے جس سے آپ کو محبت ہو جس پر بھروسہ ہو اور مان ہو۔'' وہ سانس لینے کو رکا۔

''پتا ہے میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ یوں کسی کا اسیر ہو جاؤں گا مجھے لگا کہ یہی وقت ہے کہنے کا سو...... میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ...... بیا مجھے تم پر اعتبار ہے اور مجھے یہ بھی اعتبار ہے کہ تم اس اعتبار کو ٹھیس نہیں پہنچاؤ گی۔'' اس نے جھک

کر ایک پتہ اٹھایا، جبکہ وہ ابھی تک حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''بھئی ایسے کیا دیکھ رہی ہو سمجھ نہیں آئی کیا، اچھا صاف لفظوں میں بتاتا ہوں کہ تم مجھے اچھی لگتی ہو سمپل اور جب تم مجھے حیرت سے دیکھتی ہو تب تو اور بھی اچھی لگتی ہو۔''

''مجھے یقین نہیں آ رہا۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''اس میں یقین نہ کرنے والی کون سی بات ہے۔''

''تم مجھے کتنا جانتے ہو؟ اتنا ہی نا جتنا تم نے مجھے ان دو ماہ میں دیکھا ہے اتنا جاننا کافی نہیں ہوتا۔'' اس نے دھیان سے چڑیا کو دیکھا جو چھوٹی ہونے کی وجہ سے گھونسلے کے پتوں میں پھنس چکی تھی۔

''میں اور کچھ جاننا نہیں چاہتا۔''

''اوکے لیوات تم بتاؤ نانو اور امی سے ملنے کب آؤ گے؟'' اس نے ٹاپک چینج کرنے کے لئے کہا تھا۔

''آنا تو ویسے بھی تھا پر اب تو ضرور آؤں گا اور وہ ابو کو ساتھ لے کر تمہیں پھپھو سے مانگنے۔'' اس نے بہت بڑی بات کی تھی بیا کو لگا اس کا دل شاید کبھی بھی اتنا تیز نہیں دھڑکا۔

''شاہ میر تم جانتے ہو ممانی کبھی نہیں مانیں گی۔'' بینچ پر بیٹھتے ہوئے بالآخر اس نے صاف بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا، شاہ میر کا ساتھ اس کی خواہش تھی لیکن ممانی کا رویہ...... اسے سب ناممکن سا لگا تھا۔

''میں انہیں منالوں گا وہ میری کوئی بات ریجکٹ نہیں کرتی۔'' اس نے یقین دلایا۔

''تم فکر نہیں کرو میں تمہارے ساتھ ہوں تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آئی تھنک واپس چلتے ہیں دعا سوچ رہی ہوگی پتا نہیں کدھر چلے گئے اسے چھوڑ کر۔'' ہنستے ہوئے اس نے اسے ریلیکس کیا۔

''شاہ میر اگر کبھی تمہیں لگا کہ میں نے تمہیں دھوکا دیا تو تم مجھے چھوڑ دو گے۔'' کچھ سوچتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

''نہیں میں یہ دنیا چھوڑ دوں گا۔'' اس نے شاید مذاق کیا تھا مگر بیا کو لگا اسے سانس لینا مشکل ہو رہی ہے اس نے کتنی آسانی سے یہ سب کہہ دیا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے بچھڑنے کا تصور ہی کتنا اذیت ناک ہوتا ہے اسے اب پتا چلا تھا۔

''اوہو یار ایک تو تم لڑکیاں بہت جلدی رونے لگ جاتی ہو مذاق کر رہا تھا اچھا سوری۔'' اس نے کان پکڑ کر کہا تھا۔

لیکن وہ رکی نہیں تھی تیزی سے چلتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ گئی اور یہ اس کے ناراض ہونے کی نشانی تھی اور بے پناہ محبت کی بھی۔

☆☆☆

''ابھی تک ناراض ہو؟'' وہ ٹیرس پر کھڑی تھی جب اسے اپنے پیچھے سے آواز آئی، وہ [illegible] نہیں بولی۔

''یار کہا نا سوری اب نہیں کرتا [illegible] پرامس۔'' اس نے بچوں کی طرح وعدہ کیا۔

''میں کل جا رہی ہوں۔'' اس نے آہستگی سے بتایا جبکہ دوسری طرف وہ گنگ رہ گیا وہ چلی جائے گی یہ تو اسے پتا تھا لیکن اس کے بغیر رہنا اب کتنا مشکل لگے گا اس کا اندازہ اسے اب ہوا تھا۔

''لیکن اتنا اچانک تم نے بتایا ہی نہیں؟ [illegible] نے کچھ کہا ہے؟'' اسے شک سا ہوا۔

''نہیں تو ابھی پتا بھی نہیں کہ میں جا رہی ہوں امی بار بار کہہ رہی ہیں اور آپی بھی میرے بغیر اداس ہیں۔''

''اور میں، میری اداسی کا کیا ہو گا؟'' وہ اسے ناراض سا لگا۔

آنسو ایک رفتار سے نکلے تھے بے آواز روتے ہوئے اسے لگا تھا کہ شاہ میر نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

''بیا!'' اس نے اس کا منہ اوپر کیا، وہ روتے ہوئے زیادہ اچھی لگتی ہے یا ہنستے ہوئے اسے فیصلہ کرنا مشکل لگا۔

''پلیز روؤ نہیں دیکھو میں کل تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں اور پھپھو سے تمہیں مانگ کر ہمیشہ کے لئے ادھر لے آتا ہوں۔'' شاہ میر نے اسے ہنسانے کے لئے بشاشت سے کہا اور وہ کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا کیونکہ بیا نے فوراً اس سے ہاتھ چھڑوا کر نظر چرائی تھی۔

''تمہیں پتا ہے شاہ میر کتنا فضول بولتے ہو تم۔'' نظریں چراتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

''او گاڈ ابھی میری اتنی پیکنگ رہتی ہے کتنا ٹائم ہو گیا۔'' وہ وہاں سے کھسکنے لگی کہ اب سے شاہ میر کی نظروں کا سامنا کرنا مشکل تھا۔

''میں نے تمہارے لئے گفٹ لیا ہے بٹ ابھی نہیں دوں گا کل جب تم جاؤ گی تب دوں گا، اب ساری رات تم سوچتے ہوئے گزار دو گی کہ کیا گفٹ ہو گا یہ لڑکیاں ہوتی ہی ایسی ہیں۔'' شرارت سے اس نے کہا۔

''اچھا تم تو کہتے تھے تمہیں لڑکیوں کا زیادہ نہیں پتا۔'' کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے اپنے پرانے رنگ میں کہا۔

''اب تھوڑا بہت تو پتا ہی ہوتا ہے اتنے معصوم بھی نہیں ہم۔'' کمال بے نیازی سے اس نے کہا تھا۔

''شاہ میر بہت فراڈ ہو تم سچ میں۔'' اس نے اس کے بازو پہ مکا رسید کیا تھا۔

''جیسا بھی ہوں یار اب تو قبول کرو۔'' قہقہہ لگاتے ہوئے اس نے محبت سے اسے دیکھا۔

بیا مسرور ہوا تھی اتنی محبت پہ اس نے ناز سے اسے دیکھا اس کا یہ کیئرنگ، لونگ اور اسمارٹ سا کزن اس کا اسیر تھا یہ خیال نہایت محسور کن تھا۔

☆☆☆

اس کی پیکنگ مکمل ہو چکی تھی اب اسے ماموں کا انتظار تھا انہوں نے کہا تھا وہ اسے خود چھوڑ کر آئیں گے دعا نے رکنے پر بہت اصرار کیا تھا مگر وہ مجبور تھی۔

ممانی کو یقیناً اس کے جانے کا سن کر بہت خوشی ہوئی یہ اس کا خیال تھا شاہ میر اپنے کسی دوست کی طرف تھا کسی کام کے سلسلے میں اس نے کہا تھا کہ وہ شام تک پہنچ جائے گا اور وہ اس سے ملے بغیر نہ جائے۔

سیاہ سوٹ پہن کر جب اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تھا تو ایک لمحے کے لئے ٹھٹک گئی تھی اماں نے کتنی ہی دفعہ اسے سیاہ سوٹ پہننے سے منع کیا تھا ان کے کہنے کے مطابق یہ اچھا شگن نہیں ہوتا لیکن ان کی نصیحتوں کے باوجود جب شاہ میر نے صبح اسے یہ گفٹ کیا تھا تو اس کا دل چاہا تھا کہ وہ اسے آج ہی پہنے۔

''شاہ میر بہت خوش ہو گا اس سوٹ میں دیکھ کر۔'' وہ کچھ سوچ کر مسکرائی تھی یہ جانے بغیر کہ تقدیر بھی وہیں کہیں اس کے پاس ہی مسکرائی تھی۔

''بی بی جی آپ کو بڑی بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں۔'' ریشم دستک دے کر آئی تھی۔

”مجھے...... اچھا تم چلو میں آتی ہوں۔“ دوپٹے کو سر کو گرد لپیٹ کر اس نے کہا۔

اس نے اعتماد سے اندر قدم رکھا انہوں نے اس کے انداز کو دیکھا تھا پہلے دن یہاں آنے والی اور اب نظر آنے والی بیا میں بہت فرق تھا خوبصورت سیاہ سوٹ میں وہ دمک رہی تھی انہوں نے نہایت غور سے اس کی سفید رنگت کو چمکتا دمکتا دیکھا کتنی معصومیت تھی اس کے چہرے پر اور کیسا پاکیزہ روپ تھا کسی قسم کے ریا سے پاک۔

”نیہا میں یہ بات کبھی بھی نظر نہیں آئی وہ بلاوجہ ہی موازنہ کیے جا رہی تھیں۔“

”ممانی آپ نے بلایا ہے؟“ اس نے ان کی خاموشی سے بیزار ہو کر کہا تھا۔

”آں...... ہاں وہ میں نے تم سے کچھ بات کرنا تھی۔“ وہ چونکی تھیں۔

”میرا خیال ہے مجھے صاف بات کرنا ہو گی۔“ انہوں نے ذرا توقف کیا۔

”میں یہ کہنا چاہتی ہوں تم سے کہ تم شاہ میر سے دور رہو اور اس کا پیچھا چھوڑ کر اپنے گھر واپس جاؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے کیونکہ جو کچھ تم کر رہی ہو یہ لاحاصل ہے شاہ میر کا رشتہ نیہا سے طے ہو چکا ہے اور وہیں اس کی شادی بھی ہو گی۔“ انہوں نے جیسے اپنے خیال میں اسے حیران کیا تھا اس نے مکمل اطمینان سے ان کی بات سنی تھی۔

”تو...... میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں۔“ اس کے جواب نے انہیں غصہ دلایا تھا۔

”تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں، اچھی طرح جانتی ہوں میں تم جیسی لڑکیوں کو جو اپنی چالوں سے مردوں کو پھنساتی ہیں۔“ انہوں نے زہر اگلا جواباً اسے بھی غصہ آیا تھا۔

”میں نے نہیں کہا تھا آپ کے بیٹے سے کہ میری ادائیں دیکھے اور مجھ پہ مر مٹے میں نے تو آج تک اس سے ایسا کچھ نہیں کہا کزن ہونے کے ناطے اگر کبھی ہنس کے بات کی ہے تو آپ نے اسے کیا سے کیا بنا دیا ہائی سوسائٹی میں رہتے ہوئے اتنی لو مینٹیلٹی ہے آپ کی مجھے نہیں پتا تھا۔“

”شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔“ وہ دھاڑیں۔

”اونچا بول کر مجھے خاموش کرنے کی کوشش نہ کریں کہ آپ ہار چکی ہیں آپ اپنا بیٹا ہار چکی ہیں وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اس لڑکی سے جسے آپ دیکھنا بھی نہیں چاہتیں اور جس کی ماں سے بات تک کرنا گوارا نہیں آپ کو، آپ کے اپنے کلیجے پہ ہاتھ پڑا ہے تو کیسے تڑپی ہیں آپ، کبھی اس ماں کا احساس ہوا آپ کو جس کا بیٹا آپ نے چھین لیا، شاہ میر تو ابھی آپ کے پاس ہے اور جس ماں کا بیٹا ہمیشہ کے لئے چھین لیا آپ نے، حقیقت تو یہ ہے کہ میں یہاں آئی ہی اس لئے تھی کہ آپ کا بیٹا آپ سے چھین کر آپ کو تڑپ دیکھوں یہ محبت وحبت میرا کام نہیں ہے یہ سب تو ایک کھیل تھا اور آپ کا بیٹا جو صرف محبت کا طلبگار تھا اسے دکھ پہنچا تھا کسی سے میں نے اس کا مداوا کیا اسے کیئر کی ضرورت تھی وہ اسے مجھ سے ملی تو وہ...... میرا ہو گیا۔“ وہ استہزائیہ ہنسی۔

”اب آپ بہت جلدی میرے گھر آئیں گی بیٹے کی ضد سے مجبور ہو کر اور میں اس وقت کا انتظار کروں گی۔“ ممانی کی حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا تھا اسے لگا کہ وہ اپنی جگہ سے کبھی ہل نہیں سکے گی، وہاں شاہ میر تھا اور اس کی آنکھیں، حیرت کی زیادتی سے پھٹی ہوئی اور پھر ان میں اسے دکھ دکھائی دیا تھا اور پھر...... غصہ...... وہ ابھی تک بے

یقین تھا کہ جو اس نے سنا ہے وہ سب بیا نے کہا ہے اسے لگا اس نے غلط سنا ہے وہ ایسا نہیں کر سکتی بیا ایسا نہیں کر سکتی۔

گزرا وقت کسی فلم کی طرح آنکھوں میں لہرایا، اس کا پیار...... اس کی توجہ...... وہ سب...... نہیں یہ کھیل نہیں ہو سکتا، اسے لگا اس کا دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔

”ایک بار پھر دھوکا میرے ہی ساتھ، حالانکہ سب جانتے ہیں مجھے دھوکے سے نفرت ہے پھر بھی یہ سب میرے ساتھ ہوا۔“ ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے اس نے سوچا اس نے ہاتھ میں پکڑی اس ڈائمنڈ رنگ کو دیکھا جو وہ اس کے لئے لایا تھا اسے نفرت سی ہوئی۔

”اس نے دھوکا کرنے کے لئے میرا انتخاب کیا۔“ اسے لگا اس کا دماغ گھوم رہا ہے۔

وہ چلتا ہوا باہر کی طرف آ رہا تھا تب بیا کو ہوش آیا وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

”شاہ میر میری بات سنو۔“ وہ بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی۔

”شاہ میر یہ سب، سب جھوٹ تھا بیلو می یہ سچ نہیں ہے۔“ شاہ میر نے غائب دماغی سے اسے دیکھا۔

اس نے خود اپنی کانوں سے سنا تھا اور وہ، کیا کہہ رہی تھی وہ سمجھ نہ سکا وہ چلتا رہا۔

”شاہ میر میری بات سنو میں تمہیں سچ بتاتی ہوں وہ سب جو میں نے ممانی کو کہا تھا وہ سچ نہیں تھا۔“ اسے لگا وہ اس کی بات کا اعتبار نہیں کرے گا پھر بھی وہ کوشش کرنا چاہتی تھی اسے روکنے کی کوشش میں اس کا دوپٹہ کہیں گر چکا تھا۔

”شامی تم جانتے ہو میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں میرا یقین کرو۔“ جو بات ابھی تک اسے نہیں بتائی تھی وہ اس نے تب بتائی تھی جب اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

وہ گاڑی کے قریب پہنچ چکا تھا بیا کو پتا تھا کہ وہ غصے میں ہے اور اس نے ایک دفعہ بتایا تھا کہ غصے میں اسے کچھ ہوش نہیں رہتا تھا تبھی وہ اسے روکنا چاہتی تھی۔

”شاہ میر پلیز ایسے نہیں کرو۔“ روتے ہوئے اس نے اسے گاڑی میں بیٹھنے سے روکا۔

پتھر چہرہ سرد تاثرات، نہایت بے تاثر انداز میں اس نے بیا سے ہاتھ چھڑوایا تھا۔

”شاہ میر کہاں جا رہے ہو تم پلیز مت جاؤ پلیز ابھی کہیں مت جاؤ تم اس وقت غصے میں ہو۔“ روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی اسے لگا وہ ابھی گیا تو کبھی نہیں لوٹے گا۔

گاڑی سٹارٹ ہو گئی تھی اس نے پھر بھی آخری کوشش کی تھی اس نے تب اس کی گاڑی کا دروازہ بند نہیں ہونے دیا تھا جب تک اس نے اسے دھکا نہیں دیا تھا۔

وہ گری تھی پھولوں کی باڑ پر شاید اسے اندازہ نہیں ہوا کانٹوں کی وجہ سے اس کی بازو پر بھی خراشیں آئی تھیں، اسے اس وقت اپنی پرواہ نہیں تھی، اس وقت اسے صرف اس کی فکر تھی۔

”میں اسے کال کرتی ہوں میں، میں اس سے معافی مانگتی ہوں وہ میری بات مان جائے گا۔“ وہ اسی حالت میں اٹھی تھی بھاگتے ہوئے کمرے کی طرف جاتے اس کا جوتا کہیں راستے میں ہی رہ گیا تھا۔

ممانی نے حیرت سے اسے دیکھا اسے کیا ہوا تھا انہیں پتا نہیں چل سکا۔

شاہ میر فون رسیو نہیں کر رہا تھا بیل جا رہی تھی بٹ نو ریسپونس، اس نے بار بار فون ملایا، پھر اسے ایک خیال آیا تھا وہ ممانی کا فون ضرور سنے گا وہ ان کی طرف آئی تھی۔

"ممانی، آپ شاہ میر کو فون کریں۔"
انہوں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔
"خیریت؟"
"آپ پلیز اسے فون کریں وہ میری کال نہیں اٹینڈ کر رہا۔" روتے ہوئے اس نے تیزی سے کہا، شاید کوئی لڑائی ہوگئی ہے لیکن اس کی یہ حالت، وہ چونکی تھیں۔

"بیا کیا بات ہے کیا ہوا ہے؟ اور تمہارے بازو پہ یہ خراشیں کیا شاہ میر نے کچھ کہا ہے؟" اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے کہا اب کے لہجے میں نرمی تھی، انہوں نے اسے صوفے پہ بٹھایا۔

"وہ مجھ سے ناراض ہوگیا، وہ ناراض ہوگیا اس نے اعتبار کیا تھا لیکن میں نے سب غلط کر دیا میں ایسی نہیں ہوں اس نے غلط سنا ہے۔" عجیب بے ربط جملے تھے۔

"وہ کہتا تھا اسے ہوش ہی نہیں رہتا غصے میں ...... وہ غصے میں ہے...... وہ...... نہیں...... اسے اگر کچھ ہوگیا...... نہیں...... نہیں میں...... میں مر جاؤں گی شاہ میر...... میں زندہ نہیں رہوں گی۔" انہیں معاملے کی نوعیت کا پتا نہیں چلا تھا مگر کچھ ایسا ضرور تھا جس نے انہیں چونکایا تھا انہوں نے شاہ میر کا نمبر ڈائل کیا۔

بیل جا رہی تھی...... مگر...... وہ اٹینڈ کیوں نہیں کر رہا تھا انہیں تشویش ہوئی۔
"بی بی جی...... بی بی جی۔" ریشم کی پریشان آواز سنائی دی۔
"وہ شاہ میر صاحب...... وہ شاہ میر۔" جملہ اس سے ادا نہیں ہوا۔
"کیا...... ک...... کیا ہوا اسے؟ کیا ہوا شاہ میر کو جلدی بولو۔" وہ تیر کی طرح اس کی طرف لپکی تھیں۔

"وہ ان کا...... ان کا ایکسیڈنٹ...... فون آیا تھا ہاسپٹل میں ہے۔" اس کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر ریشم کے لئے بولنا مشکل ہوا تھا۔
فون ممانی کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرا تھا جبکہ وہ تیورا کر گری تھی۔

☆☆☆

شاہ میر کو اس دنیا سے گئے ہوئے تیسرا دن تھا جب اسے ہوش آیا تھا لیکن اس کی جیسی ذہنی حالت تھی منال کا خیال تھا اسے ابھی ہوش میں نہیں آنا چاہیے تھا۔
"میں کہاں ہوں۔" اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔
"لیٹی رہو۔" منال نے اس کے سوال کا نظر انداز کیا۔
"تم ٹھیک نہیں ہو۔"
"آپ آپ...... میں تو...... ماموں کی طرف تھی۔" اس نے ذہن پر زور دیا۔
"پھر کیا ہوا تھا میں یہ کس جگہ ہوں۔" اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔
"تم ہاسپٹل میں ہو۔"
"ہاسپٹل...... لیکن ہاسپٹل تو شاہ میر۔" ذہن میں جھماکا سا ہوا۔
"آپی شاہ میر کدھر ہے اور وہ ٹھیک ہوگیا؟ مجھے کیا ہوا ہے میں یہاں کیوں ہوں اور شاہ میر کیوں نہیں آیا ادھر۔" انہیں سوالات سے بچنے کے لئے منال نے اس کے بے ہوش رہنے کی دعائیں مانگی تھیں لیکن اس حقیقت کا سامنا اسے کرنا ہی تھا اس نے نظریں چرائیں۔
"آپی...... آپ چپ کیوں ہیں بتائیں نا شامی کدھر ہے اس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا پھر اب۔" کسی انہونی کے خیال سے اس کا دل کانپا تھا۔

"کہاں ہے وہ آپی پلیز بتائیں میرا دل پھٹ جائے گا۔" روتے روتے اس نے اٹھنے کی کوشش کی، منال نے آنسو چھپانے کو چہرہ موڑا۔
"وہ نہیں رہا بیا۔" دل پر جبر کرتے ہوئے انہوں نے جسے اس پہ بم گرایا تھا۔
"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا وہ ایسا نہیں کر سکتا، نہیں آپی وہ ایسا نہیں ہے، اس نے کہا تھا وہ گھر آئے گا امی سے ملنے۔" دائیں بائیں سر ہلاتے ہوئے اسے یقین نہیں آیا تھا منال پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

☆☆☆

بیا گھر آ گئی تھی لیکن اس کی دماغی حالت ٹھیک نہیں تھی، وہ لوگ ابھی تک ماموں کی طرف تھے۔
آج وہ کچھ نارمل لگ رہی تھی جبھی اس نے شاہ میر کے کمرے میں جانے کی فرمائش کی تھی، لیکن وہاں جا کر اس کی حالت پھر خراب ہوگئی تھی اس کی تصویر پر نظر پڑتے ہی اس کی حالت غیر ہو گئی تھی۔
ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اگر یہی صورت حال رہی تو وہ پاگل ہو جائے گی، کمرے سے نکلتے ہی اس نے ممانی کو بولتے سنا تھا۔
"منحوس کلموہی اور پتا نہیں کیا کیا کہا تھا انہوں نے اسے رہی سہی کسر ان کی باتوں نے پوری کر دی تھی ان کا کہنا تھا کہ اس نے شاہ میر کو مار دیا، بھلا وہ کیسے اسے مار سکتی ہے، وہ تو خود بیا کی زندگی تھا، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔" منال اسے کمرے میں لے گئی۔

نظر میں ظلمت بدن میں ٹھنڈک
جمال کتنا عجیب سا تھا
میں اس کی چاہت میں گھر سے نکلا
تو حال کتنا عجیب سا تھا
نہ میں نے اس کو خط لکھے
نہ اس نے میرے پناہ چاہی
دونوں کو اپنی بے خودی پر
ملال کتنا عجیب سا تھا
وہ اپنی راتوں میں چاند دیکھے
میں اپنی راتوں میں اس کو دیکھوں
بدلتے لمحوں میں سوچتی ہوں
وصال کتنا عجیب سا تھا
سفر اکیلے ہی کاٹ لوگے
یہ میں نے پوچھا تو رو دیا وہ
سوال کتنا عجیب سا تھا
جواب کتنا عجیب سا تھا

محبت کو نہ پانا اتنا تکلیف دہ نہیں ہوتا جتنا اس کو پا کر کھونا۔
وہ اس کرب سے گزری تھی اور ٹوٹ گئی تھی اسے دکھ تھا کہ اس نے اس کی بات نہیں سنی تھی یقین نہیں کیا تھا اس کا اعتبار ٹوٹا تھا وہ یہی دکھ لے کر دنیا سے چلا گیا تھا۔
وہ تو چلا گیا لیکن اس کے لئے جینا مشکل ہو گیا تھا ایک جگہ پر بیٹھتی تو شام وہیں گزار دیتی، اس نے اسے دھوکا نہیں دیا تھا وہ صرف ممانی کو تنگ کرنے کے لئے اس نے کہا تھا، کیا پتا تھا اس کے وہ الفاظ اس کا سب چھین لے جائیں گے۔
لوگ کہتے تھے اس کا ذہنی توازن خراب ہو چکا ہے جبکہ وہ اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی اس دنیا میں نہیں رہتی تھی۔
منال کو پتا تھا اسے سنبھلنے میں بہت دیر لگے گی اور ہو سکتا ہے کوئی شاہ میر آئے اور اسے سنبھال لے، لیکن یہ بہت مشکل تھا، منال ناامید نہیں تھی اسے امید تھی کہ ایک دن وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے گی۔

☆☆☆

خزاں کی بارش

فصیحہ آصف خان

محبت خودرو پودے کی طرح دل کے صحرا میں اُگتی ہے، لاکھ اس سے نظریں چراؤ، بھٹکاؤ، مگر یہ آکاس بیل کی طرح پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لیکر اپنا آپ منواتی ہے، کسی ضدی ہٹ دھرم انسان کی طرح، عمر کے اٹھارویں سال صدف بھی اس کی رعنائیوں کی لپیٹ میں آگئی تھی اسے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ کسی کی آنکھ میں اپنا عکس دیکھنا کس قدر طمانیت بخش ہوتا ہے، چاہنے سے زیادہ چاہے جانے کا احساس روح پرور ہی نہیں، حسین بھی لگتا ہے۔

''صدف...... او صدف...... آٹا گوندھ لو، تمہارے ابو کے آنے کا وقت ہو رہا ہے، دیر ہوگئی تو بلاوجہ ڈانٹ پڑے گی، جانتی ہو نا اپنے ابو کے مزاج کو۔'' ماں کی آواز پر صدف خوشنما خوابوں و خیالوں کی دھنک وادی سے چونک کر نکلی۔

''آئی امی۔'' وہ رنگ برنگے خوابوں کو دل میں سمیٹ کر اٹھتے ہوئے بولی۔

سجاد کا خیال و احساس اب ہر دم دل و دماغ پر حاوی رہتا تھا، کتابیں کھولتی تو حرف اس کی شبیہ بن جاتے، آئینہ دیکھتی تو آنکھوں میں اسی کا عکس جھلملانے لگتا، اِدھر اُدھر، یہاں، وہاں ہر سمت سجاد کی صورت رقصاں ہوتی۔

''میں پاگل نہ ہو جاؤں کہیں۔'' وہ بڑبڑائی۔

''آئی...... آئی...... امی جی۔'' ماں کی دوبارہ پکار پر کتاب بند کر کے اب ٹھنڈی سانس بھر کر جوتے پاؤں میں ڈالتے ہوئے بولی اور باورچی خانہ میں آگئی، جہاں شکیلہ سالن کو دم دے رہی ہیں، ہرا دھنیا چھڑک کر چولہا بند کر دیا اور مسکرا کر صدف کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

''تمہاری پسند کا قیمہ مٹر بنایا ہے۔'' صدف لاڈ سے ماں کے گلے جا لگی۔

''اچھا، بس آٹا گوندھ لو، میں مغرب کی نماز پڑھ لوں، عامر نہیں آیا ابھی تک؟ یہ لڑکا بھی نہ بس، کھیلنے جاتا ہے تو کھیل کا ہی ہو جاتا ہے۔'' انہوں نے بارہ سالہ عامر کی بابت زیر لب بات کی اور باورچی خانہ سے باہر چلی گئیں، صدف آٹا گوندھنے لگی، ایک دم یاد آیا تو نمک کی چٹکی آٹے میں ڈالی۔

''اُف کسی نے سچ ہی کہا ہے۔

ساجن کی یادیں بھی کن لمحوں میں آتی ہیں
گوری آٹا گوندھ رہی تھی نمک ملانا بھول گئی

سجاد کا تصور ہر لمحہ ذہن پر حاوی رہتا تھا، وہ مسکراتے ہوئے اس کے تصور سے باتیں کرتے ہوئے کام مکمل کرنے لگی۔

☆☆☆

چار افراد پر مشتمل گھرانہ بہت وضع دار تھا، سعید احمد سرکاری ملازم تھے دو بچے خدا کی رحمت سے انہیں ملے، صدف انٹر کر رہی تھی اور عامر چھٹی کلاس میں، شکیلہ بیگم سلجھی ہوئی خاتون تھیں، گو زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھیں، مگر بے حد رکھ رکھاؤ اور سلیقے والی، نرم خو اور صلح جو، ان کے برعکس سعید احمد بے حد غصیلے اور دوٹوک فیصلہ کرنے والے، تندخو مزاج کے شخص اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ دل کے بے حد اچھے تھے، بچوں سے پیار کرنے والے، ان کی خواہشات اور ضروریات پوری کرنے والے، صدف ان کی لاڈلی بیٹی تھی ذہین اور خوبصورت، پھولین نے حسن دو آتشہ کر دیا تھا، گو ضدی نہ تھی مگر اس کی خواہش پورا کرنا سعید احمد کو اچھا لگتا تھا، پچھلے دنوں اس نے موبائل کی فرمائش کی، تھوڑی محنت کے بعد سعید احمد نے اسے موبائل دلایا، کہ اس کی سہیلیوں کے پاس بھی ہے، شکیلہ نے پہلے تو اس کی مخالفت کی، پھر اس کے اصرار پر چپ ہو گئیں۔

دونوں کو صدف پر اور اپنی تربیت پر اعتماد تھا، وہ کہیں زیادہ آتی جاتی بھی نہ تھی، خریداری کرنے بھی ماں کے ساتھ جاتی، موبائل کیا ملا، صدف کو جیسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی۔

☆☆☆

امتحانات میں تھوڑا ٹائم باقی رہ گیا تھا۔

اس روز وہ کالج سے باہر نکلی تو بائیک پر اسے سامنے کھڑا پایا، پرشوق نظروں سے وہ صدف کو دیکھ رہا تھا، حالانکہ کافی فاصلے پر تھا، مگر اس کی نگاہوں کی مقناطیسیت صدف کو خود پر محسوس ہو رہی تھی، اس نے گھبرا کر دوسری جانب دیکھا اور چادر کو سر پر اور مضبوطی سے اچھی طرح جمالیا اور وین میں آ بیٹھی، مگر اس کی آنکھیں مسلسل صدف کے تعاقب میں تھی، ایسا کئی روز تک ہوتا رہا، ایک دن وہ وہاں نہیں کھڑا تھا، صدف کو خاصا عجیب لگا اندر ہی اندر اک کمی اور بے چینی کا احساس اسے کھائے جا رہا تھا، ایسا کیوں تھا؟ کیا تھا؟ وہ اپنے اس جذبے کو کوئی نام نہ دے سکی، اس روز وین خراب ہوگئی، اف صدف کی تو جان پہ بن آئی، کئی لڑکیاں گھر سے کسی نہ کسی کو بلوا کے جا چکی تھیں، صدف نے شکیلہ کو فون کیا۔

''رکشے میں آ جاتی ہوں امی، اب تو سبھی جا چکی ہیں، ہماری طرف تو کسی کا گھر بھی نہیں ہے۔'' وہ دھیمے سے انداز میں بات کر رہی تھی جبکہ چند گز کے فاصلے پر وہ لڑکا مسلسل اس کی گفتگو کو سن رہا تھا، صدف فون کر کے پیچھے مڑی تو اس کو اپنے قریب کھڑا پایا، وہ بے حد سٹپٹا گئی۔

''میرا نام سجاد رضوی ہے، کافی دنوں سے آپ کو......''

''شرم نہیں آتی آپ کو......'' مارے شرم و غیض کے اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی وہ پھٹ پڑی۔

''غلط نہ سمجھیں، میں کچھ دن پہلے اپنے کسی کام سے کالج آیا تھا تو اتفاقاً آپ پر نگاہ پڑ گئی اور آپ مجھے بے حد اچھی لگی تھیں، مجھے پلیز غلط نہ سمجھیں، یہ...... میرا نمبر رکھ لیں۔'' وہ کاغذ اسے تھما چکا تھا۔

''آیئے میں رکشہ کروا دیتا ہوں۔'' اس سے پہلے کہ صدف کچھ کہتی وہ رکشہ روک چکا تھا، صدف نے علاقے کا نام بتایا اور بیٹھ گئی اب رکشہ آگے آگے اور بائیک پیچھے پیچھے، گویا کوئی محافظ ہو اسے گھر تک پہنچا کر فرض ادا کر دیا تھا۔

صدف ایک ہی بار میں اس کی شرافت کی قائل ہوگئی تب وہ اسے ہاتھ ہلا کر بائیک اڑاتا نظروں سے اوجھل ہوگیا، سجاد کی شرافت نے اپنا آپ منوا لیا تھا، محبت جیسا انمول جذبہ از خود لہو میں گردش کرنے لگا تھا، پھر موبائل پر رابطہ ہوا اور موبائل پر اسکا پہلا پیغام دل کی تنہائیوں میں جاں گزیں ہوگیا۔

موبائل پر رابطہ گویا دل کی تاروں سے جڑا تھا، ایک دوسرے کو مس کئے جانے والے پیغامات، حال دل بیان کرتے تو ملن کی تڑپ بڑھ جاتی۔

سجاد اکثر و بیشتر کالج کے سامنے آن موجود ہوتا، صدف مارے حیاء کے آنکھیں نہ چار کر پاتی، نظریں کیا ملاتی، تب سجاد بے حد تلملاتا اور غصے سے بھرے پیغامات بھیجتا ''کسی دن اٹھا کے لے جاؤں گا۔''

''منہ دھو کے رکھو۔'' وہ جواب دیتی، تو پیغامات کی بھرمار ہونے لگتی، اک سلسلہ چاہت پروان چڑھنے لگا، کتابوں میں دل نہ لگتا تھا۔

سجاد خود اپنے ضروری کام اور پڑھائی چھوڑ کر اس کی ایک جھلک دیکھنے آتا اس کی محبت سے چور، چاہت کے دنوں سے گندھے پیغامات،

ایک بات کی وہ بھی قائل ہوگئی تھی کہ سجاد نے اب تک کوئی ایسی بات نہ کی تھی جس سے اس کی شرافت میں دراڑ پڑتی، وہ کئی بار کہہ چکا تھا کہ تمہاری عزت ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔

خود صدف تو جیسے مجسم شرم و حیاء تھی اور سجاد بھی ایسی ہی لڑکی کو شریک زندگی بنانے کا خواہشمند تھا، سجاد سے بڑی بہن کی شادی طے تھی خود وہ ایم بی اے کا فائنل میں تھا اور نوکری سے پر امید بھی اپنے اور صدف کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ سمجھتا تھا۔

صدف اس پل خود کو بہت بلندی پر محسوس کرتی کہ سجاد جیسا خوبرو پڑھا لکھا انسان، اس کا محبوب اور ہمسفر ہوگا، لب بلا ارادہ مسکرانے لگتے، امتحانات نزدیک آنے لگے تو وہ سنجیدہ ہو گئی، سجاد نے بھی پیغامات کا سلسلہ کم کر دیا، کہ وہ یکسوئی سے پڑھ سکے، مگر اس کی عادت نہ بدلی، صدف کا دیدار کرنے کی۔

☆☆☆

آخری پیپر ختم ہوا اس نے سکھ کا سانس لیا، شکیلہ اور سعید کو اس کی شادی کی فکر ستانے لگی، مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ اس کا دل کسی کو اپنا مان چکا ہے، کاتب تقدیر کا قلم بھی عجیب ہے، اوپر والا دیکھتا ہے سنتا ہے، سب جانتا ہے مگر اس کی مرضی، جو انسان کی سمجھ سے بالاتر ہے، اس شام صدف سجاد کے بے حد اصرار پر اس سے بات کر رہی تھی لگی سجاد کی محبت بھری باتوں پر گال تمتما اٹھے اور لب مسکرا رہے تھے، کہ یکدم شکیلہ اندر آ گئیں۔

اندر کا منظر ان کو ساکت کر گیا، صدف کی گھبراہٹ، موبائل تکیے کے نیچے چھپانے کی ناکام کوشش، خوف الگ داستان سنا رہا تھا اور چہرہ چوری پکڑے جانے کے خوف سے زرد پڑھ گیا تھا، شکیلہ کا مارے غصے کے برا حال تھا، انہوں نے لپک کر موبائل تکیے کے نیچے سے نکالا، دوسری طرف سجاد مسلسل ہیلو، ہیلو کر رہا تھا، شکیلہ نے موبائل آف کر کے اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور اسے ساتھ لے کر سعید احمد کی عدالت میں جا پہنچیں، صدف کا وجود کانپ رہا تھا اور آنے والے وقت کے بارے میں آنکھیں سوچ کر بھر آ رہی تھیں۔

''دیکھئے اپنی لاڈلی کے کرتوت۔'' شکیلہ نے بے تحاشا غصے میں موبائل سعید احمد کی فائلوں کے اوپر رکھ دیا، شکیلہ کی آواز و انداز میں صدف کے لئے بے حد نفرت سی تھی، صدف لرزہ براندام تھی اور آنکھیں مارے ندامت کے جھکی جھکی اشکوں سے لبریز۔

''کیا ہے یہ؟'' سعید احمد نے چشمہ اتار کر موبائل اٹھایا اور نہ سمجھتے ہوئے ماں بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

''میں پہلے ہی اس موذی کے خلاف تھی، یہ کسی لڑکے سے باتیں کر رہی تھی، میں نے خود سنا ہے۔'' شکیلہ انتہائی افسردگی سے کہتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گئیں اور صدف کا سر نیچے ہوتا ہوتا سینے سے جا لگا۔

''آج باتیں ہو رہی تھیں، پتہ نہیں کس کس سے کب سے مل بھی چکی ہو، اُف میں کیسی بے بس و مجبور ہوگئی ہوں، اندھا اعتماد کیا تھا اس پر، بھروسہ، بھروسہ توڑ ڈالا اس نے، دل تو کرتا ہے گلا دبا دوں اس کا یا اپنا۔'' شکیلہ اب سسک رہی تھیں۔

جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہ تھا، جو سچ تھا صدف کو کہنا ہی تھا، سعید احمد بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے، لاڈلی بیٹی کی ہر فرمائش پوری کی، نہ گھر کا ماحول ایسا تھا، کزنز نہ آتے تھے، پھر...... پھر یہ کیا ہوا، کیونکر؟

''کیا سن رہا ہوں میں۔'' وہ اپنے ازلی غصے پر قابو نہ رکھ سکے تھے اور صدف کے منہ پر اک زوردار طمانچہ رسید کیا۔

صدف جسے کبھی پھولوں کی چھڑی سے بھی نہ چھوا تھا، وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی، تب سعید احمد کو ایک دم اپنا کولیگ مقبول حسین یاد آ گیا، جس کی بیٹی دو سال قبل کسی کے ساتھ بھاگ گئی تھی اور مقبول حسین نے خودکشی کر لی تھی۔

''اوہ...... میرے خدایا، گھر سے نکلنا بند کر دو اس کا اور یہ موبائل آج کے بعد اس کے پاس نہ ہو، دفع ہو جاؤ۔'' سعید احمد نے انتہائی غیض سے کہا اور بیڈ پر آ کر بیٹھ گئے، صدف منہ پر ہاتھ رکھتی سسکتی ہوئی باہر چلی گئی۔

''کیا کر دیا اس لڑکی نے، جانے کون ہے؟ ہماری عزت رولتے حیاء بھی نہ آئی، بس کر لیا میں نے فیصلہ، اس کو یہاں سے دور بھیج دیا جائے، عزیز بھائی کے پاس، کچھ عرصہ وہیں رہے گی تو یہ عشق کا بھوت سر سے اتر جائے گا۔''

شکیلہ کے دل پر جیسے برچھی سی چلی، نازوں پلی بیٹی، کچھ بھی تھا، تھے تو چچا، چچی، پرائی جگہ، کبھی صدف اکیلے گئی بھی نہ تھی، اتنی دور...... وہ تڑپ کر بولیں، آنسو بہے چلے آ رہے تھے۔

''میں نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا، تم تیاری کرو اس کی۔'' شکیلہ جانتی تھیں، سعید احمد کا فیصلہ پتھر پر لکیر ہوتا ہے غلطی ان سے ہوئی تھی وہ جانتی تھیں شوہر کے مزاج کو، وہ آرام سے بھی صدف سے پوچھ سکتی تھیں لیکن غصے میں سوچنے کی صلاحیت ختم ہو گئی تھیں۔

پھر غصے میں جلد ہی اس پر عمل درآمد ہو گیا، روتی، سسکتی، تڑپتی، ہاتھ جوڑتی صدف کی کسی نے ایک نہ سنی، سعید احمد خود اسے ایبٹ آباد چھوڑنے آئے، چچی بے حد خشک مزاج کی تھیں، البتہ عزیز چچا بہت اچھے تھے۔

عزیز نے ساری بات سنی تو انہیں بڑے بھائی کا فیصلہ درست معلوم ہوا عزیز کی دو چھوٹی بیٹیاں تھیں، بیٹا کوئی تھا نہیں، نہ کوئی اور خطرہ سعید احمد اگلے ہی روز واپس چلے گئے، مگر صدف کا دل جیسے پتھر کا ہو گیا تھا۔

پاکیزہ محبت کو بھٹکنے کا نام دے کر اس پر حد مقرر کر دی تھی، مقدس رشتے کو تہمت بنا کر دنیا والوں کو ہنسنے کا موقع دیا تھا، والدین نے، کاش وہیں اپنے پاس رکھتے، یوں بات اچھالتے تو نہ، صدف گم سم چپ چاپ بیٹھی رہتی، گویا کوئی اچھوت ہو، زاہدہ چچی ایک ہفتہ تو چپ رہیں، پھر زبان زہر اگلنے لگی۔

''عاشق کی جدائی کا سوگ منا رہی ہو۔'' وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر طنز کرتیں۔

کبھی کچھ کہتیں، تو کبھی کچھ، صدف کا دل تڑپ اٹھتا، خاموش رہتی، مگر اندر ہی اندر روگ لگ رہا تھا، سجاد کی یادیں، اس کی باتیں، محبت چاہت سب اک خواب لگتا، رات سوتے، سسکتے گزرتی، صبح سے چچی کام پہ لگا دیتیں، ماں باپ جیسے بھول ہی گئے تھے یہاں چھوڑ کر، اسے دونوں سے بے حد شکوہ تھا، جو اسے سمجھ نہ سکے، نہ صفائی کا موقع دیا، بس سزا سنا دی، وہ بھی کالے پانی کی، قصور سے زیادہ سزا دی گئی۔

فون آتا تو صدف ہوں، ہاں کر کے رکھ دیتی، کوئی بات کرنے والی تھی ہی نہیں، جب اپنے والدین نے ہی نہ سمجھا تو دوسرے کیا سمجھتے، شکوے روگ بن رہے تھے، اس روز چچی کی بہنیں آئی ہوئی تھیں۔

''ہاں یہی ہے، محبوب کی جدائی میں آنسو بہاتی رہتی ہے، شکل تو دیکھو کیسی معصوم لگتی ہے اور کرتوت......'' چچی کو تو بہانہ چاہیے تھا، عزیز چچا

سے وہ سلام سے زیادہ بات نہ کرتی، دو ماہ ہو گئے تھے، اس کی حالت بدتر ہوتی جا رہی تھی۔

''ارے ایسی لڑکیوں کو تو ''کاری'' کر کے مار دیا جاتا ہے۔'' ان کی ایک بہن بولی، تو باقی بھی ہاں میں ہاں ملانے لگیں۔

باورچی خانے میں اشک پیتی صدف تقدیر کے کھیل پر نوحہ کناں تھی، کہ یکدم دل کے پاس درد کی ایک شدید لہر اٹھی، سانس عجیب انداز میں پھولنے لگی، لڑکھڑاتے ہوئے اس نے اٹھ کر پانی پیا، تو کچھ طبیعت بحال ہوئی، وہ کام سمیٹ کر کمرے میں آ گئی۔

☆☆☆

وقتاً فوقتاً زبان کے نشتر دل پہ گھاؤ ڈالتے جا رہے تھے، تین ماہ میں جیسے وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گئی تھی، اسے سجاد کی جدائی سے زیادہ ماں باپ کے رویے پر دکھ تھا، پھر چچی اور ان کے ملنے جلنے والوں کی زہر آلود باتیں۔

کاش وہ اسے سمجھ لیتے، پوچھ لیتے، گھر سے، بے گھر تو نہ کرتے، حسین وادی میں وہ کسی بے آواز پنچھی کی طرح بھٹک رہی تھی، جو اپنے آشیانے کا پتہ بھول چکا تھا، دل میں اذیت ناک درد شدت اختیار کرتا جا رہا تھا، اگر وہ آرام کی غرض سے لیٹتی تو چچی بے بھاؤ کی سناتیں۔

''کام چور، ہڈ حرام، نامراد۔'' صدف جیسے کان بند کر لیتی، بدقت تمام اٹھتی کام کرتی، مگر ہمت و حوصلہ ٹوٹ چکا تھا۔

کل رات فون پر شکیلہ نے بتایا کہ وہ اس سے ملنے آ رہے ہیں، صدف کے اندر کوئی احساس نہ جاگا، وہ خود کو زندوں میں شمار ہی کب کرتی تھی، آس کے سارے جگنو دکھوں تلے دب کر فنا ہو چکے تھے۔

☆☆☆

''صدف کہاں ہے؟'' عزیز کو جب صدف دکھائی نہ دی تو بیوی سے پوچھا۔

''کمرے میں ہو گی۔'' عزیز اسے بتانا چاہ رہے تھے کہ دو دن بعد سعید احمد اور شکیلہ آ رہے ہیں، زاہدہ کے کہنے پر وہ کمرے میں چلے آئے، دیکھا تو صدف بے سدھ پڑی تھی وہ پریشان ہو کے جلدی سے ڈاکٹر کو بلایا، ڈاکٹر آیا چیک کیا۔

''ہارٹ اٹیک ہے فوراً ہسپتال لے جائیں۔'' عزیز کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے، کئی گھنٹوں کی کوشش کے بعد وہ قدرے ہوش میں آئی۔

شکیلہ رو رو کر آنکھیں سجا بیٹھیں، کہ بیٹی کو کیا ہو گیا، وہ اس کی جدائی میں چھپ چھپ کر روتی تھیں، سعید احمد تو گویا اس کے متعلق کوئی بات ہی نہ کرتے تھے، سفر کیسے کٹا، کچھ پتہ نہ تھا، ہسپتال کے لمبے برآمدے اور راہداری عبور کر کے وہ مطلوبہ کمرے تک آئے۔

اندر صدف ان کی وہ صدف تو نہ تھی، یہ تو کوئی زندہ لاش تھی، جس کی آنکھیں زندگی کی رمق سے خالی ہو رہی تھیں، جیسے چراغ سحر ہو، بجھتا دیا، ٹمٹما رہا تھا۔

''صدف!'' شکیلہ چیخ کر آگے بڑھیں۔

تو صدف نے ذرا کی ذرا آنکھیں کھولیں، شکوے، درد، رنج والم میں ڈوبی نم آلود آنکھیں، اک نگاہ باپ پر ڈالی اور سینے میں اٹھنے والی شدید ترین درد کی لہر نے جیسے بے گانہ کر دیا، جسم کا روح سے ناطہ ٹوٹ گیا تھا، ڈاکٹر آیا اور افسردگی سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا، شکیلہ کے بین اور سعید کے آنسو، نہ بھائی کی سسکیاں اسے واپس لا سکتے تھے، کوئی بھی اسے واپس نہ لا سکتا تھا۔

، کاش والدین کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے سمجھ بوجھ سے کام لیں،

☆☆☆

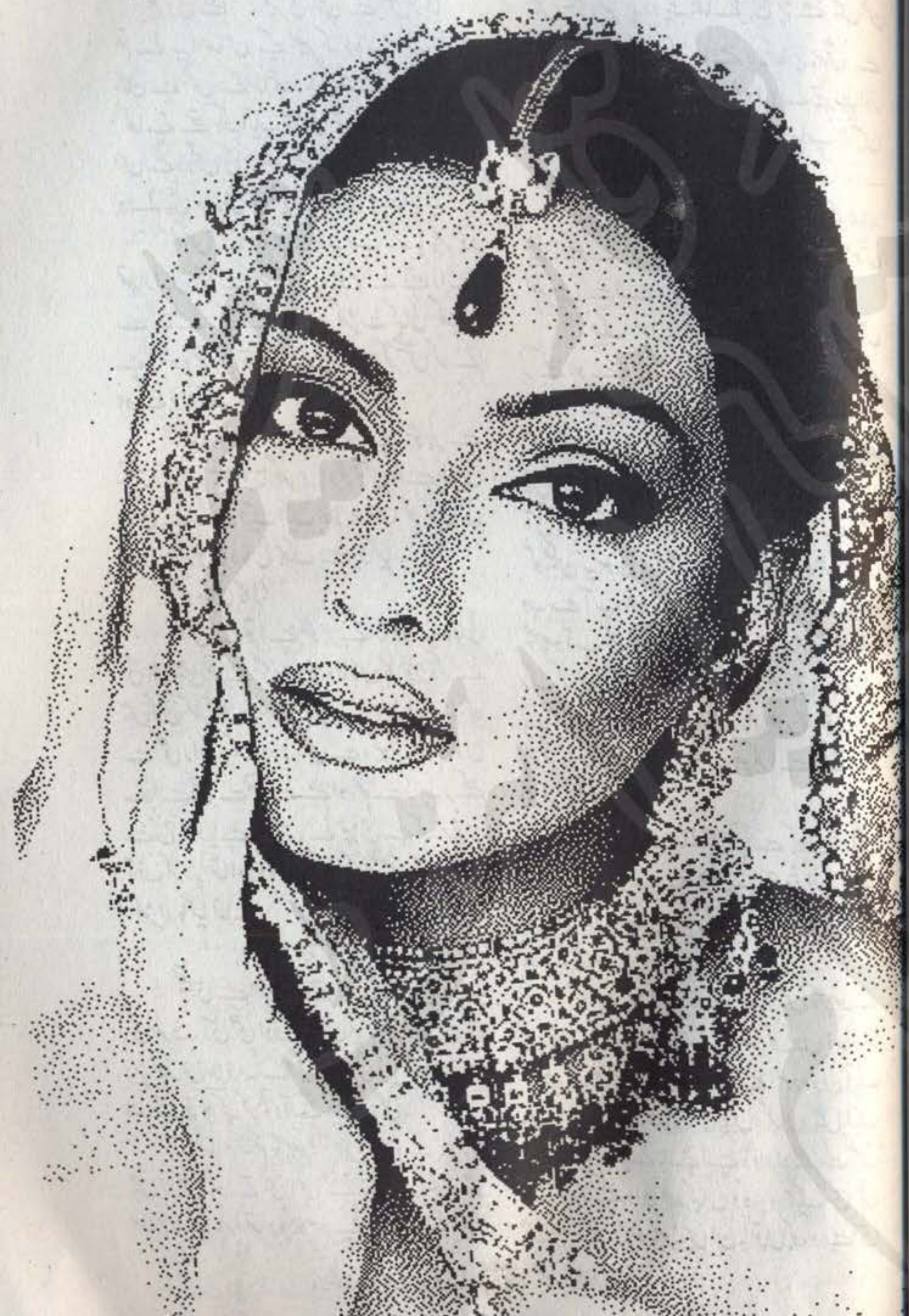

محبت دشت فرقت میں

سحر شیخ

وہ آئینے کے سامنے بیٹھی چہرے پر نائٹ کریم لگا رہی تھی جب موبائل کی بپ نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا وہ جلدی سے ہاتھوں پر ہینڈ لوشن کا مساج کرتی بیڈ کی طرف آئی تھی اور بیڈ پر بیٹھ کر سائیڈ ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھا کر کان سے لگایا تھا۔

''ہیلو!'' اس نے آرام دہ انداز میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی تھی۔

''میں شہروز بول رہا ہوں سماویہ! اتنے دن سے تمہیں کال کرنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن تم میرا نمبر دیکھ کر موبائل آف کر دیتی ہو، اب میں نے نمبر بدل کے فون کیا ہے تو تم نے فوراً اٹھالیا کیوں؟'' دوسری طرف موجود شہروز بخاری نے تیکھے انداز میں اس سے پوچھا تھا سماویہ نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

''کیونکہ میں تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔'' اس کے لہجے میں برسوں کی اجنبیت جھلکنے لگی تھی، وہ حیران پریشان سارہ گیا۔

''لیکن کیوں؟ اتنی بے نیازی کی وجہ......؟'' وہ تیزی سے بولا تھا سماویہ کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''بڑے اسمارٹ بنتے ہو تم شہروز بخاری، وعدے وعہد میرے ساتھ اور عشق کسی اور کے ساتھ؟'' وہ آگ اگلنے لگی تھی شہروز بخاری چند لمحے تو کچھ بول ہی نہ سکا اور جب وہ بولا تو اس کے لہجے میں بلا کی سختی تھی۔

''تمہاری عقل تو ٹھکانے پر ہے، کس سے عشق لڑا رہا ہوں میں بولو؟''

مکمل ناول

''عروئی سے...... میری بہن سے عشق لڑایا تم نے یہ احساس کیے بغیر کہ وہ نہ صرف میری بہن ہے جس کے ساتھ زندگی بتانے کی تم قسمیں کھاتے تھے بلکہ ایک شادی شدہ لڑکی ہے۔'' وہ اس کے ردعمل کی پرواہ کیے بغیر انتہائی سفاکی سے بولے چلی جارہی تھی شہروز بخاری پھٹ پڑا۔

''کس نے کہا تم سے یہ سب کچھ یا پھر خود تمہارا دل مجھ سے بھر گیا ہے جو تم نے مجھے راستے سے ہٹانے کے لئے یہ من گھڑت کہانی گھڑی ہے؟'' وہ خود پر قابو رکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا تھا۔

''تمہاری خاطر اس نے اپنے شوہر سے جھگڑا کیا اور نتیجتاً اپنا گھر برباد کر بیٹھی، اسے طلاق ہوگئی ہے۔'' وہ ایک ایک لفظ جما جما کر بولی تھی شہروز بخاری کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

''اوہ مائی گاڈ!''

''اس نے تو اپنے شوہر کے ساتھ بے وفائی کی ہی لیکن تم نے بھی میری وفاؤں کا خون کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اس لئے پلیز اب نہ مجھ سے کبھی رابطہ رکھنا اور نہ اس سے، کیونکہ گھر والوں نے اسے سختی سے تم سے ملنے اور تم سے رابطہ رکھنے سے منع کر دیا ہے۔'' اس نے تیزی سے کہہ کر فون آف کر دیا تھا اور وہ کچھ کہنے کی کوشش میں ہکا بکا کھڑا رہ گیا تھا۔

☆☆☆

ٹیکسی سے اتر کر وہ تیزی سے اس سیاہ گیٹ کی طرف آئی تھی اور ڈور بیل پر ہاتھ رکھا تھا کچھ دیر بعد ہی ملازمہ نے گیٹ کھول دیا تھا اور اسے اندر آنے کا کہہ کر خود آگے چلنے لگی تھی۔

''السلام علیکم پھپھو!'' مہرالنساء کے بیڈروم میں داخل ہوتے ہی اس نے زوردار انداز میں سلام دے مارا تھا وہ جو صوفے پہ لیٹنے کے انداز میں بیٹھی سر پر دوپٹہ جمائے تسبیح پڑھنے میں مگن تھیں یکدم چونک کر سامنے دیکھا پر جوش سے انداز میں ان کے گلے آ لگی انہوں نے حیرت اور ناگواری سے اسے دیکھا پھر چپ چاپ ٹانگیں سمیٹ کر بیٹھ گئیں۔

''کیسی ہیں پھپھو آپ؟'' وہ ان کے برابر بیٹھتے ہوئے خوشدلی سے بولی تھی وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''ٹھیک ہوں، تم سناؤ؟'' وہ خود کو نارمل رکھتے ہوئے بولی تھیں۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں پھپھو، اتنا عرصہ گزر گیا آپ سے ملے ہوئے پورے چھ ماہ بعد میں آپ سے مل رہی ہوں، قسم سے پھپھو بہت یاد آتی تھیں آپ، بہت جی چاہتا تھا آپ سے ملنے کو لیکن یہ سوچ کے ڈر جاتی تھی کہ شاید عروئی کی وجہ سے آپ مجھ سے ملنے سے انکار نہ کر دیں، پھپھو آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں نا۔'' وہ رک رک کر بولی تھی انہوں نے گہری نظروں سے اس کے حسین چہرے کو دیکھا جیسے کچھ کھوج رہی ہوں پھر فرط جذبات سے مغلوب ہو کر اسے گلے سے لگا کر بھینچ لیا۔

''نہیں سماویہ بیٹا! میں تم سے کیوں ناراض ہونگی؟ بس میرے بیٹے کا نصیب ہی خراب تھا۔'' اپنے آخری جملے پر وہ تلخ ہو گئیں تو وہ جز بز سی ہونے لگی۔

''ہم تو خود آپ سے شرمندہ ہیں پھپھو کے عروئی نے اپنے بسے بسائے گھر کو کیوں اجاڑا؟ کبھی کبھی تو ایسا لگتا ہے پھپھو جیسے ہم دونوں ایک ماں باپ کی اولاد ہیں ہی نہیں، کہاں میں ایک عورت ہونے کے ناطے اپنے وقار اور عزت نفس کا پاس رکھنے والی اور کہاں وہ...... ایک ہی پل میں...... خیر پھپھو چھوڑیں ان باتوں کو، ویسے بھی

ادھڑنے لگتے ہیں۔'' اس نے اداس اور غمگین لہجے میں کہا تھا مہرالنساء اسے حیرت سے جانچتی نظروں سے دیکھنے لگیں وہ کیسے اپنی ہی سگی بہن کے خلاف بول رہی تھی اس نے جب ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات دیکھے تو گڑبڑا سی گئی پھر سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''آپ سوچ رہی ہوں گی پھپھو کہ میں اپنی ہی بہن سے اتنی بدظن کیوں؟ تو پھپھو حقیقت یہ ہ کہ اس نے مجھے بہت مایوس کیا ہے میں نے اسے اس غلط راستے پر چلنے سے روکنے کی بہت کوشش کی، اسے سمجھایا کہ اسجد تمہیں دل و جان سے چاہتا ہے اس کی محبت کی حفاظت کرو، اس کی وفاؤں کا پاس رکھو، ایسا مکمل انسان تمہیں عمر بھر نہیں ملے گا اسے کھونے کی غلطی مت کرو لیکن پھپھو......'' وہ اذیت سے کہتی رک کر انہیں دیکھنے لگی جن کا چہرہ سپاٹ تھا۔

''وہ بہت دور نکل چکی تھی، وہ کہتی تھی کہ اس کے پاس واپس پلٹنے کا کوئی راستہ نہیں بچا، اس کے دل میں اسجد کے لئے کوئی جذبہ نہیں رہا وہ صرف اس کی ہونا چاہتی ہے جو اسے اسجد سے زیادہ چاہتا ہے اور وہ خود بھی اسے......'' آگے وہ کچھ نہ بول سکی اور نظریں جھکا کر اپنے لب کچلنے لگی، مہرالنساء جواب تک ساکت و سامت بیٹھی تھیں سینے سے بوجھل سانس باہر نکال کر کسی غیر مرئی نقطے کو گھورنے لگی۔

''خیر اس نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ اس کے ساتھ ہے لیکن میرا اسجد تو اندر تک ٹوٹ گیا ہے، بہت سمجھایا میں نے اسے کہ وہ عروئی کو بھول جائے ایک خواب سمجھ کر لیکن وہ تو کچھ بھی نہیں سمجھتا، اسی کی یادوں کے زندان میں جلتا رہتا ہے، خدا اسے جلد اس زندان سے رہائی دے۔'' شدت ضبط سے ان کی سرخ ہوتی آنکھیں یکدم بہہ نکلیں تو اس نے ان کے آنسو اپنے آنچل میں سمیٹ لئے۔

''پلیز پھپھو مت روئیں، مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے پھپھو، پلیز مت روئیں، آپ امید رکھیں پھپھو کے اسجد زندگی کی طرف پھر سے لوٹ آئے گا، میں آتی رہوں گی پھپھو، عروئی کی وجہ سے میں کم از کم اپنی اتنی پیاری پھپھو سے ملنا نہیں چھوڑ سکتی، اچھا پھپھو اب میں چلتی ہوں، پھر آؤں گی۔'' وہ اپنی شال اور ہینڈ بیگ سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی مہرالنساء نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''ایسے نہیں...... کچھ کھائے بغیر میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔'' وہ ان کی محبت پر مسکرا دی۔

''نہیں پھپھو آج نہیں، اماں انتظار کر رہی ہونگیں، میں سکول سے سیدھی یہیں آئی ہوں، اپنا خیال رکھیے گا۔'' وہ انہیں خدا حافظ کہتی وہاں سے نکل آئی تھی۔

گھر پہنچ کر اس نے سکول میں کسی وجہ سے دیر ہونے کا بہانہ بنا دیا تھا ورنہ شاید اماں کو پتہ چلتا کہ وہ مہرالنساء کے ہاں گئی تھی تو شاید ان کا ردعمل شدید ہوتا ابا اس وقت گھر پر نہیں تھے واحد لیپ ٹاپ سامنے رکھے بیٹھا تھا اس نے اردگرد کسی کی تلاش میں نظریں دوڑائیں اسے وہ نظر نہ آئی وہ سر جھٹکتی اپنے کمرے میں آ گئی۔

''تیرے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی، رات بھی بازو میں ہلکا سا درد محسوس کر رہے تھے میں سوچ رہی تھی انہیں کسی اور اچھے ڈاکٹر کو دکھا لاؤں۔'' کھانے سے فارغ ہو کر وہ اماں کے کمرے میں آئی تو وہ پریشان سی صورت لئے بیٹھی تھیں وہ پوچھے بغیر رہ نہ سکی اور پھر ان کی بات سن کر اس نے فکرمندی سے انہیں دیکھا تھا۔

"آپ کو کیا ضرورت ہے اماں کہیں کہیں دھکے کھانے کی، میں خود لے جاؤں گی ابا کو، واحد کو بھی ساتھ لے جاؤں گی ہم دونوں ابا کا چیک اپ کروالائیں گے۔" وہ ان کے ہاتھ چوم کر اپنی آنکھوں سے لگاتی ہوئی بولی تو اماں نے اسے سرتاپیر گہری نظروں سے دیکھا یہ ان کی وہی بیٹی تھی جو کبھی انتہائی گستاخ اور بدتمیز بیٹی ہوا کرتی تھی جس کا مزاج ہر وقت گرم رہا کرتا تھا انا غرور اور غصہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آج وہ بالکل اس ساویہ کے برعکس تھی آج وہ سب سے زیادہ کیئرنگ اور ذمہ دار نظر آتی تھی ان کی نظروں میں یکدم ہی عروئی کی شبیہ گھوم گئی وہ بھی ایسی ہی تھی ان کی سب سے فرمانبردار، خوش گفتار اور سگھڑ بیٹی، ان کے دکھ پر مغموم ہو جانے والی اور آج حالات نے اسے صرف ایک کمرے تک محدود کر دیا تھا وہ ماں تھیں کبھی کبھی اس کی یہ ویرانی دیکھ کر ان کا جی چاہتا تھا کہ اسے بڑھ کے گلے سے لگالیں، اس کے چہرے پر چھائی اداسی دور کر دیں لیکن وہ مجبور تھیں کہ جو کچھ اس نے کیا تھا وہ معاف کرنے کے لائق ہرگز نہ تھا کبھی کبھی وہ خود ان کے پاس آ بیٹھتی تھی کبھی ان کے پیر دباتی کبھی ان کے ہاتھوں کو اپنے نرم و نازک ہاتھوں میں لے کر کئی بار بوسہ دیتی اس وقت اس کی آنکھوں میں نمی کی دبیز تہہ ہوتی اور وہ ان کے ہاتھ چھوڑ کر ان اشکوں کو ان سے چھپاتی اپنے کمرے میں بھاگ جاتی ان کے درمیان کام کی بات کے علاوہ کوئی دوسری بات نہ ہوتی اس وقت ان کے دل پہ بھاری ضرب پڑتی اور وہ تکلیف کی شدت سے کراہ اٹھتیں لیکن وہ جانتی تھیں وہ پہلے والی عروئی کو کھو چکی ہیں دوسری طرف ابا کا رویہ بھی اس کے ساتھ پہلے والا نہیں رہا تھا انہوں نے تو اس سے مکمل طور پر ہی قطع تعلق کر لیا تھا ساویہ

کے لئے یہ بات تسکین کا باعث تھی کہ عروئی کو
بہت پیچھے رہ گئی تھی اب صرف وہ تھی جسے چاہا
تھا جس نے وہ مقام حاصل کر لیا تھا جو کبھی عر
کو حاصل تھا اور یہ مقام حاصل کرنے میں ا
بہت سے کٹھن راستوں سے گزرنا پڑ رہا تھا اپ
عادات جو اس سے منسلک لوگوں کے لئے تکلیف
کا باعث تھیں انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی ا
چھوڑنا پڑا تھا بہت سے مراحل اس نے ط
لئے تھے لیکن ابھی آخری مرحلہ باقی تھا اور ا
آخری مرحلے کا تعلق اس انسان سے تھا جس
خواب میں اس کی آنکھیں کئی راتیں لہو روئی تھ
لیکن ابھی تک منزل قریب نہیں آئی تھی بس
کی امید زندہ تھی جو اسے آگے بڑھنے کا را
دے رہی تھی۔

☆☆☆

وہ کافی دیر سے آئینے کے سامنے بیٹھی
سنگھار میں لگی تھی آج ان کی شادی کا تیسرا
اور وہ کہیں مدعو تھے میک اپ کا فائنل ٹچ دے
وہ اپنی شاکنگ پنک کامدار جھلمل جھلمل کر
ساڑھی کے پلو کو سنبھالتی اٹھی اور سامنے ر
صوفے پر آ کر ٹک گئی اس کے خوبصورت
چہرے پر بہت دلفریب مسکراہٹ تھی پنک سا
کا عکس اس کے چہرے پر پڑ رہا تھا جو اس
حسن کو اور بھی دو آتشہ کیے دے رہا تھا غیر ار
طور پر وہ اپنے ہاتھوں میں پڑی رنگین چوڑ
سے کھیلنے لگی اس کے کانوں میں پڑے جگ
جگ مگ کرتے آویزے بڑے بھلے لگ
تھے ابھی وہ کسی کے خوش کن خیالوں میں ہی
تھی جب دو بھاری مردانہ ہاتھوں کا لمس ا
اپنے نازک شانوں پر محسوس ہوا اس کے لب
گئے آنکھیں پوری طرح جاگ اٹھیں چوڑیو
رقص رک گیا اور پیروں میں پڑی پائل ساکن

گئی، کسی نے شوخ جسارت کی تھی اس کے من میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں احساس خوش کن اڑان بھرنے لگا۔

"اسجد!" اس کے لبوں سے پھسلا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے اسجد حدید نے اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کو کہا تھا اور اپنے کالر میں اٹکا پھول نکال کر اس کے سیاہ ریشمی بالوں کی آبشار کا حصہ بنا دیا تھا۔

"آج صرف میں کہوں گا عروئی کریم اور تم سنو گی، میرے دل کی بے چینی محبت کی داستان۔" اسجد حدید نے اس کی پیشانی پر اپنی محبت کی مہر ثبت کر دی تھی، اس کی گھنیری خم دار پلکیں جھکتی چلی گئی تھیں اور ان لمحوں میں اسجد حدید نے اپنی محبت کا ورق ورق اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا تھا۔

"عروئی...... تم میرے جسم سے بچھڑی میری وہ بے چین روح ہو جو بھٹکتی بھٹکتی اپنے اصل مقام تک آ پہنچی ہے۔" خمار آلود لہجے میں بولتا اسجد حدید اس کے کانوں میں رسیلے جذبات انڈیل رہا تھا۔

"اسجد!" اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا تھا یکدم اس نے آنکھیں کھول دیں ویران خالی کمرہ اس کا منہ چڑا رہا تھا وہ اب بھی اسی کے الوژن میں کوئی تھی اس کا چہرہ بھیگتا چلا گیا بیڈ سے اٹھ کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی، کتنی زرد ویران اور کمزور لگ رہی تھی وہ، اس کا پرکشش صبیح چہرہ جو ساویہ کے حسن کے سامنے بھی خاصا جاذب نظر لگتا تھا مرجھانے لگا تھا آنکھیں ویران ہو گئی تھیں اور ان گم شدہ لمحوں کو پکارتے پکارتے زبان شل ہو چکی تھی تھکے تھکے سے وجود میں پہلے جیسی توانائی نہیں رہی تھی اس نے کرسی کی بیک کو مضبوطی سے تھام لیا گویا قدموں سے جان نکل رہی ہو۔

"تم نے مجھے یہ کیا روگ دے دیا اسجد حدید کہ زخموں پر مرہم رکھنے کی کوشش بھی کروں تو اور تکلیف دیتے ہیں بھرنے میں ہی نہیں آتے، لیکن اصل دکھ یہ نہیں کہ تم نے مجھے بے اعتبار کر دیا اصل دکھ تو یہ ہے کہ میری اپنی بہن نے مجھے تمہاری محبت تمہاری ہمراہی سے محروم کر دیا۔" اس کے لب لرزنے لگے اور آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

"پتہ نہیں کون سے جنم کا بدلہ لیا اس نے مجھ سے جس کے ساتھ میں نے کبھی ذرہ برابر بھی برائی نہیں کی، لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ وہ تو کبھی میری تھی ہی نہیں یا شاید تب سے جب سے تم نے اسے چھوڑ کر مجھے اپنایا۔" اس کے ہاتھوں میں رعشہ اترنے لگا وہ تیزی سے چلتی بیڈ کی پائنتی میں آ بیٹھی کمرے میں نیم تاریکی تھی اور اس تاریکی میں اس کے چہرے پر واضح کرب کے سائے پھیلے تھے۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا ساویہ آپی کہ آپ نے میری یہ خطا معاف نہیں کی جو میری خطا تھی ہی نہیں تو میں بھی اسجد حدید سے شادی کے لئے ہاں نہ کرتی میں اپنی محبت چھوڑ دیتی صرف آپ کی خوشی کے لئے، لیکن شاید آپ کا دل اتنا بڑا نہیں تھا کہ آپ مجھے بخوشی میری محبت پانے دیتیں۔" وہ ہچکیاں لے کر رونے لگی تھی یکدم باہر صحن میں بھی بارش موٹے قطروں کی صورت میں برس پڑی تھی اور پھر ساری رات برسی تھی اور وہ ساری رات آسمان اور عروئی کریم مل کر روئے تھے۔

☆☆☆

اسے یہاں آئے ہوئے پورے دو ماہ ہو چکے تھے ہر چوتھے پانچویں دن وہ سکول سے

واپسی پر یہاں کا چکر لگاتی تھی اس وقت بھی وہ یہیں موجود تھی اسجد حدید اور وہ دونوں لاؤنج میں ہی ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے مہر النساء کچن میں کھڑی دوپہر کا کھانا بنانے میں مگن تھیں وہ دونوں ہی ماضی کی بھول بھلیوں میں کھوئے تھے اسجد حدید کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی اور کرب پھیلا تھا۔

''تمہارے مسائل کا ایک ہی حل ہے اسجد کہ تم نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کرو اور گزشتہ لمحوں کو بھول جاؤ۔'' ساویہ جو گہری نظروں سے اس کے نقش نقش کو کھوج رہی تھی سنبھل سنبھل کر بولی تو اسجد حدید نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''یہ سب اتنا آسان تو نہیں ہوتا ساویہ، گزشتہ لمحوں کا سایہ ہماری موجودہ زندگی پر کم و بیش پڑتا تو ہے نا۔'' وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولا تھا ساویہ کو اس کی آنکھوں میں عروٹی کا عکس نظر آنے لگا تو اس کا دل جیسے بند ہونے لگا۔

کئی روز سے جو بات وہ مہر النساء سے کہنا چاہ رہی تھی اس کے لئے اس کی زبان نہیں اٹھتی تھی اسے کسی مناسب موقع کی تلاش تھی اور پھر ایک روز اسے یہ مناسب موقع مل ہی گیا جب وہ ان کے بیڈروم میں ان کے برابر ہی بیڈ پر بیٹھی تھی کہ مہر النساء نے اس کے دل کی بات کہہ دی۔

''اتنے روز سے سوچ رہی ہوں کہ اسجد سے کیسے بات کروں ہر بار کوشش کرتی ہوں پھر لب سی لیتی ہوں کہ شاید وہ میری بات نہ مانے۔'' ان کی آنکھیں دور کہیں خلا میں بھٹک رہی تھیں اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''کیا بات پھپھو؟'' اس نے نگاہیں سوالیہ انداز میں ان کے چہرے پر جما دیں تو وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر دیکھنے لگیں۔

''تم اسے قائل کرو ساویہ کہ وہ کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر لے شاید اس طرح وہ زندگی کی طرف واپس آ جائے۔'' انہوں نے بہت پر امید اور دکھی لہجے میں کہا تھا وہ اضطرابی انداز میں اپنی انگلیاں مروڑنے لگی۔

''لیکن پھپھو صرف اتنا ضروری نہیں ہے بلکہ اسے کسی ایسی لڑکی کی ضرورت ہے جو اسے سب سے زیادہ سمجھتی ہو جو اس کے بہت قریب ہو جو اس کے ماضی سے واقف ہو، تاکہ اسے سمجھنے میں آسانی ہو، کوئی عام لڑکی جو اس کے حالات سے ناواقف ہو اسے کبھی زندگی کی طرف واپس نہیں لا سکے گی۔'' اس نے بڑی چالاکی سے شطرنج کا مہرہ بٹھانے کی کوشش کی تھی وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگیں۔

''مگر ایسی لڑکی میں اس کے لئے کہاں سے لاؤں گی؟''

''مل جائے گی پھپھو، آپ فکر نہ کریں۔'' وہ انہیں تسلی دینے والے انداز میں بولی تھی اور پھر کسی خوش کن نکتے پر سوچنے لگی تھی منزل اسے بہت قریب نظر آنے لگی تھی۔

☆☆☆

آج چاندنی رات تھی دور دور تک ماحول پر اس چاندنی نے اپنا بسیرا کیا ہوا تھا وہ چھت پر ٹہلتی آج پھر ماضی کے خیالات میں گم تھی آج پھر وہ کسی گزشتہ لمحے کی تلخی کے زیر اثر قنوطی ہو رہی تھی احساسات و جذبات پر یاسیت چھائی تھی اس کی سوچ بار بار بوسیدہ لمحوں سے بھٹکتی ابا کے حالیہ رویے کی طرف جا رہی تھی جن کا رویہ کچھ روز سے بدلنے لگا تھا شاید جو محبت گزشتہ لمحوں میں انہیں اس سے رہی تھی وہ پھر سے جاگنے لگی تھی یا پھر شاید وہ اپنی دن بدن بڑھتی ہوئی، بیچاری کے ہاتھوں تنگ آ کر نرم پڑ گئے تھے وہ اس سے کچھ کہنا چاہتے تھے کچھ بہت خاص، ان کی آنکھوں میں

دیکھتے ہی اسے اس بات کا احساس ہونے لگتا تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہی تڑپ اٹھتے ہیں کئی بار انہوں نے اسے کسی نہ کسی کام سے بلایا بھی تھا مگر ان کے لب بولنے کی کوشش میں محض پھڑ پھڑا کر ہی رہ جاتے تھے اسے لگا تھا جیسے قدرت اس کی سزا ختم کرنے جا رہی تھی اس کے اپنوں کا دل اس کی طرف موڑ کر اب تو اماں بھی اسے اپنے پاس بٹھا کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیا کرتی تھیں اس نے کئی بار کوشش کی تھی کہ وہ اصل حقائق کو کھول سکے لیکن وہ جانتی تھی کہ ساویہ نے بہت سوچ سمجھ کر اس پر اپنی سازش کا جال پھینکا تھا جس سے نکلنے کی کوشش میں وہ مزید الجھ گئی تھی وہ اتنی بہادر بھی نہیں تھی کہ اپنے حق کے لئے لڑ سکے سو اس نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا۔

اس نے زندگی میں اور بھی بہت کچھ کھویا تھا لیکن سب سے قیمتی چیز جو اسے پوری دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز تھی وہ اسجد حدید کی محبت تھی جس سے ساویہ نے اسے محروم کر دیا تھا وہ اس کے حق میں اچھی تو کبھی سے بھی نہیں رہی تھی لیکن کوئی بہن اس حد تک بھی گر سکتی ہے یہ تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا اسجد حدید کی محبت آج بھی اس کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہی تھی آج بھی اس کی یادیں اس کے ذہن میں پہلے کی طرح تر و تازہ تھیں آج بھی مصروف بھاگتے دوڑتے دنوں اور سوتی جاگتی راتوں میں وہ اس کے لئے تڑپ اٹھتی تھی جو کام اس نے کیا ہی نہیں تھا، وہ اس کا جرم ٹھہرا دیا گیا تھا تکلیف کی شدت اسے اس وقت زیادہ محسوس ہوتی تھی جب ساویہ اس کی آنکھوں میں احساس شکستگی دیکھ کر فتح مندی سے مسکرانے لگتی تھی اس نے کئی بار اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے شہروز سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ شاید اس کا نمبر دیکھتے ہی موبائل آف کر دیتا تھا کبھی کبھی اسے لگتا تھا کہ شہروز بھی اس کے خلاف اس سازش میں برابر کا شریک ہے تبھی تو وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتا اور پھر تھک ہار کر اس نے خود بھی اس سے دوبارہ رابطہ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا بلکہ اس نے تو اپنے دل و دماغ تک سے اسے جھٹک دیا تھا اس کے ذہن و دل پہ صرف وہ نقش تھا جو کبھی اس کی زندگی میں شامل رہا تھا اور جس کی یادوں کے سہارے ہی اس نے اپنی بقیہ زندگی گزانے کا فیصلہ کیا تھا۔

☆☆☆

''زندگی نہ تو تلخ یادوں کے سہارے گزاری جا سکتی ہے اسجد اور نہ ہی شیریں یادوں کے سہارے، زندگی کو گزارنے کے لئے نہ رشتہ نئے تعلق نئے حالات پیدا کرنے پڑتے ہیں تم یقین کرو اسجد تمہاری زندگی میں ایک نیا ساتھی آنے سے تمہاری گزشتہ تلخیوں کا بھرپور ازالہ ہو جائے گا پھر تم صرف اس کے بارے میں سوچو گے صرف اس کی بات کرو گے صرف اسے چاہو گے۔'' وہ بغیر رکے بولتی جا رہی تھی اسجد حدید جو اپنے کمرے کی بالکونی سے باہر دریچے میں جھانک رہا تھا یکدم اس کی طرف مڑا اور اس کی طرف عجیب نظروں سے دیکھنے لگا وہ مزید کچھ کہتے کہتے رک گئی اور پرامید نظروں سے اسے دیکھنے لگی جس کی لو دیتی آنکھوں نے اسے بہت کچھ سمجھا دیا تھا اس کی خوش کن امیدوں پر پھوار پڑنے لگی تھی۔

''وہ لڑکی تم بھی تو ہو سکتی ہو۔'' یکدم بادل باہر زور سے گرجا تھا اور یکدم ہی آسمان نے پھٹ کر پانی کو جیسے رستہ دے دیا تھا وہ اس کے اس جملے پر حیرت اور خوشی سے اپنی جگہ پر منجمد ہو کر رہ گئی نہ جانے وہ اس سکتے کی کیفیت میں کب تک بیٹھی رہتی جب وہ اس کے سامنے ہی صوفے پر آ

کرنگ گیا تھا اور سرخ دہکتی آنکھیں اس پر جما دی تھیں۔

''تم سمیٹ سکو گی میرے دکھ، تم دے سکو گی میری وحشتوں کو قرار؟'' وہ بڑی آس سے اس سے پوچھ رہا تھا وہ میکانکی انداز میں بیڈ سے اٹھی تھی اور اس کے قدموں میں آ کر بیٹھ گئی۔

''ہاں اسجد حدید! میں سمیٹ لوں گی تمہارے سارے دکھ، تمہاری روح سے زنگ اتار کر پہلے کی طرح صاف شفاف کر دوں گی، تمہاری تنہائیوں میں محفلیں جگا کر تمہیں وحشتوں اور سناٹوں سے نجات دلا دوں گی۔'' وہ نہ جانے کیا کیا بولتی رہی اسجد حدید کھوئے کھوئے انداز میں اسے دیکھتا رہا اور پھر نہ جانے کیا ہوا ساویہ اس کے گھٹنوں پر رکھے ہاتھوں پر اپنا سر گرا کر زار و قطار رونے لگی تھی اسجد حدید کو لگا تھا جیسے اس کے وجود پر بہت دنوں سے جمی برف پگھلتی جا رہی ہے اس کی اداس شاموں میں کوئی رنگ سجانے آ گیا ہے۔

میرے وجود میں بہتا ہے وہ خوشبو کی طرح
میں جو بکھروں تو میرے ساتھ بکھر جاتا ہے

وہ دونوں ایک دوسرے میں گم خاموش لبوں سے اپنا اپنا دکھ کہہ رہے تھے۔

زرد شاموں کی اداسی میں شفق گھول کے وہ
میرے وجود کے سب دکھ چراتا جاتا ہے

☆☆☆

صبح سویرے ابا دکان پر جانے کے لئے نکل رہے تھے کہ وہیں بیرونی دروازے میں ہی انہیں نہ جانے اچانک کیا ہوا تھا کہ وہ دل پکڑ کر بیٹھتے چلے گئے تھے اماں نے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے جو انہیں ایسی حالت میں دیکھا تو دوڑ کر ان کی طرف آئیں ساتھ ساتھ ان کی چیخ و پکار بھی جاری تھی ساویہ اسکول جانے کی تیاری میں مشغول تھی واحد اپنے کمرے میں لیٹا ابھی تک خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا جبکہ وہ حسب معمول کچن میں کھڑی ناشتے کے برتن سمیٹ رہی تھی ایک ہی پل میں سب ان کی طرف دوڑے چلے آئے تھے اور انہیں سنبھال کر جیسے تیسے ان کے کمرے میں لے آئے تھے اماں نے واحد کو ٹیکسی لانے کو دوڑایا تھا وہ مسہری پر لیٹے تکلیف سے بے حال ہو رہے تھے اچانک انہوں نے اپنے سر کو بائیں جانب حرکت دے کر اس کی طرف دیکھا تھا وہ ان کی پائنتی میں بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی انہوں نے اشارے سے اسے اپنی طرف بلایا تھا وہ ٹھٹھک کر انہیں دیکھنے لگی تمام نفوس کو سانپ سونگھ گیا تھا وہ جھکتی ہوئی کسی روبوٹ کی مانند ان کے سرہانے آ کھڑی ہوئی انہوں نے اشارے سے کچھ کہا تو سب نے انہیں پکڑ کر بٹھا دیا ان کی نظریں مسلسل اس پر جمی تھیں ایک ہاتھ ان کا ہنوز سینے پر تھا ہونٹ بھینچے وہ اپنی تکلیف سہنے کی کوشش کر رہے تھے کہ یکدم انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی اور پھر اسے گلے سے لگا کے رو پڑے سب ششدر و ساکت انہیں دیکھ رہے تھے ساویہ کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا تھا اس کی آنکھوں میں چنگاریاں سی بھرنے لگی تھیں یکدم ان کے وجود کو جھٹکا لگا تھا اور ان کا سر ایک طرف کو لڑھک گیا تھا وہ سب ایک ساتھ چیخے تھے اماں اپنے سینے پر دوہتڑ مار کر ماتم کرنے لگی تھیں، اسی لمحے واحد اندر آیا تھا۔

''اماں ٹیکسی آ گئی۔'' وہ کہتے ہوئے آگے بڑھنے لگا پھر ابا کا سفید پڑتا چہرہ ان کی بند آنکھیں اور ان کے گرد بیٹھے نفوس کو دیکھ کر سب کچھ سمجھ گیا۔

''اب کیا فائدہ ٹیکسی کا، وہ تو چلا گیا ہمیشہ کے لئے مجھے چھوڑ کر۔'' واحد کے قدموں کو زمین

ن جکڑ لیا تھا وہ چند لمحے تو ہل نہیں سکا پھر دوڑ کر مسہری کی طرف آیا اور خالی خالی نظروں سے ان کی کھلی آنکھوں میں دیکھنے لگا جو مرنے کے بعد نہ جانے خلا میں کیا ڈھونڈ رہی تھیں ان کا سرد ہاتھ اٹھا کر اس نے اپنے سینے سے لگا لیا اور خود ان کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگا تھا اسے لگا تھا جیسے ایک دم ہی اس کے کندھوں پر کوئی بہت بڑا بوجھ آ پڑا ہو وان کے حصے کی ذمہ داریاں اب اس پر آ پڑی تھیں عروئی جو اماں کو شانوں سے تھامے انہیں چپ کروانی خود بھی ہلکان ہوئی جا رہی تھی اسے لگا تھا جیسے اب تک کے سفر میں اس کے حصے میں جو دھوپ لکھ دی گئی تھی اس میں مزید شدت آ گئی ہو اسے لگا تھا جیسے اسجد حدید کو کھونے کے بعد اس نے زندگی میں ایک بار پھر اپنی قیمتی متاع کھو دی ہو جبکہ ایک طرف وہ حیرت میں بھی مبتلا تھی کہ ابا نے آخری وقت میں اسے اپنی محبت و شفقت کی چھاؤں کیوں عطا کی ایک انہیں اس کی بے گناہی کا یقین آ گیا تھا یا پھر ایسے ہی پدرانہ محبت جاگ اٹھی تھی لیکن یہ خواہش اس کی تشنہ ہی رہ گئی تھی۔

مہر النساء نے جیسے ہی بھائی کی موت کا سنا تڑپ اٹھیں اور تمام رنجشیں تمام باتیں بھلا کر ان کی میت پر چلی آئیں اسجد حدید بھی ان کے ساتھ ہی تھا بچپن سے لے کر آج تک وہ شجاعت کریم کو اپنے باپ جیسے مقام دیتا آیا تھا ان کی موت پر اسے دلی صدمہ ہوا تھا ان کی میت اٹھنے کے بعد وہ مہر النساء کو لینے اندر آیا تھا، جو اماں کو گلے سے لگائے دلاسہ دے رہی تھیں ان کے دائیں طرف ساویہ بیٹھی تھی جو سر جھکائے بے آواز رو رہی تھی سامنے ہی عروئی دیوار سے لگی شال میں لپٹی کھڑی تھی آنسو آنکھوں سے پھسل پھسل کر اس کے صبیح رخساروں کو بھگو رہے تھے اس کے عنابی لب ہولے ہولے لرز رہے تھے یکدم اسے خود پر کسی کی گرم نگاہوں کا احساس ہوا تھا اس نے سر اٹھایا تو اسے سامنے ایستادہ پایا بنا پلکیں جھپکائے وہ اسے دیکھتی رہ گئی، اس کے ساتھ بتائے کتنے لمحے اس کی نگاہوں میں گھوم گئے کوئی خواب گئے لمحوں میں چھناکے سے ٹوٹا تھا وہ تکلیف پھر سے جاگ اٹھی وہ ساکت بے تاثر آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ اپنے قدموں کے مزید کھڑی نہ رہ سکی اور تیزی سے چلتی وہاں سے غائب ہو گئی اسجد حدید نے چونک کر سامنے دیکھا مہر النساء اٹھ کر اس کے قریب آ رہی تھیں ساویہ کی نظر بھی یکدم اس پر پڑی تھی اماں نے بھی سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا لیکن کوئی خاص تاثر دیے بغیر نظریں جھکا لی تھیں وہ ماں کو ساتھ لئے وہاں سے نکل آیا تھا۔

☆☆☆

واحد نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا تھا اور ابا کی دکان سنبھال لی تھی کہ وہ کاروباری دنیا میں اناڑی تھا کاروبار کے اصول و ضوابط سے لاعلم تھا لیکن پھر بھی اسے ہر حال میں اسے سنبھالنا ہی تھا ساویہ نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی کہ وہ اپنی تعلیم بھی ساتھ ساتھ جاری رکھے لیکن اب تعلیم میں اس کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی کیونکہ وہ کاروباری دنیا میں مکمل طور پر اتر چکا تھا۔

آج کل اماں کی حالت بھی نہ گفتہ بہ تھی کبھی ان پر شدید مایوسی اور ڈپریشن کے دورے پڑتے تھے عروئی انہیں سنبھالنے کی کوشش میں ہلکان ہو جاتی جبکہ ساویہ کو اب ان کی ذات سے کوئی خاص دلچسپی نہ رہی تھی ابا کے اس دنیا سے جانے کے بعد وہ خاصی خود مختار اور آزاد ہو گئی تھی رفتہ رفتہ وہ اپنی پرانی جون میں واپس آ رہی تھی وہی ضدی،

اکھڑ او بدتمیزسی سماویہ پھر سے زندہ ہو گئی تھی اماں سے تو وہ ویسے ہی روکھے لہجے میں مخاطب ہونے لگی تھی دوسری طرف عروٰی سے بھی بات بات پر الجھنے لگتی تھی وہ لڑائی جھگڑوں سے دور بھاگتی تھی سوچپ سادھ لیتی واحد پر بھی چھوٹا ہونے کے سبب خوب رعب جماتی مگر وہ بھی کسی سے کم نہیں تھا دو بدو جواب دیتا سو جھگڑا بڑھ جاتا اماں جب کچھ نہ کر سکتیں تو دوپٹے میں منہ چھپا کے رونے لگتیں عروٰی انہیں خاموش کروانے کی کوشش میں خود بھی رونے لگتی۔

''اب کیا اماں سے چپک کے خود کو مظلوم ثابت کرنا چاہتی ہو؟ گھر بسانا تو آیا نہیں اجاڑ کے یہیں آ پڑیں باپ کی جان لینے کے لئے، ان کی پاکیزہ اور بے داغ زندگی پر داغ لگا دیا، جب عشق لڑایا تھا تو چلی کیوں نہیں گئیں اپنے اس محبوب کے پاس۔'' اس کے لفظ تھے یا زہریلے ناگ جو عروٰی کو ڈس ڈس کر زخمی کر رہے تھے وہ تکلیف کی شدت سے چیخ اٹھی۔

''بس کریں آپی! اپنے جرم کو میرا جرم بنانے کے لئے اور کتنا گند اچھالیں گی مجھ پہ؟ آپ اپنی خودی کے زعم میں اس حد تک گر چکی ہیں کہ کھرے کھوٹے کی پہچان بھول گئی ہیں صرف خود کو معتبر اور طاقت کا سرچشمہ سمجھنے لگی ہیں لیکن یہ مت بھولیں کہ وقت کسی کا نہیں بنتا وقت اپنا حساب لے کر رہتا ہے سزا و جزا کا فیصلہ اس دنیا میں ہی کر دیا جاتا ہے اگر میں کسی ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہی ہوں تو تم اپنے کردہ گناہوں کی سزا بھگتو گی، اگر تم نے اپنے سکون کے لئے مجھے بے سکون کیا ہے تو تم سکون حاصل کر کے بھی بے سکون رہو گی، میں نے اپنا فیصلہ وقت پر چھوڑ دیا ہے اور جو احتساب وقت کر سکتا ہے وہ کوئی نہیں کر سکتا۔'' وہ آنسوؤں کی روانی اور بوجھل ہوتے لہجے کے ساتھ بولی، تیزی سے قدم اٹھاتی اپنے کمرے میں چلی آئی تھی سماویہ کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''اونہہ بڑی آئی مظلوم کہیں کی۔'' اس نے بیزاری سے سر جھٹکا تھا اور اپنے غصے کو دباتی نئی پلاننگ کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔

☆☆☆

اسجد حدید اور سماویہ کے تعلقات اس نہج پر آ چکے تھے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے لگے تھے اسجد حدید جس نے عروٰی کو ایک عرصے تک چاہا تھا حتیٰ کہ اسے کھونے کے بعد خود کو اس کی یاد سے جدا نہیں کر پایا تھا سماویہ اس کے قریب آئی تو اسے لگا جیسے وہ رفتہ رفتہ عروٰی کو بھولنے لگا ہے یا شاید اس لئے وہ سماویہ کو اپنے دل میں جگہ دینے پر مجبور ہوا کہ وہ عروٰی کے خیالات سے اس کی یادوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا جو اس سے بے وفائی کر کے بھی آج تک اس کے دل کی مسند پر اسی طمطراق کے ساتھ موجود تھی سماویہ کو عروٰی جیسا مقام دے کر وہ اپنے بے قرار لمحات کو تقویت دینا چاہتا تھا اور اسی مقصد کے تحت جب اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار مہر النساء کے سامنے کیا وہ سنتے ہی اچھل پڑیں ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اسجد حدید ایسی انہونی کے بارے میں بھی سوچ سکتا ہے وہ اس کی اس خواہش کو پورا کرنے پر ہرگز رضا مند نہیں تھیں لیکن اسجد حدید جس طرح کبھی عروٰی کے لئے ڈٹ گیا تھا اس طرح آج سماویہ کے لئے کھڑا ہو گیا تھا اس کی ضد تھی تو صرف سماویہ۔

''اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں اپنی زندگی کو نارمل لوگوں کی طرح گزاروں اور اپنے تنہا روز و شب کو آباد کو لوں تو آپ سماویہ کو میرے لئے لے

لائیں ورنہ میں ساری عمر انہی تنہائیوں اور وحشتوں میں بھٹکتا رہوں گا اور پھر کبھی کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا سوچوں گا بھی نہیں۔'' اسجد حدید نے اٹل لہجے میں کہا تھا مہر النساء دم سادھے اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

''لیکن بیٹا ایسا کیسے ہو سکتا ہے جس لڑکی کو تم نے چھوڑا ہے اسی کی بہن سے......؟'' وہ اپنے حواس مجتمع کرتی بولی تھیں۔

''تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میں شریعت یا قانون کے منافی کام نہیں کر رہا اور پھر اس میں میری خوشی بھی ہے کیا آپ کو میری خوشی عزیز نہیں ہے؟'' وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گیا تھا وہ جو صوفے پر ٹانگیں نیچے کیے بیٹھی تھیں یکدم تڑپ کر اسے دیکھا۔

''تو میری محبت کو آزما رہا ہے اسجد کیونکہ تو جانتا ہے کہ تیری خوشی میری کمزوری ہے میں تیری خوشی کے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں یہی بات ہے نا؟'' وہ خفا خفا سے لہجے میں بولی تھیں۔

''اولاد کی خوشی ہر ماں باپ کو عزیز ہوتی ہے امی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔'' اس کے لہجے میں نہ جانے کہاں سے اتنی خود غرضی سمٹ آئی تھی وہ حیرت اور دکھ سے اسے دیکھتے رہ گئیں ان کی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر گرے اور ان کے آنچل میں جذب ہو گئے۔

☆☆☆

خزاں نے پورے ماحول پر اپنا تسلط جمایا ہوا تھا جامن کے پیڑ کے پتے زرد ہو کر گر رہے اور قدموں تلے کچلے جاتے ہر طرف گرد کی دبیز چادر تھی وہ ان زرد پتوں کے درمیان بید کی کرسی ڈالے بیٹھی بالکل اسی خزاں کا حصہ لگ رہی تھی سفید کاٹن کے سوٹ میں سر پر سفید ہی دوپٹے اوڑھے وہ بہت پاکیزہ اور معصوم دکھائی دے رہی تھی اس کے ملیح چہرے پر اداسی گہری شام کی مانند پھیلی تھی ساکت و سامت بیٹھی وہ درختوں کی خالی شاخوں کو بے تاثر چہرے کے ساتھ دیکھے جا رہی تھی۔

''سماویہ! اسجد کی خواہش ہے۔'' ایک بم تھا جو اس کی سماعتوں پر پھوٹا تھا اس کا چہرہ بھیگتا چلا گیا۔

''میں اپنے بیٹے کی خواہش کے سامنے ہار گئی ہوں۔'' اسے لگا تھا اس کے وجود پر اس کے حساسات پر ہیروشیما کا بم پھٹا تھا جو اپنے پیچھے صرف تباہی و بربادی چھوڑ گیا تھا۔

''اسجد کا کہنا ہے کہ سماویہ کی بھی یہی خواہش ہے۔'' پرانے زخموں کا منہ کھل گیا تھا۔

''میں جانتی ہوں یہ سب صحیح نہیں ہے لیکن میں اپنے بیٹے سے نہیں لڑ سکتی۔'' کسی نے اس کے زخموں پر نمک پاشی شروع کر دی تھی اس کے لبوں سے سسکی ابل پڑی۔

''عروٰی نے میرے بیٹے کے ساتھ بے وفائی کی اس کے جذبوں کے ساتھ مذاق کیا لیکن ہو سکتا ہے سماویہ میرے بیٹے کے لئے خوشی لے آئے۔'' اس کے دل میں کسی نے نیزہ گھونپ دیا تھا وہ یکدم کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور پیڑ سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''مجھے یقین ہے کہ سماویہ میرے بیٹے کے لئے اچھی بیوی ثابت ہو گی۔'' زخم پر پھر سے نیا زخم لگا تھا خود کو گرنے سے بچانے کے لئے اس نے تنا تھام لیا۔

دو روز پہلے ہی تو مہر النساء نے اس دہلیز پر قدم رکھا تھا اس لئے نہیں کہ ان کے دل میں پھر سے بھائی کی بیوہ اور بچوں کے لئے محبت امڈ آئی تھی بلکہ وہ تو اپنے بیٹے کی محبت سے مجبور ہو کر یہاں آئی تھیں اور سماویہ کے لئے اپنا دامن

پھیلا دیا تھا اماں تو بھونچکا ہی رہ گئی تھیں ان کے چہرے پر فکرمندی اور کرب نمایاں تھا۔

''جس گھر سے میری ایک بیٹی اجڑ کے آئی ہے وہاں پھر سے دوسری دے دوں وہ بھی اسی لڑکے کو جس سے میری پہلی بیٹی کو طلاق ہوئی ہو؟'' اماں کی پھنسی پھنسی سی آواز نکلی تھی۔

''معاف کرنا بھابھی! قصور بھی سارا عروئی کا ہی تھا کوئی بھی غیرت مند مرد ایسی عورت کو برداشت نہیں کر سکتا۔'' مہر النساء کی آواز ہتھوڑا بن کے اس کے اعصاب پر برسی تھی جو اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑی ان کی یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔

''اگر میری بیٹی میں عیب تھا تو پھر اسی عیب دار لڑکی کی بہن کو کیوں لینا چاہتی ہو تم؟'' اماں تڑپ کر بولی تھیں کہ خواہ جیسی بھی تھی وہ ان کی اولاد تھی وہ اس کی برائی کو بھی برائی کہہ کر سننے کو تیار نہ تھیں۔

''کیونکہ آپ کی بیٹی سماویہ بھی میرے اسجد سے نکاح کرنا چاہتی ہے، جب وہی اس معاملے کو حساس نہیں لے رہی، جب وہی اپنی بہن کی پرواہ نہیں کر رہی تو آپ بھی بے فکر ہو کر اسے میرے اسجد سے بیاہ دیں، گو کہ میں اسے اپنی بہو کے طور پر قبول تو نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اپنے بیٹے کے سامنے ہار گئی ہوں کہ جوان اولاد بپھرے ہوئے سمندر کی مانند ہوتی ہے جس پر بند نہیں باندھا جا سکتا۔'' ان کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں اور وہ آنچل سے زور زور سے اپنی آنکھیں رگڑنے لگی تھیں۔

ان کے جانے کے بعد اماں نے سماویہ کو اپنے پاس بلایا تھا جو اپنے کمرے میں بیٹھی اپنے بارے میں ہونے والی گفتگو کو بڑے غور سے سن رہی تھی جب وہ ان کے سامنے آئی تو اس کے چہرے پر کسی قسم کی شرمندگی کے آثار تھے اور نہ ہی انداز میں کوئی گھبراہٹ، اماں نے اوپر سے نیچے تک اسے گہری نظروں سے جانچا تھا۔

''کیا واقعی یہ سب سچ ہے؟'' انہوں نے قدرے سخت لہجے میں پوچھا تھا وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی تھی۔

''جی اماں! میں صرف اسجد سے شادی کروں گی وہ نہیں تو کوئی نہیں، میں یہیں اسی دہلیز پر پڑی بوڑھی ہو جاؤں گی۔'' اس نے دوٹوک انداز میں کہا تھا اور پیر پٹختی ہوئی وہاں سے اٹھ کر چلی آئی تھی اماں اس کی ہٹ دھرمی اور بے باکی کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتی رہ گئی تھیں اور وہ جو کسی پتھر کی مانند ساکت کھڑی تھی اپنے بے قابو ہوتے دل کے ساتھ نیچے گرتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

اماں نے بہت سادگی کے ساتھ سماویہ کو اسجد حدید کے نکاح میں دے دیا تھا سماویہ کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی وہ اس وقت اپنے نیم تاریک کمرے میں بچھے قالین پر سر گھٹنوں میں دیے بیٹھی تھی اس کا سفید جارجٹ کا دوپٹہ بے ترتیبی سے شانے پر سے نیچے ڈھلکا تھا بکھرے بالوں کی لٹیں چہرے پر پڑی تھیں اس کے آنسو بے آواز گر رہے تھے۔

''کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی بہن اپنی دوسری بہن کے غموں کی قبر پر اپنی خوشیوں کا محل تعمیر کر لیے؟'' وہ مسلسل اسی ایک نکتے پر سوچے جا رہی تھی یکدم باہر سے آتی آوازیں مدھم پڑ گئی تھیں شاید وہ جا چکی تھی اسجد حدید کی چھاؤں تلے رخصت ہو کر، اس نے آنسوؤں سے بھرا چہرہ اوپر اٹھایا تھا اور پھر برقی رفتار سے ننگے پیر بھاگتی ہوئی باہر آئی تھی بیرونی دروازے سے اندر آتے واحد کی اس پر نظر پڑی تھی اس نے چند لمحے رک کر

اس کے ستے ہوئے بھیگے چہرے کو دیکھا تھا پھر نظریں چراتا آگے بڑھ گیا تھا وہ کچھ دیر یونہی کمرے کی چوکھٹ پر کھڑی رہی پھر دھیرے دھیرے چلتی اماں کے کمرے کی طرف آئی تھی یکدم سسکیوں کی آواز سن کر اس نے بے چین ہو کر اندر جھانکا تھا وہ نیچے فرش پر بیٹھی دوپٹے میں منہ دیے رو رہی تھیں آنسو اس کے گالوں پہ پھر سے لڑھک آئے اسے یک گونہ سکون سا ہوا کہ کوئی ہے جو اس کے لئے رو رہا ہے جو اسے چاہتا ہے جو اس کے دکھ میں شامل ہے اس کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ ان کے پاس جا کر انہیں تسلی دے سکے شاید اس طرح کرنے کی کوشش میں وہ بھی مزید بکھر جاتی سو الٹے قدموں چلتی واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

سردیوں کے اوائل کے دن تھے وہ شال اوڑھے اوپر ٹیرس پر کھڑی تھی اس کے لبوں کو مسکراہٹ چھو رہی تھی پشت پر پھیلے لانبے سیاہ بال گھٹاؤں کی مانند پھیلے ہوئے تھے اس کی دودھیا گلابی رنگت میں سرشاری گھلی تھی اسجد حدید کی قربت نے ان دس دنوں میں اس کی پور پور میں وہ نشے بھر دیا تھا جو بجائے کم ہونے کے مزید بڑھ رہا تھا اس کی ہمراہی سے زیادہ خوشی اسے اس بات کی تھی کہ اس نے عروئی کو شکست دے دی تھی وہ بھی اس میدان میں جس میں پہلے شکست سے دوچار ہو چکی تھی یہ سوچ سوچ کر ہی اس کے وجود میں مستی پھوٹنے لگتی تھی کہ وہ اسے اسجد حدید کی سنگت میں دیکھ کر سلگتے انگاروں پر چلتی ہو گی محبت کا وہ جام جو اسجد حدید کے ہاتھوں اس نے پیا تھا وہ اس کے ہاتھوں سے چھین کر خود لبوں سے لگا چکی تھی ان دس دنوں میں اسجد حدید اپنے سحر انگیز گہرے پر تاثیر لفظ جب وہ اس کی سماعتوں میں انڈیلتا تو اسے لگتا جیسے زمین و آسمان تھم گیا ہو اور یہ جہاں ساکت ہو گیا ہو وہ مبہوت سی اس کی روشن آنکھوں میں جھانکتی رہ جاتی اور پھر اسجد حدید اسے اپنی مضبوط بانہوں میں سمیٹ لیتا اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں اسے لگتا جیسے گرم دھوپ کا سفر ختم ہو گیا اور مرجھائی کونپلیں پھر سے پھوٹ پڑی ہوں۔

موسم نے مزید سرد ہوا ماحول پر پھینکی تو وہ لرزتی ہوئی شال کو اچھی طرح سے اپنے وجود کے گرد لپیٹتی نیچے چلی آئی لاؤنج سے گزرتے ہوئے اس کی نظر مہر النساء پر پڑی جو سامنے ہی اپنے کمرے میں بیڈ پر دراز تھیں آہٹ سن کر اس کی طرف دیکھا تو نگاہوں میں سرد مہری اتر آئی اور وہ یکدم اٹھ بیٹھیں۔

''تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ ہر وقت ٹیرس پر مت کھڑی رہا کرو، سامنے والوں کے گھر میں صرف مرد رہائش پذیر ہیں، آتے جاتے نظر پڑتی ہو گی مگر شاید تمہاری سمجھ میں میری بات نہیں آتی؟'' تیوری پر بل ڈالے سخت لہجے میں بولی تھیں وہ ٹھٹک کر رک گئی یہ کوئی آج نئی بات نہیں تھی جس روز سے وہ اس گھر میں آئی تھی ان کا سلوک اس کے ساتھ ایسا ہی اجنبیت اور تلخی سے بھرپور تھا وہ جو کبھی اس سے بے پناہ محبت و شفقت کا برتاؤ کیا کرتی تھیں اب بدلی تھیں تو صرف اس لئے کہ ان کے خیال میں اس نے اسجد حدید کو بڑی چالاکی سے اپنے شکنجے میں پھنسایا تھا انہوں نے صرف اپنی تنہائی غمزدگی اور یاسیت دور کرنے کے لئے اپنے قریب آنے کی اجازت دی تھی لیکن وہ تو اس کی پوری ہستی پر ہی قبضہ کر بیٹھی تھی اور وہ اس کا یہی جرم معاف کرنے کو تیار نہ تھیں اب بھی وہ سخت نظروں سے اسے گھور رہی تھیں وہ چلتی چلتی ان کے قریب آ گئی

اور کارپٹ پر بیٹھ کر ان کے گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

''آپ مجھے قصور وار سمجھتی ہیں پھپھو...... مجھے؟ جس نے اسجد کو نئی زندگی دی، اپنی زندگی اسے دان کر دی صرف آپ کے اسجد کو نئی زندگی کی طرف لانے کے لئے مجھے تو ایک اچھی اور پرسکون زندگی حاصل کرنے کے لئے اسجد کے علاوہ کوئی اور بھی بہتر شخص مل سکتا تھا لیکن میں نے صرف اسجد کی خاطر قربانی دی۔'' اس نے کچھ پل رک کر ان کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ تھا۔

''اسجد کو میں بچپن سے جانتی ہوں جتنا میں اسے سمجھتی ہوں کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا اس کے احساسات اور جذبات کے لمحہ لمحہ بدلتے رنگ صرف میں پرکھ سکتی ہوں، وہ اتنا ٹوٹا بکھرا شکستہ حال تھا پھپھو کہ میرے علاوہ کوئی دوسری لڑکی اسے جوڑ نہیں سکتی تھی، میں نے اس پتھر کے مجسمے میں جان ڈالی ہے پھپھو اور آپ پھر بھی مجھ سے متنفر ہیں، یقین کریں پھپھو اسجد کبھی بھی میرے دل میں نہیں تھا لیکن ہمیشہ سے ہی ہم اچھے دوست رہے ہیں جو محبت و انسیت مجھے عروٰی سے رہی ہے وہی اسجد سے رہی ہے میرے دل میں اس کے لئے کوئی اور جذبہ یا احساس نہیں تھا، میں جیسی کل تھی ویسی ہی آج ہوں فرق صرف یہ ہے کہ آج میں اسجد کی زندگی میں آ گئی ہوں اس نے مجھے اپنا نام دے دیا ہے۔'' وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھی سر جھکائے اپنی صفائی دے رہی تھی جو بالکل ساکت بیٹھی منجمد تاثرات کے ساتھ اس پر نظریں جمائے تھیں ان کے وجود میں حرکت ہوئی انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے اور اسے اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

''میں اپنے رویے پر شرمندہ ہوں بیٹا! میں تو کسی اور ہی غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی میں بھول گئی تھی کہ تیری ہی وجہ سے تو میرا بیٹا اندھیرے سے روشنی میں آیا ہے، خدا تجھے ہمیشہ میرے بیٹے کی سہاگن رکھے۔'' انہوں نے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی اور اسے گلے سے لگا کر دعائیں دینے لگیں اور وہ دل میں اپنی چالاکی اور کامیابی پر مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

گرمیوں کی تپتی دوپہر میں وہ جلے پیر کی بلی کی طرح کبھی اندر کبھی باہر چکراتی پھر رہی تھی لیکن کسی پل چین نہیں آ رہا تھا جو کچھ ساویہ نے اس کے ساتھ کیا تھا اس نے اس کا رہا سہا چین بھی چھین لیا تھا آنکھیں ہر وقت برسنے کو تیار رہتی تھیں اور لب تو جیسے مقفل ہو چکے تھے قدرت کے تمام وار اکیلے ہی سہے جا رہی تھی کوئی اس کا دکھ سننے والا نہ تھا اماں سے وہ خود ہی اپنے زخم چھپائے پھرتی تھی کہ وہ تو خود زخم خوردہ تھیں قدرت کی ستم ظریفیوں کے ہاتھوں پریشان تھیں رہا واحد تو وہ اپنی دنیا میں مگن تھا اس سے سامنا بہت کم ہوتا تھا۔

''اماں؟'' وہ جائے نماز پر بیٹھی اپنے معمول کی تسبیحات میں مگن تھیں جب وہ بغیر آہٹ پیدا کیے ان کے پاس آ بیٹھی تھی انہوں نے چہرے سے دوپٹہ سرکا کر اسے دیکھا وہ ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھی تھی پلکیں نم تھیں اور ہونٹ لرز رہے تھے ان کے دل کو کچھ ہوا وہ تسبیح چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''کیا بات ہے پتر، یوں بت بنی کیوں بیٹھی ہے، مجھے بتا کیا دکھ ہے تجھے؟'' انہوں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور ہولے ہولے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں اس کے اندر ان کے اس محبت بھرے لمس سے سکون سا اترنے لگا وہ اور بھی شدت سے رو دی۔

''کیا آپ بے خبر ہیں اماں جو میرا دکھ نہیں جانتیں؟'' اس نے اذیت سے سوچا تھا مگر لب وا نہیں کیے تھے۔

''جو دکھ اپنوں سے لگتا ہے نا پتر وہ زیادہ شدید ہوتا ہے وجود کو اندر سے کاٹ کے رکھ دیتا ہے جلن ایسی ہوتی ہے کہ ساری عمر بجائے کم ہونے کے بڑھتی رہتی ہے، میں تو خود حیران ہوں میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی کہ ساویہ نے اپنی ہی بہن کی خوشیاں نگل لیں، اپنے ہی رشتوں کو کھا گئی، اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو ایسی نا ہنجار اولاد کو دیکھ کر اور بھی زیادہ صدمے سہتا اسے، بس پتر صبر کر، صبر میں نجات ہے انسان کی کامیابی ہے۔'' وہ نرمی سے اس کی پشت تھپکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''یہ سب کتابی باتیں ہیں اماں ورنہ صبر کرنے والے کی تو ساری عمر ہی آزمائشیں سہتے گزر جاتی ہے ان کے نصیب کا اندھیرا کبھی چھٹتا ہی نہیں۔'' وہ مایوس اور دلگرفتہ انداز میں بولی تھیں اماں نے تڑپ کے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کے اونچا کیا۔

''نا بیٹا خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، وہ دیتا سب کو ہے پر ہر ایک کو نوازنے کا ایک مخصوص وقت مقرر ہے اس مخصوص وقت کا انتظار کر، تیرا حصہ ملنے میں ابھی دیر ہے مگر ملے گا ضرور، اور جو صبر کے ساتھ انتظار کرتے ہیں اس کی رحمت کا وہ اس کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں۔'' اماں اسے اپنے ساتھ لگائے اپنے نرم نرم الفاظ اس کی سماعتوں کو بخش رہی تھیں اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہونے لگا تھا۔

''اگر انسان کی امید مر جائے نا بیٹا تو اسے دیمک لگ جاتی ہے وہ کھوکھلا ہو جاتا ہے اور ایک روز یہ دیمک اسے نگل لیتی ہے اس کا نشان تک مٹا ڈالتی ہے، امید زندہ رہے تو انسان کو جینے کا آسرا مل جاتا ہے رستے کھلنے لگتے ہیں وجود میں خزاں کی جگہ بہار جنم لینے لگتی ہے اور ایک روز یہی امید انسان کو منزل تک لے جاتی ہے۔'' ان کے ہاتھوں کی حرکت تھم گئی تھی اس نے اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھایا تو انہوں نے اپنے آنچل کے پلو میں اس کے سارے اشک سمیٹ لئے۔

''آنسو جی کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں لیکن انہیں اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہیے، ان پر غلبہ پانا سیکھ، ہمت تیرے اندر خود بخود اتر آئے گی۔'' انہوں نے قطعیت سے کہا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

☆☆☆

وہ سگریٹ پہ سگریٹ سلگائے جا رہا تھا پورا کمرہ دھوئیں سے بھر گیا تھا ایش ٹرے میں ادھ جلے سگریٹ کے ٹکڑے اور راکھ بڑھتی جا رہی تھی وہ کرسی پر بیٹھا اسے آگے پیچھے کی طرف حرکت دے رہا تھا آنکھیں چھت پر مرکوز تھیں سرخ ڈوروں والی تھکی تھکی سی آنکھوں میں گہری اداسی تھی یکدم دروازہ کھلا تھا کوئی دبے پاؤں اندر آیا تھا اس کی متحرک ہوتی کرسی یکدم رک گئی تھی اس کی دروازے کی طرف پشت تھی سو وہ آنے والے کو دیکھ نہیں سکا تھا لیکن قدموں کی چاپ سے آنے والی شخصیت کو پہچان ضرور گیا تھا اس کی خوشبو تو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔

''آج پھر تم یہ دھوئیں کی دنیا بسائے بیٹھے ہو، کم آن شہروز، کیا حماقت ہے یہ، کہاں تو تم سگریٹ کے دھوئیں سے بھی الرجک تھے اور کہاں اب یہ حال ہے کہ رات دن اس دھوئیں میں بسر ہوتے ہیں، کیا حماقت ہے یار؟'' انتظار اس کے سامنے ہی بیڈ پر ٹک گیا تھا شہروز نے اپنی سرخ انگارہ آنکھیں اس کے چہرے پر جما دیں

اور کارپٹ پر بیٹھ کر ان کے گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

''آپ مجھے قصور وار سمجھتی ہیں پھپھو...... مجھے؟ جس نے اسجد کو نئی زندگی دی، اپنی زندگی اسے دان کر دی صرف آپ کے اسجد کو نئی زندگی کی طرف لانے کے لئے مجھے تو ایک اچھی اور پرسکون زندگی حاصل کرنے کے لئے اسجد کے علاوہ کوئی اور بھی بہتر شخص مل سکتا تھا لیکن میں نے صرف اسجد کی خاطر قربانی دی۔'' اس نے کچھ پل رک کر ان کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ تھا۔

''اسجد کو میں بچپن سے جانتی ہوں جتنا میں اسے سمجھتی ہوں کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا اس کے احساسات اور جذبات کے لحہ لحہ بدلتے رنگ صرف میں پرکھ سکتی ہوں، وہ اتنا ٹوٹا بکھرا شکستہ حال تھا پھپھو کہ میرے علاوہ کوئی دوسری لڑکی اسے جوڑ نہیں سکتی تھی، میں نے اس پتھر کے مجسمے میں جان ڈالی ہے پھپھو اور آپ پھر بھی مجھ سے متنفر ہیں، یقین کریں پھپھو اسجد کبھی بھی میرے دل میں نہیں تھا لیکن ہمیشہ سے ہی ہم اچھے دوست رہے ہیں جو محبت و انسیت مجھے عروئی سے رہی ہے وہی اسجد سے رہی ہے میرے دل میں اس کے لئے کوئی اور جذبہ یا احساس نہیں تھا، میں جیسی کل تھی ویسی ہی آج ہوں فرق صرف یہ ہے کہ آج میں اسجد کی زندگی میں آ گئی ہوں اس نے مجھے اپنا نام دے دیا ہے۔'' وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھی سر جھکائے اپنی صفائی دے رہی تھی جو بالکل ساکت بیٹھی منجمد تاثرات کے ساتھ اس پر نظریں جمائے تھیں ان کے وجود میں حرکت ہوئی انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے اور اسے اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

''میں اپنے رویے پر شرمندہ ہوں بیٹا! میں تو کسی اور ہی غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی میں بھول گئی تھی کہ تیری ہی وجہ سے تو میرا بیٹا اندھیرے سے روشنی میں آیا ہے، خدا تجھے ہمیشہ میرے بیٹے کی سہاگن رکھے۔'' انہوں نے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی اور اسے گلے سے لگا کر دعائیں دینے لگیں اور وہ دل میں اپنی چالاکی اور کامیابی پر مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

گرمیوں کی تپتی دوپہر میں وہ جلے پیر کی بلی کی طرح کبھی اندر کبھی باہر چکراتی پھر رہی تھی لیکن کسی پل چین نہیں آ رہا تھا جو کچھ سماویہ نے اس کے ساتھ کیا تھا اس نے اس کا رہا سہا چین بھی چھین لیا تھا آنکھیں ہر وقت برسنے کو تیار رہتی تھیں اور لب تو جیسے مقفل ہو چکے تھے قدرت کے تمام وار اکیلے ہی سہے جا رہی تھی کوئی اس کا دکھ سننے والا نہ تھا اماں سے وہ خود ہی اپنے زخم چھپائے پھرتی تھی کہ وہ تو خود زخم خوردہ تھیں قدرت کی ستم ظریفیوں کے ہاتھوں پریشان تھیں رہا واحد تو وہ اپنی دنیا میں مگن تھا اس سے سامنا بہت کم ہوتا تھا۔

''اماں؟'' وہ جائے نماز پر بیٹھی اپنے معمول کی تسبیحات میں مگن تھیں جب وہ بغیر آہٹ پیدا کیے ان کے پاس آ بیٹھی تھی انہوں نے چہرے سے دوپٹہ سرکا کر اسے دیکھا وہ ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھی تھی پلکیں نم تھیں اور ہونٹ لرز رہے تھے ان کے دل کو کچھ ہوا وہ تسبیح چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''کیا بات ہے پتر، یوں بت بنی کیوں بیٹھی ہے، مجھے بتا کیا دکھ ہے تجھے؟'' انہوں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور ہولے ہولے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں اس کے اندر ان کے اس محبت بھرے لمس سے سکون سا اترنے لگا وہ اور بھی شدت سے رو دی۔

''کیا آپ بے خبر ہیں اماں جو میرا دکھ نہیں جانتیں؟'' اس نے اذیت سے سوچا تھا مگر لب وا نہیں کیے تھے۔

''جو دکھ اپنوں سے لگتا ہے نا پتر وہ زیادہ شدید ہوتا ہے وجود کو اندر سے کاٹ کے رکھ دیتا ہے جلن ایسی ہوتی ہے کہ ساری عمر بجائے کم ہونے کے بڑھتی رہتی ہے، میں تو خود حیران ہوں میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی کہ سماویہ نے اپنی ہی بہن کی خوشیاں نگل لیں، اپنے ہی رشتوں کو کھا گئی، اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو ایسی نا ہنجار اولاد کو دیکھ کر اور بھی زیادہ صدمے سہتا اسے، بس پتر صبر کر، صبر میں نجات ہے انسان کی کامیابی ہے۔'' وہ نرمی سے اس کی پشت تھپکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''یہ سب کتابی باتیں ہیں اماں ورنہ صبر کرنے والے کی تو ساری عمر ہی آزمائشیں سہتے گزر جاتی ہے ان کے نصیب کا اندھیرا کبھی چھٹتا ہی نہیں۔'' وہ مایوس اور دلگرفتہ انداز میں بولی تھیں اماں نے تڑپ کے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کے اونچا کیا۔

''نا بیٹا خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، وہ دیتا سب کو ہے پر ہر ایک کو نوازنے کا ایک مخصوص وقت مقرر ہے اس مخصوص وقت کا انتظار کر، تیرا حصہ ملنے میں ابھی دیر ہے مگر ملے گا ضرور، اور جو صبر کے ساتھ انتظار کرتے ہیں اس کی رحمت کا وہ اس کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں۔'' اماں اسے اپنے ساتھ لگائے اپنے نرم نرم الفاظ اس کی سماعتوں کو بخش رہی تھیں اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہونے لگا تھا۔

''اگر انسان کی امید مر جائے نا بیٹا تو اسے دیمک لگ جاتی ہے وہ کھوکھلا ہو جاتا ہے اور ایک روز یہ دیمک اسے نگل لیتی ہے اس کا نشان تک مٹا ڈالتی ہے، امید زندہ رہے تو انسان کو جینے کا آسرا مل جاتا ہے رستے کھلنے لگتے ہیں وجود میں خزاں کی جگہ بہار جنم لینے لگتی ہے اور ایک روز یہی امید انسان کو منزل تک لے جاتی ہے۔'' ان کے ہاتھوں کی حرکت تھم گئی تھی اس نے اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھایا تو انہوں نے اپنے آنچل کے پلو میں اس کے سارے اشک سمیٹ لئے۔

''آنسو جی کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں لیکن انہیں اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہیے، ان پر غلبہ پانا سیکھ، ہمت تیرے اندر خود بخود اتر آئے گی۔'' انہوں نے قطعیت سے کہا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

☆☆☆

وہ سگریٹ پہ سگریٹ سلگائے جا رہا تھا پورا کمرہ دھویں سے بھر گیا تھا ایش ٹرے میں ادھ جلے سگریٹ کے ٹکڑے اور راکھ بڑھتی جا رہی تھی وہ کرسی پر بیٹھا اسے آگے پیچھے کی طرف حرکت دے رہا تھا آنکھیں چھت پر مرکوز تھیں سرخ ڈوروں والی تھکی تھکی سی آنکھوں میں گہری اداسی تھی یکدم دروازہ کھلا تھا کوئی دبے پاؤں اندر آیا تھا اس کی متحرک ہوتی کرسی یکدم رک گئی تھی اس کی دروازے کی طرف پشت تھی سو وہ آنے والے کو دیکھ نہیں سکا تھا لیکن قدموں کی چاپ سے آنے والی شخصیت کو پہچان ضرور گیا تھا اس کی خوشبو تو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔

''آج پھر تم یہ دھویں کی دنیا بسائے بیٹھے ہو، کم آن شہروز، کیا حماقت ہے یہ، کہاں تو تم سگریٹ کے دھوئیں سے بھی الرجک تھے اور کہاں اب یہ حال ہے کہ رات دن اس دھوئیں میں بسر ہوتے ہیں، کیا حماقت ہے یار؟'' انتظار اس کے سامنے ہی بیڈ پر ٹک گیا تھا شہروز نے اپنی سرخ انگارہ آنکھیں اس کے چہرے پر جما دیں

اور کارپٹ پر بیٹھ کر ان کے گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

''آپ مجھے قصور وار سمجھتی ہیں پھپھو...... مجھے؟ جس نے اسجد کو نئی زندگی دی، اپنی زندگی اسے دان کر دی صرف آپ کے اسجد کو نئی زندگی کی طرف لانے کے لئے مجھے تو ایک اچھی اور پرسکون زندگی حاصل کرنے کے لئے اسجد کے علاوہ کوئی اور بھی بہتر شخص مل سکتا تھا لیکن میں نے صرف اسجد کی خاطر قربانی دی۔'' اس نے کچھ پل رک کر ان کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ تھا۔

''اسجد کو میں بچپن سے جانتی ہوں جتنا میں اسے سمجھتی ہوں کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا اس کے احساسات اور جذبات کے لمحہ لمحہ بدلتے رنگ صرف میں پرکھ سکتی ہوں، وہ اتنا ٹوٹا بکھرا شکستہ حال تھا پھپھو کہ میرے علاوہ کوئی دوسری لڑکی اسے جوڑ نہیں سکتی تھی، میں نے اس پتھر کے مجسمے میں جان ڈالی ہے پھپھو اور آپ پھر بھی مجھ سے متنفر ہیں، یقین کریں پھپھو اسجد کبھی بھی میرے دل میں نہیں تھا لیکن ہمیشہ سے ہی ہم اچھے دوست رہے ہیں جو محبت و انسیت مجھے عروٰی سے رہی ہے وہی اسجد سے رہی ہے میرے دل میں اس کے لئے کوئی اور جذبہ یا احساس نہیں تھا، میں جیسی کل تھی ویسی ہی آج ہوں فرق صرف یہ ہے کہ آج میں اسجد کی زندگی میں آ گئی ہوں اس نے مجھے اپنا نام دے دیا ہے۔'' وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھی سر جھکائے اپنی صفائی دے رہی تھی جو بالکل ساکت بیٹھی منجمد تاثرات کے ساتھ اس پر نظریں جمائے تھیں ان کے وجود میں حرکت ہوئی انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے اور اسے اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

''میں اپنے رویے پر شرمندہ ہوں بیٹا! میں تو کسی اور ہی غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی میں بھول گئی تھی کہ تیری ہی وجہ سے تو میرا بیٹا اندھیرے سے روشنی میں آیا ہے، خدا تجھے ہمیشہ میرے بیٹے کی سہاگن رکھے۔'' انہوں نے بڑھ کر اس کی پیشانی چھوم لی اور اسے گلے سے لگا کر دعائیں دینے لگیں اور وہ دل میں اپنی چالاکی اور کامیابی پر مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

گرمیوں کی تپتی دوپہر میں وہ جلے پیر کی بلی کی طرح کبھی اندر کبھی باہر چکراتی پھر رہی تھی لیکن کسی پل چین نہیں آ رہا تھا جو کچھ سماویہ نے اس کے ساتھ کیا تھا اس نے اس کا رہا سہا چین بھی چھین لیا تھا آنکھیں ہر وقت برسنے کو تیار رہتی تھیں اور لب تو جیسے مقفل ہو چکے تھے قدرت کے تمام وار اکیلے ہی سہے جا رہی تھی کوئی اس کا دکھ سننے والا نہ تھا اماں سے وہ خود ہی اپنے زخم چھپائے پھرتی تھی کہ وہ تو خود زخم خوردہ تھیں قدرت کی ستم ظریفیوں کے ہاتھوں پریشان تھیں رہا واحد تو وہ اپنی دنیا میں مگن تھا اس سے سامنا بہت کم ہوتا تھا۔

''اماں؟'' وہ جائے نماز پر بیٹھی اپنے معمول کی تسبیحات میں مگن تھیں جب وہ بغیر آہٹ پیدا کیے ان کے پاس آ بیٹھی تھی انہوں نے چہرے سے دوپٹہ سرکا کر اسے دیکھا وہ ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھی تھی پلکیں نم تھیں اور ہونٹ لرز رہے تھے ان کے دل کو کچھ ہوا وہ تسبیح چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''کیا بات ہے پتر، یوں بت بنی کیوں بیٹھی ہے، مجھے بتا کیا دکھ ہے تجھے؟'' انہوں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور ہولے ہولے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں اس کے اندر ان کے اس محبت بھرے لمس سے سکون سا اترنے لگا

وہ اور بھی شدت سے رو دی۔

''کیا آپ بے خبر ہیں اماں جو میرا دکھ نہیں جانتیں؟'' اس نے اذیت سے سوچا تھا مگر لب وا نہیں کیے تھے۔

''جو دکھ اپنوں سے لگتا ہے نا پتر وہ زیادہ شدید ہوتا ہے وجود کو اندر سے کاٹ کے رکھ دیتا ہے جلن ایسی ہوتی ہے کہ ساری عمر بجائے کم ہونے کے بڑھتی رہتی ہے، میں تو خود حیران ہوں میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی کہ سماویہ نے اپنی ہی بہن کی خوشیاں نگل لیں، اپنے ہی رشتوں کو کھا گئی، اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو ایسی نا ہنجار اولاد کو دیکھ کر اور بھی زیادہ صدمے سہتا اسے، بس پتر صبر کر، صبر میں نجات ہے انسان کی کامیابی ہے۔'' وہ نرمی سے اس کی پشت تھپکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''یہ سب کتابی باتیں ہیں اماں ورنہ صبر کرنے والے کی تو ساری عمر ہی آزمائشیں سہتے گزر جاتی ہے ان کے نصیب کا اندھیرا کبھی چھٹتا ہی نہیں۔'' وہ مایوس اور دلگرفتہ انداز میں بولی تھیں اماں نے تڑپ کے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کے اونچا کیا۔

''نا بیٹا خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، وہ دیتا سب کو ہے پر ہر ایک کو نوازنے کا ایک مخصوص وقت مقرر ہے اس مخصوص وقت کا انتظار کر، تیرا حصہ ملنے میں ابھی دیر ہے مگر ملے گا ضرور، اور جو صبر کے ساتھ انتظار کرتے ہیں اس کی رحمت کا وہ اس کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں۔'' اماں اسے اپنے ساتھ لگائے اپنے نرم نرم الفاظ اس کی سماعتوں کو بخش رہی تھیں اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہونے لگا تھا۔

''اگر انسان کی امید مر جائے نا بیٹا تو اسے دیمک لگ جاتی ہے وہ کھوکھلا ہو جاتا ہے اور ایک روز یہ دیمک اسے نگل لیتی ہے اس کا نشان تک مٹا ڈالتی ہے، امید زندہ رہے تو انسان کو جینے کا آسرا مل جاتا ہے رستے کھلنے لگتے ہیں وجود میں خزاں کی جگہ بہار جنم لینے لگتی ہے اور ایک روز یہی امید انسان کو منزل تک لے جاتی ہے۔'' ان کے ہاتھوں کی حرکت تھم گئی تھی اس نے اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھایا تو انہوں نے اپنے آنچل کے پلو میں اس کے سارے اشک سمیٹ لئے۔

''آنسو جی کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں لیکن انہیں اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہیے، ان پر غلبہ پانا سیکھ، ہمت تیرے اندر خود بخود اتر آئے گی۔'' انہوں نے قطعیت سے کہا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

☆☆☆

وہ سگریٹ پہ سگریٹ سلگائے جا رہا تھا پورا کمرہ دھویں سے بھر گیا تھا ایش ٹرے میں ادھ جلے سگریٹ کے ٹکڑے اور راکھ بڑھتی جا رہی تھی وہ کرسی پر بیٹھا اسے آگے پیچھے کی طرف حرکت دے رہا تھا آنکھیں چھت پر مرکوز تھیں سرخ ڈوروں والی تھکی تھکی سی آنکھوں میں گہری اداسی تھی یکدم دروازہ کھلا تھا کوئی دبے پاؤں اندر آیا تھا اس کی متحرک ہوتی کرسی یکدم رک گئی تھی اس کی دروازے کی طرف پشت تھی سو وہ آنے والے کو دیکھ نہیں سکا تھا لیکن قدموں کی چاپ سے آنے والی شخصیت کو پہچان ضرور گیا تھا اس کی خوشبو تو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔

''آج پھر تم یہ دھویں کی دنیا بسائے بیٹھے ہو، کم آن شہروز، کیا حماقت ہے یہ، کہاں تو تم سگریٹ کے دھوئیں سے بھی الرجک تھے اور کہاں اب یہ حال ہے کہ رات دن اس دھوئیں میں بسر ہوتے ہیں، کیا حماقت ہے یار؟'' انتظار اس کے سامنے ہی بیڈ پر ٹک گیا تھا شہروز نے اپنی سرخ انگارہ آنکھیں اس کے چہرے پر جما دیں

ڈسا ہوا ہر شخص ایک جیسا نہیں ہوتا، کچھ زخم بھر جاتے ہیں اور کچھ اس زخم کو ہرا رکھنا چاہتے ہیں تا زندگی۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا تھا سماویہ کا رواں رواں کانپ اٹھا تھا، اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔

"کیا چاہتے ہو تم؟" وہ بمشکل گویا ہوئی تھی وہ چند لمحے خاموش رہا اور پھر جب بولا تو اس کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔

"صرف ایک بار تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں، صرف ایک بار، صرف ایک بار تم سے وہ سب کچھ کہنا چاہتا ہوں جو میرے دل میں ہے، صرف ایک بار سماویہ صرف ایک بار میری آنکھوں کے سوکھے دریا کو اپنے دیدار سے سیراب کر دو، صرف ایک بار تمہاری صورت کو تاعمر کے لئے اپنی آنکھوں میں قید کرنا چاہتا ہوں، صرف ایک بار۔" وہ شکست خوردہ لہجے میں بول رہا تھا وہ اپنی جگہ پر بت بن گئی۔

"تم جانتے ہو اب میں کسی کی امانت ہوں اور میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کر سکتی۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی وہ چیخ گیا۔

"امانت اونہہ امانت...... اور جو تم نے میرے جذبوں کے ساتھ خیانت کی تھی وہ......؟"

"سوچ لو سماویہ...... اگر تم اپنی ضد پر قائم رہیں تو میں بھی اپنی ضد نہیں چھوڑوں گا، تم جانتی ہو نا انتظار اسجد کا کتنا قریبی دوست ہے اور وہ میرا بھی اتنا ہی قریبی دوست ہے اور تمہارے اور میرے افیئر سے باخبر بھی۔" اس نے اس کی سماعتوں میں دھما کہ کیا تھا وہ حیرت اور بے یقینی سے گنگ رہ گئی تھی۔

"تم جانتی ہو نا کہ اسجد اس پر کتنا اعتبار کرتا ہے اور وہ میری اور عروئی کی بے گناہی کو ثابت کرے گا اسجد حدید کے سامنے۔" اس نے بڑی ہوشیاری سے اپنا مہرہ صحیح جگہ پے بٹھایا تھا واقعی ہی میں پگھلنے لگی تھی۔

"کب ملنا چاہتے ہو اور کس جگہ پر؟" پریشان سی گویا ہوئی شہروز کے لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔

"اسی ریسٹورنٹ میں جہاں تم نے......" اسے سرعت سے بتاتے یکدم سنجیدہ ہو گیا دوسری طرف موجود سماویہ کو اپنا دل رکتا محسوس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

مطلع صبح سے ہی ابر آلود تھا خنک ہوائیں جسم کو چھو کر گزرتیں تو یکدم ہی ٹھنڈ کا احساس ہوتا کیونکہ موسم بدلنے لگا تھا سرما کی آمد آمد تھی اور آج تو لگ رہا تھا اگر بارش برسی تو موسم بہت زیادہ سرد ہو جائے گا شام ڈھل رہی تھی واحد ابھی تک گھر سے باہر تھا وہ اماں کو کھانا دینے کے بعد برتن سمیٹ کر لے گئی اور پھر ان کے لئے چائے چلی آئی چائے کی پیالی انہیں تھماتے ہوئے وہیں انہی کے پاس ہی ان کے برابر میں بچھے پلنگ پر ٹک گئی۔

"آج تو بارش ہو گی اماں، موسم کافی خطرناک ہو رہا ہے۔" وہ انہیں موسم کی صورت حال سے آگاہ کرتی ہوئی بولی تھی کیونکہ پچھلے کئی گھنٹوں سے وہ اپنے کمرے میں بند پڑی تھی اس کی بات پر انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں بارش ہو گی تو موسم بھی بدلے گا، ٹھنڈ بڑھ جائے گی اور میرے جوڑوں میں اور زیادہ درد ہونے لگے گا۔" انہیں اپنی فکر ستانے لگی تھی بھی ان کا نحیف وجود دیکھ کر دکھی سی ہو گئی۔

"آپ فضول میں ٹینشن جو پالتی رہتی ہیں کبھی کسی بات کو تو کبھی کسی بات کی۔" اس نے خفگی سے کہا تھا انہوں نے سرد آہ کھینچی۔

"ٹینشن پالی نہیں جاتی پتر، ہو جاتی ہے خود رو پودے کی طرح خود ہی پلتی بڑھتی رہتی ہے ایک جائے تو دوسری پیدا ہو جاتی ہے، سب سے زیادہ تو مجھے تیری فکر ہے، جوان جہان ہے اتنی لمبی حیاتی اکیلے کیسے کاٹے گی؟" انہوں نے فکر مندی سے اس کے صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ نظریں جھکا کر انگلیاں مروڑنے لگی۔

"آپ کیا جانیں اماں، میرے دل میں تو صرف ایک ہی شخص آباد ہے اور رہے گا، اس کے علاوہ نہ کسی کو سوچا نہ سوچ سکتی ہوں۔" وہ سر جھکائے سوچتی رہی مگر لب وا نہ ہوئے۔

"صبح پڑوسن حاجرہ آئی تھی کہہ رہی تھی میرا چچازاد بھائی سولہ جماعتیں پاس ہے، شکل صورت کا بھی صحیح ہے، گھر بار بھی اپنا ہے اماں ابا حیات نہیں اپنا کاروبار ہے اس کا، آپ کہو تو میں بات چلاؤں، پر میں نے روک دیا کہ پہلے تیری مرضی جان لوں تا کہ تو بعد میں مجھے دوش نہ دے، سوچ لے بٹی، اچھے موقعے بار بار نہیں ملتے، ایک طلاق یافتہ کے لئے ایسا اچھا بر مل جائے یہ بھی بڑی بات ہے، ایسا نہ ہو کبھی بالکل ہی رشتے آنا بند ہو جائیں۔" اماں اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھیں اس نے سر اٹھا کر انہیں ایسے دیکھا جیسے بہت اذیت سے گزر رہی ہو اس کے چہرے پر کرب کے سائے پھیل رہے تھے۔

"مجھے نیند آ رہی ہے اماں، میں سونے جا رہی ہوں۔" وہ بہانہ بنا کر اٹھ کھڑی ہوئی اماں نے اسے خفگی سے گھورا۔

"تو ہمیشہ میری یہ بات سنتے ہی اٹھ کر چلی جاتی ہے، ایک وقت آئے گا جب تجھے میری بات نہ ماننے کا افسوس ہو گا۔" وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی تھیں وہ مرے مرے قدم اٹھاتی وہاں سے چلی آئی تھی۔

ہم نے آنکھوں میں کوئی خواب جگا رکھا ہے
اب بھی سینے میں تیرا درد رچا رکھا ہے

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ بیڈ پر یوں آ کر بیٹھی تھی کہ آئینہ بالکل سامنے تھا اس نے اپنے سادہ سے حلیے پر یونہی نظر ڈالی بغیر لالی کے ہونٹ بغیر آویزوں کے کان، بغیر کاجل کے آنکھیں اور بکھرے بالوں کی چند الجھی لٹیں، کبھی وہ وقت تھا کہ اسجد حدید کو وہ اس حلیے میں نظر آ جاتی تو وہ ہنس کر ٹوک دیتا۔

"کیا کسی کے سوئم میں جا رہی ہو جو یہ اجڑا، ویران حلیہ بنا رکھا ہے۔" اس کا گمبھیر دلکش لہجہ اسکی سماعتوں میں اتر آیا تھا آنکھوں میں ڈھیروں ڈھیر پانی اتر آیا اور آج یہ وقت تھا کہ کوئی اسے ٹوکنے والا نہیں تھا اس کی نظریں اپنی سونی کلائیوں پر گئیں جو کبھی چوڑیوں سے بھری رہا کرتی تھیں کسی نے اس کا دل مٹھی میں لے کر مسل دیا اس کی ہچکی بندھ گئی۔

"تمہاری یہ بانہیں مجھے ہمیشہ بھری نظر آنی چاہئیں، میں سوچ رہا ہوں تمہارے لئے چوڑیوں کا ایک اسٹال خرید لوں۔" ایک بار اس نے اس کی بھری کلائیوں کو اپنے لبوں سے چومتے ہوئے کہا تھا۔

"میں کیا کروں اسجد حدید تمہارے بعد دل کسی اور کو اپنے اندر اترنے ہی نہیں دیتا، زندگی چاہے بیس سال آگے چلی جائے یا تیس سال تمہارے علاوہ اس میں کسی اور کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔" اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو کھوجتے ہوئے وہ اس کی رفاقت میں گزرے روز و شب میں کھو گئی تھی پھر کچھ یاد آنے پر نظریں آئینے پر جما دی تھیں۔

"تمہیں بھی تو دعویٰ تھا نا اسجد حدید کہ میرے علاوہ کوئی تمہارے دل کی سرزمین پر نہیں

اتر سکتا تو پھر ساویہ آپی......؟'' وہ سوچتے سوچتے رک گئی تھی اسے یاد آیا تھا ابھی نو دس دن پہلے وہ اماں سے ملنے آئی تھی کتنی خوش اور تر و تازہ دکھائی دے رہی تھی پہلے سے بھی زیادہ دلکش اور حسین ہو گئی تھی اس کے لبوں سے ہنسی پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی تھی وہ جیسے ہی اس کے سامنے آئی تھی اس نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا کسی فاتح کی طرح، کتنی حقارت تھی اس کی آنکھوں میں اس کے لئے، ایک چبھتی ہوئی جتاتی ہوئی مسکراہٹ مسلسل اس کے لبوں کا احاطہ کیے تھے وہ الٹے قدموں اپنے کمرے میں واپس لوٹ آئی تھی۔

اسجد یہاں کبھی اس کے ہمراہ نہیں آیا تھا اور وہ شکر ہی کرتی تھی کہ وہ اسے دیکھ کر مزید بکھر جاتی ساویہ نے بھی شادی سے لے کر اب تک محض دو تین چکر ہی لگائے تھے اور جہاں تک عروی کی سوچ جاتی تھی تو اسی کی وجہ سے یہاں زیادہ آنا پسند نہیں کرتی تھی اماں اس سے ملکر کچھ خاص خوش نہیں ہوتی تھیں، شاید انہیں اس کا آنا اچھا نہیں لگتا تھا وہ محض دو تین باتیں کر کے چپ سادھ لیتی تھیں اس روز وہ اس کے پاس آئی تھی جب وہ بیڈ پر گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھی آہٹ پر چونک کر سر اٹھایا تو وہ تیکھی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

''بہت دکھ ہوتا ہوگا نا تمہیں مجھے اسجد حدید کی زندگی میں دیکھ کر؟ مجھے بھی کبھی بہت اذیت پہنچتی تھی تمہیں اسکے ساتھ دیکھ کر، چاہا اسے میں نے تھا اور چھین لیا تم نے، لیکن جس کی چیز ہوتی ہے اسے مل جاتی ہے وہ میرا نصیب تھا اور مجھے مل گیا، اب تم روتی رہو تا عمر اور خود ہی اپنے آنسو پونچھتی رہو۔'' وہ سفاک لہجے میں بولی تھی، اس نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

''تمہاری جگہ اس نے نئی تصویر سجالی ہے جو میری ہے اور وہ اسے سینے سے لگا کر رکھتا ہے۔'' اس نے دل جلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''خوش رہو آباد رہو اپنی یادوں کے قبرستان میں۔'' وہ پنسل ہیل سے ٹھک ٹھک کرتی وہاں سے چلی گئی تھی اور وہ اس کے لفظوں کی آگ میں جھلسنے لگی تھی۔

''تم واقعی خوش نصیب ہو ساویہ کہ دکھ دے کے بھی خوشیوں کی حق دار ٹھہریں اور میں اپنا سب کچھ دان کر کے بھی خالی ہاتھ رہ گئی۔'' دکھ سے سوچتے ہوئے وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں الجھنے لگی تھی چاروں اور اسے اندھیرا پھیلتا محسوس ہوا تھا خوف سے اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔

☆☆☆

جیسے ہی وہ ہوٹل کے خنکی زدہ ماحول میں داخل ہوا تھا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا تھا وہ بالکل سامنے والی ٹیبل پر اردگرد سے بے خبر سر جھکائے بیٹھی تھی انگلیاں اضطراری انداز میں ٹیبل کو کھرچ رہی تھیں آج کتنے عرصے بعد وہ اس سنگدل لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو چھوڑ کر چلے جانے کے بعد بھی اس کے دل کے مندر پر پورے استحقاق سے براجمان تھی اس کے وجود میں پھر سے وہی مانوس سا درد اترنے لگا اس کی طرف بڑھتے قدم کمزور پڑ گئے وہ کیسے اس کا سامنا کرے گا خود کو کیسے بہکنے سے روک پائے گا جس کا روپ آج بھی آنکھوں کو تراوٹ بخش رہا تھا اس پر یکدم ہی دیوانگی سی طاری ہونے لگی تھی خود کو بمشکل سنبھالتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کی طرف آیا تھا اس نے جیسے ہی سر اٹھایا اسے اپنے بالکل سامنے کھڑا پایا وہ چیئر گھسیٹ کر بیٹھ رہا تھا اس کی ہتھیلی میں پسینہ اترنے لگا بے چینی سے اس نے پہلو بدلا تھا لیکن پھر خود کو کمپوز کرتے ہوئے اعتماد سے اس کی

طرف نگاہیں جما دی تھیں، جس کا حلیہ مجنوؤں جیسا ہو رہا تھا بڑھی ہوئی شیو، آنکھوں کی لالی بہت کچھ کہہ رہی تھی اس نے یکدم ہی نگاہیں پھیر لیں کہ اس کی آنکھوں میں ڈھیروں شکوے تھے وہ ٹرانس کی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا جب اس نے اسے خواب سے جگایا تھا۔

''جو کہنا ہے جلدی کہو، مجھے جانا ہے۔'' وہ رکھائی سے بولی تھی شہروز اس کے اکھڑے اکھڑے سے رویے پر ہولے سے مسکرایا تھا۔

''باتیں تو اتنی ہیں کہ نہ جانے کتنی صبحیں اور کتنی شامیں گزر جائیں مگر لفظ ختم نہ ہوں، لیکن اس وقت میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ بہت پرانا حساب چکانا ہے تم نے میرا، میرا قرض ہے تم پر جو تم نے ادا کرنا ہے۔'' وہ سپاٹ لہجے میں کہتا اپنی جینز کی پاکٹ سے سگریٹ اور لائٹر نکال کر اسے گہری نظروں سے گھور رہا تھا ساویہ کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا وہ اب لائٹر سے سگریٹ سلگا کر لمبے لمبے کش لے رہا تھا سگریٹ کے دھوئیں سے اسے بے چینی ہونے لگی۔

''یہ سگریٹ بھی تمہاری یادوں کا دیا ہوا تحفہ ہے جس کے دھوئیں میں نہ جانے اپنے کتنے غم اڑا دیتا ہوں مگر کمبخت پھر سے پلٹ آتے ہیں غم جو ہوئے۔'' اب وہ طنز سے ہنس رہا تھا۔

''تمہیں یاد ہوگا ساویہ اسی ہوٹل میں ایک بار میں اور عروی تمہارے انتظار میں سوکھ رہے تھے مگر تم نے عین وقت پر دغا دے دیا تھا، تم نہیں آئی تھیں، یاد آیا کچھ؟'' لگتا تھا آج وہ سارے حساب بے باق کرنے کو بیٹھا ہے اس کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا وہ بار بار پہلو بدل رہی تھی۔

''میں یہاں ماضی کی راکھ کریدنے نہیں آئی، تم نے اگر یہی سب کچھ کہنے کے لئے مجھے یہاں بلایا ہے تو میں مزید ایک سیکنڈ بھی یہاں نہیں رکوں گی۔'' وہ کرسی دھکیل کر اٹھنے لگی تو شہروز نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے نازک مرمریں ہاتھ پر پوری قوت سے رکھ دیا وہ کمزور شاخ کی طرح ڈھے گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''تمہیں یہاں بلانے کا میرا مقصد پورا ہو گیا ہے۔'' وہ استہزائیہ ہنسا تھا وہ الجھن زدہ نظروں سے اسے گھورنے لگی اسی پل پیچھے سے کسی نے اپنے مضبوط ہاتھ میں اس کا بازو دبوچ لیا تھا وہ اس اچانک حملے کے لئے تیار نہ تھی اس لئے حواس باختہ ہو کر صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی شہروز نے ایک چبھتی ہوئی نظر اس کی پشت پر کھڑی شخصیت پر ڈالتا وہاں سے چلا گیا تھا اس کے آہنی ہاتھوں کی شکست میں پھڑ پھڑانے لگی تھی جو اسے کھینچتا ہوا وہاں سے لے گیا تھا۔

گاڑی کو فل اسپیڈ میں اڑاتا ہوا وہ گھر تک پہنچا تھا اور اسے بیڈ روم میں لے جا کر بیڈ پر پٹخ دیا تھا اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا لب بھینچے ہوا سے جتاتی نظروں سے گھور رہا تھا وہ ابھی تک سکتے کی حالت میں بیٹھی اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے لئے لفظ ڈھونڈ رہی تھی۔

''تو تمہارا اصل چہرہ یہ ہے۔'' اس کے لبوں سے پہلا جملہ یہی نکلا تھا وہ یک دم ہی کسی انجانے خوف کا شکار ہو گئی تھی اس کی چھٹی حس نے اسے کسی ممکنہ خطرے سے خبردار کیا تھا وہ اپنے سینے میں پھڑ پھڑاتے دل کو بمشکل سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''کیا...... کیا مطلب اسجد...... آپ جو سمجھ رہے ہیں اسجد وہ محض آپ کی آنکھوں کا دھوکا ہے، حقیقت کچھ اور ہے۔'' وہ دل ہی دل میں لفظ ترتیب دیتی ہوئی بولی تھی، اسجد حدید کی پیشانی کے بلوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔

''حقیقت یہ ہے کہ وہ تمہارا پرانا عاشق ہے۔'' وہ سرد اور سپاٹ لہجے میں بولا تھا وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑی تھی۔

''نہیں اسجد...... میں......'' اس نے بولنے کی کوشش کی مگر لب صرف پھڑ پھڑا کے رہ گئے وہ جو اتنی آسانی سے جھوٹ بول دیا کرتی تھی آج زبان لڑکھڑانے لگی تھی وہ اسے سخت نظروں سے گھورتا چیخ پڑا۔

''شٹ اپ!'' اس کے لہجے میں اس کے لئے تحقیر تھی۔

''مجھے افسوس ہے تو صرف اس بات کا کہ میں نے عروئی جیسی بے مثال اور مکمل لڑکی کو کھو دیا۔'' اسجد حدید کے قدم لڑکھڑانے لگے تھے خود کو سنبھالتے ہوئے وہ صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا تھا اس کی نظریں قالین پہ بھٹک رہی تھی۔

''میں نے اتنا بڑا گناہ کر دیا، اتنا ظلم کیا اس کے ساتھ، اتنا ارزاں سمجھا اسے اور وہ چپ چاپ سہہ گئی شاید اگر وہ اپنی صفائی میں کچھ کہتی بھی تو میں یقین نہ کرتا کیونکہ تمہارے پھیلائے ہوئے جال میں وہ بری طرح پھنس چکی تھی۔'' وہ زہر خند لہجے میں بولا تھا اسجد حدید نے اسے عرش سے فرش پہ دے مارا تھا وہ ویران آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''کیوں کیا تم نے ایسا وہ بھی اپنی سگی بہن کے ساتھ اپنے اتنے قریبی رشتے کے ساتھ؟'' وہ ٹوٹے بکھرے لہجے میں بول رہا تھا اس کی آنکھوں میں واضح نمی تھی کمرے کے خاموش ماحول میں اس کی آواز کی گمبھیرتا اس کی سماعتوں پر ہتھوڑے کی مانند لگ رہی تھی یکدم اس کے وجود میں حرکت ہوئی تھی وہ کسی روبوٹ کی مانند چلتی اس کے قدموں میں آ گری تھی اسجد حدید نے حیرت اور ناگواری سے اس کی اس حرکت کو دیکھا تھا۔

''میں نے یہ سب کچھ تمہیں پانے کے لئے کیا اسجد صرف تمہیں پانے کے لئے۔'' وہ اس کے گھٹنوں پر سر رکھ کر رونے لگی تھی، وہ اس کے اس انکشاف پر بھونچکا رہ گیا۔

''ہوش کی سیڑھی پر پہلا قدم رکھتے ہی جو میرے دل میں اترا وہ تم تھے اسجد صرف تم تھے، مجھے لگتا تھا تم میرے ہو، صرف میرے لئے بنے ہو، مجھے یقین تھا تم بھی صرف مجھے سوچتے ہو، تمہارے دل میں صرف میں ہوں، میں تمہاری سنگت میں سنہرے خواب بنتی گئی لیکن جب......

جب مجھے پتہ چلا کہ تم عروئی کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتے ہو اور اس کی خاطر تم نے مجھے ٹھکرا دیا ہے تو مجھے عروئی کے وجود سے نفرت ہو گئی مجھے لگا عروئی نے تمہیں مجھ سے چھین لیا ہے، مجھے اس کے وجود سے تمہاری محبت کی خوشبو آنے لگی مجھے لگا وہ بھی تمہارے عشق میں پور پور ڈوبی ہے اس کی یہی بات میری آنکھوں میں کھٹکنے لگی لیکن اس وقت میں بے بس تھی سو چپ رہی لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ میں اسے تمہاری زندگی سے ہی نہیں تمہارے دل سے بھی نکال پھینکوں گی۔'' وہ نظریں جھکائے یونہی قالین پر بیٹھی رندھے گلے کے ساتھ اپنے جرم کی داستان سنا رہی تھی اسجد حدید جو ماتھے پر شکنیں ڈالے لب بھینچے اسے سن رہا تھا ایک جھٹکے سے اسے پیچھے دھکیل کے اٹھ کھڑا ہوا اور بیڈ پر جا بیٹھا تھا وہ اس کی اس بیگانگی اور ٹھکرائے جانے کے احساس سے تڑپ اٹھی اور مجرم کی طرح اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''تم مجھے جو بھی سزا دینا چاہو دے لو، لیکن مجھے اپنی زندگی سے مت نکالو، میں تمہارے بغیر

کچھ بھی نہیں ہوں اسجد حدید، بے مول ہوں تمہارے بغیر، بڑے کٹھن راستوں سے گزر کے منزل تک پہنچی ہوں، اب منزل کو کھونے کا تصور کرنا بھی محال ہے، میں تمہاری باندی بن کر رہ لوں گی، تمہاری بیگانگی لاتعلقی خوشی سے سہہ لوں گی، اپنے تمام حقوق سے دستبردار ہو جاؤں گی لیکن تم سے دور نہیں رہ سکتی۔'' وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کے سسک پڑی تھی، اسجد حدید کچھ دیر اسے ایسے ہی روتے تڑپتے دیکھتا رہا پھر ایک جھٹکے سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا اور جاتے جاتے وہ اس کی طرف پلٹا جو اس کی طرف رخ کیے کھڑی ویران آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں نہ تمہیں اپنی زندگی میں رکھ سکتا ہوں نہ دل میں، چلی جاؤ میری زندگی سے ابھی اور اسی وقت۔'' اس نے قطعیت سے کہا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا، جبکہ وہ وہیں کارپٹ پر ڈھیر ہو گئی تھی۔

☆☆☆

اس رات وہ ذہنی طور پر اتنی ڈسٹرب تھی کہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا صوفے پر گٹھڑی بنی بیٹھی نیم تاریکی میں کمرے کی ہر چیز پر نگاہ ڈال رہی تھی اسجد حدید اس پوری رات گھر نہیں آیا تھا شاید وہ اس انتظار میں تھا کہ وہ اس کے گھر میں قدم رکھنے سے پہلے پہلے یہاں سے چلی جائے اور اس کی مجبوری یہ تھی کہ وہ نہ اسجد حدید کو چھوڑ سکتی تھی نہ اس کے گھر کو اور یہی فیصلہ کرنے میں اس کی آدھی رات بیت گئی تھی لیکن یہ بھی طے تھا کہ اسجد حدید کی زندگی میں اب اس کے لئے مزید کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔

بالآخر وہ نتیجے پر پہنچ گئی اس کے وجود میں حرکت ہوئی اور وہ سست روی سے چلتی ہوئی بیڈ تک آ گئی سرہانے بیٹھتے ہوئے اس نے پاس پڑا دوپٹہ اٹھایا تھا اور چھت پر لگے پنکھے کو دیکھا تھا تھوڑی دیر بعد ہی یہ پنکھا اس کی موت کا سبب بن چکا تھا۔

☆☆☆

پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا تھا، ایک طرف کو پڑی کرسی زور زور سے ہل رہی تھی جس پر بیٹھا مضبوط اعصاب کا ایک مرد آج کسی کمزور بے بس مخلوق کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا قدموں میں پڑا راکھ دان جلی ہوئی سگریٹوں کی راکھ سے پورا بھر چکا تھا یکدم کمرے کے سوئچ بورڈ پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا تھا تمام بٹن ایک ایک کر کے آن ہو گئے تھے کمرے میں انرجی سیور کی سفید روشنی پھیلتی چلی گئی تھی انتظار ہاتھ میں بھاپ اڑاتی کافی کے دو مگ تھے جنہیں اس نے لا کر عین اس کے سامنے پڑی ٹیبل پر رکھ دیے تھے اور خود بھی وہیں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا شہروز اب سیدھا ہو بیٹھا تھا اور ساکت آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا اس کی آنکھوں میں رت جگے کی سرخی بھری تھی بال الجھے ہوئے تھے انتظار نے گہری سانس اندر کھینچی پھر اس کی نظروں سے نظریں ملا دیں۔

''اس حقیقت کو قبول کر لو شہروز کہ وہ ہمیشہ کے لئے یہ دنیا چھوڑ کر جا چکی ہے، جونہی تمہیں یقین آئے گا تمہارے دل میں سکون و اطمینان اترنے لگا گا، مان لو کہ جو چیزیں کھو جاتی ہیں وہ پھر کبھی نہیں ملتیں پھر صرف ان کا متبادل ملتا ہے، بھلے سے اس چیز کی طرح خالص نہ ہو وہ متبادل بھلے سے اس چیز کی طرح ہمارے من کو نہ بھائے لیکن سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے کیونکہ موجودہ چیزوں سے سمجھوتہ ہی اصل زندگی ہے۔'' اس نے گرم گرم کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تھا شہروز ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور بالکونی میں جا کھڑا ہوا تھا بالکونی

سے باہر تاروں سے سجا آسمان تھا لیکن چاند کا نام ونشان تک نہ تھا ہر چیز پر مکمل طور پہ اماوس کا بسیرا تھا ایسی کتنی ہی تاریک راتیں اس نے اس بے وفا کی یاد میں یونہی بالکونی سے دیکھتے گزاری تھیں گرم سیال اس کی آنکھوں سے بہنے لگا وجود میں مانوس سا درد اٹھنے لگا اور لب اسے پکارنے کی خواہش کرنے لگے۔

''تم جانتے ہو جب وہ زندہ تھی تب بھی میں نے خود کو یہ یقین دلانے کی کئی بار کوشش کی تھی کہ وہ میرے لئے مر چکی ہے لیکن مجھے صبر نہیں آتا تھا کہ اس کے زندہ ہوتے ہوئے بھی میں اس کی موت کا یقین کرلوں میرے اندر جوار بھاٹا اٹھتا تھا انتقام کی آگ بھڑکنے لگتی تھی میں اس سے ان تمام لمحوں کا حساب لینا چاہتا تھا جو اس نے مجھے زخموں کی صورت میں دان کیے تھے لیکن پھر کیا ہوا......؟'' اس کی آنکھوں کی سرخی گہری ہو گئی تھی حلق میں گولہ سا پھنس گیا تھا۔

''اس کی موت کے بعد میں سب کچھ بھول گیا سب کچھ، اپنے زخم اپنا انتقام، اپنے سلگتے لمحے اپنی بے چین راتیں سب کچھ، یاد رہا تو صرف اتنا کہ اس کی زندگی میری زندگی تھی اور اس کی موت میرا روگ...... میں نے اسے اس کی بے وفائی کی سزا دینے کے لئے اس کے خلاف پلاننگ کی اسے ہوٹل میں بلوایا اور پھر......'' وہ اس کی موت کے اصل حقائق پر سے پردہ اٹھانے لگا۔

''تم جانتے ہو تمہاری بیوی اس وقت کہاں ہے......نہیں؟'' ہوٹل سے ذرا دور اپنی کار سے ٹیک لگائے وہ اسجد حدید سے موبائل پر مخاطب تھا دوسری طرف موجود اسجد حدید جو اپنے آفس میں بیٹھا ضروری فائلیں نمٹا رہا تھا کسی اجنبی مرد کے غصے سے اپنی بیوی کا نام سن کر بے قرار ہو گیا تھا۔

''تم کون ہو اور میری بیوی کو کیسے جانتے ہو؟'' اس نے ماتھے پہ سلوٹیں ڈالے وہ چبھتے ہوئے لہجے میں گویا ہوا تھا شہروز نے اس کے سوال پر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

''تم مجھے نہیں پہچانتے، اپنی بیوی کے سابقہ محبوب کو اور اب پھر سے تمہاری بیوی کو اپنے اس پرانے محبوب کی یاد ستانے لگی ہے سو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آج وہ میرے پاس چلی آئی ہے، میرے یعنی شہروز کے پاس یقین نہیں تو خود آکر اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ لو، وہ کیسے میری محبت کی ریشمی ڈور سے بندھی چلی آئی ہے۔'' وہ زہر میں بجھے تیر اس کے سینے میں بے دردی سے پیوست کر رہا تھا پھر اسے مطلوبہ جگہ کا نام بتا کر موبائل آف کر دیا تھا اور اپنے قدم اندر کی طرف بڑھا دیے تھے جہاں سماویہ بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

''اس روز میں بہت شانت تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ میں نے سماویہ کی طرف سے جو شک کا بیج اس کے دل کی سرزمین میں بو دیا ہے وہ اسے چین سے نہیں رہنے دے گا اور وہی ہوا اس نے سماویہ کو ٹھکرایا اور وہ اس صدمے کو سہہ نہ سکی۔'' اس کی آواز گلے میں گھٹ گئی چند لمحے وہ خاموش کھڑا رہا۔

''لیکن میں اس سے اپنے رستے زخموں کا حساب لے کر خود ہی اپنی نظروں میں اس کا مجرم بن گیا گو کہ میں نے انتقام کی یہ بازی جیت لی تھی مگر میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لے گی اور پھر میں کبھی اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکوں گا، ہاں انتظار یہ سچ ہے کہ اس نے اسجد حدید کے ٹھکرائے جانے کے غم میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا اور یہ سب صرف اور صرف میری وجہ سے ہوا، صرف اور صرف میری وجہ سے۔'' اسکی آنکھوں کے سامنے دھواں پھیلنے لگا تھا ہر چیز دھندلائی سی لگ رہی تھی شکست خوردہ قدموں سے چلتا اپنی مخصوص کرسی پر آ بیٹھا تھا اور نظریں قالین پر جما دی تھیں۔

''اس نے شروع سے آخر تک کہانی کا حرف حرف اسجد حدید کے گوش گزار کر دیا تھا، صرف ایک بات کا اضافہ خود سے کیا تھا کہ وہ آج پھر سے اپنی بھولی بھٹکی محبت کو تازہ کرنے آئی ہے، آہ انتظار یہ میں نے کیا کیا؟ اپنے ہاتھوں سے اسے موت دے دی، وہ چلی گئی انتظار وہ چلی گئی۔'' وہ بے چینی سے اپنا سر کرسی کی پشت پر رکھے دائیں بائیں گھما رہا تھا انتظار نے اس کی خستہ حالت دیکھتے ہوئے اذیت سے لب بھینچ لئے۔

''مجرم تم نہیں ہو شہروز، مجرم تو سماویہ تھی تمہاری بھی اور اپنی بہن کی بھی، اس کی موت ایسے ہی لکھی تھی، سمجھ لو ایک مجرم اپنے انجام کو پہنچ گیا۔'' وہ اس کے ہاتھ کو تھپکتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ اس وقت اپنے اس ویران فلیٹ میں رونے کے لئے تنہا رہ گیا تھا۔

☆☆☆

''ارے سماویہ......! سماویہ اندر آجا بارش میں بھیگ رہی ہے بیمار ہو جائے گی۔'' اماں برآمدے میں پلنگ پر بیٹھی چاول چن رہی تھی اور ساتھ ساتھ باہر صحن میں بارش سے کھیلتی تین سالہ سماویہ کو چمکار چمکار کر بلا بھی رہی تھیں مگر وہ ہنستی کھلکھلاتی آسمان کی طرف منہ کیے بارش سے لطف اندوز ہوتی سرد ہوتے موسم اور اماں کی آواز سے بالکل بے خبر تھی بالآخر اماں چپل گھسیٹتی اٹھیں اور اسے گود میں اٹھانے کو آگے بڑھیں۔

''میرا سونا، بچہ میرا چاند بچہ، ٹھنڈ لگ جائے گی تجھے۔'' اماں صحن میں ہاتھ پھیلائے کھڑی تھیں اپنے کمرے سے نکلتی عروٰی نے ان کی یہ حالت دیکھی تو دوڑتی ہوئی ان تک آئی تھی۔

''اماں......اماں......کیا کر رہی ہیں آپ، کہاں جا رہی ہیں؟ دیکھیں کتنی بارش ہو رہی ہے، چلیں اندر سردی لگ جائے گی آپ کو ویسے بھی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔'' وہ انہیں اپنے حصار میں اندر لے جانے لگی تو وہ تڑپ اٹھیں۔

''پر میری بچی کو ٹھنڈ لگ جائے گی، وہ کب سے بھیگ رہی ہے بارش میں، ہٹ جا مجھے جانے دے اس کے پاس۔'' وہ اپنا آپ اس سے چھڑانے کی کوشش کر رہی تھیں وہ ایک ہی لمحے میں سب کچھ سمجھ گئی آج پھر ان پر سماویہ کا دورہ پڑا تھا اسکی موت کو آج دو ماہ ہو چکے تھے مگر وہ اسی کے الوژن میں کھوئی رہتی تھیں راتوں کو اٹھ اٹھ کر اسے پکارتی تھیں اپنے پہلو میں بستر کو ٹٹولتی تھیں کبھی تصور میں اسے اپنے سامنے بیٹھا دیکھتیں اور اس سے باتیں کرنے لگتیں، عروٰی ان کے کمرے میں ہی سوتی تھی بڑی مشکل سے انہیں سنبھالتی اور انہیں سنبھالنے کی کوشش میں خود بھی بکھرنے لگتی سماویہ کی یاد اس کے اندر بھی انگڑائی لینے لگی جس کے ساتھ اس نے اپنی زندگی کے کئی سال گزارے تھے گو کہ سماویہ اس کے ساتھ کبھی سے بھی فرینڈلی نہیں رہی تھی اس کے برعکس وہ کافی جھگڑالو فطرت کی واقع ہوئی تھی لیکن اس نے ہمیشہ اس کی اس فطرت سے سمجھوتہ کیا تھا اس نے اس سے اس کی زندگی کی سب سے قیمتی چیز چھین لی تھی اس کی محبت پر قابض ہو کر اور اس کر کردار کشی کر کے لیکن اس نے پھر بھی اپنے اندر انتقام کی خواہش پیدا نہیں ہونے دی تھی سب کچھ قدرت پر چھوڑ دیا تھا اور آج جب قدرت نے اس کے ساتھ کی گئی تمام زیادتیوں کا ازالہ کر دیا تھا تو وہ پھر بھی مغموم تھی دل گرفتہ تھی جسے وہ کبھی

نے دکھ سے سوچا تھا لیکن لب نہیں کھولے تھے۔

''پلیز عروی میں تمہیں پھر سے اپنانا چاہتا ہوں، بہت خالی ہوں، آباد ہونا چاہتا ہوں، بہت بے قرار ہوں پانا چاہتا ہوں، لوٹ آؤ عروی کے زندگی تمہارے بنا کچھ بھی نہیں، سب کچھ ادھورا ہے تمہارے بغیر، میں بھی اور میرا گھر بھی۔'' وہ مخمور سا بولتا جا رہا تھا عروی کو لگا تھا زمین آسمان تھم گئے ہوں، بہت عرصے بعد اس کا یہ لہجہ اسے بہت اچھا لگ رہا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا وہ بولتا رہے بولتا رہے اور وقت رک جائے وہ جیسے کسی حسین خواب کے زیر اثر تھی اور جب اس خواب سے جاگی تو گھبرا اٹھی یہ جان کر کہ اب وہ اس کے لئے وہ نہیں رہا جو پہلے تھا خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے تیزی سے موبائل آف کر دیا۔

''کیوں اسجد حدید! آخر کیوں تم پھر سے مجھے بے سکون کرنا چاہتے ہو، بہت مشکل سے خود کو یادوں کے بھنور سے نکالا ہے پھر کیوں مجھے پھر سے اس بھنور میں دھکیل رہے ہو، مت چھیڑا کرو میرے دل کے تاروں کو جو نہ جانے کب کے ٹوٹ چکے ہیں۔'' سسکیاں اس کے لبوں سے پھوٹ پڑی تھیں، ہاتھ بڑھا کر اس نے دیوار پر لگے بورڈ پر ہاتھ مارا تھا کمرے میں مکمل تاریکی چھا گئی تھی زیرو پاور کے بلب کی مدھم روشنی میں وہ اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

اماں مسلسل اس کے پیچھے پڑی تھیں کہ کسی طرح سے اس کا گھر دوبارہ بس جائے اور وہ مسلسل انکاری تھی وہ ان کی بات بار بار ٹالنا نہیں چاہتی تھیں ان کی سوچ کے مطابق فیصلہ کر لینا چاہتی تھی لیکن اس کے اس فیصلے کی راہ میں اسجد حدید بار بار رکاوٹ بن رہا تھا اس روز کے بعد بھی وہ مسلسل اس سے رابطے میں رہا تھا اور ہر بار وہ اپنے لفظوں کی تاثیر سے اتنا مجبور کر دیتا تھا کہ وہ چاہتے ہوئے بھی کال ڈسکنیکٹ نہیں کرتی تھی آج پھر وہ اس سے اپنی بے چینیوں کے بارے میں اسے آگاہ کر رہا تھا کہ کسی طرح ایک ایک لمحہ وہ اس کے لئے بے سکون رہا ہے اور پھر نہ جانے کیا ہوا وہ خود پر قابو نہ پا سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی اسجد حدید بے چین ہو گیا۔

''پلیز عروی یوں مت روؤ، مجھے بتاؤ کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ جو تم یوں رو پڑی ہو۔'' وہ مضطرب سا پوچھ رہا تھا اور وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ اسجد حدید میں بھی اس احساس کا شکار ہو رہی ہوں جس کا تم شکار ہوئے ہو، میں بھی آج تک اسی خواب کے طلسم میں قید ہوں جس میں کبھی میں اس وقت قید ہوئی تھی جب میں نے شعور کی سیڑھی پہ پہلا قدم رکھا تھا، آج بھی تمہارا ہی الوژن ہے جو مجھے کسی اور شخص کو ہم سفر بنانے سے روکے ہوئے ہے، لیکن وہ کہہ نہیں سکی ایک عجیب سی جھجک مانع تھی شاید اسے تعلق کی وجہ سے جواب نہیں رہا تھا۔

''میں تمہاری تمام تشنہ خواہشات کو سیراب کر دوں گا عروی تمہارے بکھرے خوابوں کی کرچیوں کو سمیٹ لوں گا۔'' وہ اپنے اندر چھپے درد کو لفظوں کے ذریعے اس تک پہنچا رہا تھا اور عروی کو لگا تھا اب وہ بھی اسجد حدید کے بغیر نہیں جی سکے گی اس رات اس نے خود سے بہت جنگ کی تھی ضمیر اسے روکتا تھا واپس اس کے پاس لوٹ جانے سے اور دل پھر سے اسی شخص کی پناہوں میں چلے آنے کے لئے مچل رہا تھا اور پھر اس رات دل ضمیر پر سبقت لے گیا اور اس نے پرسکون ہو کر آنکھیں موند لیں، اس رات اسے پہلی بار بہت سکون کی نیند آئی تھی کیونکہ پھر سے

بدلے کے طور پر ایک بددعا تک نہیں دے سکتی تھی تو اس کی موت پر کیسے بے سکون نہ ہوتی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی موت کا سبب کیا ہے لیکن ایک روز اس راز سے بھی پردہ اٹھ گیا جب اسے ایک کال موصول ہوئی وہ اس رات بہت بے چین ہو کر باہر صحن میں چلی آئی تھی چاندنی میں نہاتے ہوئے اس نے آسمان کی طرف دیکھا پورا چاند ستاروں سے بھرے آسمان پہ ایک شان سے کھڑا تھا اس کے لبوں سے بے اختیار پھسل گیا۔

اے چاند میرے چاند کا پتہ دینا

اس کے دل نے یکدم ہی اسجد حدید کے ساتھ کی خواہش کی تھی تشنگی بڑھنے لگی تو وہ بے چین ہو کر اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی بیڈ پر اس کا موبائل مسلسل بج رہا تھا نمبر دیکھ کر وہ الجھن کا شکار ہو گئی کہ وہ اس نمبر کے کسی شخص کو نہیں جانتی تھی شش و پنج میں گھری وہ چند لمحے سوچتی رہی پھر آن کا بٹن دبا کر کان سے لگا لیا۔

''پلیز عروی فون بند مت کرنا۔'' کوئی بہت عجلت میں بولا تھا اور وہ اس آواز کو لاکھوں میں پہچان سکتی تھی اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، وہ بالکل ساکت ہو گئی تھی زبان نے ہلنے سے انکار کر دیا تھا۔

''میں کئی روز سے تم سے بات کرنے کا حوصلہ خود میں جمع کر رہا ہوں کہ مجرم کو جب اپنے جرم کا احساس ہو جائے اور وہ خود کو سزا کے قابل سمجھنے لگے تو اس کی یہی حالت ہوتی ہے جو میری ہے۔'' وہ بولتے بولتے رک گیا تھا نہ جانے کیوں وہ اپنے اندر فون بند کرنے کی ہمت نہیں کر پائی تھی شاید اس لئے کہ اس کے دل میں اس کے لئے جو محبت آج تک موجود تھی وہ پھر سے بیدار ہو اٹھی تھی اور اس کی آواز سننے کی منتظر تھی۔

''میں جانتا ہوں جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے وہ قابل معافی نہیں ہے لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں میرے دل میں امید نہیں مرنے پائی کہ......'' وہ جھجک کر رکا تھا۔

''کہ تم پھر سے لوٹ آؤ گی۔'' وہ یہ کیا کہہ رہا تھا عروی کو لگا تھا آسمان پورے وجود سے اس پر گر پڑا ہو وہ گنگ سی کھڑی رہ گئی تھی بہت سے آنسو اس کے رخساروں پر پھسلنے لگے تھے۔

''تم نے ایسا سوچنے کی ہمت بھی کیسے کر لی اسجد حدید، تم شاید بھول گئے ہو اعتبار ایک بار کھو جائے تو پھر نہیں ملتا۔'' وہ تلخی سے گویا ہوئی تھی کہ وہ درمیان میں ہی بول پڑا۔

''میں جانتا ہوں عروی کہ میں نے تمہارا اعتبار کھویا ہے اور وہ بھی کسی اور کی وجہ سے نہیں تمہاری بہن کی وجہ سے۔'' وہ اس کا ذکر آتے ہی طنز سے بولا تھا وہ حیرت اور تجسس میں گھری بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

''اس نے مجھے حاصل کرنے کے لئے کس طرح تمہیں راستے سے ہٹایا یہ سب کچھ میں کبھی نہ جان پاتا اگر میں اس روز اسے شہروز کے ساتھ نہ دیکھ لیتا۔'' وہ لب بھینچتے ہوئے بولا تھا عروی کو لگا تھا اس کا وجود ریزہ ریزہ ہو گیا ہو وہ دم سادھے بیٹھی رہی۔

''اس روز میں نے نہ صرف اسے اپنے دل سے نکال پھینکا بلکہ زندگی سے چلے جانے کو کہا، اس روز مجھے لگا کہ قدرت نے مجھے میرے اس ظلم کی سزا دی ہے جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا اس روز میں نے اپنی نفرت کا سارا زہر اس کے دل میں اتار دیا وہ تمہاری مجرم تھی اور میں اس کا یہی جرم معاف نہیں کر سکتا تھا۔'' وہ چند لمحے کے لئے خاموش ہو گیا تھا۔

''تو سماویہ آپی کی خودکشی کی وجہ یہ تھی۔'' اس

اس کے دل کے سونے مندر میں فضاؤں کا موسم اترنے والا تھا۔

اس روز پہلی بار اس نے اماں کے بتائے گئے پرپوزل پر حامی بھری تھی اور اماں کے خوشی سے پیر نہیں اٹھ رہے تھے بالآخر ان کی مسلسل کوشش بارآور ہوگئی تھی لڑکا کسی فیکٹری میں ادنیٰ درجے کا ملازم تھا دو بہنوں کا اکلوتا بھائی ماں باپ حیات نہیں تھے بہنیں اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں لیکن اسے ان تمام باتوں سے کوئی غرض نہیں تھی کیونکہ اس کے لئے اس شادی کا مقصد کچھ اور تھا اور اسے محض ایک مخصوص مدت کے لئے اس کے ساتھ رہنا تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے اس اسجد حدید کی زندگی میں لوٹ آنا تھا اماں اس کے اس مقصد سے بے خبر بہت شانت تھیں کہ اس کی تنہائی اور ویرانی ختم ہونے جا رہی تھی اسے نئی زندگی ملنے والی تھی سو انہوں نے نکاح کی تیاریاں خوشی کے ساتھ شروع کر دیں لیکن اس نے شرط رکھی کہ یہ نکاح سادگی سے ہوگا اور اماں نے بلا چوں وچرا اس کی یہ شرط مان لی۔

لڑکے کی بہنیں آئیں اور چند ایک لوگوں کی موجودگی میں اسے رخصت کروا کے لے گئیں اماں نے رخصتی کے سمے ان دونوں کی جوڑی کو نظر بھر کر دیکھا لڑکا عام سی شکل وصورت اور درمیانے قد و قامت کا مالک تھا دیکھنے میں وہ کہیں سے بھی ان کی من موہنی سی بیٹی کے ہم پلہ نہیں لگتا تھا البتہ انہیں یہ یقین تھا کہ دیکھنے میں وہ جتنا شریف النفس اور نیک فطرت دکھائی دے رہا ہے اندر سے بھی ایسا ہی ہوگا بہت سی دعاؤں اور آنسوؤں کے ساتھ انہوں نے اسے رخصت کیا تھا اور نہ جانے کیسے اس کی بھی آنکھیں چھلک پڑی تھیں جواب تک پتھر کا بت بنی کھڑی تھی اسجد حدید کی جگہ کسی اور کو اپنے پہلو میں دیکھ کر اس کا دل دکھ سے بھر گیا تھا لیکن اندر کہیں یہ سکون بھی تھا کہ یہ اذیت مسلسل نہیں بس کچھ عرصے کی بات ہے پھر وہ ہوتی اور اس کا من چاہا ہم سفر۔

☆☆☆

شادی کے دو ڈھائی مہینے بعد بھی وہ اسی طرح بیڈ پر سجی بیٹھی تھی جس طرح پہلے روز وہ اپنی سیج پر موجود تھی عدیل نے سائیڈ ٹیبل پر دو کپ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ جیسے کسی خواب سے جاگی تھی چونک کر اس کی طرف دیکھا تو وہ بھرپور مسکراہٹ لئے نرم نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ سنبھل کر سیدھی ہو بیٹھی وہ اس کے برابر میں ٹک گیا اور ایک کپ اٹھا کر تھما دیا، گرم گرم چائے۔

''مجھے چائے گرم ہی پسند ہے ٹھنڈی ہو جائے تو مزہ کرکرا ہو جاتا ہے۔'' وہ اسے نصیحت کرتا ہوا بولا تھا کیونکہ جانتا تھا کہ وہ چائے ہاتھ میں پکڑے لمحوں کچھ سوچتی رہتی تھی اور جب اسکی آواز پر چونکتی تو وہ اس کی چائے ٹھنڈی ہونے کی طرف اس کی توجہ دلاتا تھا۔

''کہتے ہیں کہ جھوٹا پینے سے محبت بڑھتی ہے۔'' ابھی اس نے چائے کا ایک ہی سیپ لیا تھا کہ اس نے اپنی جھوٹی چائے اس کی طرف بڑھا دی اور اس کا کپ لیا وہ سراسیمہ سی بیٹھی رہ گئی وہ کیا جواب دیتی کہ جب محبت بڑھانی ہی نہیں تو پھر ایسا کرنے کا کیا فائدہ لیکن مصلحتاً خاموش رہی۔

''ہماری شادی کو تقریباً ڈھائی ماہ تو ہو چکے ہیں اور ان دو ڈھائی ماہ کے بعد بھی تمہارا مجھ سے یوں دور دور رہنا، گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھے رہنا میری سمجھ سے باہر ہے تمہیں پتہ ہے عروی تمہاری آواز کتنی خوبصورت اور دلکش ہے جیسے باغ میں کوئل کوکتی ہو، جیسے آبشاریں بہتی ہوں، جیسے......''

وہ اس کے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا تنگ کرتے ہوئے بہکنے لگا تھا کہ وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئی اس نے حیرت سے اس کے اس عمل کو دیکھا تھا وہ آناً فاناً بیڈ کے دوسرے سرے پر موجود تھی وہ سکتے کی کیفیت میں اسے یونہی دیکھتا رہا۔

''سنو عروی بیگم تمہارا یہ رویہ میرے لئے بہت عجیب وغریب اور ناقابل برداشت ہے، اب تمہیں بتانا ہی پڑے گا کہ تمہارے اس گریز کا سبب کیا ہے؟'' وہ بیڈ سے اٹھتے ہی درشتی سے بولا تھا وہ بھی حتمی فیصلہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی لیکن لب کھلنے کی کوشش میں پھر سے بند ہو گئے تھے۔

''میں نے سوچا تھا کچھ دنوں میں ہم ناردرن ایریا گھومنے جائیں گے لیکن تمہارے اس رویے سے میں بہت ڈسٹرب ہو گیا ہوں اور میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے لیکن بہرحال میں یہ جاننے کا حق رکھتا ہوں کہ میری ہمراہی سے اتنا ناخوش کیوں ہو...... کیوں میرے اور اپنے درمیان فاصلوں کو بڑھانے پر تلی ہو؟'' وہ سرد وسپاٹ انداز میں اس سے مخاطب تھا۔

''کیونکہ میں تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔'' وہ یکدم آپ سے تم پر اتر آئی تھی عدیل عباس نے حیرت سے اس کے اس جملے کو سنا تھا۔

''لیکن کیوں...... کیا یہ نکاح تمہاری مرضی سے نہیں ہوا؟'' ماتھے پر شکنیں لئے بولا تھا وہ جز بز سی ہو گئی پھر اعتماد سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

''یہ نکاح میری ضرورت تھا خواہش نہیں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی، عدیل عباس کے چہرے کی رگیں تن گئی تھیں۔

''واٹ ربش؟''

اسے لگا تھا کہ یہی وقت ہے جب وہ اسے حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے پیچھا چھڑا سکتی تھی اور اپنی من پسند دنیا میں واپس جا سکتی تھی اس نے ایک لمحے کو بھی دیر کیے بغیر پوری داستان اس کے گوش گزار کر دی جسے سنتے ہی اس کا چہرہ ایک لمحے کے لئے سرخ ہوا تھا دماغ ماؤف ہو گیا تھا اور دل میں بھانبھڑ سے جلنے لگے تھے وہ اسے کوئی جواب دینا چاہتا تھا کوئی حتمی جواب یا پھر شاید سخت الفاظ اس پر آزمانا چاہتا تھا لیکن کچھ سوچ کر رک گیا جس کے صبیح چہرے پر پرفسوں قربت کا وہ عادی ہو چکا تھا جس کے وجود سے اسے عشق ہو چکا تھا اسے کیسے وہ ایک لمحے میں خود سے جدا کر دیتا وہ اسے سوچنے کا موقع دینا چاہتا تھا سو اس کا جواب اس کی توقع کے برخلاف تھا۔

''اچھی طرح سے سوچ لو عروی میری ذات کو اچھی طرح سے پرکھ لو پہلے مجھے خوب پہچان لو کیونکہ زندگی میں موقعے بار بار نہیں ملا کرتے ہو سکتا ہے جس خواب کے پیچھے تم بھاگ رہی ہو وہ لاحاصل ہو، تم مجھ سے دور جانا چاہتی ہو چلی جاؤ لیکن میں تمہیں چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا جب تک تم مجھے یہ نہیں بتا دیتیں کہ میری محبت میں تمہیں کہاں جھول نظر آیا جو میری محبت بھی تمہارے ذہن ودل سے پرانی محبت کا نقش دھو نہیں سکی۔'' وہ گہری سنجیدگی سے کہتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ حیران پریشان کھڑی رہ گئی تھی اسے اس شخص کے اتنے نرم ردعمل کی توقع ہرگز نہیں تھی وہ مزید الجھ گئی تھی پھر کسی حتمی فیصلے پر پہنچتے ہوئے اس نے الماری سے اپنی ضروری اشیاء نکالیں اور بیڈ کے نیچے سے سوٹ کیس گھسیٹ کر اس میں ڈالنے لگی سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے وہ وہاں سے نکل آئی تھی۔

اماں اسے یوں اچانک وہ بھی اکیلا دیکھ کر پریشان ہو گئی تھیں یوں دوسرے شہر سے اکیلے

چلے آنا ان کے لئے حیران کن ہی تو تھا واحد بھی گھر پر ہی تھا وہ بھی اسے یوں سرِ شام دیکھ کر چونک گیا تھا۔

''میں وہ گھر چھوڑ آئی ہوں۔'' وہ ان کے سامنے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے سر جھکا کر بولی تھی۔

''لیکن کیوں؟'' واحد نے پریشان لہجے میں پوچھا تھا۔

''شادی کو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اور تو گھر چھوڑ کر آ گئی۔'' اماں بھی یکدم بولی تھیں۔

''ہاں اور اب میں واپس نہیں جاؤں گی۔'' وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے کچلتے ہوئے بولی تھی۔

''آخر کوئی وجہ تو ہوگی عدیل نے کچھ کہہ دیا کیا اور اگر کچھ کہہ بھی دیا ہے تو ذرا ذرا سی باتوں پر یوں گھر چھوڑ کر آ جانا کیا کوئی اچھی بات ہے؟'' اماں اسے ڈانٹنے لگیں تو وہ جھٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بس جب نہیں جانا تو نہیں جانا ویسے بھی میں خود مختار ہوں اپنا اچھا برا سوچنے کا حق رکھتی ہوں۔'' وہ اٹل لہجے میں کہتی تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی اماں نے اس کے بگڑے تیوروں کو حیرت سے دیکھا تھا۔

''آپ پریشان نہ ہوں اماں میں پھر بات کروں گا ان سے۔'' واحد تسلی آمیز انداز میں کہتا وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ اماں فکرمندی سے اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گئی تھیں۔

☆☆☆

اسجد حدید کے مسلسل فون آ رہے تھے وہ بہت بے چین تھا اس کی طرف سے کوئی حوصلہ افزا خبر سننے کے لئے اور وہ کیا بتاتی کہ جو اس کی زندگی میں آیا ہے وہ کسی اور ہی دنیا کی مخلوق ہے جو اس کے منہ سے اتنی سنگین بات سن کر بھی طیش میں نہیں آیا تھا اب بھی اس کے ساتھ کا خواہشمند تھا جو اسے اب بھی مواقع دے رہا تھا کہ وہ اس کا ساتھ نہ چھوڑنے پر راضی ہو جائے۔

''پلیز عروی میں مزید انتظار نہیں کر سکتا، تم جلد از جلد کوئی فیصلہ کرو، اب تمہارے بغیر نہیں رہا جاتا عروی خیال لوٹ لوٹ کر تمہاری طرف جاتا ہے کسی کام میں جی نہیں لگتا، ہر وقت تمہارے تصور میں قید رہتا ہوں راتوں کی نیند اور دن کا سکون سب غارت ہو گیا ہے، تم بتاتی کیوں نہیں ہو کہ وہ کیا کہتا ہے، کیوں جلد از جلد تمہیں آزادی نہیں دے دیتا؟'' اس رات اس کا فون آیا تو وہ اسی کے ہی خیالوں میں گم بیٹھی تھی اور اس کی بے چینی کا سن کر وہ بھی بے سکون ہو گئی تھی۔

''بس کچھ دن اور انتظار کر لو اسجد کچھ مسائل ہیں جو درمیان میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔'' وہ کمزور سے لہجے میں بولی تھی جیسے کوئی جواب نہ بن پڑ رہا ہو۔

''آخر ایسے کون سے مسائل ہیں عروی جو تم سے حل نہیں ہو پا رہے آخر میں کب تک انتظار کروں، انتظار کی سولی پر لٹکنا کیا ہوتا ہے تم اس اذیت کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔'' وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا تھا۔

''میں جانتی ہوں اسجد، سمجھ سکتی ہوں تمہارے احساسات کو کیونکہ میں بھی اسی درد کی لپیٹ میں ہوں، بس کچھ دن اور پھر سب کچھ ہمارے حق میں ہو جائے گا۔'' وہ امید افزا لہجے میں بولی تھی تو دوسری طرف اسجد حدید کو کچھ پل کے لئے قرار آ گیا۔

☆☆☆

اسی ایک خواب میں آج تک
میں بندھا ہوں آس کے جال میں
کوئی شہر یار وفاؤں کا
کبھی آئے عشق کے تخت پر
مجھے مجھ سے چھین کے لے چلے
کہیں دور شہر جمال میں
میرے سرد جسم کو ڈھانپ دے
وہ سلگتی سانسوں کی شال میں
جہاں میں ہوں اس کے جواب میں
جہاں وہ ہو میرے سوال میں
نہ ہو ایک بھی سانس کا فاصلہ
جہاں اس کے میرے وصال کا

جونہی اس نے موبائل آن کر لیا تھا عدیل عباس کا بے قرار سا میسج نظم کی صورت میں درج تھا اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا کیا اتنا کچھ جاننے کے باوجود بھی وہ اس سے متنفر نہیں ہوا تھا اس کے وصال کا خواہاں تھا جبکہ وہ واضح کر چکی تھی کہ وہ اس کی بجائے کسی اور کی ہمراہی کی منتظر ہے یہ جاننے کے باوجود بھی کہ اس نے محض اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اسے کھلونا بنایا ہے اس کے خلوص اور بے غرض محبت نے اسے سوچوں کے گرداب میں دھکیل دیا تھا وہ اپنے دل میں محبتوں کا جہاں آباد کیے اس کی آمد کا منتظر تھا اور آج پہلی بار اس کے دل نے اس شخص کی عظمت کا اقرار کیا تھا وہ بلا ارادہ ہی اس کا موازنہ کرنے لگی تھی ایک طرف اسجد حدید تھا جس نے اسے اپنی صفائی کا موقع دیے بغیر ایک پل میں اپنے وجود سے بے کار عضو کی طرح کاٹ کر پھینک دیا تھا اور دوسری طرف عدیل عباس تھا جو اس کی اتنی بے اعتنائیوں اور بے حسی کے باوجود بھی اس پر فریفتہ تھا وہ جتنا اس سے دور رہنے کی کوشش کرتی وہ اتنا ہی اس کے قریب آنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ پوری رات اس نے صحیح فیصلے کی تلاش میں گزار دی تھی اور فیصلہ ہو گیا تھا اور اس نے لمحہ بھر کی بھی دیر نہیں کی تھی روشنی کے بڑھتے ہاتھوں کو مسکرا کر تھام لیا تھا۔

☆☆☆

ٹیکسی گھر کے سامنے آ کر رکی تو وہ فوراً اس سے پیشتر کھلے دروازے سے داخل ہوئی تھی اندر عجیب سناٹا تھا جیسے کوئی ذی روح موجود نہ ہو

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشاء
☆ اردو کی آخری کتاب ....
☆ خمار گندم ....
☆ دنیا گول ہے ....
☆ آوارہ گرد کی ڈائری ....
☆ ابن بطوطہ کے تعاقب میں ....
☆ چلتے ہو تو چین کو چلیے ....
☆ نگری نگری پھرا مسافر ....
☆ خط انشا جی کے ....
☆ اس بستی کے اک کوچے میں ....
☆ چاند نگر ....
☆ دل وحشی ....
☆ آپ سے کیا پردہ ....

ڈاکٹر مولوی عبد الحق
☆ قواعد اردو ....
☆ انتخاب کلام میر ....

ڈاکٹر سید عبداللہ
☆ طیف نثر ....
☆ طیف غزل ....
☆ طیف اقبال ....

لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797

ہم اپنے صیاد خود

نادیہ جہانگیر

سامان وہیں صحن میں پھینک کر وہ بھاگتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئی تھی سامنے ہی کچن میں کھڑے عدیل عباس کی جھلک دکھائی دی تھی جو اپنے لئے کافی بنا رہا تھا اس کی آنکھیں رم جھم برسنے لگیں جونہی وہ کچن سے نکلا اسے دیکھ کر ششدر رہ گیا وہ کھِل سی ہوگئی۔

"ویلکم مائی ڈیئر وائف!" وہ جو ابھی تک سکتے کی حالت میں کھڑا تھا یکدم مسکرا کے بولا تو اس کے اندر کا سارا خوف و وسوسے کہیں دور جا سویا اس کے لب بھی مسکرانے کے لئے پھیلنے لگے۔

"میں نے سوچا اب ہمیں نادرن ایریاز چلے ہی جانا چاہیے۔" وہ دھیرے سے مسکرا کر بولی تو عدیل عباس بھرپور انداز میں ہنس دیا اور پھر لمحے کی بھی تاخیر کیے بغیر آگے بڑھ کر اسے اپنے وجود میں چھپالیا۔

"لیکن اس سے پہلے آپ کو میرے بہت سے حساب چکانے ہیں، میری بے قراریوں کا بھگتان بھرنا ہے آپ کو، آخر ترسایا بھی تو بہت ہے آپ نے، سمجھ رہی ہونا۔" وہ معنی خیزی سے اس کی ٹھوڑی کو اپنی انگشت شہادت سے اونچا کرتے ہوئے بولا تو وہ شرم سے سرخ پڑ گئی اور اس رات پہلی بار اس شخص کی قربت سے بیزار نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے من کا پیاسا صحرا سیراب ہوتا چلا گیا تھا۔

☆☆☆

خزاں رسیدہ سوکھے پتوں کو اپنے قدموں تلے مسلتا ہوا وہ دل کا خالی کشکول لئے سڑک کے کنارے کنارے چلتا چلا جا رہا تھا بہت سے خواب اس کی مٹھی میں سسکنے لگے تھے۔

کہ زرد پتوں کو آندھیوں نے
عجیب قصہ سنا دیا تھا
کہ جس کو سن کر تمام پتے
سسک رہے تھے بلک رہے تھے

اسے لگا تھا اس کی روح پہ ایسا زخم لگ چکا ہے جو کبھی نہیں بھر پائے گا زہر اس کے وجود کی جڑوں میں پھیل رہا تھا۔

جانے کس سانحے کے غم میں
شجر جڑوں سے اکھڑ رہے تھے

محبت کو پا کر کھو دینا کتنی بد نصیبی کی بات ہوتی ہے یہ اس پر آج منکشف ہوا اس کے ارادے کمزور پڑنے لگے تھے۔

بہت تلاشا تھا ہم نے تم کو
ہر ایک وادی، ہر ایک رستہ، ہر ایک پربت
کہیں سے تیری خبر نہ آئی
تو یہ کہہ کر ہم نے دل کو ٹالا
ہوا تھمے گی تو دیکھ لیں گے
ہم اس کے رستے کو ڈھونڈ لیں گے

اسے لگا تھا کہ وہ اب کبھی اس کے بغیر مکمل نہیں ہو سکے گا اس کی ذات ادھوری اور تشنہ رہ گئی تھی کسی درخت کے سائے میں رک کر اس نے اپنی خالی ہتھیلیوں میں بکھری لکیروں میں جھانکا جن کے پس منظر میں اسے سوائے ہجر کے اندھیروں کے اور کچھ نظر نہیں آیا تھا بالآخر ہجر ہی اس کا مقدر ٹھہرا تھا۔

مگر ہماری یہ خوش خیالی
جو ہم کو برباد کر گئی تھی
ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
بڑی ہی مدت گزر چکی تھی

وہ اپنے ہاتھوں محبت کا در بند کر چکا تھا اب بارہا دستک دینے کے بعد بھی نہیں کھلتا تھا۔

☆☆☆

"چودہ اگست بہت قریب آ رہی ہے۔"
اس نے ظہیر کو چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلانے لگا۔

"اطلاع نئی تو نہیں ہے یار۔"

"میں اب کی بار جشن آزادی کو بہت جوش، جذبے کے ساتھ سیلیبریٹ کرنا چاہتی ہوں۔"

"وری گڈ یار! انسان میں اپنی آزادی کا جشن منانے کا ولولہ ضرور ہونا چاہیے۔" ظہیر نے چائے کا پہلا سپ لیا۔

"جبھی تو میں اس معاملے میں بہت سے پروگرام بنا رہی ہوں، میں بہت کچھ کروں گی اس بار۔" اک جوش و جذبہ اس کی آنکھوں اور چہرے کے تاثرات سے عیاں تھا۔

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ میں اپنے تمام رشتہ داروں، دوستوں اور جاننے والوں کے لئے ایک میگا پارٹی ارینج کروں گی۔" صدف نے بے حد جوش سے کہا تو وہ چائے کا سپ لیتے لیتے چونک پڑا۔

"کیا؟"

"ہاں، بہت مزہ آئے گا۔" وہ خوشی سے زور زور سے اثبات میں سر ہلانے لگی۔

"مگر کیوں یار! ہم جیسے پہلے جشن آزادی مناتے ہیں، اب کی بار بھی ویسے ہی منائیں گے نا، جھنڈیاں، جھنڈے لگائیں گے، لائٹس لیمپ اور دیئے جلائیں گے، عمدہ کھانے اور کیک مٹھائیاں سب لے آئیں گے۔"

"نہیں ظہیر، میں اب کی بار یہ سب کچھ کروں گی مگر نئے انداز سے۔" اس نے فوراً نفی میں گردن ہلا کر پرزور انداز میں کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"تم سے کوئی نہیں جیت سکتا۔"

"ہاں تو اچھا ہے نا اسی بہانے لوگ میرا یہ نیا خوبصورت گھر بھی دیکھ لیں گے۔"

"اوہ تو یوں کہو نا، تمہیں آزادی کے جشن کی نہیں اپنے گھر کی نمائش کرانے کی خوشی ہو رہی ہے۔" ظہیر تپ ہی گیا تھا جبھی طنزاً بولا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"تو اور کیا، اب اتنا اچھا گھر بھی بنا لیا اور کوئی سراہے نہ، پھر کیا فائدہ۔" اس نے انتہائی معصومیت سے کہا تو ظہیر گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"تم عورتوں کی ہر منطق ہی نرالی ہے۔" وہ بے بس ہوا تھا۔

"اچھا آپ چائے پئیں میں مہمانوں کی لسٹ تیار کر لوں۔" وہ ہنستی مسکراتی خوشی خوشی وہاں سے اٹھ گئی۔

☆☆☆

مہمانوں کی لسٹ فائنل ہوتے ہی اسے گھر کو نئے سرے سے سجانے کا بخار چڑھا، ہر کمرے میں کسی نہ کسی چیز کی کمی نظر آئی اور دیکھتے دیکھتے اس نے اپنے اور ظہیر کے مشترکہ اکاؤنٹ سے تین لاکھ روپے نکلوا لئے اور ظہیر کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے دی۔

ڈرائنگ روم کا نیا صوفہ آیا، اپنے کمرے کا ڈریسنگ ٹیبل چینج کرایا، دو کمروں میں نئے بیڈ سیٹ کرائے اور کچھ کچن کا نیا سامان لیا، ظہیر نے کسی بھی کام میں مداخلت نہ کی، وہ تو اس دن جب ظہیر کو کچھ پیسوں کی ضرورت پڑی تو وہ بینک گیا تو پتا چلا کہ ایک ہفتہ قبل ہی تین لاکھ نکلوایا گیا ہے، تو اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اس کی اتنی محنت اور حق حلال کی کمائی کو صدف نے کیسے دنوں میں اڑا کر رکھ دیا تھا۔

"ہاں تو اس میں قباحت ہی کیا ہے، پھر تو گھر ہی پہ لگانے تھے نا تو میں نے ابھی

اچھی سیٹنگ کر دی تو کیا ہوا؟" اسے بے انتہا غصے میں دیکھ کر وہ کمال معصومیت سے بولی تو ظہیر کا جی چاہا ابھی اس کی چٹیا پکڑ کر دائیں بائیں گھما ڈالے مگر برداشت کمال کی تھی، پہلے بھی تو برداشت کرتا ہی آیا تھا اب بھی صبر کے گھونٹ بھرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا سو اب بھی چپ سادھ لی، یہ اور بات اس چپ سے جو بخار ہوا وہ دو دن تک کم نہ ہوا اور وہ اس سے بے نیاز پارٹی کی تیاریوں میں جوش و خروش سے لگی رہی، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا سے کیا کر ڈالے، ٹی وی پر کمرشل میں جو بھی نئی چیز نظر آتی، صبح وہ بازار سے خرید بھی لاتی اس سے نظریں چرائے بغیر کہ خرچا کتنا ہو رہا ہے، بینک بیلنس کتنا رہ گیا ہے اور سب سے بڑھ کر ظہیر کڑھ کڑھ کر کیا سے کیا ہوتا جا رہا ہے، اسے پرواہ تھی تو صرف یہ کہ پارٹی میں کوئی کمی رہ نہ جائے، کوئی کمی نہ ہو جائے۔

☆☆☆

تمام مہمانوں تک بلاوا جا چکا تھا اور اس کی تیاریاں بھی عروج پر تھیں، وہ جانتی تھی اس کی تمام جاننے والی، دوستیں، سہیلیاں اور خاندان کی سب عورتیں ان دنوں اسی کی پارٹی کے پلان بنا رہی ہوں گی، کسی نے مہنگے جوتے خریدے ہوں گے اور کسی نے کپڑے، آخر اس کی جاننے والی سب ہی ایک دوسرے سے بڑھ کر نظر آنے کی کوشش میں خوار رہتی ہیں، اب تو بڑھ چڑھ کر خرید رہی ہوں گی، وہ بھی تو اسی لئے دن رات ایک کیئے ہوئے تھی۔

اس دن وہ پارٹی کے لئے اپنے ڈریس کی تیاریوں میں تھی اور سوچ رہی تھی کہ کیا پہنے، بڑا دل لگا کے انڈین سٹار پلس کی اپنی سب سے فیورٹ ہیروئین جیسی ساڑھی خریدی "زی سٹائل" کی ایک ہیروئین جیسے سینڈل لئے اور بہترین اور مہنگی جیولری لے کر اندر تک سرشار ہو گئی، سب کچھ لے چکنے کے بعد شاپنگ مال سے نکلتے ہوئے اپنی عزیز دوست رافعہ درانی سے ٹکرا گئی اس پہ ہوتی تو وہ نظر بچا کر گزر جاتی مگر رافعہ اپنے نام کی ایک تھی، گھوم کے سامنے آ گئی، اس کے دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگز دیکھ کر اسے کھد بد ہونے لگی جبھی حال احوال پوچھنے سے پہلے شاپنگ کا پوچھا۔

"ارے صدف کیا کیا خرید لیا؟" اس کے پوچھنے کی دیر تھی صدف کا دل جل اٹھا، وہ اپنی شاپنگ فی الحال سرپرائز ہی رکھنا چاہتی تھی جبھی نفی میں گردن ہلانے لگی۔

"کچھ خاص نہیں......بس یونہی۔"

"اور یہ بیگز......؟" رافعہ نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"یہ بیگز......؟" وہ سٹپٹائی۔

"ان میں تو ظہیر کے لئے چیزیں ہیں۔" اس نے فوراً بہانہ گھڑا۔

"اچھا تم نہ بتاؤ، ضرور جشن آزادی کے لئے، شاپنگ کر رہی ہو گی۔" اس نے اپنے سر سے گھٹڑی اتار کر فوراً رافعہ کے سر پہ رکھی، تو رافعہ کو اپنی پڑ گئی۔

"یہ شاپنگ......یہ تو......میرے بچوں کے لئے۔" وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگی تو صدف کو کچھ کھٹکا۔

"تم نے اپنے لئے کچھ نہیں خریدا ابھی؟"

"نہیں، بس خریدنے ہی والی تھی۔"

"تو کب خریدنا ہے؟"

"میں سوچ رہی تھی کہ کل خرید لوں گی آج تو میرا سر دکھنے لگا ہے۔"

"ارے چھوڑو یار! آؤ خریدتے ہیں سب کچھ آج ہی۔" وہ پرجوش ہوئی۔

''نہیں آج کچھ جلدی ہے، پھر کبھی......؟''
وہ اپنے شاپنگ بیگز پیچھے کرنے لگی۔
''ارے کیا ہو گیا ہے رافعہ، آؤ بھئی اکٹھے شاپنگ کرتے ہیں۔'' اس نے آگے بڑھ کر اسے کلائی سے پکڑا تو رافعہ کے ہاتھ سے ایک بیگ نیچے گر گیا، اچانک صدف کو اس میں سے ایک فیروزی رنگ کا کپڑا نظر آیا تو وہ پھرتی سے نیچے بیٹھ گئی، رافعہ اپنی پیشانی کا پسینہ صاف کرنے لگی، بھانڈا جو پھوٹ گیا تھا۔
''ارے واؤ...... کتنی عمدہ ساڑھی ہے یہ۔''
''ہاں انڈین ساڑھی ہے۔'' وہ زبردستی مسکرائی۔
''ہاں واقعی...... یہ ساڑھی تو سٹار پلس کے سب سے مشہور ڈرامے کی ہیروئین پہنتی ہے۔'' حسد کے مارے صدف کی آواز بھی عجیب سی ہو گئی۔
''چلو جی میرا سارا سرپرائز ہی چوپٹ ہو گیا۔'' رافعہ نے برا سا منہ بنایا۔
''یار، میں نے خود آج ایسی ہی ساڑھی لی تھی مگر اب......'' اس کی ادھوری بات پہ رافعہ کا قہقہہ نکل گیا۔
''بالکل انڈین ڈراموں کے کرداروں کی طرح جل رہی ہے بے چاری۔'' رافعہ نے دل میں سوچ کر اسے خوش دلی سے دیکھا۔
''تو کیا ہوا، ہم دونوں ایک سی ایک ہی برانڈ کی عمدہ اور مہنگی ساڑھیاں پہن کر پارٹی میں سب سے منفرد نظر آئیں گی تو خوب مزہ آئے گا۔'' رافعہ نے جھٹ اسے حوصلہ دیا اور ساتھ ہی صدف کا شاپنگ بیگ بھی پکڑ کر کھول ڈالا۔
''بہت خوبصورت کلر ہے، جشن آزادی پہ تم بالکل انڈین ڈراموں کی ہیروئین ہی لگو گی۔''
''تھینک یو یار۔'' وہ زبردستی مسکرائی، تبھی رافعہ نے اس کا دوسرا بیگ کھولا تو اندر سے خوبصورت جیولری سیٹ برآمد ہوا۔
''ارے واہ...... زبردست یار، یہ کہاں سے لیا؟'' رافعہ کی آنکھوں میں ستائش دیکھ کر وہ پر جوش سی ہو گئی۔
''یہ بھی تو انڈین جیولری ہی ہے رافعہ، دیکھو کتنی نفیس ہے۔''
''ہاں نظر تو آ رہا ہے، مہنگی بھی تو خوب ہو گی۔''
''خوبصورت چیز کے دام کیا گننا یار، اچھی لگی بس خرید لی۔'' اس نے فراخ دلی سے کہا تو رافعہ جل بھن کر رہ گئی، تبھی اسے اپنے سینڈلز کا خیال آیا تو برق رفتاری سے اس نے اپنا ایک اور بیگ کھولا۔
''اچھا چھوڑو...... تم میرے سینڈلز دیکھو ''زی سمائل'' کی مشہور ڈرامے کی ہیروئین جیسے لئے ہیں۔'' سینڈلز نکال کر اس نے صدف کے سامنے کیے تو صدف کا تن من جلا تھا، زبردستی مسکرائی، کیا بتاتی اسے کہ وہ بھی تو یہی سینڈلز لے چکی تھی۔
''ہائے صدف، رافعہ۔'' ابھی وہ رافعہ کے سینڈلز کا ماتم ہی نہ کر پائی تھی کہ پیچھے سے صنم عباسی نے پکارا، وہ دونوں بدک گئیں تیزی سے اپنے بیگز بند کرنے لگیں۔
''واٹ آ سرپرائز یار، کیا ہو رہا ہے؟''
''تم شاپنگ کرنے آئی ہو؟'' صدف نے فوراً اسے پکڑا۔
''ظاہر ہے یار، شاپنگ پلازہ میں آ کر شاپنگ ہی کی جا سکتی ہے نا۔'' صنم کی بات پر دونوں زبردستی مسکرائیں۔
''لگتا ہے کافی بھاری بھرکم شاپنگ ہے۔'' وہ ان کے پھولے ہوئے بیگز دیکھ کر

ہی تھی جبھی کہہ بھی ڈالا۔
''ہاں ایسا ہی ہے کچھ۔'' صدف سخت بدمزہ سی نظر آ رہی تھی۔
''ارے دکھاؤ تو۔'' وہ متجسس ہوئی۔
''چھوڑو یار، پارٹی پہ آؤ گی نا تو دیکھ لینا سب۔'' صدف نے اسے ٹالنا چاہا تو وہ نفی میں گردن ہلانے لگی۔
''اتنا انتظار کون کرے یار، تم لوگ ابھی دکھاؤ۔''
''ارے صنم، دن ہی کتنے ہیں تقریب میں دیکھ لینا نا یار۔''
''انتظار تو لمحے کا بھی بھاری ہوتا ہے بی بی۔''
''یہ جان نہیں چھوڑنے والی۔'' صدف تلملائی اور پھر ناچار اسے سب دکھا ڈالا، وہ ستائش اور رشک سے چیزوں کو دیکھتی رہی۔
''میں نے ہمیشہ کی طرح انجلینا جولی جیسا ڈریس لینا ہے۔'' ان کی چیزوں کو اچھی طرح جانچ لینے کے بعد اس نے کہا تو وہ دونوں تیز تیز اثبات میں سر ہلانے لگیں۔
''ہاں تو اچھا ہے نا، تم گوری چٹی ہو، انگریزوں کے ڈریس میں پوری انگریز لگتی ہو۔''
''سب یہی کہتے ہیں۔'' وہ اترائی۔
''اور سلیم بھائی کیا کہتے ہیں؟'' رافعہ نے ٹوہ لگانی چاہی تو جواباً انجلینا بی بی صاحبہ کا بھرپور قہقہہ چھوٹ گیا۔
''انہوں نے کیا کہنا ہے وہ مست ملنگ ہیں، تم لوگ دیکھنا اس بار پارٹی میں، میں انہیں بریڈ پٹ بنا کر لاؤں گی۔''
''بریڈ پٹ......؟ یار صنم کیا وہ جانتے ہیں کہ یہ بریڈ پٹ صاحب ہیں کون؟''
''نہ جانیں، کل انہیں ہالی ووڈ کی کوئی فلم لگا کے دکھا دوں گی، خود ہی سبھی جان جائیں گے۔''
وہ اپنے ہی ہاتھ پہ ہاتھ مار کر ہنسیں تو صدف، رافعہ ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔
''ہے گرلز، کیا ہو رہا ہے یہاں؟'' تبھی پینٹ شرٹ میں ملبوس ثانیہ احمد ان کے پاس آئی تھی، ساتھ ہی اس کے شوہر نامدار بھی تھے جن کے مسکین سے چہرے پہ غمگینی اور اداسی نظر آ رہی تھی، یقیناً ثانیہ اسے زبردستی ساتھ لائی تھی۔
''شاپنگ۔'' صنم نے مسکرا کر جواب دیا تو وہ بغور سب کو دیکھنے لگی۔
''کیسی شاپنگ...... کیا کچھ خرید ڈالا؟''
''تم کیا خریدنے آئی ہو؟'' صدف نے فوراً بات پلٹی۔
''ابھی تو خریدنے کا پروگرام بنا کر آئی ہوں، خریدوں گی تو پتہ چلے گا۔'' اس نے مزے سے بات بنائی تو صنم ٹھٹکی۔
''کہیں پھر سے ''لنڈ سے لوہان'' تو نہیں بننا؟'' صنم دور کی کوڑی لائی تو صدف اور رافعہ نے اپنی ہنسی ہونٹوں تلے دبائی۔
''نو، نو یار اب کی بار تو سہیل کی بات مانی ہے، وہ کہتے ہیں میں بالکل کیٹی ہومز لگتی ہوں، بس اب کی بار آپ سب مجھے کیٹی ہی کے روپ میں دیکھیں گے۔''
''اوہ۔'' ان تینوں نے سمجھداری سے سر ہلایا۔
''یہ تو ہم سے بھی آگے نمبر لے گئی۔'' صدف کو ایک دم سے اپنے ہاتھ میں پکڑے بیگز بے کار نظر آنے لگے، کچھ ایسی ہی کیفیت ساتھ کھڑی رافعہ کی بھی ہو رہی تھی۔
''سہیل بھی پورے کے پورے ٹام کروز لگتے ہیں جبھی تو سوچا ان کی بات مان ہی لوں۔'' ثانیہ نے اترا کر اپنے پاپ کٹ بالوں پہ ہاتھ

پھیرا۔

''یہ تو ہے۔'' سانولے سلونے مسکین سے سہیل کو دیکھ کر صدف کو ہنسی تو زوروں کی آئی پر کنٹرول کر گئی۔

''پلیز ثانیہ جلدی کریں نا۔'' مسکین شخص کی آواز بھی عاجزانہ تھی۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں، ویل گائز ہم تو چلے۔'' ثانیہ چھپکلی کی طرح کود کر مسکین ٹام کروز کے کندھے سے لگی تو ٹام کروز کی باچھیں کھل اٹھیں۔

''گڈ لک مسٹر اینڈ مسز ٹام کروز۔'' صدف نے مسکرا کر کہا تو وہ سر ہلاتے اترائے اترائے سے آگے بڑھ گئے، یہ جانے بغیر کہ پیچھے وہ تینوں کیسے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر ہنس ہنس کر دوہری ہوئی تھیں۔

☆☆☆

وہ جب سے بازار سے آئی تھی عجب بے چین سی تھی، اپنی کی ہوئی شاپنگ وہ بیس بار کھول کے دیکھ چکی تھی، مگر اسے وہ سب بے سودی لگ رہی تھی، نہ کپڑے پسند آ رہے تھے نہ جوتے جیولری، عجیب پھیکے سے رنگ لگ رہے تھے اسے تو یہی ہضم نہیں ہو رہا تھا صنم، ثانیہ، کیٹی اور انجلینا بننے والی ہیں۔

''یہ بھی کوئی پہننے والی چیز ہے بھلا۔'' اس نے تپ کر سینڈلز اور ساڑھی دور پھینک دیے، تبھی لاؤنج میں پڑے فون کی رنگ بج اٹھی تو اس نے بے دلی سے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

''ہائے صدف، تم سے ایک بات کرنی تھی۔'' دوسری صرف رافعہ تھی۔

''ہاں بولو، کیا بات ہے......؟'' بغیر دلچسپی کے وہ بولی تو رافعہ چونک پڑی۔

''ہائیں کیا ہوا، ابھی بازار تو تمہارا موڈ بہت فریش لگ رہا تھا۔''

''چھوڑو یار میرے موڈ کو، تم بتاؤ کیا کہنے والی ہوں؟'' اس نے اسے ٹالنا چاہا۔

''چلو خیر نہیں بتانا چاہتی تو نہ سہی، مجھے تم سے کہنا تھا کہ میں پارٹی پہ وہ سٹار پلس والی ساڑھی نہیں پہنوں گی۔''

''ہیں، کیوں؟'' وہ ٹھٹکی۔

''بس یار، موڈ نہیں رہا نا، میں کل پھر بازار جاؤں گی اور اب کی بار ایشوریہ رائے جیسا لباس لوں گی۔'' اس نے کہا تو وہ چپ کی چپ رہ گئی۔

''اوئے کدھر گئی؟'' فون میں بالکل خاموشی محسوس کر کے رافعہ نے پکارا تو وہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔

''میں خود وہ نہیں پہنوں گی، میرے خیال میں میری پرسنالٹی کترینہ کیف جیسی ہے تو میں اسی طرح کی ساڑھی پہنوں۔'' اس نے بھی آخر فیصلہ کر ہی لیا تو دروازے سے اندر داخل ہوتا ظہیر تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

☆☆☆

''ظہیر میں سوچ رہی ہوں آپ پارٹی پہ پٹیالہ شلوار قمیص پہنیئے گا۔'' وہ ناشتہ کرنے بیٹھا تو صدف نے کہا تو وہ چائے کا سپ لیتے لیتے رک گیا۔

''کیا کہا؟''

''مم...... میرا مطلب ہے۔'' وہ ہکلائی۔

''وہ نہ آپ...... پارٹی پہ......''

''میں اپنا روایتی جوڑا شلوار قمیص ہی پہنوں گا۔'' اس نے چبا چبا کر کہا تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگی۔

''جیسے آپ کی مرضی، ویسے ایک بات کہوں جس طرح کی آپ کی خوبصورت پرسنالٹی ہے آپ پہ گاندھی سوٹ بہت جچے......''

''صدف!'' اس کا غصے کے مارے چہرہ سرخ پڑ گیا، وہ بے حد مشتعل سا اٹھا اور چائے کا کپ وہیں چھوڑ کر تن فن کرتا وہاں سے نکل گیا۔

''استغفراللہ...... خوامخواہ غصہ کرتے ہیں۔'' وہ سر جھٹک کر بریڈ پہ جیم لگانے لگی۔

☆☆☆

''ظہیر بھاگ کے آئیں، بھاگ کے......''

ظہیر سونے کی تیاریاں کر رہا تھا جب صدف باہر سے بھاگتی ہوئی آئی اور اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچ ڈالا۔

''کیا ہے یار؟ مجھے نیند آ رہی ہے۔'' وہ سخت بدمزہ ہوا مگر وہ اسے کھینچتی ہوئی ٹی وی لاؤنج میں لے آئی جہاں پہ ٹی وی آن پڑا تھا اور ایک انڈین فلم چل رہی تھی۔

''یہاں بیٹھیں اور غور سے دیکھیں اس ہیروئین نے کون سی ساڑھی پہنی ہوئی ہے۔''

''کیا بکواس ہے یار، تم یہ دکھانے مجھے لائی ہو؟''

''ہاں نا، ظہیر سیم یہی ساڑھی تو میں جشن آزادی پہ پہن رہی ہوں۔''

''کتنی بے وقوف ہو تم صدف۔'' وہ دکھ سے اسے دیکھنے لگا۔

''کیوں کیا ہوا؟'' وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''دیکھیں تو سہی یہ کترینہ کیف ہے۔''

''ہنس کی چال چلنے والے ہمیشہ اپنی چال بھول جایا کرتے ہیں صدف بی بی۔''

''ایک تو آپ بھی نا۔'' اس نے فٹ برا مانا تو وہ مشتعل سا اسے دیکھنے لگا۔

''تم مجھے یہ بتاؤ جو لوگ غیروں کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے ہیں، کیا وہ مسلمان کہے جانے کے قابل ہیں؟''

''ظہیر کپڑوں جوتوں کا کیا تعلق غیروں کے رنگ سے، ان کی پروڈکٹ اچھی ہوتی ہے جبھی ہر کوئی پسند کرتا ہے۔'' اس نے کمزور سی آواز میں کہا تو جواباً وہ بھڑک اٹھا۔

''تو کیا اپنے ملک کی پروڈکٹ بری ہوتی ہے؟''

''میں نے ایسا کب کہا؟''

''تم لوگ اپنے ملک کے کپڑے پہنو گے تو کیا غریب دکھائی دو گے، دوسروں سے کمتر نظر آؤ گے۔''

''ظہیر اب تو ٹرینڈ ہی یہی ہے کہ بیرون ملک کی چیزوں کو اہمیت دی جاتی ہے، انہی کی قدر کی جاتی ہے۔''

''بکواس...... بکواس ہے یہ، اگر ہم ہی لوگ اپنی چیزوں کو کمتر اور حقیر جانیں گے تو باہر سے کون آ کے ہمیں سراہے گا؟''

''صدف بی بی مجھے بہت دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم خود اپنی راہیں کھوٹی کر رہے ہیں، خود اپنے آپ کو کمزور کر رہے ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' وہ الجھی۔

''ہم آزاد ہیں، ہمیں اس بات پر تو فخر ہے مگر تم یہ جانتی ہو کہ آزاد ہو کر بھی غلام بنے رہنا کس کو کہتے ہیں؟'' وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا تو وہ کچھ نہ بولی۔

''اسی بات کو صدف بی بی، اسی بات کو تو تم نہیں جانتی اور نہ ہی تم سمجھتی ہو۔''

''صدف ہم مسلمان ہیں، بہت پہلے ہم کسی کے غلام ہوا کرتے تھے، دوسرے ہم پہ حکومت کرتے تھے، تب ہم مجبور تھے بے بس تھے، ان کے رنگ کو اپنانا ہماری مجبوری تھی۔''

''مگر اب...... اب ہمیں کیا پڑی ہے اپنی تہذیب، اپنا تمدن اور اپنا رہن سہن چھوڑ کے

دوسروں کا ہوا خود پہ سوار کرنا، ان کو اچھا خود کو برا سمجھنا ان کے ڈراموں، ان کی فلموں کو اپنے کلچر پہ فوقیت دینا اور تو اور خود کو بھی انہی کے جیسا بنانے میں ہلکان رہنا۔" اس کے چہرے کا رنگ غصے کے مارے سرخ پڑ گیا تھا، آنکھوں سے شرارے اگلنے لگے تھے۔

"کیا اسی لئے ہم آزاد ہوئے تھے صدف بی بی کہ آزاد ہو کر بھی دوسروں کے غلام بنے رہیں، انہی کی پوجا پاٹ کرتے رہیں، ہمیشہ انہی کے چال چلن اپناتے رہیں؟" اس نے سرخ چہرے اور تند و تیز لہجے میں پوچھا تو وہ چپ سی ہو گئی، کچھ بول ہی نہ سکی، کہ وہ جھوٹ کہاں بول رہا تھا، سب سچ ہی تو اگل رہا تھا۔

"مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے یہ کہتے ہوئے صدف کہ ہم آزاد ہو کر بھی آزاد نہیں ہیں، دنیا کی چکا چوند نے ہم کو بہت متاثر کر دیا ہے، ہم غیروں کے چال چلن اپناتے ہوئے خود کو بہت پست کرتے جا رہے ہیں، اپنی ذات کو بہت گراتے جا رہے ہیں ہم، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم پہ دوسروں نے یہ سب کرنے کے لئے زور نہیں ڈالا، انہوں نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا ہم خود ہی اپنی مرضی سے اپنی سوچوں کے غلام بنتے جا رہے ہیں، صدف ہم آزاد ہو کر بھی غلام ہیں، ہم اپنے صیاد خود ہیں، خود ہیں صیاد اپنے۔" وہ بول بول کر تھک گیا تھا جبھی نفی میں تاسف سے سر ہلاتا صوفے پہ گر گیا جبکہ وہ کھڑی اپنے آنسو قابو کرنے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔

☆☆☆

آزادی کے جشن پہ وہ اور ظہیر سب سے نمایاں لگ رہے تھے، جو بھی انہیں دیکھتا ایک بار ٹھٹکتا ضرور کہ ان کا لبادہ ہی ایسا تھا سب حیرت سے کبھی ان کو اور کبھی ایک دوسرے کو دیکھتے، پھر شانے اچکا دیتے جیسا نہیں کچھ سمجھ نہ آ رہی ہو۔

وہ دونوں لوگوں کو ٹھٹکتا دیکھتے، ان کو حیرت سے آنکھیں کھلی دیکھتے تو مسکرا دیتے اور ان کی مسکراہٹ میں ایک اطمینان تھا، سکون تھا اور ایک خوشی تھی۔

سفید شلوار سفید دوپٹے پہ سبز رنگ کی خوبصورت قمیض پہنے وہ اتنی ہی خوبصورت لگ رہی تھی جتنا اسے خوبصورت لگنا چاہیے تھا، اس کے ساتھ کھڑے ظہیر نے خوبصورت شلوار قمیض پہ جناح کیپ پہنی ہوئی تھی اور وہ اپنے اس روپ میں قطعی بھی جھجک نہیں رہا تھا اور نہ اسے یہ سوچ کے شرمندگی ہو رہی تھی کہ یہ بوسیدہ فیشن دوسروں کو بہت حقیر لگ رہا ہے، وہ اس بات پہ خوش تھا کہ وہ اپنے ملک کی آزادی کے دن کو آزاد شہری کی حیثیت سے منا رہا ہے اسے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ اس کی بیوی بھی بہت جلد غیروں کے آنکھیں خیرہ کر دینے والے فیشن سے باہر نکل آئی ہے اور اپنی ثقافت کے احترام میں سر خم ہو گئی ہے۔

☆☆☆

"ارے صدف، یہ کیا، تم نے تو کترینہ جیسی ساڑھی نہیں پہننی تھی۔" دوسری ایشوریہ رائے بننے کی کوشش میں ہلکان رافعہ نے قریب آ کر حیرت سے اس سے پوچھا تو وہ مسکرا دی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کترینہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوئی۔

"رافعہ ہم آزاد قوم ہیں، ہمارا رہن سہن کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا سب آزاد ہے پھر ہم کیوں غلامی کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں؟"

"تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"تم نے آج کس جیسی ساڑھی پہنی ہے؟"

"تمہیں بتایا تو تھا کہ ایشوریہ رائے جیسی۔"

"ہاں۔" اس نے سر ہلایا۔

"یہی تو...... یہی تو غلامی ہے۔" رافعہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"ایشوریہ کون ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے رافعہ کو دیکھ رہی تھی۔

"غیر...... غیر ہے نا وہ۔" اس نے خود ہی اپنے سوال کا جواب دیا۔

"تم خود سوچو اگر تم اپنے ملک کا شلوار کرتا پہنو گی تو کیا ایشوریہ سے کمتر لگو گی۔"

"ایگزیکٹلی، تم خوبصورت ہو، جو بھی لباس تم پہنو تم پہ جچتا ہے، تم پہلے سے بڑھ کر خوبصورت دکھائی دیتی ہو، پھر کیوں یار، ہم غیروں کے بتائے ہوئے فیشنوں میں پڑیں، کیوں ان کے رنگ اپنائیں؟"

"یہی تو المیہ ہے صدف، ہم فیشن کی دوڑ میں یہ بھول گئے ہیں کہ ہمارا اپنا ملک سب سے بڑھ کر خوبصورت ہے، اس کی تہذیب اس کا تمدن اور اس کی ثقافت سب سے زیادہ صاف ستھری اور پاک ہے۔" پیچھے سے انجلینا جولی کا روپ دھارے صنم نے کہا تو وہ دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"ہم آزاد ہونے کا ڈھنڈورا تو پیٹتے ہیں مگر اس بات سے نظریں چرائے کہ ہم اب بھی دوسروں کے بتائے رستے پہ چلنے کو ترجیح دیتے ہیں جو سراسر غلامی کی طرف لے کر جاتا ہے۔"

"یہی تو ہماری شکست ہے، ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم مسلسل بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں، مسلسل غلط کام کر رہے ہیں، جس طرح کہ آج، ہماری آزادی کا دن ہے ہم کتنے جوش جذبے سے یہ دن منانا چاہ رہے ہیں مگر دیکھو کھوکھلے روپ لئے، کھوکھلا انداز لئے، غیروں کے پہناوے پہن کر، صدف اس لئے کہ ہم پارٹی میں کسی سے کم نہ لگیں، ہر ایک سے برتر لگیں۔" کیٹی ہومز یعنی ثانیہ کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو تھے، وہ چاروں ایک دوسرے کو دیکھ کر نادم ہو گئیں، چاروں نے شرمندگی کے مارے آہستہ آہستہ سر جھکا دیئے تھے، جبھی دور کھڑے مسکرا کر انہیں دیکھتے ہوئے ظہیر نے قدم آگے بڑھائے تھے۔

"جو ہوا سو ہوا، گئے وقت پہ ماتم کیسا، اب ہمیں کل کا سوچنا چاہیے، کل کی فکر کرنی چاہیے، تاکہ ہمیں کل خود سے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔" ان چاروں نے جھٹکے سے سر اوپر اٹھائے تھے۔

"ابھی دیر نہیں ہوئی، ہمارے پاس بہت وقت ہے، خود کو، اپنے وطن کو سنوارنے کے مواقع ہیں، ہمیں ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اس سب کے لئے ہمارا ایک ہونا ضروری ہے۔" اس نے نرمی سے کہا تو سب مسکرا اٹھیں۔

"کیوں نہیں ہم ایک ہی تو ہیں۔"

"یہ ہوئی نا بات، اب جو عہد کیا ہے بس اسے نبھائے جانا۔"

"انشاء اللہ۔" ان چاروں نے بیک آواز میں کہا تھا اور مسکرا اٹھی تھیں، مگر ابھی ان کے دائیں بائیں آگے پیچھے گھومتے اور بھی کئی مرد عورتیں ایسے تھے جو غیروں کا روپ دھارے خوشی خوشی اپنی آزادی کا دن منا رہے تھے اور یہ سب کرنے کے لئے انہیں غیروں نے مجبور نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنے صیاد خود بنے ہوئے تھے، لیکن ظہیر کو یقین تھا کہ بہت جلد وہ بھی اپنے اصل کی طرف لوٹ آئیں گے صحیح معنوں میں آزاد ہو کر۔

☆☆☆

دوسری قسط

کہاں ہے دل

سندس جبیں

ذلت واہانت کے شدید ترین احساس نے چند لمحوں کے لئے اسے فریز سا کر دیا تھا۔

''میں...... یعنی کہ شاہ بخت مغل...... اتنی سی لڑکی کے ہاتھوں اتنی انسلٹ اوہ گاڈ! اس نے مجھے سمجھا کیا ہے؟'' حیرت اور اہانت کے بعد اسے شدید ترین طیش نے آلیا۔

وہ چند لمحے اس کے کمرے کے بند دروازے کو گھورتا رہا پھر، شدید غصے کی حالت میں زور سے دیوار پر مارا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆

دروازہ آہستگی سے کھلا تھا، بین نے جھکے سر کے ساتھ اندر آنے والے کے پیر دیکھے، دروازہ بند ہوا اور اس کے ساتھ ہی لاک بھی، قدموں کی چاپ وارڈ روب تک جا کر ٹھہر گئی، غالباً ایزی ڈریس ڈھونڈا جا رہا تھا، کچھ دیر بعد واش روم کا

ناولٹ

دروازہ بند ہونے کی آواز آئی، پھر دروازہ کھلا اور وہ بال بنانے کے بعد اس کے سامنے آ بیٹھا، بین کا دل جیسے سینہ توڑ کر باہر آنے کو بے تاب ہونے لگا تھا۔

''اس شادی میں میری مرضی شامل نہیں تھی۔'' ایاز نے بہت اطمینان کے ساتھ اس کے سر پر بم پھوڑا تھا وہ سر اٹھا کر ساکت سی اسے دیکھتی رہی۔

''تم خود سوچو بین! ایسا شخص جو اپنی زندگی کا ہر فیصلہ خود کرتا ہے وہ زندگی کے اتنے بڑے معاملے میں اپنے والدین کے فیصلے کو کیسے قبول کر سکتا ہے، اگر بات یہاں تک رہتی تب بھی ٹھیک تھا لیکن سچ تو یہ ہے کہ میں بہت خود پسند ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میری لائف پارٹنر ایسی ہو جو میرے اسٹیٹس میں موو کر سکے اور مجھے تم میں ایسی کوئی خوبی نظر نہیں آتی، تم خود سوچو، انصاف کرو،

کیا یہ تمہارے ساتھ ظلم نہیں ہے کہ تمہیں جانتے بوجھتے ایک ایسے شخص سے وابستہ کر دیا گیا ہے جسے تمہارے وجود میں، تمہاری ذات میں کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے، آج سے ٹھیک دس دن بعد میری نیویارک کی فلائٹ ہے اور اس بات کی بھی کوئی گارنٹی نہیں کہ میں واپس آؤں، ہوسکتا ہے میں واپس آؤں، ہوسکتا ہے میں واپس ہی نہ آؤں۔'' کتنے آرام سے وہ اس کی ذات کے بخیئے ادھیڑ گیا تھا۔

''تو آپ نے انکار کیوں نہیں کر دیا؟'' وہ ساری شرم وحیا بالائے طاق رکھ کر بولی، وہ ایک لمحے کو چونکا۔

''کیا تھا مگر یہ رشتے انسان کو بہت بری زنجیر کر لیتے ہیں۔'' ایاز نے بہت سکون سے کہا تھا۔

''تم چیلنج کرلو، میری طرف سے بے فکر ہو جاؤ، میں تمہیں قطعاً ہاتھ نہیں لگاؤں گا صرف اس لئے نہیں کہ میں اپنی سطح سے نیچے آنا پسند نہیں کرتا بلکہ اس لئے بھی کہ جب مجھے تمہیں اپنے نام سے بسانا ہی نہیں تو میں تمہیں پامال نہیں کرسکتا۔'' وہ سکون سے کہہ کر ایک طرف دراز ہوگیا۔

وہ حیا سے کٹ سی گئی تھی، خاموشی سے اٹھی اور ڈریسنگ کی سمت آکر سب کچھ اتارنے لگی، کزنز اور دوستوں کی شوخیاں اور شرارتیں یاد آئیں تو لبوں پر ایک افسردہ مسکراہٹ آگئی، اس نے آئینے سے بیڈ پر دراز ایاز احمر کو دیکھا اور پھر اس کی انلارج تصویر کو، دونوں میں بالکل فرق نہیں تھا، وہ ویسا ہی تھا جیسا تصویر میں نظر آتا تھا، مغرور، بے حس اور سفاک مگر منصف مزاج، اسے کوئی دکھ نہیں تھا بلکہ وہ اس شخص کی شکر گزار تھی جس نے کم از کم اس نے سچ تو بولا تھا، اس نے کم از کم منافقت تو نہیں کی تھی۔

☆☆☆

ولیمہ بخیر و خوبی انجام پایا تو شادی کے ہنگامے تھم گئے، اس وقت گھر کے سب افراد ناشتے کی میز پر موجود تھے۔

''کتنا ذائقہ ہے آپ کے ہاتھ میں بھابھی! کاش آپ کی کوئی بہن میری ہم عمر ہوتی۔'' یہ عباس تھا جو کہ پراٹھے سے انصاف کرتے ہوئے سبین کی تعریفوں میں رطب اللسان تھا ساتھ ہی ایک جتاتی ہوئی نظر ایاز پر بھی ڈالی تھی۔

اس کی بات پر ایک جاندار قہقہہ پڑا تھا، سبین کی دونوں چھوٹی بہنیں جڑواں تھیں اور سبین سے کافی چھوٹی تھیں۔

''افسوس! اب کیا ہوسکتا ہے؟'' تلخ اور کسی قدر چبھتا لہجہ یہ ایاز تھا۔

عباس نے کسی قدر چونک کر ایاز کی طرف دیکھا، بظاہر عام سے لہجے میں کہی گئی یہ بات ہرگز عام نہ تھی، ایاز کی نگاہوں میں بدگمانی اور شک کے تیرتے بادل اسے ایک لمحے میں جامد کر گئے تھے۔

''چلیں پھر میں دعا کروں گا کہ اللہ مجھے بھی ایسی سگھڑ اور گھریلو سی لڑکی معجزاتی طور پر عطا کر دے۔'' عباس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

اس وقت وہ نہیں جانتا تھا کہ بعض لمحات قبولیت کے ہوتے ہیں۔

صرف دو دن بعد ایاز کی نیویارک کی فلائٹ تھی، گھر میں اس مسئلے کو لے کر خاصی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں، بڑے تایا جان کا خیال تھا کہ ایاز کو سبین کے پیپرز لے کر جانے چاہیے اور جلد از جلد اسے بھی امریکہ بلا لینا چاہیے، باقی افراد نے بھی اس موقف کی تائید کی تھی، لیکن ایاز کا کیا موقف تھا اس سے سبھی بے خبر تھے۔

☆☆☆

علینہ کے ایگزامز قریب تھے اور اس کی رول نمبر سلپ بھی آچکی تھی اس لئے آج اسے کالج جانا تھا۔

مقررہ وقت پر وہ کالج میں موجود تھی جہاں ندا اس کے انتظار میں تھی اور حالیہ شادی کی تفصیلات جاننے کے لئے بے چین اور بے قرار تھی۔

''مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی ندا۔'' وسیع وعریض گراؤنڈ کے سایہ دار درختوں کے جھنڈ میں پڑے بنچ پر بیٹھے ہوئے علینہ نے کہا تھا۔

''کس بات کی؟'' ندا حیران ہوئی، علینہ نے آہستہ آہستہ اسے شاہ بخت کا سارا واقعہ سنا دیا تھا۔

''اوہ نو، وہ تو کافی میچور ہے تم سے۔'' ندا کو صدمہ ہوا تھا۔

''اسی بات کی تو مجھے سمجھ نہیں آئی، آخر کیا مقصد ہے اس کا؟'' وہ ابھی تک الجھی ہوئی تھی۔

''ولیمہ کی تقریب پر تو تنگ نہیں کیا اس نے؟''

''نہیں اس دن تو میرے پاس بھی نہیں پھٹکا، شاید میں نے کچھ زیادہ ہی انسلٹ کر دی تھی اس کی۔'' علینہ طنزیہ ہنسی۔

''لیکن اس سے یہ معاملہ ختم تو نہیں ہوا نا؟'' ندا نے سوال اٹھایا۔

''ہاں، لیکن میں اس کے خلاف بڑوں کے سامنے تو کوئی ایکشن نہیں لے سکتی نا جبکہ مجھے خود نہیں پتا کہ اس کے مقاصد یا عزائم کیا ہیں؟'' علینہ نے کہا، ندا نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

''لیکن ایک بات تو ہے علینہ! اس ساری گفتگو سے یہ تو بالکل ثابت نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''کیوں نہیں ہوسکتا، مجھے صاف لگا تھا کہ وہ ایسا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔'' علینہ بھڑکی تھی۔

''یہ تو تمہارے محسوسات ہیں نا، ضروری نہیں کہ دوسرے لوگ بھی اس سے متفق ہوں۔'' ندا نے کہا۔

''ہاں، سو تو ہے۔'' وہ کچھ ٹھنڈی پڑی۔

''اچھا ایک بات بتاؤ، دیکھنے میں کیسا ہے؟'' ندا نے پرسوچ انداز میں پوچھا۔

''ایک پروفیشنل ماڈل ہے، نیشنل اور انٹرنیشنل لیول کے میگزینز کے لئے اسٹل فوٹو گرافی کر چکا ہے، حال ہی میں کراچی میں ہونے والے سمر کلیکشن کے فیشن شوز میں بھی شامل تھا، نیکسٹ ویک دبئی جا رہا ہے ''طلال بن معصب'' کے فیشن ویک میں شرکت کے لئے۔'' علینہ نے بے تاثر انداز میں اس کا مختصر سا بائیو ڈیٹا بتایا۔

''طلال بن معصب!'' ندا حیرت سے چلائی تھی وہ دبئی کا کامیاب اور جانا مانا ہوا فیشن ڈیزائنر تھا۔

''میں سوچ سکتی ہوں کہ وہ کیسا ہوسکتا ہے؟'' ندا کی آنکھیں اب شرارت سے چمک رہی تھیں۔

''وہ جیسا بھی ہے، میرے نزدیک کچھ نہیں۔'' علینہ کا لہجہ تلخ اور حقارت سے بھرا ہوا تھا۔

''لیکن کیوں؟'' ندا نے پرزور احتجاج کیا۔

''تمہیں پتا ہے ندا! یہ وہی شاہ بخت ہے جو رمشہ آپی میں انوالو ہے اور اس بات کا میری پوری فیملی کا پتا ہے۔''

''تمہارا مطلب ہے وہ تمہاری ماڈرن سی

کزن۔'' ندا بری طرح چونکی۔

''ہاں...... وہی......'' علینہ نے تصدیق کی۔

''اوہ مائی گاڈ!...... یہ...... وہ شاہ بخت ہے وہ شہد رنگ آنکھوں والا، جس کی جھیلوں جیسی آنکھیں ہیں۔'' وہ چلا ہی تو اٹھی تھی، تصویروں میں تو سب کو دیکھ رکھا تھا، علینہ اس کی تشبیہ پر بے اختیار ہنس دی۔

''ہاں وہی شہد رنگ جھیلوں جیسی آنکھوں والا۔''

''مائی گڈنیس، میں اسے ایسا نہیں سمجھتی تھی۔'' ندا نے افسوس سے کہا۔

''اتفاق سے میں اسے ایسا ہی سمجھتی تھی، موصوف خود کو خاصی چیز سمجھتے ہیں۔'' علینہ کے لہجے میں تنفر تھا۔

''چیز تو وہ ہے اور خاصی اونچی بھی، مگر علینہ اب تم خبردار رہنا، اس قسم کی شخصیتیں جو ہوتی ہیں نا ان کی ''میں'' بری ہوتی ہے۔''

''EGO...... ہونہہ...... مائی فٹ...... کم از کم اتنا ہی سوچ لے کہ میں اس سے چھ سال چھوٹی ہوں، تھوڑی سی تو شرم کر لے۔'' اس بار بھی اس کا لہجہ حقارت سے پر تھا۔

''تمہیں اس معاملے کو سیریس لینا چاہیے علینہ۔''

''بالکل لے رہی ہوں، اسے تکلیف ہی اس بات کی ہے کہ میں اسے اگنور کر رہی ہوں۔''

''سوال تو یہ اٹھتا ہے کہ کیوں تکلیف ہے اسے؟''

''اب میں اس بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں، یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔'' علینہ نے شانے اچکائے۔

''تمہیں ڈر نہیں لگتا، تم لوگ ایک ہی گھر میں رہتے ہو، دن رات میں سینکڑوں بار سامنا ہوتا ہے، اگر اس نے حد سے بڑھنے کی کوشش کی تو......'' ندا نے اسے خوف دلایا۔

وہ ایک لمحے کو ٹھٹکی، گالوں پر لالی چنک گئی تھی، اتنی بھی چھوٹی نہیں تھی جو اس کی بات کا مطلب نہ سمجھتی۔

''ایسا کچھ نہیں ہو سکتا اور نہ ہو گا۔'' اس نے حتمی لہجے میں کہہ کر موضوع ہی بند کر دیا۔

☆☆☆

اسید مصطفیٰ کی زندگی کا پندرھواں سال اس کے لئے بڑے عجیب احساسات اپنے جلو میں لئے ہوئے جلوہ گر ہوا تھا، اسے اپنی قد و قامت میں ہونے والی تبدیلیاں بڑی عجیب اور سنسنی خیز لگتیں، وہ آئینے کے سامنے کھڑا ہوتا تو اسے اپنے چہرے پر نکلتا ہلکا ہلکا رواں عجیب سے احساسات سے دوچار کر جاتا اور اگر ایسے حبا اس کے سامنے ہوتی تو خود پر قابو پانا مشکل ہو جاتا، اس کا دل چاہتا وہ زور زور سے حبا کے گال پر تھپڑ مارے یا پھر اس کے بال نوچے یا پھر...... یا پھر اس کی کلائی پر دانت گاڑ دے، اس کا یہی دل چاہتا، وہ صرف دس سال کی تھی اور ابھی تک سلیولیس ٹاپ اور اسکرٹ میں ملبوس نظر آتی تھی، جب گھر میں ٹیوٹر انہیں پڑھانے کے لئے آتا تو وہ اس کے پاس ہی کارپٹ پہ بیٹھی ہوتی اور اس کا دل چاہتا وہ اس کے برہنہ بازو پر زور سے چٹکی بھر لے، شاید وہ اذیت پسند ہوتا جا رہا تھا، اسے یاد تھا ایک دن وہ شام کو گھر لوٹا تو وہ لان میں زمین پر بیٹھی تھی، وہ دھیمے قدموں سے اس کی طرف چلا آیا۔

''اسید! دیکھو یہ کتنا پیارا بلی کا بچہ ہے نا، بیچارہ زخمی ہے، دیکھو اس کی ٹانگ سے خون بہہ رہا ہے، اس کو کتنی تکلیف ہو رہی ہو گی نا، پلیز تم اندر سے فرسٹ ایڈ باکس لے آؤ نا۔'' وہ ہمدردی سے کہہ رہی تھی۔

اسید نے لب بھینچ کر ایک نظر بلی کے بچے پر ڈالی اور دوسری حبا پر اور پھر جھک کر اگلی ٹانگ سے بلی کے بچے کو اٹھایا اور زوردار طریقے بیرونی دیوار پر دے مارا، وہ بیچارا آواز نکالے بغیر نیچے گرا اور گر کر ساکت ہو گیا۔

حبا کے حلق سے ایک اضطراری چیخ نکلی تھی اور اسید کے حلق سے ایک ہذیانی قہقہہ۔

''یہ اس کا سب سے بہترین علاج تھا۔'' وہ بڑے سکون سے کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا، وہ خوفزدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور یہ طرف آغاز تھا، بعد میں تو ایک سلسلہ سا چل نکلا، وہ اسے خوفزدہ اور دہشت زدہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا، البتہ اس نے کبھی حبا پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔

ان دنوں اس کا اولیول کا فائنل چل رہا تھا، وہ اپنی اسٹڈیز کو بہت سنجیدگی سے لیتا تھا، وہ کتاب پکڑے لان میں چلا آیا آتے ہوئے وہ مرینہ سے ایک کپ چائے کا کہہ آیا تھا، یہ وسط اپریل کے دن تھے، ہلکی سی ہوا چل رہی تھی، لان کے پودے اور درخت آہستہ آہستہ لہلہا رہے تھے، فضا میں ایک محسوس کن خوشگواریت تھی، وہ کین کی چیئر پر بیٹھ گیا اور ٹانگیں سامنے ٹیبل پر پھیلا لیں۔

کچھ دیر بعد حبا چائے کا کپ تھامے آتی نظر آئی، ڈارک پنک کلر کی بیل باٹم جینز اور لائٹ پنک کلر کی ہاف سلیوز کی شرٹ میں وہ دو پونیاں بنائے ہوئے تھی، سر پر عجیب پھولوں اور پھلوں جیسی ہیر پنیں اور بینڈز لگائے ہوئے تھے، اس نے آہستگی سے کپ اسید کی طرف بڑھایا۔

اسید نے کتاب سے نظریں ہٹا کر اس کی طرف دیکھا، اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھر آئی، اس نے دایاں ہاتھ کپ تھامنے کے لئے آگے بڑھایا اور کپ تھامتے ہوئے ایکدم سے اس کے ہاتھوں میں اترتی خوف اور بے یقینی کی کیفیت نے اسید کو عجیب سی تسکین دی تھی۔

حبا نے ایک نظر اپنے جلے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا اور زور زور سے روتی واپس بھاگ گئی۔

اسید نے ایک نظر زمین پر گرے مگ کو دیکھا اور گھاس پہ پھیلی چائے کو اور سر پھر جھٹک کر کتاب کی طرف متوجہ ہو گیا، یوں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، وہ کچھ دیر انتظار کرتا رہا، اسے یقین تھا ابھی مرینہ اسے بلائیں گی اس سے باز پرس کریں گی جب ایسا کچھ نہ ہوا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ حبا نے انہیں کچھ نہیں بتایا، یا لازماً غلط بیانی کی ہے، اس کے اندر افسوس کا کوئی پہلو نہیں تھا وہ صرف وہی لوٹا رہا تھا جو اسے تیمور احمد نے دیا تھا، وہ کیسے اس کے ساتھ پیش آتے تھے جب وہ چھوٹا تھا بالکل حبا جیسا کتنی معمولی اور عام سی غلطیوں اور باتوں پر وہ اس کے گال تھپڑوں سے سرخ کر دیتے تھے اور مرینہ نے بھی کبھی تیمور احمد کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی، اسید کو اس پل وہ بے حد بری لگتیں، اس کا دل چاہتا وہ تیمور کو روک دیں، زور سے چیخیں اور احتجاج کریں مگر وہ ایسا کچھ نہ کرتیں، یہ اس کے اندر جمع شدہ لاوا تھا جو وقتاً فوقتاً باہر آ رہا تھا، اسے پتا تھا حبا مرینہ اور تیمور دونوں کتنی عزیز ہے، جب حبا کو تکلیف ہو گی تو لازمی بات تھی کہ وہ دونوں بھی خوش نہیں رہ سکیں گے، حبا کو اذیت دے کر اسے دلی خوشی ہوتی، وہ اب اسید سے ڈرنے لگی تھی، بہت کم براہ راست اس سے مخاطب ہوتی اور جب وہ موجود ہوتا تو وہ فوراً ہی موقع محل سے غائب ہو جاتی۔

یہ بہت دن بعد کی بات تھی، اس کے

ایگزامز ختم ہو چکے تھے اور موڈ بن رہا تھا کہ وہ اتنی لمبی چھٹیاں لاہور میں نانو کے پاس گزارے، جب ایک شام وہ مسلسل دو گھنٹوں کی پتنگ بازی کے بعد تیز تیز سیڑھیاں اترتا نیچے آ رہا تھا اور حبا شاید اوپر جا رہی تھی وہ راستے میں ایکدم سے پھیل کر کھڑا ہو گیا تھا اسے آتے دیکھ کر حبا نے کسی قدر ہٹپٹا کر اسے دیکھا مگر بولی کچھ نہیں۔

"اوپر جانا ہے؟" اسید نے پوچھا، حبا نے اثبات میں سر ہلایا بولی کچھ نہیں۔

"کیا کرو گی اوپر جا کر...... جاؤ نیچے۔" اسید نے عجیب سے لہجے میں کہا اور دونوں ہاتھ بڑھا کر اسے دھکا دے دیا۔

حبا کی دردناک چیخوں نے در و دیوار ہلا کر رکھ دیئے تھے وہ ساتھ سیڑھیوں سے رول ہوتی ہوئی فرش پر گری تھی جبکہ وہ وہیں کھڑا بڑے اطمینان سے اسے گرتا دیکھ رہا تھا، پھر انہی قدموں سے واپس اوپر چڑھ گیا۔

لاؤنج کے دروازے پر کھڑی مرینہ نے یہ سارا منظر دیکھا تھا اور ایک لمحے کو وہ ٹھرا کر رہ گئیں تھیں، انہیں یقین نہیں آیا تھا کہ یہ حرکت اسید نے کی ہے اور شاید وہ کبھی نہ مانتیں اگر وہ اسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیتیں، وہ ساکت سی کھڑی تھیں جب حبا کی چیخ نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا وہ بے ساختہ اس کی طرف بڑھی تھیں۔

☆☆☆

کٹھن ہے زندگی کتنی
سفر دشوار کتنا ہے
کبھی پاؤں نہیں چلتے
کبھی رستہ نہیں ملتا
ہمارا ساتھ دے پائے
کوئی ایسا نہیں ملتا
فقط ایسے گزاروں تو
یہ روز و شب نہیں کٹتے
یہ کٹتے تھے کبھی پہلے
مگر ہاں اب نہیں کٹتے
مجھے پھر بھی میرے مالک!
کوئی شکوہ نہیں تجھ سے

سبین کی آنکھوں سے آنسو قطار اندر قطار گر رہے تھے دل میں درد کا ایک آتش فشاں کروٹیں لے رہا تھا، اس نے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا اور جی چاہا اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ دے، اس سے پوچھے وہ اتنا بے حس کیوں ہے؟ کیوں ہے وہ اتنا سفاک؟ کیا اس کے سینے میں دل نہیں؟ کیا اس کے پاس احساسات نہیں؟ یا پھر اس کے معیار کا گراف اتنا اونچا ہے کہ وہ ساری زندگی اس حد کو نہیں چھو سکے گی، ایاز نے بھنویں اچکا کر اس کے لگاتار بہتے آنسوؤں کو دیکھا۔

"اس گھر میں تمہارا ایک بہت بڑا ہمدرد ہے، تم اس کے پاس تشریف لے جاؤ وہ یقیناً بہت اچھے طریقے سے تمہیں Console کرے گا۔" وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

سبین ٹھٹھر کر رہ گئی، اس کا اشارہ عباس کی طرف تھا وہ جانتی تھی۔

"وہ آپ کا بھائی ہے اور اس حوالے سے میرے لئے قابل احترام ہے آگے آپ کی سوچ ہے۔" سبین نے سختی سے آنسو پونچھے۔

"میرے حوالے کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں، میں کل جانے سے پہلے اس حوالے کو ختم کر کے جاؤں گا۔" وہ قطعی لہجے میں بولا تھا، سبین نے سہم کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب ہے...... آپ کا؟ کیا...... فیصلہ کیا...... ہے آپ نے؟" اس نے رک رک کر پوچھا۔

"میرا فیصلہ بہت واضح ہے...... یہ رہا حق

مہر کا چیک اور کل تک ڈائیورس پیپرز تیار ہو کے آ جائیں گے۔" سبین کو لگا کمرے کی چھت اس کے سر آ پڑی ہو، زمین یکلخت اس کے پیروں تلے ہلنے لگی تھی، روشنی کم ہوتے ہوئے خوفناک اندھیرے میں بدل گئی، اس نے پھٹی پھٹی نظروں سے ایاز کے پرسکون چہرے کو دیکھا جہاں کسی قسم کا کوئی افسوس کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔

اسے اپنی چھوٹی چھوٹی دونوں بہنیں یاد آئیں جو ابھی صرف 8th سٹینڈرڈ میں تھیں، اس اپنا کرائے کا گھر یاد آیا، اسے اپنی ماں کی بے بسی یاد آئی، بدنصیبی کی جیسے ایک طویل زنجیر تھی جس کو کوئی انت نظر نہ آتا تھا اور ایسے میں اس کا شادی کے صرف دس دن بعد مطلقہ کہلا کر گھر واپس جانا، کیا قیامت ڈھا سکتا تھا، اس کے باشعور ذہن نے بڑی تیزی سے آنے والے وقت کی تصویر دیکھی، جہاں ہر طرف سرخ بگولے سے چکرا رہے تھے، وہ بے ساختہ ایاز کے پیروں میں گر گئی۔

"نہیں...... خدا کے لئے...... نہیں...... آپ کو اللہ کا واسطہ...... ایاز! یہ مت کریں...... میں مر جاؤں گی...... میری ماں مر جائے گی...... ایسا مت کیجئے...... آپ کو اپنی سب سے پیاری ہستی کا واسطہ...... یہ ظلم مت کریں، میں آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی، مگر مجھ سے اپنا نام مت چھینیں، ایسا مت کریں ایاز! آپ کو پاک رب کا واسطہ۔" وہ اس کے پیروں پر سر رکھے رو رہی تھی، گڑگڑا رہی تھی، منتیں کر رہی تھی، وہ یوں پیچھے ہٹا جیسے کسی سانپ نے ڈنگ مارا ہو۔

"تم پاگل ہو گئی ہو، بند کرو اپنی بکواس، میں تمہیں واضح طور پر بتا چکا ہوں کہ میں ہرگز تمہیں اپنی بیوی تسلیم نہیں کروں گا، پھر بھی تم، کیا مقصد ہے آخر اس سب کا؟" وہ جیسے جھلا اٹھا تھا۔

"میں آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی۔" وہ بے ساختہ سسکی تھی۔

"او گاڈ! سوال مانگنے یا دینے کا نہیں ہے، سوال تو یہ ہے کہ میں تمہیں ساری زندگی اپنے نام پہ کیسے بٹھا سکتا ہوں میں ایک بار یہاں سے نکل گیا تو دوبارہ کسی کے ہاتھ نہیں آنے والا اور تم کہہ رہی ہو کہ میں تمہاری صورت میں ایک مستقل زنجیر نما بیڑی اپنے پیروں سے باندھ لوں؟ تاکہ جب چاہے یہ گھر والے مجھے بلیک میل کر سکیں؟ نو وے...... سبین یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔" وہ مشتعل ہوا تھا۔

"لیکن اس سب میں میرا کیا قصور ہے؟" وہ تڑپ اٹھی تھی۔

"یہی تو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ قصور میرا یا تمہارا نہیں بلکہ میرے گھر والوں کا ہے تم کیوں مفت میں اپنی زندگی برباد کرنا چاہتی ہو؟ ابھی صرف تم جذباتی ہو رہی ہو کچھ عرصہ گزرنے کے بعد تمہیں میرا فیصلہ بالکل ٹھیک لگے گا۔" وہ اس بار قدرے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

"میں جذباتی نہیں ہو رہی، آپ کو اندازہ نہیں کہ آپ کے اس قدم سے دونوں خاندانوں میں کون سا طوفان اٹھ کھڑا ہو گا۔" سبین نے اس بار قدرے سنبھل کر کہا تھا۔

"آئی ڈونٹ کیئر، یہی میرا مقصد بھی ہے انہیں اندازہ ہو گا کہ کسی باشعور اور ویل ایجوکیٹڈ پرسن کی شادی اس کی مرضی کے بغیر کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے، میں اپنے پیچھے ایک سبق چھوڑ کر جاؤں گا۔" وہ ہٹ دھرمی سے بولا تھا۔

وہ کسی صورت اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار نہیں تھا، وہ جان گئی تھی جبھی ساکت سی اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ صرف اپنی

مرضی کریں گے تو پلیز میری ایک بات مان لیں، میں چاہتی ہوں کہ......'' وہ لبوں پہ زبان پھیر کر رک گئی، امید بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''کیا؟'' ایاز نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''میں چاہتی ہوں کہ آپ کچھ دیر رک جائیں، صرف کچھ عرصہ۔'' وہ آس و نراس کی کیفیت میں گھری بولی تھی۔

''کتنا عرصہ؟'' اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

''چند...... چند ماہ۔'' اس نے لبوں کو بھینچ کر کہا تھا۔

''دیکھو سبین! میں......'' سبین نے تیزی سے اس کی بات کاٹی اور تیزی سے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''خدا کے لئے۔'' وہ بے بس ہو گیا تھا۔

''ٹھیک ہے لیکن زیادہ دیر نہیں، جس دن میرا ٹمپر لوز ہو گیا اس دن......'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر لب بھینچ کر چپ ہو گیا تھا، سبین نے بھرپور بے بسی کے احساس سمیت صرف سر ہلا دیا تھا۔

☆☆☆

آف وائٹ اور لائٹ پرپل کلر کی خوبصورت کلر سکیم کے ساتھ گھر ڈیکوریشن کمال کی تھی، وہ حیرت آمیز خوشی سے ہر چیز کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ تمہارا گھر ہے ستارا! اسے پیار کی نظر سے دیکھو اور پرکھو، کمی محسوس ہو تو جان جانا کہ ایک فوٹو گرافر بہرحال خاتون خانہ کی نظر نہیں لا سکتا، خیر کچن میں کھانے پینے کے لوازمات موجود ہیں اور اس کے بعد آرام کر لینا، باقی باتیں روایتی جگہ پر ہوں گیا اور روایتی انداز میں ہوں گی، اس وقت میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں چند گھنٹوں بعد آ جاؤں گا۔'' مہروز نے مسکرا کر کہا اور اسے بیڈروم تک چھوڑ کر رخصت ہو گیا،

اس کے جانے کے بعد وہ سارے گھر کا جائزہ لینے اٹھ کھڑی ہوئی اسے حیرت ہو رہی تھی بلاشبہ گھر کی تزئین و آرائش بہت خوبصورت اور آرٹسٹک سٹائل کی تھی، صاف ستھرا ماڈرن طرز سے سجا گھر اسے بہت خوبصورت احساس سے روشناس کر گیا تھا، چائے کی طلب اسے کچن میں کھینچ لائی تھی، اس نے چائے بنائی اور مگ تھام کر بیڈروم کی طرف آ گئی تسلی سے صوفے پر بیٹھ کر چائے ختم کی، سامان کھول کر اپنا ایزی ڈریس نکالا اور دوپٹہ ایک طرف ڈالتی واش روم میں چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ فریش ہو کر نکلی، بال سلجھائے اور ڈھیلی سی چوٹی بنا کر بیڈ پر آ گئی، چادر اوپر کھینچ کر آنکھیں موندیں تو کچھ ہی لمحوں میں گہری نیند میں جا چکی تھی۔

دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو کمرے میں خوابناک سی سبز روشنی پھیلی ہوئی تھی، وہ آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گئی، چند لمحے لگے تھے اسے ماحول کا وقوف حاصل کرنے میں...... اس نے بے اختیار وال کلاک پر نظر دوڑائی، ساڑھے گیارہ وہ دھک سے رہ گئی۔

''مہروز کہاں ہیں؟'' اس نے بے اختیار اِدھر اُدھر دیکھا مگر کمرہ خالی تھا، اسے یاد تھا کہ اس نے سونے سے پہلے فینسی لائٹ نہیں بجھائی تھی، اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ مہروز گھر آ چکا تھا، اس نے بستر چھوڑا اور اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گئی، منہ ہاتھ دھویا اور پھر کمرے سے باہر آ گئی۔

مہروز لاؤنج میں صوفے پر براجمان تھا اور

شاید کوئی مشروب پی رہا تھا، اسے دیکھ کر وہ مسکرایا اور گلاس خالی کر کے ٹیبل پر رکھ دیا۔

''نیند پوری ہو گئی؟''

''جی...... آپ کب آئے؟'' وہ صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

''کچھ ہی دیر پہلے۔'' وہ کھڑا ہو گیا ساتھ ہی بیڈروم کی طرف پیش قدمی کی تھی، ستارا نے اس کی پیروی کی تھی، بیڈروم میں داخل ہو کر وہ واش روم کی سمت بڑھ گیا۔

''میں چینج کر لوں۔'' وہ کہتا ہوا واش روم میں چلا گیا، ستارا خاموشی سے بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی، کچھ دیر بعد وہ باہر آیا اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنانے لگا، پھر اس کی سمت چلا آیا۔

اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے سہولت سے اس کی لمبی چوٹی ہاتھ میں لے لی تھی۔

''تمہارے بال بہت خوبصورت ہیں ستارا!'' وہ رشک اور توصیف سے کہہ رہا تھا۔

''شکریہ۔'' وہ زیر لب مسکرائی۔

''مائی گاڈ! اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں۔'' وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا، وہ خجل ہو گئی۔

''ستارا کوئی بات کرو نا، ترس گیا ہوں کسی اپنے کی آواز کو، کچھ بولو نا۔'' وہ بے قراری سے کہہ رہا تھا۔

ستارا کا دل جیسے کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا، وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ کیسے بولے؟ کہاں سے اتنی ہمت لائے اس سے تو نظریں اٹھانا دشوار ہو رہا تھا، وہ اس کی چوٹی کے بل کھول رہا تھا۔

☆☆☆

''دوبئی گسیتوز'' کا ہنگامہ اپنے عروج پر تھا، شور، آوازیں، قہقہے، متحرک جسم اور چھلکتے جام، ہر کوئی مگن تھا، گم تھا، طلال بن معصب نے رم کا گھونٹ لیتے ہوئے سارے ماحول سے بے نیاز بیٹھے شاہ بخت مغل کو دیکھا۔

یوں تو ہر سال ہی اس کے ماڈلز کی کلیکشن کو سراہا جاتا تھا مگر اس بار تو ایک تہلکہ مچ گیا تھا اور اس کا سبب سامنے بیٹھا ہوا ''شاہ بخت مغل'' تھا جو کہ اس کا لیڈ ماڈل بھی تھا، ہر سال کی طرح اس سال بھی بے پناہ کامیابی، تعریف و توصیف حصے میں آئی تھی اور اس کے نام کا گراف کچھ مزید اونچا ہو گیا تھا۔

''طلال بن معصب'' کے فیشن ویک کے بعد کئی پروڈیوسرز اور ڈریس ڈیزائنرز نے اس کے ساتھ رابطہ کیا تھا مگر وہ چکنی مچھلی کی طرح سب کے ہاتھوں سے پھسل گیا، طلال کو خاصی حیرت تھی اس کا خیال تھا کہ وہ فوراً ہی ایگریمنٹ سائن کرنے شروع کر دے گا مگر ایسا نہ ہوا تھا۔

''تم مان کیوں نہیں جاتے؟'' طلال نے خاصے جھنجھلا کر پوچھا تھا۔

''نہیں معصب! میں یہاں صرف تمہارے لئے آیا تھا، میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' اس نے بے تاثر انداز میں انکار کیا۔

''کیوں؟ ایسی کیا مصروفیت ہے؟ دو چار ماہ رہو یہاں پر، ہوٹل کا خرچ میرا۔'' طلال نے فراخدلی سے کہا۔

''ایسی بات نہیں ہے معصب! میرا ایم بی اے کا لاسٹ سمسٹر ہے، میں اسے کسی صورت ڈراپ نہیں کر سکتا۔''

''لوگ تو اتنی شہرت اور ایسی آفرز پر جاب تک چھوڑ دیتے ہیں اور تم......''

''وہ لوگ ہیں اور میں شاہ بخت مغل ہوں اتنا فرق کافی نہیں ہے۔'' اس نے آنکھوں کو جنبش دی۔

طلال بن معصب چند لمحوں کے لئے فریز

ساہو گیا تھا، اسی پل بھی وہ سر جھٹک کر کسینو کے ماحول میں واپس لوٹا تھا، ایک کامیاب فیشن ایونٹ کے بعد اس شاندار کسینو میں ڈنر اور تھوڑی سی تفریح طلال کی طرف سے اپنے تمام ماڈلز کے لئے تھی اور باقی سب کہیں نہ کہیں مصروف تھے کوئی جوئے کی مشین پر اور کوئی ڈانس فلور پر، کوئی ڈرنک میں مصروف تھا تو کوئی کسی حسینہ کی بانہوں میں مدہوش اور ایسے میں ان سب سے الگ تھلگ بیٹھا شاہ بخت مغل طلال کو اپنی طرف متوجہ کرا گیا، پندرہ دن کی رفاقت کے دوران اتنا تو وہ جان چکا تھا کہ شاہ بخت مغل ڈرنک نہیں کرتا، اسی لئے اس کے پاس چلا آیا۔

''تمہارا یہاں آنا تو بے کار گیا نا؟'' طلال نے افسوس سے کہا۔

''کیوں؟'' شاہ بخت نے سوفٹ ڈرنک کا گھونٹ لے کر کہا۔

''یہاں تمہاری دلچسپی کے لئے کچھ موجود ہی نہیں ہے نا۔'' طلال نے وضاحت کی، شاہ بخت نے سر جھٹکا۔

''اصل میں مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اس قسم کے آدمی ہو۔'' طلال نے مزید کہا۔

''کس قسم کا؟'' اس نے بھنویں اچکا کر کہا، اس کی شہد رنگ جھیلیں طلال پر مرکوز تھیں، طلال چند لمحے خاموش رہا، مرد ہو کر بھی طلال کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس پر کس طرح اثر انداز ہو رہا تھا، اس کی آنکھوں کی چمک اور لپک اتنی شدید تھی کہ نظر چرانا دشوار تھا۔

''اتنے خشک قسم کے۔'' طلال نے رم کا سپ لیتے ہوئے وضاحت کی۔

شاہ بخت نے سر جھٹکا اور سگریٹ سلگانے لگا، ذرا سا آگے جھکتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ سے سگریٹ تھاما اور دوسرے سے لائٹر جلانے لگا، ذرا سا آگے جھکنے سے اس کے شہد رنگ بال ماتھے پر جھک آئے تھے اور وہ اس پوز میں اتنا دلکش اور پیارا لگ رہا تھا کہ طلال نے بے ساختہ اس کا یہ پوز سیل فون پر محفوظ کر لیا تھا۔

''ایک بات پوچھوں؟'' طلال نے اس کی طرف جھک کر کہا۔

''ہوں۔'' وہ سگریٹ کے کش لیتے ہوئے بے تاثر انداز میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑا رہا تھا۔

''تم سچ میں اتنے کول ہو یا پوز کر رہے ہو؟''

''میں ایسا ہی ہوں۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں نہیں مانتا۔'' طلال کا لہجہ تیکھا ہوا تھا۔

''تو مت مانو۔'' اس نے شانے جھٹکے۔

طلال چند لمحے خاموش رہا، پھر یکدم بولا۔

''شاہ بخت آؤ میرے گھر چلیں۔''

''اٹس بخت اونلی۔'' اس نے تصحیح کی۔

''اوکے، بخت چلیں؟''

''چلو۔'' وہ اٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ دبئی کی شاندار سکائی سکریپر کے لاسٹ فلور پر واقع طلال بن معصب کے پینٹ ہاؤس میں موجود تھے۔

''بخت!'' طلال نے کافی کا مگ اس کے سامنے رکھا۔

''ہوں۔'' اس نے نظریں اٹھائیں۔

''مجھے لگتا ہے میں تم پر عاشق ہو گیا ہوں۔'' طلال نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

شاہ بخت ہکا بکا سا اسے دیکھتا رہا، پھر بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنسا اور ہنستا چلا گیا۔

''مائی گاڈ! کیا کہا تم نے؟ تم...... مجھ پر عاشق...... او...... گاڈ......'' وہ کھلکھلا کر ہنسے جا رہا تھا۔

''اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟'' طلال نے کچھ خفگی سے کہا، وہ ہنستے ہنستے رکا اور آنکھوں سے نکلتے پانی کو صاف کیا۔

''ہنسنے کی بات تو ہے، تم ایک میل ہو کر مجھ پر عاشق ہو گئے ہو۔'' وہ پھر سے ہنسا۔

''محبت کے لئے مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہوتی دوست۔'' طلال نے فلسفہ بگھارا۔

''ارے...... کیا بات ہے بھئی! ابھی تو مجھے معشوق بنا رہے تھے اور ابھی دوست بنا لیا۔''

''دوستی تو تمہارے لئے آنر ہے۔'' طلال بھی مسکرایا، شاہ بخت ایک بار پھر قہقہہ بار ہوا تھا۔

''معصب! یو آر امیزنگ۔''

''بخت! ایک بات کہوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''بولو بھئی...... بولو۔'' اس نے ہنسی دبائی۔

''سچ یہ ہے کہ تم بہت خالص ہو، بہت Pure بالکل کسی آئینے کی مانند، جس کے پار جھانکا جا سکتا ہو، جس میں ہم اپنے آپ کو بالکل صاف اور واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں، ہمیشہ ایسا ہی رہنا بخت! تمہاری سچائی انمول ہے اور کبھی بھی اس دنیاوی مفاد کے لئے اسے مت چھوڑنا، تمہارا دل بہت پیارا ہے بخت! معاشرے اور دنیا کی آرائشوں سے پاک منافقت سے دور، اسے آلودہ مت ہونے دینا، تم بس کبھی مت بدلنا۔'' طلال بن معصب کی سیاہ آنکھوں سے دھواں سا نکل رہا تھا، شاہ بخت کی ساری ہنسی غائب ہو گئی تھی۔

''معصب! تم ٹھیک ہو ناں؟'' اس نے پریشانی سے معصب کے کندھے پر ہاتھ دھرا۔

''میں ٹھیک ہوں، بالکل ٹھیک، پتا ہے بخت تمہیں دیکھ کر مجھے وہ طلال یاد آتا ہے جو بھی بالکل تمہارے جیسا تھا، خالص، پاک صاف، نکھری ستھری سوچ رکھنے والا اور اپنی آنکھوں میں ڈھیروں خواب لئے ہوئے، مگر خواب کہاں پورے ہوتے ہیں یہ تو ہمیشہ ہی ادھورے رہتے ہیں ہمیشہ ادھورے حالانکہ اس دنیا کے لئے میں ایک کامیاب انسان ہوں، مگر کوئی نہیں جانتا اس کامیابی کے لئے میں نے کیا تاوان بھرا؟ میں نے اپنی سچائی کھو دی، میں نے اپنا دل بیچ دیا، میں نے اپنے خواب رہن رکھ دیئے، وہ خواب جو ہمیں جینا سکھاتے ہیں، وہ خواب جو آنکھوں کے لئے زندگی ہیں، میرے سب خواب مر گئے، تمہیں میری آنکھیں مردہ نہیں لگتیں بخت! دیکھو...... دیکھو ان میں کوئی خواب نہیں۔'' طلال کا لہجہ بالکل خالی تھا، بالکل اس جواری کی طرح جو اپنی ساری جمع پونجی ہار چکا ہو۔

''ایسا کیا ہوا تھا معصب؟'' شاہ بخت نے بے ساختہ پوچھا تھا۔

''تم مجھے معصب کیوں کہتے ہو؟'' طلال نے الٹا سوال داغا۔

''مجھے یہ اچھا لگتا ہے۔'' شاہ نے شانے اچکا کر کہا۔

''میرب فاروق بھی یہی کہتی تھی، سب مجھے طلال کہتے تھے اور وہ مجھے معصب۔''

''کون میرب فاروق؟'' شاہ بخت نے بے ساختہ اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا تھا۔

''میری میرب، میری زندگی، میری جان، میں نے اسے کھو دیا بخت! چند سال پہلے طلال بن معصب کو کوئی نہیں جانتا تھا، مگر میں چاہتا تھا کہ یہ سب جانیں کہ میں ہوں، میرے ادھورے خوابوں کی تکمیل کی جنگ شروع ہو گئی، مجھے ہر قیمت پر آگے جانا تھا، مجھے فیشن کی دنیا کا سب سے بڑا نام بننا تھا اور اس کے لئے میں نے اپنی سچائی کھو دی، اپنے خواب گنوا دیئے اور اپنی

ہتھیلیاں زندگی بھر کے لئے سونی کر لیں، زندگی میں سب کو سب کچھ تو نہیں ملتا نا مکمل خوشی تو ایک خواب ہے جو کبھی پورا نہیں ہوتا، میں نے ایک نام پا لیا اور میرب کو کھو دیا۔'' طلال کے لہجے میں بیتے دنوں کی اذیت تھی، گزرے زمانوں کے پچھتاوے تھے۔

''کیا تم نے ہی سب پانے کے لئے کوئی غلط راستہ اختیار کیا تھا؟'' شاہ بخت نے حیرت سے کہا۔

''جب ہم ایک جنون میں بھاگتے چلے جاتے ہیں تو ہمیں اندازہ نہیں ہوتا کہ کتنے کانٹے ہمارے پاؤں میں چبھ گئے ہیں اور بھاگتے بھاگتے جب ہم تھک کر گرتے ہیں تو ہمارے لہولہان پاؤں ہمیں اس اذیت کا احساس دلاتے ہیں جو ہم نے اس سفر کے دوران سہی تھی، حفصہ کرمانی ایک ٹاپ ماڈل تھی، پاگل تھی میرے پیچھے مگر میں اس کے ہاتھ ہی نہ آتا تھا، میری جان تو میرب تھی، میری زندگی اور پھر یوں ہوا کہ جنون محبت پر غالب آ گیا، جنون مجھے آگے بڑھنے کا تھا، ایک مقام بنانے کا، حفصہ کرمانی نے مجھے آفر دی کہ وہ مجھے اس ٹاپ پر لے کر جائے گی جہاں میں جانا چاہتا ہوں اور بدلے میں اس نے مجھ سے بس ایک رات مانگی تھی اور بخت تم بتاؤ ایک رات سے کیا ہوتا ہے؟ میں اس سے شادی تو نہیں کر رہا تھا نا، مگر یہ بات میرب کو کون سمجھاتا؟ میڈیا نے مجھے اور حفصہ کو خوب اسکینڈلائز کیا تھا اور اس نے مجھ سے کچھ نہیں پوچھا، میں نے خود ہی اسے کہا کہ میرب مرد کا کیا بگڑتا ہے برباد تو عورت ہو جاتی ہے۔''

''تو جانتے ہو اس نے کیا جواب دیا، اس نے کہا۔''

''معصب! تم مرد اتنے دوغلے کیوں ہوتے ہو؟ تم یہ کیوں سوچتے ہو کہ تم خود چاہے سارے زمانے کی غلاظت میں منہ مار کر آؤ گے بیوی کو خالص ہی ہونا چاہیے، سات پردوں میں چھپی، میں نے تمہیں دوسروں سے مختلف سمجھا تھا مگر تم ان سب سے بدتر ہو، مجھے خود سے نفرت ہو رہی ہے کہ میں نے تم سے محبت کی۔''

''اور پھر پتا ہے کہ کیا ہوا؟'' طلال کے لہجے میں سسکیاں گونجی تھیں۔

''کیا؟'' بخت نے بے اختیار پوچھا۔

''میرب نے خودکشی کر لی، جانتے ہو کب جب ہماری شادی میں صرف دو دن رہ گئے تھے۔'' طلال کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور آنسو قطار در قطار اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔

''تم بھی، تم بھی تو کسی سے محبت کرتے ہو ناں شاہ بخت مغل، تمہاری بھی تو کوئی میرب ہو گی ناں پتا ہے یہ جو تمہاری آنکھیں ہیں ان کی پیاری سی چمک بتاتی ہے کہ ہاں کوئی ہے جس کے دم سے تمہارا دل آباد ہے، بولو نا بخت! کون ہے وہ؟'' طلال نے آنسو پونچھ کر تجسس سے پوچھا تھا۔

اس کے درست اندازے پر شاہ بخت ٹھٹک کر اسے دیکھا۔

''ہاں ہے وہ میری عینا ہے، میری عینا۔''

ایک دلکش مسکراہٹ نے خود بخود شاہ بخت کے لبوں کا احاطہ کر لیا تھا، طلال نے اس کے چہرے پر پھیلے رنگوں کو حسرت سے دیکھا اور بے اختیار ان کے دائمی ہونے کی دعا مانگی تھی۔

''زندگی میں سب کچھ مل جاتا ہے بخت! مگر محبت بس ایک ہی بار ملتی ہے اور اگر خوش قسمتی سے مل جائے تو اسے کبھی مت کھونا۔'' طلال نے بہت خلوص سے کہا تھا۔

''مجھے تو لگتا ہے اب میں تم پر عاشق ہوتا رہا ہوں۔'' بخت نے شرارت بھرے لہجے میں کہا، دونوں کا ایک بے اختیار قہقہہ گونجا تھا۔

☆☆☆

ستارا نے ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ سموئے محویت سے ناشتہ بناتے مہروز کو دیکھا، جو بڑا مگن تھا۔

''میں تمہیں اتنا اچھا ناشتہ کرواؤں گا نا کہ تم مجھ سے فرمائش کر کے ناشتہ بنوایا کرو گی۔'' وہ آملیٹ کے لئے انڈے پھینٹتے ہوئے فخر سے کہہ رہا تھا۔

''اور اگر ایسا نہ ہوا تو؟'' وہ شرارت سے بولی۔

''کیوں نہ ہوا، تمہیں ہر حال میں پسند آئے گا۔'' وہ ضدی لہجے میں بولا۔

''ضروری تو نہیں۔'' وہ ہنسی۔

''ضروری ہے ورنہ میں۔'' وہ رکا۔

''ورنہ...... میں تمہارا سر پھاڑ دوں گا۔''

اس نے خطرناک انداز میں چمچ لہرایا، ستارا کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

''آپ نے اتنی خطرناک دھمکی دے دی ہے اب تو پسند کرنا ہی پڑے گا۔'' وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتی ہوئی بولی، مہروز کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

''ناشتہ کرنے کے بعد گھومنے چلیں گے۔'' وہ مزید بولا، ستارا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''کدھر جائیں گے؟'' وہ بے تابی سے پوچھنے لگی۔

''جہاں تم کہو۔'' وہ آملیٹ کا آمیزہ فرائی پین میں انڈیلتے ہوئے بولا۔

''مجھے کیا پتا؟ آپ مجھے یہاں کے بارے میں کچھ بتائیں نا۔'' وہ حیرت سے آنکھیں پھیلا کر بولی۔

''ہوں، یہ بات تو ہے، چلو میں بتاتا ہوں، سنگاپور ستاون چھوٹے چھوٹے جزائر پر مشتمل ملک ہے، ان میں سے زیادہ تر غیر آباد اور گھنے جنگلوں سے بھرے ہوئے ہیں۔''

''ہم کس جزیرے پر ہیں؟'' وہ فوراً اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

''سنتو شاپر، یہ سنگاپور کا سب سے بڑا خوبصورت اور گنجان جزیرہ ہے، بہت اچھی تفریح گاہ بھی ہے۔''

''یہاں کون سی جگہیں اچھی ہیں؟'' وہ دلچسپی سے پوچھنے لگی۔

''یوں تو سارا سنگاپور ہی بہت خوبصورت ہے جیسے مسجد سلطان، مسجد انگولا، چائنہ ٹاؤن، الزبتھ واک، خیبر ہلز، انڈر ورلڈ واٹر اور خاص طور پر خواتین کے لئے شاپنگ کا بلاسٹ یعنی کہ پلازہ سنگاپور، یہ پلازہ بہت خوبصورت ہے فن تعمیر کا شاہکار اس کے سیون فلورز ہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔

''اوں...... ہوں مجھے تو شاپنگ کا شوق ہی نہیں ہے، آپ مجھے اپنی پسند کی جگہ پر ہی لے جائیے گا۔'' وہ افسوس اور معصومیت کے ملے جلے تاثر سے بولی، مہروز کا قہقہہ چھٹ پھاڑ قسم کا تھا۔

''او گاڈ! اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم میرے لئے اللہ کا انعام ہی ہو۔'' وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اچھا وہ کیسے؟'' اس نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

''اس لئے کہ لڑکیوں کو شاپنگ کا کریز ہوتا ہے اور تم کیسی حیرت انگیز لڑکی ہو کہ تمہیں شاپنگ کا شوق نہیں ہے۔'' وہ حیرت سے کہہ رہا تھا۔

وہ بھی ہنس دی تھی، کچھ دیر بعد اس نے

ناشتہ ٹیبل پر لگا دیا تھا، سارا کام وہ اکیلے ہی کر رہا تھا کیونکہ بقول اس کے بعد میں تو ستارا کو ہی سب کرنا تھا۔

''یہ چونکہ ناشتے کے نام پر لنچ ہے اس لئے اس میں Heavy ڈشز بھی شامل ہیں۔'' وہ ہاتھ دھونے کے بعد اس کے برابر آن بیٹھا۔

''یہ اسمو کی آملمنٹ چکن ہے، یہ فرائیڈ رائس، مسالے دار آملیٹ، بیکڈ بریڈ اور یہ اسٹرابری ٹارٹ۔'' اس نے ستارا کو ڈشز سے متعارف کرایا اور اس کی پلیٹ تیار کرنے لگا۔

وہ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے اسے دیکھتی رہی، اس نے پلیٹ ستارا کے سامنے رکھی۔

''شروع کرو بھئی۔'' ستارا نے نوالہ لیا، وہ اس کے تاثرات کا جائزہ لینے لگا۔

''بہت اچھا ہے، بہت مزیدار۔'' وہ ایمان داری سے بولی، کھانا واقعی مزیدار تھا۔

''مجھے واقعی آپ سے فرمائش کر کے پکوانا پڑے کرے گا۔'' وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی، وہ بھی ہنس دیا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ تیار ہونے چل دی، اس نے سبز اور سنہری لائٹ سے کام والی لانگ اوپن شرٹ اور ٹراوزر پہنا اور ساتھ میں لمبا سا دوپٹہ، وہ چینج کر کے نکلا تو اسے دیکھ کر چونک گیا۔

''یہ ڈریس تم پر بہت سوٹ کر رہا ہے۔'' وہ بے ساختہ بولا تھا۔

''تھینکس۔'' وہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ نک سک سے تیار کار میں بیٹھے اڑے جا رہے تھے، ستارا نے مسجد سلطان دیکھنے کی فرمائش کی تھی، اس وقت وہ اسی طرف جا رہے تھے۔

''بہت صاف ستھرا ہے یہ جزیرہ۔'' وہ رشک سے چمکتی دمکتی سڑکوں کو دیکھ رہی تھی۔

''ہاں اور یہاں کے قوانین بے حد سخت ہیں اسی لئے یہ صفائی تمہیں نظر آ رہی ہے۔'' مہروز نے بتایا۔

''کب پہنچیں گے ہم؟'' وہ بے چینی سے بولی۔

''بس کچھ دیر میں اور یہ مت سوچنا کہ یہاں تم اپنے ہم وطنوں کی شکل دیکھنے کو ترس جاؤ گی، ایسا کچھ نہیں ہے، مسجد سلطان کے گرد نواح میں چار پانچ لاکھ مسلمان آباد ہیں، یوں سمجھ لو، چھوٹا سا لاہور آباد ہے یہاں پاکستانی کھانوں سے لے کر پاکستانی کپڑوں تک ہر چیز مل جاتی ہے۔'' مہروز نے مزید بتایا، وہ دلچسپی سے سنتی رہی۔

کچھ دیر بعد وہ مسجد میں پہنچ گئے، ستارا کو وہ بے حد پسند آئی تھی، دو سے تین گھنٹے انہوں نے اس مسجد میں گزارے تھے، مسجد سلطان فن تعمیر کا شاہکار تھی واپسی پر وہ کافی ہاؤس میں چلے گئے، داخلی دروازے کے ساتھ والی ٹیبل منتخب کر کے وہ بیٹھ گئے اور کافی کا آرڈر دیا، ستارا کی لمبی چوٹی کرسی سے ہوتی ہوئی زمین پر لگ رہی تھی، وہ بے خبر تھی جبھی مہروز سے باتوں میں مگن تھی۔

☆☆☆

وہ خاموشی سے نسبتاً ایک ویران سے کونے میں پڑی، میز پر موجود تھا اور وہ وہاں سے داخلی دروازے کے پاس بیٹھی اس لڑکی کو واضح طور پر دیکھ سکتا تھا، وہی لڑکی جو اسے ائیر پورٹ پر ملی تھی بلکہ نہیں، ملی نہیں تھی بلکہ اسے نظر آئی تھی، وہ آج پھر اسی طرز کے لباس میں تھی لمبی سی شرٹ اور کھلا فلیپر اور حسب معمول اپنے لمبے بالوں کی خوبصورت سی چوٹی بنائے اور اسی مرد کے ساتھ تھی جو اس دن اسے ائیر پورٹ پر لینے آیا تھا، اس بات سے بے خبر کہ اس کی چوٹی زمین کو چھو رہی تھی، اس نے ایک ویٹریس کو پاس بلایا اور اسے دھیمے لہجے میں کچھ سمجھانے لگا۔

کچھ دیر بعد وہ ویٹریس اس کی ہدایت کے مطابق ستارا کی ٹیبل کے پاس جا کر رکی، بہت احترام کے ساتھ ڈسٹرب کرنے کی معافی مانگی اور جھک کر ستارا کی چوٹی اٹھائی احترام سے ٹشو پیپر سے ہلکا سا جھاڑا اور اس کی گود میں رکھ دی اور واپس مڑ گئی۔

ستارا حیران سی تھی اور اس کی حیرت سے پھیلی آنکھیں اسے گائل کر گئی تھیں۔

اس کے اندر ایک پل میں زبردست تحریک اٹھی تھی، ہاتھ بے اختیار موبائل کے طرف بڑھے اور اگلے ہی لمحے وہ ایک نمبر ملا رہا تھا۔

وہ لمبے بالوں والی لڑکی اور اس کا ساتھی مرد اب اٹھ کر باہر کی طرف جا رہے تھے، وہ آہستگی سے اٹھ کر ان کے پیچھے چلا آیا۔

''ہاں ایک گاڑی کا نمبر نوٹ کرو اور معلوم کرو کہ یہ آدمی کون ہے؟ اور اس کے ساتھ موجود لڑکی سے اس کا کیا رشتہ ہے؟ مکمل کوائف، ہر چیز اور سنو، غلطی کی گنجائش نہیں۔'' اس کے دھیمے لہجے میں تحکم تھا۔

کچھ دیر دوسری طرف کی بات سننے کے بعد اس نے فون بند کر دیا، وہ دونوں اب گاڑی میں بیٹھ رہے تھے، وہ پر سوچ نظروں سے دور ہوتی گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

مرینہ دودھ کا گلاس تھامے اسید کے کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ انہیں کمپیوٹر کے آگے جما نظر آیا، انہوں نے دودھ کا گلاس اس کے ٹیبل پر رکھا۔

''اسید!''

''جی ماما۔'' اسید نے کمپیوٹر نے نظریں ہٹا کر ان کی طرف دیکھا۔

''آج شام کیا ہوا تھا؟'' انہوں نے دھیمے لہجے سرسری سا پوچھا۔

''کب؟'' وہ حیران نظر آیا۔

''یہ ڈرامے بازی بند کرو۔'' مرینہ نے بمشکل اپنے اشتعال پر قابو پایا۔

''کیا ہو گیا ہے آپ کو ماما؟'' وہ حیرانی سے مستفسر ہوا۔

''تم نے حبا کو سیڑھیوں سے دھکا دیا تھا۔'' وہ پھنکاریں تھیں۔

ان کا خیال تھا کہ وہ مکر جائے گا، اس کے چہرے کا رنگ تو ضرور بدلے گا لیکن وہاں ایسا کچھ نہیں تھا، اس کے برعکس وہ بڑے سکون سے کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔

''ہاں میں نے دیا تھا۔'' جو سکون اس کے چہرے پر تھا وہی لہجے میں بھی نظر آ رہا تھا، وہ حیرت سے منجمند سی ہو گئیں۔

''شرم آنی چاہیے تمہیں، کتنے دھڑلے سے تم اقرار کر رہے ہو۔'' وہ چلا پڑیں تھیں۔

''کیوں؟ تیمور احمد کو میں برا لگتا تھا، ہوں اور لگتا رہوں گا، انہوں نے کبھی مجھ پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم کی، نہیں نا، تو میں کیوں کروں، مجھے بھی حبا تیمور سے نفرت ہے۔'' اسید کے لہجے میں بھوکے بھیڑیئے جیسی غراہٹ تھی، وہ ششدر سی رہ گئیں۔

''مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم میرے بیٹے ہو۔'' انہوں نے افسوس سے اسے دیکھا۔

سرخ و سفید اونچا لمبا، خوش شکل و خوش لباس، بظاہر کتنا مکمل تھا اور خدا نے کہاں کمی رکھی چھوڑی تھی۔

''مجھے بھی یقین نہیں آتا کہ آپ میری ماں

ہیں، کیوں کی تھی آپ نے تیمور احمد سے شادی؟ اس لئے نا کہ وہ مجھے اپنے پاس رکھ لیں گے اور اس لئے کہ آپ حبا کی ماں بن جائیں اور ایسا ہی ہوا ہے ماما! مجھے تو یاد نہیں رہا کہ آپ میری ماما ہیں، آپ تو صرف حبا کی ماما ہیں۔'' اسید کا رنگ سرخ پڑ گیا تھا۔

''مگر اسید! اس میں حبا کا کیا قصور ہے؟'' وہ بے بس سی ہو کر پوچھنے لگیں۔

''تو میرا کیا قصور تھا ماما؟ مجھے کیوں بلا قصور اور بلا جواز نشانہ بنایا جاتا رہا؟'' اس نے الٹا سوال داغ دیا۔

''لیکن اس سب سے تمہیں کیا حاصل ہو گا؟'' وہ تنک کر بولیں۔

''میں جانتا ہوں، کچھ حاصل نہیں ہو گا، ہر کام کچھ حاصل کرنے کے لئے تو نہیں کیا جاتا نا ماما!'' اس کے چہرے پر خطرناک چمک آ گئی۔

''اور تم نے یہ سوچا ہے کہ اگر یہ سب تیمور کو پتا چل گیا تو......؟'' مرینہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کون بتائے گا انہیں آپ؟'' وہ طنزیہ ہنسا۔

''میں نہیں حبا۔'' انہوں نے سکون سے کہا، اسید کا اطمینان ایک پل میں رخصت ہوا تھا۔

مرینہ کو اس کا اڑا رنگ دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا تھا، اس کا مطلب تھا کہ وہ ان کی بات کا یقین کر چکا تھا، وہ اس کے پاس بیٹھ گئیں، پیار سے اس کی پیشانی پر آئے بال سمیٹے۔

''اسید! میرے بیٹے، میری بات دھیان سے سنو یہ بالکل روز روشن کی طرح عیاں حقیقت ہے کہ تیمور تمہارے باپ نہیں ہیں اور یاد رکھو، کوئی بھی مرد کسی دوسرے مرد کی اولاد کو اپنی تسلیم نہیں کرتا جبکہ وہ اس بچے کی ماں کو بخوشی بیوی کے طور پر قبول کر لیتا ہے، ایک سال پہلے میں نے سوچا تھا کہ میں تیمور کو چھوڑ دوں گی، مگر اس ارادے پر کبھی عمل نہ کر سکی، جانتے اس کی کیا وجوہات تھیں؟ جانتے ہو میں تیمور کو کیوں چھوڑنا چاہتی تھی؟'' وہ جو حیرت سے ان کی باتیں سن رہا تھا، اضطراب سے نفی میں سر ہلا دیا۔

''مجھے تیمور سے شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بہت روایتی سا مرد ہے، جو عورت پر اپنا حق جماتا ہے، اس پر شک کرتا ہے اور اس پر ہاتھ اٹھانا اپنا فرض سمجھتا ہے لیکن اس کے باوجود میں اسے نہیں چھوڑ سکی، کیونکہ میرے والدین اور بھائی ایک بار پھر میرے فرض سے سبکدوش ہو چکے تھے اور ایسے میں دوبارہ میرا بوجھ کون برداشت کرتا اور اگر بالفرض محال وہ کر بھی لیتے تو اس بات کی کیا گارنٹی تھی کہ وہ میری مزید شادی کے لئے اصرار نہ کرتے؟ وہ لازماً یہ کرتے کیونکہ اس کی سب سے بڑی وجہ میرا خوبرو اور خوبصورت ہونا تھا، یہ خوبی نہیں بلکہ خامی بنتی گئی میرے لئے اور میرے پاس اس چیز کی بھی کوئی گارنٹی نہ تھی وہ تیسرا مرد تمہیں قبول کرتا یا نہ؟ پھر میں کیا کر لیتی؟''

آخری اور سب سے بڑی وجہ تھی، حبا، اسید وہ مجھے بہت عزیز ہو گئی تھی تب اور آج بھی ہے، میں نے اسے اپنی سگی اولاد سے بڑھ کر چاہا ہے اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ کوئی تمہاری تربیت پر تو انگلی اٹھا سکتا ہے مگر حبا پر قطعاً نہیں، مجھے پتا ہے تم تیمور کے رویے سے بہت دلبرداشتہ ہو اور حق پر ہو، مگر میرے بچے اتنا جان لو کہ جن کے باپ مر جاتے ہیں وہ مرتے دم تک یتیم ہی رہتے ہیں کیونکہ اولاد کی ماں تو دوبارہ بن سکتی ہے پر باپ نہیں، میں نے اس امید پر صبر کیا تھا کہ میرا بیٹا میرے قد کو پہنچے گا تو اپنے پاؤں پہ کھڑا ہو گا، کچھ بن جائے گا اور تم میرے سارے خوابوں کو مٹی میں ملانا چاہتے ہو کیوں؟ تم جانتے ہو مجھے حبا نے کچھ نہیں بتایا بلکہ میں نے خود تمہیں اسے سیڑھیوں سے گراتے دیکھا ہے، کیوں کر رہے ایسا اسید؟ کیوں؟ سوچو، وہ ابھی بچی ہے تو ہے مگر پھر بھی اس نے مجھ سے چھپایا اور تم......!''

انہوں نے اسید کا شرمندگی سے سرخ چہرہ دیکھ کر بات بدلی، بلکہ لوہا گرم دیکھ مزید چوٹ لگائی۔

''تیمور کی جائیداد اور بزنس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ تم اس کے بیٹے نہیں بلکہ میرے بیٹے ہو، میرا حصہ بحیثیت بیوی جو مجھے ملے گا، وہ تمہیں میرے مرنے کے بعد ملے گا۔''

''ماما پلیز۔'' اسید نے بے اختیار ٹوکا۔

''سچ ہی تو کہہ رہی ہوں اس لئے میرے بچے ابھی سے سوچو، اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہے تمہیں، عملی زندگی میں آنا ہے اور میں جانتی ہوں میرا بیٹا مجھے کبھی مایوس نہیں کرے گا۔'' انہوں نے پیار سے اسید کی پیشانی کو چوما، وہ بے ساختہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

''ماما! پلیز آئم سوری ماما! مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا تھا؟ شاید میں پاگل ہو گیا تھا، میں...... آئم سوری ماما۔'' وہ بھیگے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

وہ اس کے بال سنوارتے ہوئے اسے دھیرے دھیرے سمجھانے لگیں، وہ بس خاموشی سے سر ہلائے گیا، انہوں نے اس کی برین واشنگ کرتے ہوئے اسے منا لیا تھا کہ وہ چھٹیاں نانو کے ہاں لاہور میں ہی گزارے گا۔

☆☆☆

''نوفل صدیق'' اس وقت سنگاپور کے جزیرے کوسو میں موجود تھا، وہ آج ہی سنتوشا سے یہاں پہنچا تھا، بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگ جاری تھی، اسے اس میٹنگ میں اپنے ہوٹل بزنس کی مینجمنٹ سے متعلق چند اہم فیصلے لینے تھے، وہ اس وقت مکمل توجہ سے مسٹر چاؤ پانگ کی بات سننے میں مگن تھا جب کانفرنس روم کا دروازہ بے آواز کھلا اور اس کے پرسنل سکریٹری نے ایک فائل لا کر اس کے سامنے رکھی اور خاموشی سے پلٹ گیا، اس عمل نے کانفرنس روم کی کارروائی میں کوئی تعطل برپا نہ کیا تھا، نوفل نے ایک سرسری نظر فائل پہ ڈالی اور چونک گیا، سفید کور پر بلیک مارکر سے لکھے گئے ''ٹاپ سیکرٹ'' کے حروف جگمگا رہے تھے، اس نے ساری توجہ گفتگو کی طرف مرکوز رکھتے ہوئے فائل کھولی، اندر بمشکل پانچ یا چھ کاغذ کلپٹ تھے، فرنٹ پیج پر پاسپورٹ سائز تصویر کی فوٹو کاپی جگمگا رہی تھی اور ساتھ جعلی حروف میں ''مہروز کمال'' درج تھا، میٹنگ میں اس کی دلچسپی یکدم ختم ہو گئی تھی، مقام شکر یہ تھا کہ میٹنگ اختتام کی طرف گامزن تھی، کچھ دیر بعد اس نے فائنل بات چیت کی اور اٹھ کھڑا ہوا، سفید فائل اس کے ہاتھ میں تھی، اس کی لمبی سی کار مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی ایک شاندار کاٹیج میں آ کر رک گئی، شوفر نے بہت ادب سے دروازہ کھولا تو وہ اِدھر اُدھر دیکھے بغیر تیزی سے اندرونی عمارت کی سمت بڑھ گیا۔

''کوئی خدمت سر؟'' تبتی نقوش کی حامل ملازمہ نے ادب سے پوچھا۔

''ایک کافی۔'' وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، اندر داخل ہو کر کوٹ اتار کر سائیڈ پر رکھا اور فائل بیڈ پر پھینکتے ہوئے خود شاور لینے چلا گیا، صرف دس منٹ کے قلیل عرصے کے بعد وہ دھلا دھلایا سا باہر آ چکا تھا، اسی اثنا میں ملازمہ کافی رکھ کر جا چکی تھی، اس نے کافی کا کپ تھاما اور بیڈ پر بیٹھتے ہوئے فائل کھول لی، نظریں بہت بے اختیار ہو کر حروف پر پھسلتی گئی تھیں۔

مہروز کمال:

سنگاپور آمد: 2000ء میں

عمر: 28 سال

پیشہ: فوٹوگرافر

رہائش:

فون نمبر: 9-----152

مہروز کال 2000ء میں سنگاپور آیا تھا، بنیادی طور پر ایک فلرٹ اور عیاش انسان ہے، کئی لڑکیوں سے بیک وقت تعلقات ہیں، پیشے کے لحاظ سے فوٹوگرافر ہے، ایک سال ورلڈ وائڈ سے بھی منسلک رہ چکا ہے، بتدریج ترقی کرتے کرتے پانچ سالوں میں اس مقام پر پہنچا ہے کہ اپنا اسٹوڈیو چلا رہا ہے، اس دوران ایک اخبار کے لئے فوٹو گرافی بھی کر چکا ہے اور موجودہ اسٹوڈیو بھی ایک رائل فیملی کی لڑکی سے تعلقات کا انعام ہے، ایک سال پہلے ستارا نامی لڑکی سے نکاح ہوا ہے اور اب وہ بحیثیت بیوی اس کے ساتھ ہے۔

ستارا کمال:

سنگاپور آمد: تین دن قبل

عمر: 22 سال

تعلیم: ماسٹرز ان سائیکالوجی

فون نمبر: 7-----153

لاہور کی رہائشی ہے، تین بہنوں میں دوسرا نمبر ہے، ایک سال قبل مہروز کمال سے نکاح ہوا تھا اور تین دن قبل ہی سنتوشا آئی ہے۔

نوفل نے آخری صفحہ کھولا۔

"ستارا کی آمد سے ایک ماہ قبل مہروز کمال نے ایک انٹرنیشنل شیمپو بنانے کی ایڈورٹائزنگ کمپنی سے معاہدہ کیا ہے جس کی تفصیل تا حال راز ہے تاہم یہ بات بہت واضح ہے کہ مہروز نے ماڈل کے طور پر لازماً ستارا نامی اس لڑکی کو رکھا ہے جو کہ اس کی بیوی بھی ہے جس کی وجہ سے اس کے بے پناہ خوبصورت اور حیران کن حد تک لمبے بال ہیں اور بونس کے طور پر اس کا فگر بھی بے پناہ متناسب ہے اور ماڈلنگ کے لئے بہت موزوں بھی ہے۔"

آخری صفحہ پڑھ کر نوفل نے آہستگی سے فائل بند کر دی، اس کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار نمایاں تھے۔

☆☆☆

"مغل ہاؤس" بے پناہ اداسی کی لپیٹ میں تھا، اس کا سب سے بڑا سبب دو انتہائی اہم نفوس کی غیر موجودگی تھی، سب سے پہلے تو ایاز احمر...... جو کہ حسب پلان نیویارک فلائی کر چکا تھا اور اس کے بعد شاہ بخت مغل، جو کہ اپنے فیشن ایونٹ میں شرکت کے لئے دوبئی میں تھا۔

رمشہ سمیسٹر سے فراغت کے بعد ریسٹ کے موڈ میں تھی جبھی کمرہ بند کئے پڑی تھی۔

کومل حسب معمول اپنی کوئی قمیض نکالے یہ سوچنے میں مصروف تھی کہ اس پر ایپلک ورک سوٹ کرے گا یا کوئی نازک سی ایمبرائڈری......؟

آمنہ بھابھی زین کو بمشکل سلانے کے بعد خود بھی سونے کے لئے لیٹ چکی تھیں۔

وقار بھائی آفس میں تھے، عباس یونیورسٹی سے آکر گھر میں ہی تھا۔

علینہ کے ایگزامز سر پہ تھے وہ بھی کمرہ بند تھی، الغرض اس مصروف ترین گھر کے سبھی مکین کہیں نہ کہیں مصروف تھے جبکہ صرف سبین خاموشی سے لاؤنج میں بیٹھی کوئی نیوز چینل لگائے بظاہر ٹی وی پہ نظریں جمائے ہوئے تھی، جب عباس سیڑھیاں اترتا نیچے چلا آیا۔

"بھابھی جان! کھانا ملے گا؟" وہ آنکھوں میں نیند کی ہلکی سی سرخی لئے اس سے مخاطب تھا،

وہ مستعدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیوں نہیں، بیٹھو تم۔" وہ کہتی ہوئی کچن کی طرف مڑ گئی۔

"نہیں میں بھی کچن میں آجاتا ہوں۔" وہ اس کے ساتھ ہی چل پڑا۔

کچن میں داخل ہو کر سبین کوکنگ رینج کی طرف بڑھ گئی جبکہ عباس چھوٹی ٹیبل کے گرد پڑی چیئر پر بیٹھ گیا۔

"کتنا سونا لگ رہا ہے نا ہمارا گھر، شکر ہے کل شام کی فلائٹ سے بخت واپس آرہا ہے۔" عباس نے کہا۔

سبین نے صرف آہستہ سے مسکرانے پر اکتفا کیا اور کھانا اس کے سامنے رکھنے لگی۔

"پلیز، آپ بھی لیجئے نا۔" اصرار سے بولا۔

"نہیں بھئی میں نے سب کے ساتھ کھا لیا تھا، اب بالکل دل نہیں چاہ رہا۔" وہ سنک پر مڑ کر ہاتھ دھونے لگی۔

"چلیں پھر میرے لئے چائے بنا دیں۔" عباس نے اسے نئے سرے سے مصروف کیا۔

"ویسے میں حیران ہوں عباس! تم لوگ اتنی روٹین سے چائے پیتے ہو، سردی گرمی میں۔" وہ پین میں دودھ انڈیلتے ہوئے بولی، عباس آہستہ سے ہنس دیا۔

"بس اب کیا بتاؤں؟ "مغل ہاؤس" کے مکین تو بس ایسے ہی کھسکے ہوئے ہیں۔"

"اور اس معاملے میں بخت سب سے آگے ہے، توبہ اس کی تو صبح و شام کافی سے ہوتی ہے۔" سبین کو بروقت یاد آیا۔

"یہ تو ٹھیک کہا آپ نے بھابھی جان! ویسے اب تو خاصی کم کر چکا ہے کہتا ہے میں اس کا عادی نہیں ہونا چاہتا۔" عباس نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"ابھی عادی نہیں ہونا چاہتا، پانچ کپ تو ہر حال میں پیتا ہے، کیا بات ہے بھئی؟" سبین نے حیرت سے کہا۔

"بہت کم ہیں، وہ تو دس بارہ کپ پیتا تھا۔" عباس نے انکشاف کیا۔

"اچھا...... پھر تو واقعی کم کر چکا ہے۔" سبین نے چائے کپ میں انڈیل کر اس کے سامنے رکھی۔

"آپ نہیں پئیں گی؟" عباس نے ایک کپ دیکھ کر کہا۔

"نہیں بھئی...... مجھے عادت نہیں ہے، مشکل سے ہی ناشتے میں ایک کپ لے لوں، تو لے لوں ورنہ، تو بالکل نہیں۔" وہ آہستہ سے مسکرائی۔

"ویری اسٹرینج، کیوں؟"

"ہماری اماں جی کو بالکل پسند نہیں تھا، وہ سخت خلاف تھیں کہ لڑکیاں صبح صبح خالی پیٹ چائے پئیں، جبھی مجھے بالکل عادت نہیں ہے۔" سبین نے تفصیل سے بتایا۔

"اسی لئے آپ کی اسکن اتنی گلوئنگ ہے۔" عباس نے رشک سے اس کی گندمی چمکدار رنگت کو دیکھا۔

وہ ایک پل میں سرخ پڑی تھی، عباس نے حیرت سے اس کے چہرے کے بدلتے رنگ کو دیکھا۔

"بھائی تو بہت یاد آتے ہوں گے۔" عباس نے شرارت سے اسے کہا۔

اور سبین کا چہرہ اس کی بات پر اتنی تیزی سے تاریک ہوا کہ وہ حیران رہ گیا۔

"کیا بات ہے بھابھی جان؟" عباس نے چونک کر تشویش سے پوچھا۔

سبین نے کوئی جواب نہیں بلکہ خاموشی سے

باہر نکل گئی، عباس حیرت سے اسے جاتے دیکھتا رہ گیا، کتنے بہت سے خدشات یکدم اس کے ذہن میں کلبلانے لگے تھے۔

"کیا انہیں پتا ہے کہ ایاز بھائی اس شادی سے خوش نہیں ہیں؟"

"ہو سکتا ہے کہ بھابھی کی ایاز بھائی سے کوئی ناراضگی ہو گئی ہو؟"

"یا پھر، انہیں بھائی کی یاد آ رہی ہو گی، ایاز بھائی بھی تو صرف دس دن بعد چلے گئے تھے، شاید یہی وجہ ہو۔" عباس نے مختلف آپشنز ذہن میں رکھ کر خود کو مطمئن کیا۔

مگر اگلے ہی لمحے اسے ایاز کا وہ سرد اور روکھا پھیکا رویہ یاد آیا جو شادی کے بعد دس دن ان کا سبین بھابھی سے رہا تھا، "مغل ہاؤس" میں اس حوالے سے خاصی چہ مگوئیاں ہوئی تھیں مگر پھر اسے ایاز کی سرد اور الگ تھلگ فطرت پر محمول کیا گیا۔

"تو کیا بھابھی کے ساتھ بھائی کا وہ رویہ سوچی سمجھی سازش تھی؟ کیا وہ انہیں یہ احساس دلانا چاہتے تھے کہ سبین بھابھی ان کی زندگی میں ان کی مرضی کے بغیر شامل کی گئی ہیں؟ کیا بھائی، بھابھی کو فون کرتے ہیں؟" وہ الجھنے لگا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ سب؟"

"کیسے پتا چلے گا؟ کیا ایاز بھائی سے براہ راست بات کر لوں؟"

"لیکن بات کیا کروں گا؟ یہی کہ جناب کیا آپ اس شادی سے خوش ہیں؟ کیا سبین بھابھی آپ کے معیار پر پوری اتریں ہیں؟" اسے اپنے احمقانہ خیالات پر خود ہی ہنسی آ گئی۔

"اور وہ تو جیسے مجھے بتانے کو تیار ہی بیٹھے ہوں گے۔" اس نے سر جھٹکا، لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ آ گئی۔

"خیریت عباس بھائی! اکیلے ہی بیٹھے مسکرا رہے ہیں۔" کومل نے اندر آتے ہوئے حیرت سے پوچھا وہ ایکدم چونکا۔

"کچھ نہیں، بس ایسے ہی۔" وہ خالی کپ ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ بات تو ہنڈرڈ پرسنٹ کلیئر ہے کہ بھائی اس شادی سے قطعاً خوش نہیں تھے۔" عباس کو ایاز کی بارات کی صبح کا واقعہ پوری جزئیات سے یاد آیا۔

"تو کیا وہ اس بات کی آگہی بھابھی کو بھی دے چکے ہیں، یہی کہ یہ امی کو اپنی یتیم بھانجی سے بے پناہ پیار تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے بیٹے کی مرضی معلوم کیے بغیر سبین کو ایاز کے لئے مانگ لیا اور سادہ سی بی اے پاس گھریلو سی سبین میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جو ایاز کو اپنی لائف پارٹنر میں چاہیے تھے، کیا ایسا ہی ہوا ہے؟" عباس اب ایک واضح نقطے پر پہنچ چکا تھا۔

"یقیناً ایسا ہی ہوا ہے۔" وہ بائیک لے کر باہر نکل آیا، وقار نے اسے آفس بلایا تھا۔

☆☆☆

اسید چھٹیاں گزارنے لاہور چلا گیا تو گھر میں جیسے سکوت سا طاری ہو گیا تھا، حبا یوں بھی بے حد کم گو تھی اب تو بالکل ہی نہ بولتی ایسے میں مرینہ بے بوکھلائی سی پھرتیں۔

ایک شام حبا تیمور کے ساتھ بیٹھی ٹی وی پر کوئی کارٹونز دیکھ رہی تھی، یوں تو تیمور بے حد سخت اور تلخ مزاج انسان تھے مگر حبا کے لئے وہ موم کی مانند نرم اور شہد کی مانند شریں ہو جاتے اور کارٹونز دیکھنے جیسا فضول کام بھی کرنے کو تیار ہوتے مرینہ چائے کی ٹرے سیٹ کی اور اندر کی سمت بڑھی تھیں، مگر انہیں تیمور آواز پر رک جانا پڑا۔

"حبا! بچے یہ ہمیشہ یاد رکھنا کہ میرا سب کچھ تمہارا ہے، اس میں اسید کا کوئی حصہ نہیں، مجھے پتا ہے مرینہ تم سے محبت کا ڈرامہ کیوں کرتی ہے صرف اسی لئے تا کہ میں اس سے متاثر ہو اپنی پراپرٹی میں سے کچھ نہ کچھ اسید کے لئے بھی رکھ دوں، ہونہہ...... ڈرامے باز...... یہ ناممکن ہے، قطعاً ناممکن۔" وہ زہر خند لہجے میں کہہ رہے تھے۔

مرینہ کو لگا کسی نے بہت آہستگی سے ان کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ لی ہو، اتنا زہریلا لہجہ، اتنا تلخ انداز، اتنا شک، ان کی حبا سے محبت پر آخر کیوں؟

وہ لرزتے قدموں سے واپس کچن میں آ گئی تھیں، آہستگی سے ٹرے شیلف پر رکھتے ہوئے وہ کچن میں رکھی ٹیبل کے گرد پڑی چیئر پر بیٹھ گئیں تھیں، کتنے بہت سے آنسو بے قرار ہو کر گالوں پر بہتے گئے، حالانکہ وہ جانتی تھیں تیمور کو اسید ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا، مگر وہ اس چیز سے سمجھوتہ کر چکی تھیں، وہ صرف یہی کر سکتی تھیں کہ تیمور کو اسید کے روبرو آنے کا موقع کم سے کم دیا جاتا اور وہ ایسا ہی کرتیں تھیں، مگر یہ تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تیمور ان کی حبا کے ساتھ محبت و الفت کو یوں اپنی شکی طبیعت سے بدگمانی کی دھول میں جھونک دیں گے، وہ انہیں سگی بیٹی کی طرح عزیز تھی، وہ اس کے لئے راتوں کو جاگی تھیں، اس کی ذرا سی بیماری پر اسی طرح تڑپ اٹھتیں تھیں جیسے اس کی سگی ماں تکلیف محسوس کرتی، وہ اس کے ساتھ ہنسی تھیں اور اس کے ساتھ ہی روئی تھیں، حبا کے مقابلے میں انہوں نے اسید کو بہت نظر انداز کیا تھا اور آج پہلی بار انہیں احساس ہوا تھا کہ وہ یہ سب کرنے کے باوجود بھی "سوتیلی" ہی تھیں اور یہ ٹیگ ان کے ماتھے سے کبھی مٹنے والا نہ تھا۔

جیسے جیسے انہیں تیمور کے الفاظ یاد آ رہے تھے تکلیف نئے سرے سے بڑھتی جا رہی تھی کس طرح وہ گیارہ سالہ معصوم سی حبا کے ننھے دماغ میں زہر بھر رہے تھے، بے اختیار انہیں برسوں پہلے کا واقعہ یاد آیا جب اسی طرح انہوں نے حبا کو سمجھایا تھا کہ اسید اس کا بھائی نہیں ہے، مستقبل میں شاید ان کا یہ خیال تھا کہ وہ اسید کو اس گھر سے ہی بے دخل کر دیں گے۔

مرینہ کو اپنا یہ خیال سو فیصد درست لگا، یقیناً ایسا ہی تھا جبھی تو وہ ابھی سے حبا کو ذہنی طور پر تیار کر رہے تھے تا کہ وہ جتنی اٹیچ مرینہ سے تھی اس کی شدت میں کمی آ جائے۔

انہیں پہلی بار تیمور احمد سے نفرت محسوس ہوئی تھی۔

☆☆☆

منظر سنگاپور کے خوبصورت اور چمکدار نیون سائنز سے مزین سن شائن کلب کا تھا، ماحول بڑا روایتی سا تھا، شور شرابہ، جلتی بجھتی روشنیاں، نیم تاریکی میں محو رقص متعدد جوڑے اور بیک گراؤنڈ میں بلند آواز میں بجتا میوزک اور ایسے میں سہمی چڑیا کی مانند کونے میں سکڑی سمٹی ستارا کمال جو اس ماحول میں قطعی ان فٹ تھی۔

وہ اس وقت لانگ اسکرٹ اور ہاف سلیوز کی ٹاپ میں ملبوس تھی، کھلے بال گھٹنوں سے نیچے آ رہے تھے جنہیں سنبھالنے کی ناکام کوشش کرتی وہ بے حد ہراساں تھی اور وحشت ناک نظروں سے اس شخص کو ڈھونڈ رہی تھی جو کہنے کو اس کا شوہر تھا مگر اس وقت یکسر اس سے غافل کسی تھائی حسینہ کے ساتھ ڈانس فلور پر تھا، کچھ دیر بعد وہ ہاتھوں میں وہسکی کا پیگ تھامے اس کی طرف آیا تھا۔

"یہ...... یہ سب...... کیا ہے مہروز؟" وہ بھیگی آنکھوں میں شکوہ کناں تھی وہ بے اختیار

ہنسا۔

''اوہ کم آن ستارا! انجوائے دس۔''

''آپ نے کہا تھا کہ مجھے بہت اچھی جگہ لے کر جائیں گے، یہ...... اچھی جگہ ہے؟'' وہ دبے غصے کے ساتھ ساتھ سوال کر رہی تھی۔

مہروز نے آخری گھونٹ لے کر گلاس ایک طرف رکھا اور اسے دونوں شانوں سے تھام لیا، اس کے پاس سے اٹھتی ام الخبائث کی بو، ستارا کو لگا اس کا دماغ الٹنے لگا ہو، اسے بے اختیار متلی ہونے لگی۔

''تم صرف وہی کرو گی جو میں کہوں گا انڈر اسٹینڈ؟'' وہ غرایا تھا، بیک گراؤنڈ میں بجتا میوزک یکلخت تیز ہوا تھا۔

''کیا نہیں کیا میں؟ آپ نے کہا یہ ڈریس پہنوں، میں نے پہنا، آپ نے کہا بال مت باندھوں، میں نے نہیں باندھے آپ نے کہا، کوئی اسکارف نہ اوڑھوں، میں نے نہیں اوڑھا اور کیا چاہتے ہیں آپ؟'' وہ بلند آواز میں چلائی تھی۔

''بہت جلد پتا چل جائے گا تمہیں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے کھینچتا ہوا اسے کلب سے باہر لے آیا، اپنی کار کے قریب آ کر اس کا ہاتھ چھوڑا اور خود ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا، وہ اس سے کیا چاہتا تھا، بہت واضح تھا، وہ اسے تیار کر رہا تھا بلکہ اس کی کلوننگ کر رہا تھا، ایڈورٹائزنگ کمپنی کی دی گئی مہلت کی مدت ختم ہونے کو تھی اور اس کے بعد اسے ہر حال میں ستارا کا پورٹ فولیو اور اسکرین ٹیسٹ کا رزلٹ انہیں پیش کرنا تھا مگر ستارا تھی کہ ہاتھ پیر ہی نہ پکڑا رہی تھی، وہ جان گیا تھا کہ ستارا پر اسے خاصی محنت کرنا پڑے گی لیکن سب سے بڑا مسئلہ تو یہ تھا کہ اسے ستارا سے صاف بات کر کے اسے منانا تھا کہ اسے ہر حال میں ماڈلنگ کرنا پڑے گی اور اس کے ساتھ ساتھ وہ سارے سبز باغ بھی اسے دکھانے تھے کہ جو کسی بھی عقلمند لڑکی کی عقل کو گھاس چرنے بھیج سکتے تھے، فی الوقت تو اسے کلب میں لانا ہی غضب ہو گیا تا پتا نہیں آگے کیا بنتا......؟

دوسری طرف ستارا جیسے کوئلوں پر لوٹ رہی تھی، اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ ''مہروز'' ہی تھا، یقین نہ کرنے کی دو وجوہات تھیں۔

(۱) وہ اسے پسند کرتی تھی۔

(۲) وہ اسے سمجھتی نہیں تھی۔

کسی کو پسند کرنا اور جان جانا دو بالکل متضاد باتیں ہیں، پسند تو ہم کسی کو بھی کر سکتے ہیں مگر ضروری نہیں کہ ہم اسے سمجھیں بھی اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جسے ہم سمجھ لیں اسے پسند بھی کرتے ہوں اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا، وہ مہروز کو پسند کرتی تھی، کیونکہ ایسا کرنا اس کی مجبوری تھی، وہ اس کا شوہر تھا جس کے بارے میں اس نے بڑا خوبصورت خاکہ تیار کیا ہوا تھا اور ایک حقیقی مشرقی لڑکی ہونے کی بنا پر وہ اس کے متعلق ہمیشہ ہی اچھا سوچتی، مہروز کے ہر عمل کی خود ہی وضاحتیں ڈھونڈ لیتی، مگر اب اس آئیڈیل شوہر کے خاکے میں موجود رنگ تیزی سے پھیکے پڑ رہے تھے۔

وہ بڑے دنوں سے کھٹک رہی تھی، اسے مہروز کے انداز سمجھ نہیں آ رہے تھے، وہ نہیں جانتی تھی کہ ایسی کون سی پریشانی تھی جو اسے اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھی، بہت بار وہ کچھ کہتے کہتے رک جاتا یوں جیسے کسی مناسب وقت کے انتظار میں ہو، ستارا کو یہاں آنے کے کچھ دن بعد ہی پتا چل گیا تھا کہ بظاہر ہر طرح سے مکمل اور خوبصورت طرز زندگی کے ساتھ اسے ایک نامکمل اور ادھورا ہم سفر ملا تھا، اسے جلد ہی پتا چل گیا تھا کہ وہ ہر روز رات کو سونے سے پہلے کون سا

''مشروب'' پیتا تھا، وہ حیران تھی، بے حیران اپنی تقدیر پر انگشت بدنداں اسے عینی کی باتیں یاد آئیں، وہ کتنا رشک کرتی تھی کہ ستارا کو ایسی آئیڈیل اور کمپلیٹ لائف ملنے والی تھی اور تب وہ نہیں جانتی تھی کہ تقدیر کیسے اس پل ستارا پر خندہ زن تھی وہ واقعی نہیں جانتی تھی۔

ستارا کو جلد ہی احساس ہو گیا تھا کہ مہروز جتنا بولڈ اور سوشل تھا، اسے بھی اتنا ہی اپنے رنگ میں رنگنا چاہتا تھا۔

مگر ایسا ہونا قطعی ناممکن تھا، یکسر ناممکن، وہ ایک الگ مزاج کی لڑکی تھی جس کی عادتیں بہت پیاری تھیں جس کی فطرت بڑی خالص تھی، وہ اس مغربی معاشرے میں یکسر ان فٹ تھی اور آج اسے یوں لگ رہا تھا کہ گویا وہ صرف دوپٹہ ہی نہیں اپنی عفت و حرمت کی چادر بھی اتار کر اس کلب میں گئی تھی، غم و غصے کے مارے اس کے خون میں ابال سے اٹھ رہے تھے۔

اسے عائشہ آپی کی باتیں یاد آ رہی تھیں، ان کی بے شمار نصیحتیں یاد آ رہی تھیں۔

''آئم سوری عائشہ آپی! فیصلہ ہو گیا، آج کے بعد میں مہروز کی قطعی غلط بات برداشت نہیں کروں گی، جو کچھ بھی ہو مجھے ہر حال میں اسے غلط اور صحیح کا احساس دلانا ہے کیونکہ اگر ہم غلط کو غلط نہیں کہیں گے تو اس کو مزید غلط کرنے کا سرٹیفکیٹ دے دیں گی اور میں قطعاً ایسا نہیں کر سکتی۔'' اس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا، گاڑی گھر کے دروازے پر رک رہی تھی۔

☆☆☆

لاہور ائرپورٹ پر اسے ریسیو کرنے کے لئے عباس موجود تھا، وہ ارائیول لاؤنج سے باہر آیا تو ڈھیر سارے ہجوم کے درمیان بھی اسے عباس ہاتھ ہلاتا نظر آ گیا، وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔

''تم اکیلے آئے ہو؟'' شاہ بخت نے عباس کے گلے ملتے ہوئے پوچھا۔

''تو کیا پورا لاہور اٹھا کر لے آتا۔'' عباس نے اسے دھموکہ جڑا، وہ کھلکھلا اٹھا۔

''نہیں بھئی...... مگر اپنے گھر کے افراد تو لے آتے۔''

''وہ اتنے فارغ نہیں۔'' عباس نے سامان کی ٹرالی اس کے ہاتھوں سے لے لی۔

''کیوں؟ کیا سب نے اٹامک انرجی کمیشن جوائن کر لیا؟'' بخت نے فکرمندی سے پوچھا، عباس آہستہ سے ہنس دیا۔

''ایسی کوئی بات نہیں، بس سب کے اپنے اپنے معمولات ہیں، بیٹھو تم گاڑی میں، بتاتا ہوں۔'' وہ گاڑی میں بیٹھے تو عباس ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔

''تم سناؤ ایونٹ کیسا رہا؟'' عباس نے پوچھا۔

''اے ون۔'' بخت نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

''طلال کا ایونٹ تھا نا! کیا ایڈوانٹیج ملا تمہیں؟'' وہ عباس کے سوال پر حیران ہوا۔

''کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے کہ وہ تو تم پر بڑا لٹو ہو رہا تھا نا، ورنہ چچا جان کا کوئی موڈ نہیں تھا تمہیں دوبئی بھیجنے کا، یہ تو شکریہ ادا کرو وقار بھائی کا جن کی وجہ سے انہیں ماننا پڑا۔'' عباس نے یاد دلایا، وہ آہستہ سے ہنسا۔

''ہاں ٹھیک کہتے ہو تم، مجھے انہیں ایک اسپیشل تھینکس دینا چاہیے۔'' اس نے نچلا لب دانتوں تلے دبا کر مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔

''ارے تم نے سیریس لے لیا، بھئی میں

نے مذاق کر رہا تھا۔" عباس نے تصحیح کی۔
"میں بھی تو مذاق کر رہا ہوں۔" دونوں کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
"اچھا بتاؤ تو کیا ایڈوانٹیج ملا تمہیں؟" عباس نے پھر پوچھا۔
"میں لیڈ ماڈل تھا ایونٹ کا تو ڈیفنڈلی سارے ایڈوانٹیج مجھے ہی ملنا تھے۔" اس نے ایک جملے میں قصہ ختم کیا۔
"اچھا لیڈ ماڈل صاحب! رسپانس کیا ملا؟"
"یہ...... ڈھیر سارے ایگریمنٹس اور آفرز۔" بخت نے دونوں ہاتھ پھیلا کر بتایا۔
"سائن کر لئے ایگریمنٹس؟" عباس حیرت سے چیخا۔
"احمق دکھتا ہوں تمہیں۔" وہ برا مان گیا۔
"بابا جان نے مجھے اٹھا کر گھر سے باہر پھینکنا تھا، جانتے نہیں ہو کتنے خلاف ہیں وہ میرے اس پروفیشن کے، یہ تو وقار بھائی کے دم سے اپنا دھندا چل رہا ہے ورنہ تو......" وہ بات ادھوری چھوڑ گیا، عباس نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔
"یہ تو ٹھیک کہا تم نے۔"
"گھر کی سناؤ؟" وہ پوچھنے لگا۔
"کیا سناؤں، سبھی مصروف تھے، آمنہ بھابھی زین کو سلانے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں اور وہ مسلسل انہیں تنگ کر رہا تھا، کومل کچن میں کوئی نئی ڈش ٹرائی کر رہی تھی اور اس کی ہزار منتوں پر بھی رمشہ کمرے سے نہیں نکلی، بقول رمشہ Vacation پر ہے سمیسٹر سے فراغت کے بعد سو ڈونٹ ڈسٹرب می، علینہ بھی کمرہ بند ہے اس کے ایگزامز سر پر ہیں، اینڈ یو نو وہ ایگزامز کی کتنی ٹینشن لیتی ہے، بس یا کچھ اور......؟" عباس نے تفصیل سے احوال کہہ سنایا۔

"تم کسی کو بھول رہے ہو؟" بخت نے کہا۔
"نہیں، میں بھول نہیں رہا اسی طرف آ رہا ہوں، پتا نہیں کیا بات ہے بخت مگر ایک چیز بہت زیادہ پریشان کر رہی ہے، مجھے اچھا ہوا تم آ گئے، میں تم سے ڈسکس کرنا چاہ رہا تھا۔" عباس کو فوراً سبین بھابھی والی بات یاد آئی، بخت اس کی بات سن کر چونکا۔
"ایسی کون سی بات ہے؟"
"تمہیں یاد ہے شادی پر ایاز بھائی کا رویہ؟" عباس نے کچھ سوچ کر بات شروع کی حالانکہ ایک دفعہ تو اس کا دل چاہا کہ وہ اس سے نہ شیئر کرے آخر ایاز اس کا بھائی تھا مگر یہ بھی شاید ان سب کے آپس میں خلوص و یگانگت کا نتیجہ تھا کہ اس نے دوسرے ہی پل اس سوچ کو رد کر دیا کیونکہ شاہ بخت بلاشبہ اسے ایاز سے زیادہ عزیز تھا، بعض لوگ یونہی دوسروں کی رگوں میں پیوست ہوتے ہیں۔
"وہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے؟" بخت کے تاثرات تیزی سے بدلے، انداز میں ناگواریت تھی۔
جواباً عباس نے آہستہ آہستہ اسے ساری تفصیل بتا دی، وہ خاموشی سے سنتا گیا، جب عباس نے بات ختم کی تو بخت نے افسوس سے سر ہلایا۔
"واقعی یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے اور سچ تو یہ ہے کہ خواہ ایاز بھائی یہاں دس دن رہے مگر اس کے باوجود سبین بھابھی کا رویہ وہ نہیں تھا، جو کہ فطری طور پر ہونا چاہیے تھا، مجھے نہیں یاد پڑتا میں نے کبھی انہیں اکٹھے بیٹھ کر بات کرتے دیکھا ہو، حیرت ہے ہمیں یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا۔"
"اب اس کا حل سوچو۔" عباس نے زور دیا۔

"کیا حل ہو سکتا ہے؟ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی، وقار بھائی کو بتا دو سب کچھ وہ سنبھال لیں گے۔" بخت نے پریشانی سے ماتھا چھوا۔
"حد کرتے ہو تم بھی، ہم صرف مفروضوں کی بات کر رہے ہیں، یہ ضروری تو نہیں کہ جیسا ہم سوچ رہے ہیں ویسا ہی ہو۔" عباس نے نیا نکتہ اٹھایا، بخت نے بے زاری سے سر جھٹکا۔
"چلو جو بھی ہے، ختم کرو اب، پریشان ہو گیا ہوں میں، تمہارے ذہن میں کوئی Solution ہے تو عمل کر ڈالو۔" گاڑی میں خاموشی چھا گئی۔
"اچھا بھئی یہ بتاؤ ادھر تو کوئی مصروفیت نہیں نا ایسی؟" عباس نے اس کی ماڈلنگ کی بابت پوچھا۔
"گیارہ دن بعد کراچی میں فیشن ویک شروع ہو رہا ہے، اس میں شرکت کے بعد تو کوئی مصروفیت نہیں کم از کم ایگزامز تک تو بالکل نہیں۔" بخت نے کہا۔
"ہوں یہی اچھی بات ہے، فرسٹ اسٹڈیز باقی سب کو بعد میں۔" وہ باتیں کرتے رہے۔
کچھ دیر بعد گاڑی "مغل ہاؤس" میں داخل ہو رہی تھی لاؤنج میں ہی رمشہ مل گئی، بخت کو دیکھ کر اس نے مسرت بھری چیخ ماری اور صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
"وہاٹ آ پلیزنٹ سرپرائز۔" بخت آہستگی سے مسکرایا اس کی نظر کونے میں بیٹھی علینہ پر تھی رمشہ اب اس کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے حال احوال دریافت کر رہی تھی۔
علینہ کی آنکھوں میں بڑی عجیب کیفیت تھی، شاید ناگواریت غصہ یا پھر رنج اس کی نظر اس ہاتھ پر تھی جو رمشہ نے تھاما ہوا تھا، وہ آہستگی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور غیر محسوس انداز میں لاؤنج سے نکل گئی اس بات سے بے خبر کہ وہ بڑی گہری نگاہ سے اسے واچ کر رہا تھا۔

☆☆☆

اسید اپنے رزلٹ سے صرف دو دن پہلے لاہور سے واپس اسلام آباد پہنچا تھا اور اس وقت وہ مکمل طور پر ایک بدلی ہوئی شخصیت بن چکا تھا، ہنستا مسکراتا، خوش باش سا اسید، حبا کو ورطہ حیرت میں ڈال گیا۔
"اور بھئی کیسی ہو حبا، ٹھیک ہو؟" اسید نے اس کا سر تھپتھپایا حبا نے حیرت سے پھیلی آنکھوں کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔
"ماما پلیز اچھا سا کھانا اور اس کے بعد سٹرونگ سی چائے۔" وہ کہتا ہوا اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔
مرینہ حیرت و خوشی کے ملے جلے احساسات کے ساتھ کچن کی طرف مڑ گئیں، خوشی خوشی ٹرے تیار کی تھی، اسی وقت تیمور نے گھر کے اندر قدم رکھا، وہ تھم سی گئیں، چپکے سے ٹرے حبا کو تھمائی تھی، حبا جانتی تھی کہ اب ایک گھنٹے تک وہ تیمور کی ناز برداری میں مصروف رہیں گی جبھی خاموشی سے ٹرے لے کر اسید کے کمرے کی طرف چل دی، اگرچہ دل میں خوف تھا اور گزشتہ واقعات کے پیش نظر ٹانگیں ہولے ہولے لرز رہی تھیں، وہ اسید کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا نکھرا نکھرا سا بال بنا رہا تھا۔
حبا نے ٹرے بیڈ پر رکھی اور واپس مڑی۔
"ارے! کہاں جا رہی ہو؟ آؤ نا بیٹھو۔" وہ بیڈ پر بیٹھ چکا تھا، ناچار وہ رک گئی۔
"اب کھڑی کیوں ہو؟ بیٹھو نا۔" اسید نے اصرار کیا وہ آہستگی سے بیڈ کی پٹی پر ٹک گئی۔
اسید نے نظر بھر کر اس کا جائزہ لیا، سرخ و

سفید لان کے پرنٹڈ سوٹ میں وہ مناسب سائز کے دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی جو سلیقے سے اس کے شانوں پر پھیلا ہوا تھا۔

اسید کو اس کا حلیہ حیران کن لگا، اسے ہر وقت سلیولیس ٹاپ اور اسکرٹس میں ملبوس رہنے والی حبا یاد آئی، اس نے سر جھٹکا۔

''کیا کیا چھٹیوں میں؟'' اسید نے اس سے پوچھا۔

''پڑھتی رہی ہوں۔'' حبا نے دھیمی آواز میں جواب دیا اتنا بدلا ہوا اسید اس سے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

اسید نے اس کی آواز کی نغمگی کو پوری شدت سے محسوس کیا بے اختیار سر اٹھا کر اسے بغور دیکھا، سانولا رنگ اور عام سے نین نقش، وہ آج بھی ویسی ہی تھی، وہی تھی، پھر اسے کیوں اتنی تبدیل سی لگ رہی تھی۔

''اچھی بات ہے، چلو شروع کرو۔'' اسید نے ٹرے اس کی سمت سرکائی۔

''نہیں، آپ کھائیں۔'' حبا نے انکار کیا۔

''اوں ہوں۔'' اسید نے فوراً ٹوکا۔

''مجھے تنہا کھانے کی عادت نہیں رہی پلیز نہ مت کرو۔''

''میں کھا چکی ہوں۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''اوفو! چند نوالے تو لے سکتی ہو ناں۔'' وہ جھلا گیا، حیرت کا شدید جھٹکا تھا جو حبا کے دماغ سے سنسناتا ہوا اتر گیا، اتنا بدلاؤ؟ ایسی تبدیلی؟ مگر اس نے خاموشی سے کھانے کی سمت ہاتھ بڑھا دیا۔

حبا نے لئے تو صرف چند نوالے ہی تھے اور اس دوران وہ مسلسل بولتا رہا تھا۔

''پتا ہے حبا! اسد بہت اچھا ہے، اس میں حیرت انگیز صلاحیتیں ہیں، وہ مجھ سے چار سال بڑا ہے مگر میں نے اسے آپ نہیں کہا کیونکہ وہ مانتا نہیں تھا، کہتا تھا میں اس کا دوست ہوں اور دوستی میں کوئی آپ جناب نہیں، وہ اپنے کالج کی فٹ بال ٹیم کا کیپٹن ہے اور اسٹیڈیز میں بھی ہمیشہ ٹاپ پر ہوتا ہے، وہ پزا بہت اچھا بناتا ہے، تم...... تمہیں بنانا آتا ہے؟'' وہ یکدم موضوع سے ہٹ کر حبا سے پوچھنے لگا، حبا نے گڑبڑا کر سر نفی میں ہلایا، پتا نہیں یہ ''اسد صاحب'' کون ذات شریف تھے جو اسید مصطفیٰ کے سر پر اتنا سوار تھا کہ اسے ''اسد نامہ'' کے سوا کوئی موضوع ہی نہ سوجھ رہا تھا۔

''کیوں نہیں بنانا آتا تم تو لڑکی ہو اور لڑکیوں کو سب آنا چاہیے۔'' اسید نے اپنی علمیت جھاڑی، حبا نے روبوٹ کی مانند سر اثبات میں ہلایا۔

''مجھے آتا ہے، اسد نے مجھے سکھایا، آئیڈیا، ہم شام کو بناتے ہیں پھر تم بھی سیکھ لوگی۔'' وہ چٹکی بجا کر بولا۔

حبا خاموشی سے اس کی باتیں سنتی رہی وہ جان گی تھی یا اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ساری تبدیلیاں اسد کی مرہون منت تھیں، حبا کا دل چاہا کہ وہ اس انقلابی تبدیلی پر اس ہستی کو ایک ایوارڈ سے تو ضرور ہی نواز دے۔

☆☆☆

ستارا اور مہروز کے تعلقات میں خاصی سرد مہری آ چکی تھی، ستارا یہ چاہتی تھی کہ وہ جو بھی راز دبائے بیٹھا تھا اب اسے منکشف کر دے، جبھی اس نے اپنے رویے میں نرمی یا بدلاؤ لانے کی کوشش نہیں کی تھی اور اس کی یہی ہٹ دھرمی اور ضد مہروز کو مزید تاؤ دلا رہی تھی، وہ بھی جانتا تھا کہ اسے آج بالکل بہر صورت ستارا سے کھل کے اس موضوع پر گفتگو کرنا پڑیگی اور آخر کار آج وہ اس کے لئے مکمل طور پر ذہن بنا چکا تھا، وہ

اسٹیوڈیو سے گھر آیا تو ستارا صوفے پر دراز ریموٹ پکڑے چینل پر چینل بدل رہی تھی، سیل فون پاس ہی اوندھا زمین پر گرا ہوا تھا، مہروز کو یاد آیا کہ وہ کتنی دیر کال ملاتا رہا تھا مگر کال پک نہیں کی گئی تھی، اسے دیکھ کر ستارا کے انداز نشست میں معمولی سی تبدیلی آئی وہ نیم دراز ہو گئی، مگر مصروفیت ہنوز جاری تھی، مہروز نے لب بھینچتے ہوئے پاس پڑا سیل فون اٹھایا اور اس کے ساتھ صوفے پر ٹک گیا، ستارا اسی انداز میں ٹی وی اسکرین کو دیکھنے میں مگن تھی۔

''میں کال کرتا رہا، تم نے فون نہیں اٹھایا؟''

''فون Silent پر تھا۔'' وہ بے تاثر لہجے میں کہہ کر اٹھ گئی، پھر رک کر بولی۔

''کھانا لگاؤں؟''

''نہیں۔'' مہروز نے کہتے ہوئے فون صوفے پر رکھا اور بیڈ روم میں چلا گیا۔

ستارا خاموشی سے کھڑی اسے دیکھتی رہی، پھر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

کچھ دیر بعد مہروز باہر آیا تو کپڑے تبدیل کر چکا تھا، وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' مہروز نے کہا، اس کے لہجے میں موجود غیر معمولی پن نے ستارا کو ٹھٹک جانے پر مجبور کیا گویا وہ کھلنے والا تھا، اس نے ٹی وی آف کیا اور پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''میں اپنے نئے ایڈ کے لئے تمہیں As a modle سلیکٹ کر چکا ہوں۔'' مہروز نے واضح الفاظ میں دھماکہ کیا۔

وہ چند لمحے ساکت سی اسے دیکھتی رہی، یہ تھا اس کا شوہر، جو اپنی بیوی کو لوگوں کے سامنے ایکسپوز کرنا چاہتا تھا۔

''تو......؟'' ستارا کی آواز میں لرزش تھی۔

''تو یہ کہ تمہیں اسکرین ٹیسٹ دینا ہوگا اور......؟'' وہ کہہ رہا تھا ستارا نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

''سوری میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔'' وہ دوٹوک انداز میں بولی، لہجہ ہر قسم کی نرمی اور لچک سے عاری تھا۔

''تمہیں اس کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔'' مہروز نے بڑے پر زور دیا۔

''آپ مجھ پر زبردستی نہیں کر سکتے۔'' ستارا نے اونچی آواز میں کہا وہ اس کے لہجے پر چونکا۔

''آف کورس کر سکتا ہوں۔'' وہ اس سے بھی تیز آواز میں بولا، ستارا صوفے سے اٹھ گئی۔

''میں آپ کی بیوی ہوں، زر خرید نہیں مائنڈ اٹ۔'' وہ ترشی سے بولی تھی، مہروز بھی کھڑا ہو گیا۔

''بیوی ہو اسی لئے آرام سے بات کر رہا ہوں ورنہ میں ایسے لہجے سننے کا عادی نہیں ہوں۔'' مہروز کے لہجے میں اتنی سرد مہری اور سفاکی تھی کہ وہ چند لمحے ساکت رہ گئی یوں لگا تھا کہ جیسے کسی نے آہستگی سے زمین پیروں تلے سے کھینچ لی تھی۔

''میں بھی ایسے لہجے سننے کی عادی نہیں ہوں مہروز کمال!'' وہ بے ساختہ چلائی تھی۔

''شٹ اپ۔'' وہ دھاڑا تھا۔

''یہ خوش فہمی اپنے دماغ سے نکال دو کہ میں تمہاری بات مانوں گی۔'' وہ بے خوفی سے اس کے مقابل کھڑی تھی۔

لہجے میں اتنی واضح تبدیلی پر وہ طیش سے اس کی طرف بڑھا تھا اور اگلے ہی لمحے اس کا دایاں ہاتھ اٹھا اور ستارا کے گال پر پوری قوت سے پڑا۔

خالی گود

کنول ریاض

''تمیز سے بات کرو۔'' وہ پلٹ کر صوفے پر گری، مہروز نے آگے بڑھ کر دونوں بازو اس کے اردگرد رکھے اور ذرا سا جھکا۔

''تمہیں میری بات ماننی پڑے گی ستارا۔'' مہروز کا لہجہ خطرناک ہوا تھا۔

''ہر حال میں، یاد رکھنا۔'' مہروز نے وارننگ دی اور سیدھا ہو گیا۔

''اور تم بھی یاد رکھنا مہروز کمال، میں مر تو سکتی ہوں مگر تمہاری بات نہیں مانوں گی۔'' وہ بھی ہر قسم کے خوف سے آزاد بولی تھی، وہ چند لمحے اسی طرح کھڑا رہا، پھر بے ساختہ ہنس دیا۔

''تمہیں مار کر یا تمہارے مرنے سے مجھے کیا حاصل ہو گا اور ویسے بھی مرنا اتنا آسان نہیں ہے، یقین نہیں تو کوشش کر دیکھو۔'' وہ پلٹ کر کمرے کی طرف بڑھ گیا اور کچھ دیر بعد کمرہ لاک ہونے کی آواز آئی تھی۔

حیرت و خوف کی شدت سے وہ سن سی ہو رہی تھی، اعصاب قابو سے باہر ہوتے جا رہے تھے، اسے محسوس ہوا کہ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے اس نے دونوں ہاتھوں کو باہم جکڑا اور بے ساختہ گود میں چھپا لیا۔

''نہیں مہروز کمال! میں تمہاری بات قطعاً نہیں مان سکتی اور میں دیکھوں گی کہ تم کیا کرتے ہو؟'' وہ ایک آخری فیصلہ پر پہنچ کر خود سے مخاطب ہوئی تھی۔

''تم نے مجھے کیا سمجھا کہ میں اتنی ارزاں ہوں، اتنا عام سمجھا مجھے؟ یہ تو تمہارے اندر کی گندگی ہے نا کہ تم اپنی بیوی کو بھی کمائی کا زریعہ بنانا چاہتے ہو، اتنی پستی میں گرے ہوئے ہو تم، کاش میرے ماں باپ اتنی جلدی نہ کرتے ،لڑکی کی خوش قسمتی پر رشک کرتے ہیں، یہ جانے بغیر کہ وہ اسے اپنوں سے دور جس اجنبی کے پاس بھیج رہے ہیں وہ محافظ اور راہبر کی بجائے چور اور راہزن بھی تو ہو سکتا ہے نا اور اس اجنبی دیس میں وہ لڑکی کس کو سب بتائے گی، کس کے آگے مدد کے لئے دست سوال دراز کرے گی، آپ نے جلدی کی اماں، بہت جلدی، یہ شخص تو آپ کی ستارا کو سرعام بٹھانا چاہتا ہے بولی لگوانے کے لئے اور اماں جان لیجئے کہ جس دن آپ کو یہ خبر ملے گی ستارا مر گئی تو اتنا سمجھ لیجئے گا کہ وہ اپنی عزت و حرمت پر قربان ہو گئی، کیونکہ میں اپنے رب کو دھوکہ نہیں دے سکتی اماں......'' وہ سوچے جا رہی تھی، آنکھیں قطعی خشک تھیں، شاید وہ اس گرے ہوئے اور ذلیل انسان کے لئے رونا بھی نہیں چاہتی تھی، یا شاید حیرت اور صدمے کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ اس کے آنسو کھو گئے تھے، اس کے پاس پڑے فون کی اسکرین بلنک کر رہی تھی، اس نے دھندلائی ہوئی نظر سے موبائل تھاما اور اسکرین پر نگاہ دوڑائی کوئی اجنبی نمبر تھا۔

اس نے آہستگی سے ''یس'' کا بٹن پریس کیا اور فون کان سے لگا لیا۔

''ہیلو۔'' اس کی آواز گلوگیر ہو رہی تھی، حلق میں شاید کچھ پھنس گیا تھا، آنسوؤں کا گولہ یا شاید امیدوں کی راکھ۔

''ستارا کیسی ہو؟'' بڑے مانوس انداز میں اجنبی مردانہ آواز میں پوچھا گیا۔

اس نے تھوک نگلا تھوڑی سی ہمت پیدا کی پھر بولی۔

''کون......کون بات کر رہا ہے؟''

''میں نوفل بات کر رہا ہوں۔''

باقی اگلے ماہ

"ارے زینت خالہ...... آیئے ...... آیئے۔" فرحت نے دروازے پہ موجود ہستی کو دیکھا تو تیزی سے ایک طرف ہو کر ان کو راستہ دیا۔

"اور سنایئے کیسی طبیعت ہے آپ کی گھر میں سب خیریت ہے ناں؟" زینت خالہ کے ساتھ اندر قدم بڑھاتے اس نے گھر والوں کے احوال دریافت کیے۔

"سب خیریت ہے بیٹا، تم سناؤ پچھلے دنوں ڈاکٹر کے ہاں گئی ہوئی تھیں کچھ امید بندھی......؟"

زینت خالہ اپنی چادر سنبھالتے ہوئے سامنے بچھے تخت پہ براجمان ہوئیں، پنکھے کی ہوا نے ان کے اعصاب پرسکون کیے تھے جبکہ ان کی بات سے فرحت کی ساری شگفتگی گویا ہوا ہو گی۔

"کہاں خالہ...... اپنے ایسے نصیب کہاں کہ کوئی معجزہ رونما ہو۔" ٹھنڈی سانس بھرتے بمشکل اس نے جواب دیا۔

"نہ...... نہ بیٹا ایسے نہیں کہتے، خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں، اللہ نے چاہا تو تم ضرور بچوں کی قلقاریوں سے یہ آنگن جلد ہی گونجے گا۔" زینت خالہ نے پھر سے اس کی ڈھارس بندھائی۔

"نہیں خالہ، اب یہ ممکن نہیں، شادی کو دس سال گزر گئے اور ان دس سالوں میں ہزارہا ڈاکٹر، حکیموں، دائیوں، پیروں فقیروں کو دکھا لیا لیکن کہیں سے بھی امید کی کوئی کرن نظر نہیں آئی، ہر کسی نے یہ ہی کہا ہے کہ میں بانجھ ہوں میں کبھی ماں نہیں بن سکتی، خالہ کبھی ماں نہیں بن سکتی۔" فرحت پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"آئے ہائے بچے، ایسے نہیں کہتے، ہر عورت پیدائشی ماں ہوتی ہے، اللہ رب العزت نے ممتا کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے، عورت کے خمیر میں یہ ضروری تو نہیں کہ کوکھ کا جنا ہی محبت کرے؟" نرمی سے سمجھاتے آخر میں زینت خالہ کی مبہم بات نے فرحت کو ان کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

"دیکھو بیٹا ہے تو یہ تلخ سچائی، لیکن یہ کڑوا گھونٹ تمہیں بھرنا ہی ہوگا، تم بارہا مجھے یہ بات بتا چکی ہو کہ طلحہ کسی اور کا بچہ گود لینے کے حق میں نہیں ہے اور بیٹا سچ پوچھو تو وہ حق بجانب بھی ہے، جب وہ باپ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو پھر کیوں وہ دوسروں کے بچوں پہ محبت لٹائے جبکہ رہنا انہوں نے لے پالک ہی ہے۔"

زینت خالہ بات کرتے کرتے پھر سے خاموش ہو گئی تھیں، جس بات کے لئے انہوں نے اتنی لمبی تمہید باندھی تھی اسے کہنے کا حوصلہ وہ خود میں نہ پاتی تھیں، جبکہ فرحت ان کی بات سمجھتے ہوئے بھی ساکت سی انہیں دیکھے گی۔

"دیکھو بیٹا وقت کی نبض کو پہچانو، ابھی وقت تمہارے ہاتھ میں ہے ایسا نہ ہو کہ کل کو یہ گزرا وقت تمہارے لئے پچھتاوا بن جائے طلحہ مرد ہے اور بے عیب بھی ایسا نہ ہو کہ وہ خود ہی کوئی فیصلہ کرنے پہ مجبور ہو جائے، دل کو مضبوط کرو اور خود بڑھ کر پہل کر ڈالو تمہاری یہ قربانی طلحہ کے دل میں تمہاری قدر بڑھا دے گی اور تمہاری حیثیت مزید مستحکم بھی۔"

"یہ کبھی ممکن ہے خالہ میں دل پہ پتھر رکھ کر طلحہ کو کسی کے ساتھ بانٹ بھی تو یہ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ آنے والی مجھے برداشت کر لے گی۔"

بالآخر وہ بات فرحت کے لبوں سے آزاد ہو گئی جس نے پچھلے چند مہینوں سے ان کی نیندیں اڑا رکھی تھیں۔

"بیٹا! یہ سب تو بعد کی باتیں ہیں اچھی شریف گھرانے کی لڑکی دیکھ لو اور پھر جب طلحہ تمہارے ساتھ ہوگا تو پھر کاہے کا ڈر دیکھو بیٹا اس بات کا خطرہ تو بہر حال مول لینا ہی ہوگا ورنہ اگر طلحہ نے خود سے کوئی فیصلہ کر لیا تو شاید تمہیں طلحہ کی پشت پناہی بھی نہ ملے۔"

زینت خالہ بات ختم کر کے اٹھ بیٹھیں، جبکہ فرحت وہی بیٹھی سوچ میں ڈوب گئی، آخر کب تک وہ اس سب سے نظر چراتی فیصلہ تو بہر حال اسے کرنا ہی تھا اور بالآخر یہ مرحلہ بھی اس نے طے کر ہی لیا، اس کی نظر انتخاب طلحہ کی خالہ زاد کومل پہ جائے گی، کومل نے شادی کے تین سال بعد ہی خلع لے لیا تھا، اس کا سابقہ شوہر باپ بننے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا لیکن اس نے الٹا کومل پر الزام دھرا اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ کومل نے عدالت کے ذریعے خلع حاصل کر لیا، فرحت کو بخوبی اندازہ تھا کہ کومل کے گھر والے کبھی انکار نہیں کریں گے اب محض طلحہ کو منانا باقی تھی اور اس کے لئے فرحت کو کچھ خاص محنت نہ کرنا پڑی تھی، ایک آدھ بار انکار کے بعد طلحہ نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور یوں ایک ڈھلتی شام کومل اس آنگن میں حصہ دار بن کر اتر آئی جس کی اب تک فرحت بلا شرکت غیرے مالک تھی۔

☆☆☆

"آرام سے کومل، کہیں خدانخواستہ پاؤں ہی نہ پھسل جائے۔"

فرحت گیلے فرش پہ چلتی کومل سے مخاطب تھی، ابھی کچھ دیر قبل ہی فرحت نے فرش دھویا تھا جو ابھی مکمل طور پر خشک نہیں ہوا تھا۔

"کچھ نہیں ہوتا فرحت آپا، آپ زیادہ وہم مت کیا کریں۔" فرحت کی فکر مندی پہ مسکراتے ہوئے کومل نے نرمی سے کہا۔

"اللہ نہ کرے کومل کہ کچھ ہو، بڑی منتوں مرادوں بعد اللہ نے یہ خوشی ہماری جھولی میں ڈالی ہے، اب ہمارا بھی بچہ ہوگا جو مجھے ماں کہے گا میری گود میں کھیلے گا۔" فرط جذبات سے فرحت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"تم مجھے اسے اٹھانے سے تو نہیں روکو گی ناں کومل، سوتیلی ہی سہی میں اس کی ماں تو ہوں ہی ناں۔" فرحت اپنا اندرونی خوف لبوں پہ آنے سے نہ روک سکی۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں فرحت آپا میں بھلا کون ہوتی ہوں روکنے والی، آپ بڑی ہیں حق ہے آپ کا۔"

کومل تڑپ کر فرحت کے پاس آئی تھی، شادی شدہ زندگی کا دکھ ایک طرف طلاق کے بعد کا دور بھی کومل کے لئے کم تکلیف دہ نہیں تھا، بھابیوں کے تلخ رویے اور بات بے بات روک ٹوک نے اسے صحیح معنوں میں زندگی کی بد صورتیوں کا احساس دلایا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے اپنوں کی بخشی کڑی دھوپ سے ٹھنڈی میٹھی چھاؤں میں لانے والی یہ مہربان ہستی خود کسی ایسی ہی تلخ صورتحال سے دو چار ہو جبھی فرحت کے میکے جانے پر کومل فون پر اس کی خیریت دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ اسے جلد واپس آنے کی تلقین کرنا نہ بھولتی تھی، جب شراکت ہی مقدر ٹھہرا تو رونے دھونے، چیخنے چلانے کی بجائے ہنسی خوشی برداشت کر لینا ہی بہتر ہے، یہی سوچ کر فرحت نے بھی کومل کو ہر سطح پر برابری کا درجہ دیا تھا، دیکھنے والے اکثر حیران ہوتے تھے کہ کیا سوکن کا رشتہ بھی اتنا اپنائیت بھرا ہو سکتا ہے لیکن خود فرحت اور کومل جانتی تھیں کہ اس رشتے میں بندھنے کی واحد وجہ بچے تھے اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس نعمت سے

نواز نے جا رہے تھے تو تیرا میرا کے چکر میں پڑ کر وہ ناشکری کی مرتکب کیوں ٹھہرتیں۔

☆☆☆

''ایک منٹ کومل یہیں ٹھہرنا ذرا۔'' ہسپتال سے واپسی پر گھر کے داخلی دروازے پہ کومل کو ٹھہرا کر فرحت نے جلدی سے اپنا پرس کھولا اور ہزار ہزار کے کئی نوٹ کومل اور بچے پر سے وار کر پاس کھڑی مائی کو پکڑا دیئے۔

''اب بسمہ اللہ کرو۔'' بچے کے اوپر احتیاط سے کمبل درست کرتے اس نے کومل کو اندر آنے کے لئے راستہ دیا۔

''آؤ آؤ بیٹا! بہت بہت مبارک ہو، اپنی جان کی بھی اور بچے کی بھی...... اللہ بچے کے بخت نیک کرے۔''

زینت خالہ نے کومل کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا دی، فرحت اندر کچن کی طرف بڑھ گئی جبکہ خالہ وہیں بیٹھ کر کومل سے باتیں کرنے لگیں، تھوڑی دیر بعد فرحت چائے کی ٹرے اور بچے کا فیڈر اٹھائے چلی آئی۔

''یہ لیں خالہ چائے اور کومل یہ لو بچے کے دودھ کا وقت ہو گیا ہے۔'' فیڈر اور چائے کا کپ کومل کے پاس رکھتے اس نے بھی وہیں جگہ بنائی۔

''میں تو فی الحال چائے پینے لگی ہوں، آپ جانیں اور آپ کی بیٹی جانے دودھ پئیں چاہے جو مرضی کریں۔'' بچی کو فرحت کی گود میں ڈالتے ہوئے کومل شرارت سے ہنسی، اس کی بات پر مسکراتے ہوئے فرحت بچی کو دودھ پلانے لگی جبکہ خالہ نے صدق دل سے دعا دی۔

''اللہ تم لوگوں کو آباد رکھے بیٹا، یوں ہی ظرف بڑے رکھو گی تو بے انتہا پاؤ گی، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔''

☆☆☆

ہانیہ کے زیادہ تر کام فرحت ہی کرتی تھی بقول کومل کے یہ آپ کی بیٹی ہے اس کی تربیت آپ ہی کریں تا کہ یہ آپ جیسی اعلیٰ ظرف اور وسیع دل کی مالک بنے اور فرحت نم آنکھوں سے کومل کی محبتوں پہ مسکراتی جی جان سے بچی کی دیکھ بھال میں جت جاتی، اس کا نام بھی فرحت نے ہی رکھا تھا اور کومل کی نسبت وہ فرحت سے زیادہ مانوس ہو گئی تھی۔

کچھ دنوں سے کومل کی طبیعت بھی گری گری رہتی تھی، ہانیہ ابھی بمشکل چار ماہ کی تھی کہ کومل پھر سے امید سے ہو گئی اور یوں ہانیہ کی تمام ذمہ داری فرحت کے کندھوں پر آ گئی، کومل کی طبیعت اس بار زیادہ خراب تھی، سارا دن بستر پر لیٹی رہتی ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ وہ بہت کمزور ہے اور اتنی جلدی دوبارہ حاملہ ہونا اس کو مزید کمزور کر گیا، اس لئے اس کو زیادہ سے زیادہ آرام کی ضرورت ہے تا کہ بچے پر برا اثر نہ پڑے، فرحت اس بار بھی کومل کا بے حد خیال رکھ رہی تھی یہ کومل ہی تھی جس کی بدولت آج اس کی گود میں ننھی منی پریوں جیسی ہانیہ کھلکھلا رہی تھی اور اب اللہ تعالیٰ انہیں اور نوازنے جا رہے تھے۔

بے حد احتیاط اور خیال کے باوجود کومل کی طبیعت دن بدن خراب ہوتی جا رہی تھی اور پھر ڈاکٹرز نے نارمل ڈلیوری کی بجائے میجر آپریشن تجویز کیا، فرحت وقت پر کومل کے ساتھ ہسپتال میں موجود تھی سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا اچانک آپریشن کے دوران کومل کا بی پی ایک دم بڑھ گیا اور باوجود انتہائی کوشش کے ڈاکٹرز کومل کو زندگی کی طرف نہ لا سکے۔

''ایم سوری ہم ماں کو نہیں بچا سکے۔'' ڈاکٹرز کے الفاظ نے فرحت پہ گویا سکتہ طاری کر

دیا، دو سال آٹھ ماہ اور دس دن، کیا کومل اور اس کا ساتھ یہیں تک تھا، آنسو روانی سے فرحت کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

''یہ لیجئے...... آپ کا بیٹا۔'' تھوڑی دیر بعد ایک نرس کی آواز پہ فرحت نے سر اٹھایا اور دونوں ہاتھوں سے آنسو پونچھتے بچے کو گود میں لے لیا۔

''اسے سنبھالو فرحت یہ تو مجھ سے چپ ہی نہیں ہو رہی۔'' ہانیہ کو گود میں اٹھائے اٹھائے طلحہ فرحت کے قریب آئے۔

فرحت نے ایک طرف بچے کو سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے ہانیہ کو اپنی گود میں بٹھا لیا اس کی گود میں آ کر ہانیہ پرسکون ہو گئی اور چپ کر گئی تھی۔

''سر آپ پلیز کاؤنٹر پر آ کر بل کلیئر کروا لیں پھر اس کے بعد ہی ڈیڈ باڈی آپ کے حوالے کی جائے گی۔'' نرس نے آ کر طلحہ سے کہا تو وہ سر ہلاتے اس کے ساتھ چل پڑے۔

فرحت نے بے اختیار اپنی گود پر نظر دوڑائی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''کیا اللہ تعالیٰ نے کومل کو میری گود بھرنے کے لئے بھیجا تھا جو وہ یوں چپکے سے آنکھیں موند گئی، لیکن مولا میں نے یہ تو کبھی نہیں چاہا تھا کہ یوں میری خالی گود آباد ہو۔'' بے اختیار بہنے والے آنسوؤں کو فرحت روک نہ پائی تھی۔

''صبر کرو فرحت اس کا اور ہمارا ساتھ یہیں تک تھا، دعا کرو اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسانیاں کرے اور ہمیں ان بچوں کی اچھی پرورش کی توفیق دے۔'' طلحہ نے فرحت کے کندھے پر ہاتھ رکھتے نرمی سے کہا، خود شدت ضبط سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور آواز بھیگی ہوئی تھی۔

''چلو اٹھو گھر چلیں۔'' طلحہ کے کہنے پر فرحت بچوں کو سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''واہ مولا تیری شان ہے، کیسے کیسے وسیلوں سے تو اپنے بندوں کو نوازتا ہے، میری خالی گود کو یوں آباد ہونا تھا یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔''

طلحہ کے ساتھ باہر کی طرف قدم بڑھاتے فرحت نے بے ساختہ سوچا اس کی آنکھیں کیسے بہتی ہوئی، آنسوؤں کی جھڑی میں یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ کون سا آنسو کومل کی جدائی میں بہا ہے اور کونسا خالی گود بھرنے کے شکرانے کے طور پر۔

☆☆☆

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

طنز و مزاح، سفر نامے

اردو کی آخری کتاب
آوارہ گرد کی ڈائری
دنیا گول ہے
ابن بطوطہ کے تعاقب میں
چلتے ہو تو چلین کو چلئے

قدرت اللہ شہاب

یاخدا
ماں جی

روزہ کشائی

فرحت شوکت

''سمیعہ اٹھ جاؤ بھئی وقت بہت کم ہے۔''
عافیہ نے اسے مکمل طور پر جھنجھوڑ ڈالا تھا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو وہ پاؤں پٹختی کمرے سے باہر نکل گئی، جس کو جگاتے ہوئے اس کی تہجد کی نماز کا وقت بھی نکل گیا تھا۔

''امی سمیعہ کو اٹھانا میرے بس کی بات نہیں ہے آپ خود ہی اس سے نمٹیں۔'' بے نیازی سے کروٹ لیتے ہوئے عافیہ کے غصے سے بھری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی مگر وہ لاپرواہی سے چادر منہ تک لپیٹے دوبارہ نیند کی آغوش میں جا بسی جہاں سے اس کی واپسی صبح نو دس بجے سے پہلے ممکن نہ تھی، امی بھی کئی بار اسے آ کر جگانے کی کوشش کر کے جا چکی تھیں۔

بالآخر مسجد میں سحری کا وقت ختم ہونے کا سائرن بج اٹھا تھا اور گھر کے تمام افراد نماز پڑھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں مصروف ہو چکے تھے جبکہ وہ غفلت کی نیند سے بھرپور لطف اٹھا کر صبح نو بجے بیدار ہوئی تھی۔

''امی ناشتہ بنا دیں پلیز بہت بھوک لگی ہے۔'' کمرے سے نکلتے ہوئے اس نے حسب معمول ہانک لگائی تو اس کی فرمائش پر امی نے گھور کر اسے دیکھا جو بڑے شاہانہ انداز میں بیڈ پر دادی اماں کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔

''کچھ شرم کرو لڑکی، روزہ تو تم سے رکھا نہیں جاتا اوپر سے روزہ داروں سے اپنے چائے پانی کی فرمائش کی جا رہی ہیں، دیکھ رہی ہیں اماں آپ اس کی ڈھٹائی۔''

ساتھ ہی بیٹھیں دادی اماں کو مخاطب کرتے ہوئے امی نے غصے سے اسے دیکھا، جو شروع سے روزہ رکھنے سے دور بھاگتی تھی اور اب چند برسوں سے رمضان گرمی کے موسم میں آنے کی وجہ سے اسے بی پی لو ہونے کا بہانہ مل گیا تھا۔

''امی آپ کو پتہ تو ہے مجھ سے روزے نہیں رکھے جاتے، میرا دل بیٹھنے لگتا ہے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگتا ہے، سچ جسم سے جیسے جان نکل رہی ہوتی ہے، کمال ہے امی آپ ماں ہو کر میری کیفیت نہیں سمجھتیں جبکہ ابو جی اور دادی اماں میری حالت بخوبی جان جاتے ہیں۔'' بے چارگی چہرے پر سجائے وہ امی کو بلیک میل جبکہ ابو جی اور دادی اماں کو مکھن لگانے کی کوشش کر رہی تھی، مگر امی اس کے ان جیسے بہانوں کو اچھی طرح جانتی تھیں سو اسے جھڑک کر رکھ دیتی تھیں۔

''بس کرو، اللہ تعالیٰ صبر دینے والا ہے چند گھنٹے اللہ کی خاطر کھانے پینے سے دور رہنے سے وہ کتنا خوش ہوتا ہے تمہیں اندازہ ہے اس بات کا، کیا فائدہ اتنا پڑھنے لکھنے کا جب انسان کو اپنے فرائض کا احساس ہی نہ ہو، ہر وقت تمہیں کھانے پینے کی فکر پڑی رہتی ہے، عافیہ اور رابعہ تم سے چھوٹی ہیں اور دیکھو پورے مہینے کے روزے رکھتی ہیں اور پورے سال میں ایک نماز بھی قضا نہیں کرتیں اس کے علاوہ عبادتوں کا تو کوئی حساب ہی نہیں ہے اور ایک تم ہو نہ نماز نہ روزہ نہ عبادت اور نہ کوئی گھر کا کام۔'' ہمیشہ کی طرح امی نے

اسے مکمل جھاڑ کے رکھ دیا تھا لیکن اس پر مطلق کوئی اثر ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

''اماں جی آپ بھی اسے کچھ نہیں......'' اس کے لاپرواہ سے انداز پر امی تلملا کر رہ گئی تھیں۔

''ارے بیٹا میں کیا کہوں تمہیں پتہ تو ہے کتنی کمزور ہے یہ، نہیں رکھے جاتے اس سے روزے تو کیوں زور ڈالتی ہو اس پر؟ تم نے دیکھا نہیں کچھ برس پہلے جب تم نے زبردستی اس سے روزہ رکھوایا تھا تو یہ پورے دن کتنی بار چکرا کر گری تھی، مجبوراً مظفر میاں کو اس کا روزہ وقت

سے پہلے کھلوانا پڑ گیا تھا، تب سے مجھے تو بہت ڈر لگتا ہے کچھ ہو گیا بچی کو تو کیا کریں گے؟ تم میرے ساتھ ناشتہ کر لو بیٹا۔"

دادی اماں نے اپنی ناشتے کی ٹرے اس کے سامنے کرتے ہوئے محبت آگئیں لہجے میں کہا تو وہ فوراً ان کے ساتھ ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئی، وہ اچھی خاصی اسمارٹ اور دلکش خدوخال کی مالک تھی جس کو دادی اماں نے کمزور ہونے کا خطاب دے دیا تھا۔

امی کے ساتھ بیٹھی عافیہ مسکرا کر محض سر ہلا کر رہ گئی۔

دراصل خاندان کی پہلی اولاد ہونے کے باعث وہ گھر بھر کی لاڈلی اور چہیتی تھی جس کا وہ ابو جی اور دادی اماں سے خوب فائدہ اٹھایا کرتی تھی، یہ انہی کا بے تحاشا پیار تھا جس کی وجہ سے وہ آج تک اپنی ذمہ داریوں سے نابلد تھی، جبکہ اس کی نسبت عافیہ اور ربیعہ گھر کے تمام کاموں میں دلچسپی لینے کی وجہ سے ہر کام میں طاق ہو چکی تھیں لیکن ایسا نہیں تھا کہ وہ کوئی کام کرنا جانتی ہی نہ ہو، کام تو امی نے سختی اور ڈانٹ ڈپٹ کر کر کے اسے سکھا ڈالے تھے لیکن وہ چونکہ کام چور واقع ہوئی تھی اس لئے کان بند کیے دادی اماں کی گود میں سر رکھے کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کہ کاموں سے بچی رہتی یا پھر ابو جی کے پاس ان کے چھوٹے سے اسٹڈی روم میں جا کر ابو کے پسندیدہ موضوع پر بحث کرنا شروع کر دیتی اور ابو جی اس دوران کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتے تھے اس لئے کسی کی ہمت ہی نہ ہوتی کہ وہ اسے کچھ کرنے کو کہتے پھر وہ کام ختم ہونے کے بعد ہی کمرے سے برآمد ہوتی۔

یہی وجہ تھی کہ امی کو دادی اماں اور ابو جی پر بھی غصہ آتا تھا جن کی شہہ پر وہ ان کے ہاتھوں سے نکلی جا رہی تھی بلکہ نکل چکی تھی۔

"آپ اور اماں جی بھی ناں حد کرتے ہیں، سمیعہ سب سے بڑی ہونے کے باوجود ہر ذمہ داری سے مبرا ہے، سارا دن کتابوں میں گھسی رہتی ہے یا اماں جی کے بستر میں، اوپر سے آپ بھی اس کی بے جا حمایت کرنے لگتے ہیں۔"

جب بھی امی کا پارہ ہائی ہو جاتا تھا وہ ابو جی پر بھڑاس نکالنے لگتی تھیں جس کو وہ کبھی مسکرا کر سن لیتے یا پھر الٹا انہیں ہی سمجھانے لگتے تھے۔

"شگفتہ بیگم اس کا سارا دھیان اپنی پڑھائی کی طرف ہے اسے پڑھنے دیا کرو، گھر کے بکھیڑوں میں مت الجھایا کرو اس کو اور تم تو جانتی ہو کہ میری کتنی خواہش تھی کہ میری تینوں بچیاں خوب پڑھیں، تعلیم بہت ضروری ہوتی ہے لڑکیوں کے لئے شگفتہ بیگم لیکن تم نے عافیہ اور ربیعہ کو گھر کے کاموں میں لگا کر ان کا سارا دھیان پڑھائی سے ہٹا دیا اب وہ خالی ایف اے بی اے کر کے گھر بیٹھ چکی ہیں اب سمیعہ کے ساتھ یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ جہاں تک چاہے پڑھے اسے ڈسٹرب مت کرو۔"

"آپ کی اپنی باتیں ہیں پروفیسر صاحب، مانا لڑکیوں کے لئے تعلیم بہت ضروری ہے میں نے کب انکار کیا ہے اس حقیقت سے لیکن اس کے ساتھ گھر کے کام اور دوسرے فرائض بھی پورے کرنا اہمیت رکھتے ہیں پڑھائی کا روزوں سے نماز سے کیا تعلق ہے، کیا پڑھائی کے دوران یہ سب چیزیں معاف ہو جاتی ہیں؟ آپ اور اماں جی بہت زیادتی کر رہے ہیں اس کے ساتھ، کل کو اگلے گھر جائیگی تو کیا ہو گا مجھے تو یہی سوچ سوچ کر ہول اٹھتے جاتے ہیں۔" امی واقعی بہت فکر مند نظر آ رہی تھیں۔

"تم کیوں پریشان ہوتی ہو شگفتہ بیگم، پڑھائی مکمل کر لے تو جو مرضی کرنا اس کے ساتھ جو دل چاہیے سکھا دینا تب میں کچھ نہیں کہوں گا۔" ابو جی نے امی کو نرمی سے سمجھایا۔

"کیا روزے بھی تب ہی رکھنا سکھاؤں گی مظفر صاحب، یہ تو عادتیں ہوتی جن کو پختہ ہونے میں وقت لگتا ہے اور اس کو ان فرائض کا ذرہ برابر احساس نہیں ہے، میں جب اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں آپ اور اماں جی اس کی حمایت کر کے میری ساری محنت غارت کر دیتے ہیں، میرے اتنا زور دینے پر اب وہ کبھی کبھی نماز تو پڑھنے لگ گئی ہے لیکن روزہ رکھنے کا تو وہ نام ہی نہیں لیتی کیونکہ اس کے روزہ رکھنے سے آپ کی اور اماں کی جان پر بن جاتی ہے اور وہ اس چیز کا بھرپور فائدہ اٹھاتی ہے۔" امی کی باتیں سن کر ابو جی کسی قسم کا ردعمل ظاہر کیے بغیر دوبارہ اپنی بک کی طرف متوجہ ہو جاتے تو امی تاسف سے سر ہلاتیں احتجاجاً وہاں سے اٹھ کھڑی ہوتیں۔

☆☆☆

"عافیہ دیکھو مجھ پر یہ کلر سوٹ کرے گا یا یہ والا؟" اس نے بڑے چاؤ اور جوش میں کچن میں داخل ہوتے ہی فیشن میگزین عافیہ کے سامنے کچن کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے پوچھا تو عافیہ جو افطاری کے لئے کھانے کا سامان تیار کر رہی تھی فوراً میگزین کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"اوں یہ والا بہت خوبصورت ہے بہت بجے گا تم پر۔" عافیہ نے اس کے دکھائے دونوں ڈیزائن میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے میں یہی بنواؤں گی عید پر اور ہاں یہ دیکھو یہ میں نے تمہارے اور ربیعہ کے لئے پسند کیے ہیں۔" عافیہ نے محبت سے اس کی طرف دیکھا جو ہر سال عید کی تیاریاں خوب زور و شور سے کرتی تھی، ایک سے ایک چیز بہت اعلیٰ خریدنے پر مصر ہوتی تھی، پورے رمضان ابو جی کے سر پر سوار ہو کر تمام گھر والوں کی عید کی ساری خریداری خود کرتی تھی اور امی کی ڈانٹ بھی خوب سنتی تھی جو رمضان کی ہر عبادت کو بھلائے بس عید کی تیاریوں میں مصروف رہتی تھی مگر وہ ان سب باتوں کی پرواہ کیئے بغیر اپنے کام میں جی جان سے لگی رہتی۔

"تھینکس سمیعہ مجھے تو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سال عید پر پہننے کے لئے کس طرح کے جوڑے بنواؤں، یہ بہت اچھا ڈیزائن ہے بس تم ٹیلر کو میرا اسی سوٹ کا ناپ دے دینا جو میں نے زرقا کی شادی میں مہندی والے دن پہنا تھا اس کی فیٹنگ بہت زبردست ہے۔" عافیہ کو اس کے ڈیزائن کردہ کپڑے اور جیولری بہت پسند آئی تھی اس لئے وہ اس کے ذمہ ڈال کر خود پر سکون ہو جاتی تھی۔

"اوں ٹھیک ہے میں سب دیکھ لوں گی لیکن بس میرا ایک کام کر دو پلیز۔" اس نے منانے والے انداز میں کہا۔

"بولو کیا کام ہے؟" عافیہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔

"وہ امی نے مجھے آج افطاری کے لئے پکوڑے اور دہی بھلے بنانے کو کہا تھا تم بنا دو گی ناں میری بہن، تمہیں تو پتہ ہے ہری مرچ کاٹنے سے میرے ہاتھوں میں کتنی جلن ہوتی ہے بچ نوٹس بنانے کے لئے پین بھی نہیں پکڑا جاتا اور عید کے بعد میرے پیپرز ہیں پھر میں کیسے تیاری کروں گی جبکہ میں نے......"

"بس بس میں سمجھ گئی ہوں، میں کر لوں گی تم جاؤ۔" کچن کا کام نہ کرنے کی وجہ سے وہ سو تاویلیں بیان کر دیتی تھی اس لئے عافیہ نے اسے

درمیان میں ہی ٹوک دیا ورنہ وہ آدھا گھنٹے تک بے تکان بولتی جاتی۔

''اور ہاں سنو امی کو پتہ نہ چلے اوکے؟'' جاتے جاتے اس نے پلٹ کر عافیہ کو ہدایت دی تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔

☆☆☆

''تم دونوں نے بھی اس کو بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، سمجھیں تم جتنے قصور وار تمہارے ابو اور اماں جی ہیں تم دونوں بھی اس کے لاابالی پن اور لاپرواہی کی ذمہ دار ہو، کل تم نے پکوڑے اور دہی بھلے بنائے تھے، آج اس نے اس کے کہنے پر آٹا گوندھ ڈالا، میں کہتی ہوں کیا ضرورت ہے اس کی باتیں ماننے کی۔'' امی باری باری عافیہ اور ربیعہ کو گھورتے ہوئے غصے سے بول رہی تھیں اور وہ دونوں چپ چاپ سن رہی تھیں جب ربیعہ نے بمشکل آواز نکالی۔

''امی آپی کے ہاتھوں میں واقعی بہت سوجن ہو رہی تھی، میں نے خود دیکھا تھا کہ.....''

''چپ کرو تم کوئی سوجن نہیں ہو رہی تھی اس کے ہاتھوں میں، وہ مختلف بہانے کر کر کے کاموں سے بچتی رہتی ہے اور کوئی اسے سمجھ نہیں پاتا سب اس کی باتوں میں آ جاتے ہیں۔'' امی نے تیزی سے ربیعہ کی بات کاٹ کر اسے جھڑک ڈالا پھر کمرے سے باہر نکل گئیں تو وہ دونوں اتنی جلدی جان بخشی پر شکر کرتیں اپنے کپڑے دیکھنے میں مصروف ہو گئیں جو تھوڑی دیر پہلے سمیعہ ابو کے ساتھ جا کر ٹیلر سے لائی تھی، عید دو دن بعد متوقع تھی۔

☆☆☆

دن یونہی تیز رفتاری سے گزرتے جا رہے تھے اور وہ آج کل ایم بی اے شاندار نمبروں سے کلیئر کرنے کے بعد فراغت سے لطف اندوز ہو رہی تھی جب محب کمال کے پروپوزل نے گھر میں ہلچل سی مچا دی تھی، دادی اماں اس رشتے پر بے حد خوش تھیں جبکہ ابو جی نے بھی اپنے تئیں مکمل دیکھ بھال کر کے اطمینان کا اظہار کیا تھا، عافیہ اور ربیعہ تو گھر میں شادی کی رونقوں کو انجوائے کرنے کے خیال سے ہی چہکے جا رہی تھیں لیکن امی کچھ چپ چپ سی تھیں اور ان کی یہ خاموشی ابو جی سمیت دادی اماں نے بھی محسوس کر لی تھی، تب ہی آج اماں جی نے موقع ملتے ہی ان سے بات کر ڈالی تھی۔

''میں دیکھ رہی ہوں شگفتہ تم مجھے اس رشتے پر خوش نہیں لگ رہیں، کیا بات ہے اگر کوئی مسئلہ ہے تو بتا دو بیٹا۔'' اماں جی کی بات پر ابو جی نے بھی جانچتی نظروں سے انہیں دیکھا۔

''نہیں اماں جی ایسی تو کوئی بات نہیں ہے، میں تو بہت خوش ہوں اس رشتے پر، لڑکا اتنا اچھا اور مذہبی ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا لیکن بس ایک جگہ پر آ کر میرا دل اٹک رہا ہے کہ سمیعہ کس طرح سب کچھ ہینڈل کر پائے گی؟'' امی کچھ الجھی الجھی دکھائی دے رہی تھیں ان کی بات سن کر اماں جی بھی الجھ گئی تھیں۔

''کیا مطلب ہے تمہارا شگفتہ بھئی اس کو ہینڈل ہی کیا کرنا پڑے گا، ماشاء اللہ لڑکا سمجھدار ہے اپنے پیروں پہ کھڑا ہے کمپنی میں ملازمت کرتا ہے اپنا گھر ہے بس ایک بہن ہے وہ بھی شادی شدہ لاہور میں رہتی ہے، ہماری سمیعہ اکیلی رہے گی اور بہت خوش رہے گی۔'' اماں جی نے آرام سے سمجھایا۔

''یہی تو میں کہہ رہی ہوں اماں جی کہ وہ اکیلی کس طرح رہے گی، اسے تو کام کرنے کی بالکل عادت نہیں ہے ایسے میں وہ خالی گھر میں جائے گی تو کیسے پورا گھر سنبھال پائے گی، نہ

ساس ہے اور نہ کوئی نند وہ تو بوکھلا کر رہ جائے گی۔'' امی انجانے خدشوں کو سوچ کر پریشان نظر آ رہی تھیں۔

''ارے بہو، اسی لئے تو مجھے یہ رشتہ بھایا ہے ہماری سمیعہ جس طرح رہنے کی عادی ہے بالکل بے فکری اور غیر ذمہ داری سے اس کے لئے اس سے اچھا اور بہتر کوئی رشتہ نہیں ہو سکتا، نہ کوئی آگے ہے نہ پیچھے، اب وہ سیاہ کرے یا سفید، دیر سے کرے یا سویر سے کوئی ٹوکنے والا نہ ہو گا میں تو کہتی ہوں بیٹا سمیعہ کے لئے یہ رشتہ بالکل مناسب ہے، اللہ کا نام لے کر ان لوگوں کو ہاں کر ڈالو، انشاء اللہ بہتر ہی ہو گا جو بھی ہو گا۔'' اماں جی کہہ تو ٹھیک رہی تھیں لہٰذا ان کی باتیں سن کر وہ خاموش ہو گئی تھیں، ابو جی نے بھی آنکھوں ہی آنکھوں میں امی کو تسلی دی تھی سو انہوں نے تمام خدشوں کو پس پشت ڈالا اور رشتہ کر دیا۔

☆☆☆

جس وقت اس نے گھر میں قدم رکھا شام کے چھ بجے تھے، وہ ڈور لاک کر کے لاؤنج سے ہو کر بیڈ روم کی طرف بڑھ رہا تھا جب لاؤنج کی بکھری حالت دیکھ کر وہ وہیں رک گیا۔

اسے اچھی طرح یاد تھا وہ صبح جانے سے پہلے ہر چیز کو اس کی جگہ پر قرینے سے رکھ کر گیا تھا اور اب...... اس نے جائزہ لیتی نظر لاؤنج میں دوڑائی، صوفے پر کشن بے ترتیب پڑے ہوئے تھے، مختلف فیشن میگزین ادھ کھلے صوفے پہ بکھرے ہوئے تھے، کافی کا خالی مگ صوفے کے ہینڈل پر رکھا تھا، ٹی وی پر میوزک چینل پر چلنے والا بے ہنگم شور مچاتا انگلش سونگ پورے گھر میں گونج رہا تھا۔

وہ ایک قدم آگے بڑھا جب اس کا پاؤں کارپٹ پر اوندھے پڑے ریموٹ سے جا ٹکرایا۔

اس نے جھک کر ریموٹ اٹھایا پھر آگے بڑھ کر ٹی وی آف کر کے متلاشی نظروں سے اسے دیکھنے لگا جو یقیناً بیڈ روم میں موجود اپنے کپڑوں کو ترتیب سے ہینگ کر رہی ہو گی۔

شادی کو ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا اور یہ ڈیڑھ ماہ سمیعہ کے ساتھ بہت خوب صورت گزرا تھا وہ ہر لحاظ سے بہت معصوم اور سادہ تھی، جو بات دل میں ہوتی وہی زبان پر لے آتی، اپنے دل میں موجود ہر جذبے کو اظہار کے لفظ دے کر خود بھی مطمئن رہتی اور دوسروں کو بھی خوش رکھتی، اس کی عام سی سوچ اور عام سی باتیں اسے بہت جلد اس کے بے حد قریب لے آئی تھیں، وہ ایسا ہی ہم سفر چاہتا تھا جو اس کے مزاج کے عین مطابق ہو اور اس میں وہ تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود تھیں، لیکن ان سب کے باوجود ایسا کچھ تھا جو اسے اکثر ڈسٹرب کر دیتا تھا، وہ نہ صرف اپنی ذات تک صفائی اور نفاست پسند تھا بلکہ گھر کے ہر معاملے میں ایسی ہی فطرت کا حامل تھا۔

حمیرا آپا اس کی شادی کے ڈیڑھ ماہ بعد ابھی تین دن پہلے اپنے سسرال واپس گئی تھیں اور یہ ڈیڑھ ماہ انہوں نے ہی پورا گھر سنبھالا ہوا تھا، وہ نئی نویلی دلہن سے کام کرانے کے حق میں نہیں تھیں کہ بعد میں بھی تو اسے ہی کرنا تھا بہتر کچھ دن آرام کرے۔

حمیرا آپا کے جانے کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ صرف اپنی ذات کی حد تک ترتیب اور نفاست کا خیال رکھتی ہے وہ اپنی وارڈ روب جیولری کی دیکھ بھال کرتی تھی اس کے علاوہ پورے گھر کی کسی چیز سے کوئی اسے دلچسپی نہیں تھی، اس بات کا اندازہ اسے ان تین دنوں میں بخوبی ہو گیا تھا کہ کچن میں بھی کوئی خاص انٹرسٹ نہیں لیتی، کیونکہ اب تک سحری اور

افطاری کا انتظام وہ خود کر رہا تھا محض اس کی طبیعت کی وجہ سے جو پہلے روزہ سے ہی خراب ہو گئی تھی، اس کے سر اور جسم میں بہت درد تھا جس کے باعث اس نے روزہ رکھنے سے انکار کر دیا تھا سو وہ سحری میں خود ہی اٹھ جایا کرتا تھا کہ اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں لگتا تھا جبکہ افطاری میں وہ اسے اپنے ساتھ کچن کے چھوٹے موٹے کام کرالیا کرتا تھا لیکن آج وہ اسے بہت بہتر دکھائی دے رہی تھی، پھر بھی گھر کی حالت ابتر تھی اور افطاری کا بھی کوئی انتظام اس نے نہیں کیا تھا، وہ اتنا تو سمجھ گیا کہ اسے گھریلو امور کرنے کی عادت نہیں تھی جبکہ وہ اس معاملے میں بہت حساس واقع ہوا تھا۔

وہ اپنے اور اس کے درمیان موجود اس مسئلے کو لے کہ کوئی بدمزگی پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا اس لئے پچھلے تین چار دنوں سے وہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود خاموشی سے نظر انداز کر رہا تھا لیکن وہ مزید اس بے ترتیبی اور غیر ذمہ داری کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا سو اسے کچھ تو کرنا تھا ناں۔

''سمیعہ!''

''جی۔''

''تم نے افطاری کے لئے کیا بنایا ہے؟'' بیڈ کے کنارے پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''میں آپ کا انتظار کر رہی تھی کہ آپ آئیں گے تو میں آ کے ساتھ مل کر بنا لوں گی۔'' اس نے کہا۔

''مجھے اب دیر ہو جایا کرے گی آفس سے تم کچھ نہ کچھ ارینج کر لیا کرو۔'' اس نے آرام سے کہا۔

''تم اب جلدی سے افطاری تیار کرو بس تھوڑا ہی وقت رہتا ہے روزہ کھلنے میں۔''

''لیکن اتنی جلدی میں میں کیا بناؤں آپ بازار سے کچھ لے آئیں۔'' اس نے اپنے تئیں اسے مشورہ دیا جو اس نے بہت آرام سے رد کر دیا۔

''نہیں یار تمہیں تو پتہ ہے مجھے بازار کے کھانے اچھے نہیں لگتے، مجھے ہضم نہیں ہوتے جو مزہ گھر کے کھانوں میں ہے وہ باہر کی چیزوں میں کہاں؟ اب تم یہی دیکھ لو جو کھانے حمیرا آپا فریز کر کے گئی تھیں وہ میں نے کتنے شوق سے اتنے دن تک کھائے ہیں تم بھی گھر میں بنا لیا کرو او کے۔'' وہ پاؤں کو جوتوں اور موزوں سے آزاد کرتے ہوئے بولا۔

''لیکن میں اکیلے اتنے سے وقت میں کیا کیا کروں گی، آپ بھی میرے ساتھ آئیں ناں میری ہیلپ کے لئے۔'' اس کی باتیں سن کر اسے ہول اٹھ رہے تھے۔

''ٹھیک ہے تم چلو میں آتا ہوں۔'' واش روم کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے کہا، تو وہ کتنی ہی دیر تک جوں کی توں بیٹھی حیرت سے اس کے جوتے اور موزے دیکھنے لگی، ایک جوتا دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف اتنی دور پڑا تھا جبکہ موزے بھی الگ الگ سمتوں میں اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

شادی کے بعد ایسا پہلی بار ہوا تھا جب اس کے جوتوں کو یوں بے ترتیبی کی حالت میں ادھر ادھر پڑے دیکھا تھا، اس نے تو اب تک انہیں اپنی چیزوں کے علاوہ گھر کی بھی ہر چیز کو سلیقے سے رکھتے دیکھا تھا اور وہ شکر کرتی تھی کہ جو کام شادی سے پہلے امی، عافیہ اور ربیعہ کرتی تھیں وہ محبت بغیر کسی حجت کے خود کر لیتے تھے لیکن آج وہ اسے اس طرح لاپرواہ انداز میں دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

''ارے تم ابھی تک یہیں بیٹھی ہو، جاؤ یار افطاری کی تیاری کرو بہت کم وقت رہ گیا ہے۔'' واش روم سے باہر آ کر تولیہ سے سر رگڑ کر خشک کرتے ہوئے وہ حیرانی سے بولا، پھر تولیہ صوفے کی طرف اچھال کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑا ہوا اور بالوں میں برش کرنے لگ گیا تو وہ صوفے پر پڑے گیلے تولیے پر ایک نظر ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

تقریباً آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا اور وہ اب تک کچن میں نہیں آیا تھا جبکہ اس نے ابھی صرف فروٹ چاٹ ہی تیار کی تھی تب ہی سائرن بجنے کی آواز سنائی دینے لگی۔

اس نے تیزی سے فروٹ چاٹ کا باؤل اور شربت سے بھرا جگ ڈائننگ ٹیبل پر رکھا، اسی وقت وہ بھی کچن میں داخل ہو گیا اور چیئر پر بیٹھ گیا۔

''تم نے پکوڑے نہیں بنائے؟'' اس نے کھجور منہ میں رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''وہ آپ کو تو پتہ ہے میرے ہاتھوں میں کتنی جلن ہوتی ہے ہری مرچ کاٹنے سے۔'' اس نے معصومیت سے جواب دیا، تو وہ اس کی مومی ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے محبت سے گویا ہوا۔

''میری محبت کی تپش میں یہ جلن کوئی معنی رکھتی ہے کیا؟'' اس کا آنچ دیتا لہجہ اس کے اندر کہیں اترتا جا رہا تھا، یہ تو سچ تھا کہ اس کچھ ہی عرصے میں وہ اسے بے حد عزیز ہو گیا تھا، شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اس کی ہر بات بلا چون و چرا مان لیتی تھی۔

''آپ...... آپ کچھ کھائیں ناں، روزہ کب کا کھل چکا ہے۔'' وہ اس کی نظروں کی گرفت میں تھی جب بوکھلا کر اس نے فروٹ چاٹ کا باؤل اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

☆☆☆

''سمیعہ اٹھ جاؤ بھئی سحری کا وقت نکلا جا رہا ہے۔'' وہ تیسری بار اسکو اٹھا رہا تھا مگر وہ بے خبر سوئی ہوئی تھی۔

اس نے الارم بند کر کے لیمپ آن کیا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے شانوں کو دھیرے سے ہلاتے ہوئے ایک بار پھر اسے جگایا مگر بے سود۔

''سمیعہ اٹھ جاؤ پلیز وقت بہت کم رہ گیا ہے۔''

''محبت پلیز سونے دیں۔'' وہ نیند بھرے لہجے میں التجائیہ انداز میں بولی۔

''یار اٹھ کر سحری کی تیاری کرو صرف بیس منٹ رہ گئے ہیں ٹائم ختم ہونے میں ہری اپ۔'' اس نے نرمی سے کہا۔

''سحری بس آپ ہی نے تو کرنی ہے محبت پھر مجھے کیوں تنگ کر رہے ہیں فریج میں کچھ پڑا ہو گا وہی کھا لیں پلیز اور اب مجھے مت جگائیے گا، مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔'' آنکھیں بند کیے وہ اس سے مخاطب ہوئی اور دوبارہ چادر میں سر گھسا لیا۔

''کیوں تم نے روزہ نہیں رکھنا کیا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا، جبکہ وہ اب بالکل ٹھیک تھی۔

''میں روزے نہیں رکھتی محبت، میں نے کبھی روزے نہیں رکھے اور میں نے آپ کو آج اس لئے بتایا ہے کہ میں ہر روز آپ سے جھوٹ نہیں بول سکتی، میں اسی لئے تو آپ کو کہہ رہی ہوں کہ آپ خود سحری کر لیا کریں پلیز۔'' اس کے اس انکشاف پر وہ مزید حیرت میں مبتلا ہو گیا تھا، وہ

پچھلے پانچ چھ دنوں سے مختلف بہانے کر رہی تھی، وہ تاسف سے اسے دیکھنے لگ گیا۔

''تم روزے کیوں نہیں رکھتیں؟'' اس نے پوچھا۔

''مجھ سے بھوک برداشت نہیں ہوتی۔'' انداز میں لاپرواہی تھی، ایک لمحے کے لئے وہ خاموش ہو گیا۔

''لیکن میں نے تو تمہیں کبھی نماز پڑھتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔'' اتنے دنوں سے جو بات اس کے دل میں تھی وہ آج زبان پر آ ہی گئی تھی۔

اس کے اس طرح سوال جواب کرنے پر اس نے چادر سے منہ باہر نکال لیا اور نیم وا آنکھوں سے اس شخص کو دیکھنے لگی جو رات کے اس پہر پوری کھلی آنکھوں اور توجہ کے ساتھ اس سے باتیں کرنے پر مصر تھا۔

''جب میں نماز پڑھتی ہوں ناں تو میرا سانس پھولنے لگتا ہے اور......''

''وہاٹ یو مین سانس پھولنے لگتا ہے؟'' وہ حیرانی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اسے بیٹھ دیکھ کر مجبوراً وہ بھی نیم دراز ہو گئی تھی۔

''میں پہلی بار سن رہا ہوں کہ نماز پڑھتے ہوئے کسی کا سانس بھی پھولتا ہے جبکہ نماز میں تو انسان اپنے ہر دکھ اور تکلیف کو بھلا دیتا ہے اپنی ذات اور وجود کو فراموش کر ڈالتا ہے اگر یاد رہتا ہے تو صرف اللہ، پر تمہیں اپنی جسمانی کیفیت کا احساس کیسے ہوتا ہے؟'' پہلے کی نسبت اس کے لہجے میں قدرے سختی نمایاں تھی وہ خاموش ہی رہی۔

''کوشش کرنا آئندہ تم کوئی نماز قضا نہ کر سکو اور یہ کوشش تم نے آج سے ہی کرنی ہے اس لئے اٹھو سحری تیار کرو اور پھر خود بھی سحری کر کے روزہ رکھو اور فجر کی نماز پڑھو۔'' وہ قطعی انداز میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

''میں نماز پڑھ لوں گی محب لیکن مجھ سے روزہ نہیں رکھا جا سکتا میرا بی پی بہت لو ہونے لگتا ہے اور میرا سر بھی چکرانے لگتا ہے۔'' اس کے چہرے پر ہوائیاں سی اڑی ہوئی تھیں۔

''سمیعہ گھر میں صرف ہم دو لوگ ہیں گھر کے تمام افراد اللہ کی عبادت کرتے ہیں اس کا ذکر کرتے ہیں اور مجھے اپنے گھر میں برکت چاہیے اس کے لئے تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا تم پڑھی لکھی ہو، مجھے تمہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے میں تمہیں سمجھا نہیں رہا بس بتا رہا ہوں کہ گھر کے ایک اہم فرد کی حیثیت سے تمہاری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ گھر کے اور مذہب کے ان تمام فرائض پر توجہ دو جس سے گھر ایک اچھا گھر بنتا ہے میں آدمی ہونے کی حیثیت سے تمہیں کبھی کسی چیز کی تنگی نہ ہونے دوں یہ میری کوشش ہے اور رہے گی، ایک عورت کی حیثیت سے تم پر کون کون سے فرض عائد ہوتے ہیں یہ تم ڈیسائیڈ کرو گی، مجھے دوبارہ اس موضوع پر کچھ کہنا نہ پڑے تم یہ کوشش ضرور کرنا، اب جلدی سے اٹھو اور سحری بناؤ۔'' اس کے لہجے میں پتہ نہیں کیا تھا کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے سہم سی گئی تھی، پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آئی اور کچن میں موجود کیبنٹ کھول کر مطلوبہ چیزیں ڈھونڈنے لگی، مگر اتنی دیر گزرنے کے باوجود اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ سحری میں کیا بنائے؟

''کیا ڈھونڈ رہی ہو؟'' کچن میں داخل ہوتے ہی اس نے نرمی سے پوچھا۔

''وہ مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ آپ کے لئے کیا بناؤں، آپ...... آپ سحری میں کیا کھاتے

ہیں؟'' اس نے تشویش کے عالم میں پوچھا۔

''پراٹھا بنا دو۔'' چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔

''آٹا گوندھا ہوا نہیں ہے۔'' اس نے بتایا۔

''تمہیں رات کو گوندھ کر رکھنا چاہیے تھا ناں، چلو خیر کوئی بات نہیں کل سے خیال رکھنا اس وقت بریڈ اور دودھ لے آؤ۔'' اس کے کہنے پر وہ فوراً فریج کی طرف مڑ گئی اور بریڈ کے کچھ سلائس پلیٹ میں سجا کر اس کے آگے ٹیبل پر رکھے اور دودھ سے بھرا جگ بھی ٹیبل پر رکھ کر گلاس لینے کے لئے عجلت میں کیبنٹ کی طرف پلٹ رہی تھی کہ پتہ نہیں کس طرح اس کا ہاتھ ٹیبل کے کنارے پر رکھے دودھ کے جگ سے جا ٹکرایا، نتیجتاً جگ زمین بوس ہو چکا تھا۔

زمین پر دور تک دودھ پر ایک نظر ڈال کر اس نے ایک نظر اس متوحش چہرے پر ڈالی پھر نرامی سے گویا ہوا۔

''کوئی بات نہیں میں بریڈ لے لیتا ہوں تم بھی کچھ کھا لو آج تم نے بھی روزہ رکھنا ہے۔'' وہ پلیٹ میں سے ایک سلائس اٹھا کر اسے یاد دلاتا کچن سے باہر نکل گیا تو وہ کتنی ہی دیر تک اپنی جگہ پر کھڑی رہی۔

اس کیوجہ سے وہ ٹھیک طرح سحری نہیں کر سکے تھے، امی کہا کرتی تھیں کہ سحری اور افطاری کرانے کا ثواب اس قدر زیادہ ہے کہ انسان کی سوچ کی رسائی اس ثواب تک ممکن نہیں ہے، عافیہ اور ربیعہ کتنے اہتمام کے ساتھ گھر کے تمام افراد کے لئے سحری و افطاری کا انتظام کرتی تھیں اور ایک وہ تھی جو صرف ایک شخص کی ذمہ داری نہیں اٹھا پا رہی تھی، اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے جنہیں اس نے دوپٹے کے پلو سے رگڑ کر صاف کیے پھر آئندہ کے لئے خود کو تیار کرنے لگی۔

اگر اس وقت محب کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو وہ شاید اس کو خوب برا بھلا کہتا، لیکن شکر تھا کہ وہ ایسے نہیں ہیں، وہ اپنے اور اس کے درمیان بظاہر ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر کوئی اختلاف پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔

محب کو صفائی بہت پسند تھی یہ سوچ کر اس نے فوراً پورے کچن کو دھو ڈالا تھا مبادا صبح ان کا موڈ خراب نہ ہو جائے۔

☆☆☆

''تم نے روزہ نہیں رکھا۔''

اگلے دن وہ مقررہ وقت پر افطاری سے پہلے گھر میں موجود تھا جب لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس نے آرام سے اسے انگور کھاتے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

اس کی آواز پر وہ بوکھلا کر صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''وہ...... میں نے نیت تو کی تھی لیکن میں روزہ نہیں رکھ سکی حالانکہ میں نے بہت چاہا تھا پر......'' اس سے آگے وہ مزید نہ بول سکی۔

''تم نے واقعی رکھنا چاہا تھا روزہ؟'' اس نے آرام سے پوچھا۔

''جی۔''

''پھر کیا وجہ تھی کیوں نہیں رکھا کیا بھوک لگ گئی تھی؟'' اس نے کئی سوال کر ڈالے۔

''میں جب بھی کوئی کھانے کی چیز دیکھتی ہوں تو مجھ سے رہا نہیں جاتا۔'' اس نے صاف گوئی سے بتایا تو وہ بغور اسے دیکھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگز ٹیبل پر رکھ کر اس سے مخاطب ہوا۔

''اس کے علاوہ دوسری تو کوئی وجہ نہیں ہے

نا، بس یہی کمزوری ہے تمہاری؟'' اس کے استفسار پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ بھی خاموش ہو گیا۔

☆☆☆

''تم نے کپڑے دیکھے ہیں؟'' افطاری کے بعد وہ مغرب کی نماز ادا کر کے ابھی گھر آیا تھا جب اس نے اس سے پوچھا۔

''نہیں۔'' وہ لاؤنج میں اس کی بکھری چیزیں سمیٹتے ہوئے بولی۔

پتہ نہیں کیوں اسے لگ رہا تھا کہ وہ جتنی دیر گھر میں ہوتے ہیں چیزیں بکھیرتے رہتے ہیں، حالانکہ شادی کے شروع میں تو وہ ایسے ہرگز نہیں تھے بلکہ خود اٹھا اٹھا کر رکھا کرتے تھے جو چیزیں بیڈ روم میں استعمال ہوتی تھیں وہ کبھی لاؤنج سے اور کبھی سٹنگ روم سے برآمد ہوا کرتی تھیں، وہ یہ سب دیکھ کر الجھن کا شکار ہونے لگی تھی۔

عافیہ اور ربیعہ گھر کو کتنا صاف ستھرا رکھا کرتی تھیں یہاں تک کہ اس کی بکھیری ہوئی چیزیں بھی سمیٹ کر ٹھکانے پر رکھ دیا کرتی تھیں اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ اسے سب کچھ صاف ستھرا دیکھنے کی عادت ہو گئی تھی، شادی کے بعد بھی اسے حمیرا آپا کے بعد اتنا محسوس نہیں ہوا تھا کیونکہ محب آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے ہر شے ٹھکانے پر رکھنے کے عادی تھے یہاں تک کہ اس کی پھیلائی چیزیں بھی سمیٹ دیا کرتے تھے لیکن اب...... اب تو وہ خود بہت لاپرواہ ہوتے جا رہے تھے، جس کی وجہ سے اسے ہی یہ سب کرنا پڑتا تھا۔

''ارے بھئی دیکھو تو سہی میری کی ہوئی شاپنگ۔'' ان کے دوبارہ کہنے پر وہ ہاتھ میں پکڑا تولیہ اور ٹائی وہیں ٹیبل پر رکھ کر ان کے پاس چلی آئی۔

''تم دیکھو میں ابھی آتا ہوں سہیل آیا ہوگا، میں اس سے مل کر آتا ہوں۔'' جیسے ہی اس نے ایک بیگ کھولا ڈور بیل بج اٹھی تھی۔

اسے کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا تو وہ باری باری تمام بیگ کھول کر دیکھنے لگ گئی، شاپنگ تو اس کی کمزوری تھی اور اب تو دو ماہ ہونے کو تھے اس نے مارکیٹ کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی، پہلا ایک مہینہ تو شادی کے بعد دعوتوں میں گزر گیا تھا اور دوسرا مہینہ رمضان کی مصروفیات میں گزر رہا تھا، جبکہ اس کا تو پہلے روزہ سے ہی اتنا دل کر رہا تھا کہ بازار جا کر خوب ڈھیر ساری عید کی شاپنگ کرے لیکن لگتا تھا محب گھر کی ہر چیز خود لے کر آنے کے عادی تھے اس لئے شاید اس کو باہر لے جانا ضروری نہیں سمجھتے تھے جب ہی اب تک انہوں نے ایک بار بھی اسے شاپنگ پر لے کر جانے کا نام بھی نہیں لیا تھا، ہو سکتا ہے اسی وجہ سے وہ اس کی شاپنگ بھی خود ہی کر آئے تھے۔

وہ اشتیاق کے عالم میں شاپنگ بیگز کھولنے لگ گئی۔

یہ دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اس کا دل بجھ سا گیا تھا کہ ہر بیگ میں جینس شلوار کرتے، پرفیومز، شیونگ باکس، ٹراؤزرز شرٹس موجود تھیں، مطلب اس کے لئے کچھ بھی نہیں تھا، اسے لگا وہ اس کے لئے بھی کچھ لے کر آئے ہوں گے کہ عید میں بس دو تین دن ہی تو رہتے تھے لیکن انہیں تو شاید وہ یاد بھی نہیں آئی ہوگی کہ ان کے علاوہ بھی کوئی ذی روح اس گھر میں موجود ہے، سارا دن وہ گھر کے کام کرتی رہتی ہے گھر کی صفائی کپڑے برتن افطاری سحری جو اس نے کبھی نہیں کئے تھے لیکن یہاں وہ کر رہی تھی صرف ان کی محبت میں مگر انہیں تو اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں تھی۔

''کیا واقعی ایک بار بھی انہیں اس کا خیال نہیں گزرا تھا؟'' اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

''ہوں کیسی لگی تمہیں میری شاپنگ؟'' وہ ابھی ابھی لاؤنج میں آیا تھا۔

''بہت اچھی ہے۔''

واپس بیگ میں تمام چیزیں ترتیب سے رکھتے ہوئے اس نے مسکرا کر جواب دیا پھر تمام چیزیں اٹھا کر بیڈ روم میں لے آئی اور وارڈ روب میں رکھ دیں، پتہ نہیں کیوں اسے بے چینی سی ہو رہی تھی؟

''آپ میرے لئے کچھ نہیں لائے؟'' وہ صوفے پر بیٹھا ٹی وی چینل سرچ کر رہا تھا جب نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی زبان پر شکوہ در آیا تھا۔

آخر کو عید کی شاپنگ اس کی کمزوری تھی۔

''میں تمہارے لئے عید کا جوڑا خریدنے لگا تھا لیکن پھر میرا ارادہ بدل گیا کہ عید تو وہ لوگ مناتے ہیں جو رمضان کے روزے رکھتے ہیں، عبادت کرتے ہیں کیونکہ عید روزہ دار کے لئے اللہ کی طرف سے انعام ہوتی ہے اور تم نے تو ایک بھی روزہ نہیں رکھا پھر تمہاری عید کیسی؟ ہاں اگر ویسے ہی کچھ چاہیے تو مجھے بتا دینا میں عید کے بعد تمہیں مارکیٹ لے چلوں گا کیونکہ ان دنوں تو میرے پاس بالکل ٹائم نہیں ہے......'' وہ اس کی پوری بات سنے بغیر واپس پلٹ آئی تھی، پتہ نہیں کیوں اس کی بے حسی پر اسے رونا آ رہا تھا ویسے تو وہ اس سے محبت کا دعویدار تھا لیکن......

روزے تو وہ پہلے بھی نہیں رکھتی تھی لیکن امی ابو نے اسے عید کی شاپنگ سے تو کبھی نہیں روکا تھا۔

کیا بھلا ایسا بھی ہوتا ہے کہ شوہر عید منائے اور بیوی......؟

اس کا دل چاہا کہ وہ زور زور سے روئے اس ناقدری اور ناانصافی پر، لیکن ایسا کرنا بھی تو ممکن نہیں تھا، جب اس شخص کو ہی احساس نہیں تھا۔

وہ سونے کے لئے لیٹ گئی ہر روز کی طرح روزہ رکھنے کی نیت کر کے۔

☆☆☆

صبح جس وقت اس کی آنکھ کھلی ساڑھے نو بج رہے تھے۔

محب حسب معمول آفس جا چکے تھے، ان کی بکھری چیزیں سمیٹنے کے لئے وہ بستر سے نیچے اتر آئی لیکن اس نے دیکھا کمرہ بالکل صاف تھا۔

ہیر برش، شو برش، ٹاول، غرض ہر چیز اپنی جگہ پر رکھی ہوئی تھی پورے کمرے کا جائزہ لیتی وہ واش روم کی طرف بڑھ گئی، صابن، شیمپو، ٹوتھ پیسٹ، شیونگ بکس سب چیزیں استعمال کے بعد اپنی مخصوص جگہوں پر رکھی ہوئی تھیں، وہ حیرت میں مبتلا کچن میں چلی آئی تا کہ اپنے لئے ناشتہ تیار کر سکے لیکن پھر اسے یاد آیا کہ محب نے سحری کے وقت اسے روزہ رکھنے کی سختی سے تلقین کی تھی اور اس نے ہر روز کی طرح سحری کر کے نیت کر لی تھی لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ ہرگز روزہ نہیں رکھ سکے گی اس لئے اس نے اس سے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

پتہ نہیں اس کے دل میں کیا سمائی تھی کہ وہ ناشتہ کرنے کا ارادہ ملتوی کر کے باہر نکل آئی اور خود کو مختلف کاموں میں مصروف رکھنے کی کوشش کرنے لگی تا کہ کچھ وقت گزر جائے لیکن اتنے کام نمٹانے کے باوجود ابھی صرف گیارہ بجے تھے، وہ روزہ رکھنا چاہتی تھی لیکن اس کا بھوک سے برا حال ہونے لگا تھا لیکن وہ برداشت کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی مگر اس کی یہ کوشش

دوپہر ایک بجے تک بالکل ناکام ہونے کو تھی، اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا اور جسم سے گویا جان نکل رہی تھی، اس کا حلق بالکل خشک اور زبان پر جیسے کانٹے چبھتے محسوس ہو رہے تھے، پیاس کی شدت سے اس کے حواس بالکل مختل کر ڈالے تھے۔

وہ مزید یہ اذیت برداشت نہیں کر سکتی تھی سو چکراتے سر کو بمشکل تھامتی کچن میں چلی آئی اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر فریج کھولنا چاہا لیکن فریج لاکڈ تھا یہ دیکھ کر اس کے پاؤں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی، پھر اچانک کسی خیال کے تحت وہ کچن کیبنٹس کی طرف بڑھ گئی جہاں بسکٹس اور نمکو ہر وقت رکھی ہوتی تھی، لیکن تمام کیبنٹس خالی دیکھ کر اسکی رہی سہی، جان بھی جاتی نظر آ رہی تھی کچن میں نام کو بھی کھانے کے لئے کچھ نہ تھا، اسے یکدم رونا آ گیا تھا۔

وہ وہیں ڈائننگ چیئر پر ٹک گئی، اسے لگا کہ اگر اسے کچھ بھی کھانے کو نہ ملا تو وہ اگلے ہی لمحہ مر جائے گی، مگر اسے یاد آیا کہ اس کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے دراز میں چاکلیٹس رکھی ہوئی ہیں جو چند روز پہلے ہی محبت نے اسے لا کر دی تھیں۔

وہ ایک بار پھر ہمت کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے میں چلی آئی لیکن دراز میں چاکلیٹس موجود نہیں تھیں۔

اس کا مطلب تھا یہ سب محبت نے جان بوجھ کر کیا تھا۔

وہ نڈھال نڈھال سی بیڈ پر گر گئی، اس کا جسم اب بالکل بے جان ہو چکا تھا، کتنی ہی دیر تک وہ بیڈ پر بے سدھ لیٹی رہی شدید بھوک اور پیاس کے باعث نیند بھی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

اب پیاس کی شدت نے اس کی تمام طاقت کو ختم کر ڈالا تھا، کھانے کو کچھ نہیں تھا لیکن پینے کو پانی تو تھا۔

وہ ایک بار اٹھ کھڑی ہوئی اور کچن میں چلی آئی۔

ٹھنڈا پانی تو فریج میں تھا، وہ فریج کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گئی پھر نل کو کھولنے لگ گئی، تیز دھوپ کے باعث ٹینکی کا پانی شدید کھول رہا تھا، اس نے ہاتھ بڑھا کر غصے سے نل بند کر دیا۔

کتنی بے بس تھی وہ کہ پانی تک نہیں پی سکتی تھی اور یہ سب محبت کی وجہ سے تھا جو اسے اس طرح آزمائش میں ڈال کر جا چکے تھے۔

وہ پژمردہ قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکل آئی اور کمرے کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ ڈور بیل پر وہیں رک گئی۔

اس وقت سہہ پہر کے ساڑھے تین بجے رہے تھے اس وقت کون ہو سکتا ہے؟

سوچتے ہوئے وہ گیٹ کے پاس چلی آئی۔

''کون؟'' اس کی آواز میں نقاہت تھی۔

''آنٹی میں ہوں دروازہ کھولئے پلیز۔''

آٹھ سالہ شرجیل نے پراعتماد انداز میں کہا جو سامنے والے گھر میں رہتا تھا اور اکثر شرجیل کی ماما بھی اس سے ملنے آ جایا کرتی تھیں، اسے یہ چھوٹا سا بچہ بے حد پسند تھا وہ اس نے آگے بڑھ کر گیٹ کھول دیا۔

''السلام علیکم آنٹی!''

''وعلیکم السلام خیریت ہے بیٹا اتنی دوپہر میں آئے ہو؟'' اس نے پیار سے اس کے پھولے پھولے گالوں کو ہلکے سے چھو کر پوچھا۔

''آنٹی یہ مٹھائی ہے میری ماما نے دی ہے آج میرا پہلا روزہ تھا ناں اس خوشی میں اور ماما نے کہا ہے آج آپ نے ہمارے گھر آنا ہے میری روزہ کشائی ہے افطاری بھی ہمارے گھر کیجئے گا۔'' شرجیل نے بڑی تمیز سے اس کی

جانب ٹرے بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ حیرت سے اس بچے کو دیکھنے لگی جو محض آٹھ سال کا تھا اور اس کے لہجے اس کے چہرے پر کہیں بھی بھوک یا پیاس کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے بلکہ ایک خوبصورت سی چمک تھی جو اس کی آنکھوں سے چھلکتی محسوس ہو رہی تھی اور چہرے پر بکھری مسکراہٹ اس کے اندر کے اطمینان کو ظاہر کر رہی تھی۔

''آپ کو روزہ نہیں لگ رہا بیٹا؟'' پتہ نہیں وہ کیا جاننا چاہ رہی تھی جب اس نے آہستگی سے اس سے پوچھا۔

''نہیں آنٹی ماما کہتی ہیں روزہ انہیں لگتا ہے جو صرف کھانے پینے سے دور رہنے کے لئے روزہ رکھتے ہیں، ان لوگوں کو روزہ نہیں لگتا جو اللہ کی خوشی کی خاطر روزہ رکھتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، روزہ رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ انعام بھی تو دیتے ہیں، آنٹی میں بھی اللہ تعالیٰ سے انعام لوں گا۔'' شرجیل کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی تھی اس کے چہرے پر کہیں بھی اندرونی کیفیت کا ہلکا سا شائبہ تک نہ تھا بلکہ وہ بہت خوش اور پرجوش دکھائی دے رہا تھا۔

''او کے آنٹی میں اب چلتا ہوں ماما نے کہا تھا جلدی آنا پھر میں نے قرآن پاک کی تلاوت بھی کرنی ہے ناں، اللہ حافظ۔'' شرجیل اتنا کہہ کر واپس پلٹ گیا تو وہ ہاتھ میں پکڑی ٹرے کو تھامے گیٹ بند کر کے اندر چلی آئی۔

جب انسان اللہ کی خوشی کی خاطر کسی نیک عمل کا ارادہ کرتا ہے تو کسی چیز کی طلب نہیں رہتی اگر طلب رہتی ہے تو صرف اس کی خوشنودی کی وہ ٹرے ٹیبل پر رکھے دیکھے جا رہی تھی تھوڑی دیر پہلے تک وہ کچھ بھی کھانے کو جتنی بیقرار ہوئی جا رہی تھی اب اس کے سامنے کھانے کی مٹھائی رکھی ہوئی تھی لیکن اسے طلب نہیں ہو رہی تھی محض آٹھ سال کا بچہ اتنی شدید گرمی میں صرف اللہ کی خاطر بھوک پیاس برداشت کر سکتا تھا تو کیا وہ نہیں کر سکتی تھی؟ یکدم اس کا دل شرمندگی سے پر ہو گیا تھا وہ اب تک روزے کو محض بھوک پیاس کا نام دیتی آئی تھی وہ یہ بھول گئی تھی کہ خالق کی رضا کی خاطر بھوک پیاس برداشت کرنے میں اپنا ہی لطف ہوتا ہے، تمام زندگی اس نے اس بے خبری میں گزار دی تھی اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

اس نے ٹرے اٹھائی اور کچن میں رکھ کر وضو کرنے کے لئے بیسن کی طرف بڑھ گئی، وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھی جب محبت کا فون آیا تھا اس نے ریسیور کان سے لگا لیا۔

''ہیلو کیسی ہو سمیعہ؟'' فون اٹھاتے ہی اس نے اس کی خیریت دریافت کی لہجے میں بیقراری اور تشویش نمایاں تھی۔

''آپ نے تو مجھے مارنے کے تمام انتظام کیئے ہوئے تھے یہ تو اللہ ہی نے مجھے بچا ڈالا۔'' اب وہ اسے تنگ کر رہی تھی۔

''کیا مطلب، تم ٹھیک تو ہو ناں اور یہ بتاؤ تمہارا روزہ ہے یا نہیں؟'' وہ پریشان پریشان سا لگ رہا تھا۔

''جی الحمدللہ میں بھی مسلمان ہوں اور روزے رکھنا مجھ پر بھی فرض ہے، سنیں اس وقت میں بزی ہوں شام کو افطاری پر بات کرتے ہیں۔'' اس نے کہہ کر فوراً فون بند کر دیا پھر مسکرا کر ریسور کو دیکھنے لگی۔

وہ اب اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ محبت اچانک اتنے لاپرواہ کیسے ہو گئے تھے؟ وہ اس کو ذمہ دار بنانے کی خاطر خود غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرنے لگے تھے، گھر میں کھانے کی تمام چیزیں وہ فریج میں لاکڈ کر کے گئے تھے تا کہ وہ روزہ

رکھنے کی نیت کو پورا کر سکے، اب جب وہ گھر کو صاف رکھنے لگ گئی تھی تو محبّ بھی اپنی پرانی عادت کی طرف لوٹ آئے تھے، جبھی تو آج ہر چیز اپنی جگہ پر تھی، وہ مسکراتی دوبارہ تلاوت کرنے میں مصروف ہو گئی، تلاوت کے بعد وہ وقت گزاری کے لئے کچن میں افطاری کا سامان تیار کرنے کی غرض سے چلی آئی لیکن گوشت سبزی، فروٹ چاٹ تمام چیزیں تو فریج میں تھیں اور اب افطاری میں بھی تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا، محبّ ابھی تک نہیں آئے تھے۔

وہ باہر لان میں آ کر بیٹھ گئی تھی جب گیٹ کا لاک کھلنے کی آواز آئی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

ان کی گاڑی پورچ میں داخل ہو چکی تھی اور ان کے پیچھے ابو جی کی گاڑی بھی موجود تھی جسے دیکھ کر وہ حیرت اور خوشی سے اس کی طرف تیزی سے بڑھ گئی۔

دادی، اماں، ابو جی، امی، عافیہ اور ربیعہ سب کو یوں ایک ساتھ دیکھ کر وہ تو خوشی سے رو ہی پڑی تھی۔

''ارے کیا ہوا میرے بیٹے کو؟'' ابو جی نے آگے بڑھ کر اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے محبت سے کہا۔

''کچھ نہیں ہوا سے ابو جی، بس یہ پوچھ لیں کہ کہیں روزہ تو نہیں لگ رہا محترمہ کو؟'' عافیہ نے شرارت سے اسے چھیڑا تو وہ حیرانی سے کچھ فاصلے پر کھڑے محبّ کو دیکھنے لگی۔

انہیں کیسے پتہ کہ آج اس کا روزہ تھا؟ وہ دھیرے سے مسکراتا اسے ہی دیکھ رہا تھا تو یقیناً انہوں نے ہی سب گھر والوں کو بتایا تھا اور وہی سب کو لے کر آئے تھے۔

اس کے دل میں ان کی قدر مزید بڑھ گئی تھی، وہ باری باری سب سے ملنے لگی پھر سب اندر چلے آئے۔

''سنیے۔'' سب کے ساتھ اندر جانے کے بجائے وہ اس کے پاس چلی آئی تھی، وہ گاڑی کے پاس ہی کھڑا تھا۔

''جی سنائیے۔'' وہ بڑے آرام سے بولا۔

''وہ...... افطاری کا وقت ہو رہا ہے میں نے کچھ نہیں بنایا آپ فریج کو لاک کر کے جو چلے گئے تھے اب اتنی جلدی کیسے سب کچھ بنے گا؟'' وہ پریشان ہوئے جا رہی تھی۔

''ارے زوجہ محترمہ آپ کیوں فکر کرتی ہیں آج آپ کی روزہ کشائی ہماری طرف سے ہے ویسے آج تم پہلے سے بھی کئی گناہ خوبصورت لگ رہی ہو۔'' وہ آنکھوں میں پیار سموئے بولا تو وہ مسکرا کر محض سر جھکا گئی۔

''میں افطاری کا تمام سامان لے آیا ہوں تم اندر چلو میں گاڑی میں سے نکال کر لاتا ہوں۔'' اس کے کہنے پر وہ اندر کی طرف بڑھ گئی مگر کچھ سوچ کر رک گئی پھر اس سے مخاطب ہوئی۔

''سنیں ان سب کو آپ نے بتایا تھا کہ میں نے آج روزہ رکھا ہے؟''

''ہاں۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ خوشی کو سب کے ساتھ منایا جائے تو وہ بہت بڑی ہو جاتی ہے اور میرا خیال ہے کہ تمہارے روزہ رکھنے کی خوشی سب کو ہونی تھی بد دبھی حاصل تھی، خیر تم چھوڑو ان باتوں کو ہم پھر کبھی ڈسکس کریں گے، روزہ رکھنے والا ہے تم ان کو کمپنی دو میں یہ سامان اندر رکھتا ہوں۔''

☆☆☆

''ماشاءاللہ تم نے گھر کو بہت اچھا ڈیکوریٹ اور صاف ستھرا رکھا ہوا ہے بیٹا۔''

افطاری کے بعد سب لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے جب دادی اماں نے محبت سے تعریفی انداز میں اس نے کہا تو بے اختیار اس نے امی اور محبّ کو مشکور نظروں سے دیکھا جن کی وجہ سے وہ آج پہلی بار اندر تک مطمئن اور سرشار تھی آج پہلی بار روزہ داروں کے ساتھ کھانا نہیں کھایا تھا بلکہ روزہ افطار کیا تھا آج پہلی بار اسے لگا تھا کہ عورت کا گھر اس کی پہچان ہوتا ہے اس کی اصل پہچان، اگر گھر ہی صاف ستھرا نہ ہو عورت دوسروں کی نظروں میں اپنی قدر کھو دیتی ہے اپنا مقام نہیں رکھ پاتی، عافیہ اور ربیعہ نے بھی اس کے سلیقے کی بہت داد دی تھی۔

گھر واپس جانے سے پہلے دادی اماں، ابو جی اور امی نے اسے کئی ہرے ہرے نوٹ دیئے تھے اس کی روزہ کشائی پر اور عافیہ اور ربیعہ اس کے لئے کئی گفٹس لے کر آئی تھیں، اتنی محبت دیکھ کر اس کی تو آنکھیں بار بار بھیگتی جا رہی تھی۔

انہیں گیٹ تک رخصت کر کے وہ اندر چلی آئی، آج وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا اور مسرور محسوس کر رہی تھی۔

جب اللہ کے بندے اس کے اس عمل پر اتنا خوش دکھائی دے رہے تھے تو اللہ کتنا خوش ہو گا جس کی خاطر اس نے روزہ رکھا تھا۔

وہ مطمئن انداز میں سر صوفے کی پشت پر ٹکائے خلا کو دیکھتی رہی، نجانے اب کیسی کمی تھی جس کی وجہ سے وہ اتنی خوشی کے باوجود یکدم اداس سی ہو گئی تھی۔

''یہ رہی تمہاری عیدی اور تمہارا انعام۔'' اچانک محبّ نہ جانے کہاں سے اس کے پاس آ بیٹھے تھے کہ وہ چونک کر سیدھی ہو گئی تھی وہ اس کی طرف مختلف ریپ کیئے ہوئے گفٹس اور شاپنگ بیگ بڑھا رہے تھے۔

''تم کیا سمجھتی تھیں میں تمہیں بھول گیا ہوں یا تم میری ذات کا میرے گھر کا اہم حصہ نہیں ہو؟'' وہ پیار سے اسے دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں بول رہے تھے اور وہ سن رہی تھی۔

''میرے لئے سب سے زیادہ تم اہم ہو اس لئے میں نے اپنی شاپنگ سے پہلے تمہاری کی تھی لیکن تمہیں نہیں بتایا تھا کہ یہی تو تمہاری کمزوری تھی تا کہ تمہیں احساس ہو کہ کچھ بھی ملنا اتنا آسان نہیں ہوتا اور میں نے تمہاری ساری شاپنگ خود اس لئے کی تھی کہ تم سب کے لئے اپنی پسند کے کپڑے بناتی تھیں تو جناب اس سال میری پسند کے ہی سہی، پھر تو آپ ہی کی مرضی چلے گی ہم پر۔'' وہ ترنگ میں بول رہا تھا اس نے خوشی سے وہ گفٹس اور بیگ تھام لئے۔

''تمہیں پتہ ہے آج مجھے اپنے اس گھر میں بہت نور برستا محسوس ہو رہا ہے۔''

''مجھے بھی۔'' اس نے دل سے اقرار کیا پھر اٹھ کر چائے بنانے کچن میں چلی آئی۔

''آج سب کچھ واقعی بہت کھلا کھلا نکھرا نکھرا سا محسوس ہو رہا تھا، بس اللہ جی آپ میرا روزہ قبول کرنا کیونکہ میں سارا دن میں کئی بار بہکی بھٹکی لیکن پھر سنبھال گئی، انشاءاللہ آئندہ کبھی میرا ارادہ متزلزل نہیں ہو گا، اللہ میرے ساتھ ہے۔'' اس نے بھیگی آنکھوں سے دعا مانگی اور پھر چائے کپ میں انڈیل کر کچن سے باہر نکل گئی، اس کے قدم بہت ہلکے پھلکے تھے، یقیناً ہماری تمام دعائیں اللہ سنتا ہے اور پھر انہیں قبول کرنے میں دیر نہیں کرتا۔

☆☆☆

تم آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

معاذ ہر طرح سے جہان کو فورس کرنے کی کوشش کرتا ہے، مگر جہان محبت میں زبردستی کا قائل نہیں، یہی بات وہ معاذ کو بھی سمجھاتا ہے جس سے متفق نہ ہونے کے باوجود معاذ اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے، مگر وہ زینب سے اتنا خفا ہے کہ کسی سے بھی ملے بغیر واپسی کا قصد کر لیتا ہے۔

پرنیاں کالج میں نئے مائیگریٹ ہو کر آنے والے دانیال اسد کی اپنی ذات میں دلچسپی لینے سے پریشان ہے، دانیال اسے پرپوز کرتا ہے پرنیاں کے سختی سے انکار پر وہ دھمکیوں پر اتر آتا ہے جس سے خائف ہوئی پرنیاں کچھ نہ سمجھ آنے پہ جہان کو سارا معاملہ بتانے کو کال کرتی ہے مگر اس کی بات جہان کی بجائے معاذ سے ہوتی ہے معاذ کا رویہ پرنیاں کو مزید ہرٹ کر جاتا ہے۔

مسز آفریدی، ژالے کو جہان کے حوالے سے خود ساختہ سٹوری سنا کر ہر صورت اسے جہان سے شادی پہ آمادہ کرنے کی کوشش کرتی ہے، ژالے متذبذب ہے مگر اس کا دل جہان کی جانب کھینچتا ہے جہان کو اس کی سالگرہ کے دن کسی انجان شخصیت کی طرف سے پھول ملتے ہیں کارڈ پہ لکھی نظم پڑھ کر جہان کا موڈ آف ہو جاتا ہے۔

جہان زینب کی منگنی میں شرکت کی غرض سے شاہ ہاؤس پہنچتا ہے، تو مما اسے پرنیاں کو لانے کا کہتی ہیں، پرنیاں جہان سے خفگی ظاہر کرتی ہے مگر جہان کی باتوں کے سامنے وہ اس ناراضگی کو برقرار نہیں رکھ سکتی اور اسے منگنی کی مبارک باد دیتی ہے، جہان اسے یہ بتا کر شاکڈ کر دیتا ہے کہ زینب کی منگنی تیمور شاہ سے ہو رہی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

بارھویں قسط

پرنیاں اس شاک سے نکلی تو سوالیہ نگاہیں جہان کے چہرے پہ آن رکی تھیں، جو خود کو کسی حد تک سنبھال چکا تھا، مگر بھینچے ہوئے ہونٹ اس کے ضبط کے گواہ تھے، وہ خاموش بیٹھی رہ گئی کچھ تو تھا کہ ایسا جو اس نے محسوس کیا تھا اور خود کو کسی سوال کرنے سے باز رکھا، دونوں کے درمیان گمبھیر اور بوجھل سناٹا چھایا رہا، گاڑی پر رونق سڑکوں جلتے بجھتے سائن بورڈز اور بلند و بالا عمارتوں کو پیچھے چھوڑتی سرعت سے اپنی منزل کی جانب بڑھتی رہی یہاں تک کہ وائیٹ عمارت کے سیاہ گیٹ کے سامنے آن رکی، جس کی پیشانی پہ شاہ ہاؤس کے حروف رات کے اندھیرے میں بھی جگمگاتے ہوئے نظر آرہے تھے اور جس پل ان کی گاڑی پورچ میں آن کر رکی اسی لمحے ایک اور گاڑی بھی پورچ میں داخل ہوئی تھی اور ایک جھٹکے سے رک گئی، پرنیاں جو کچھ مضطرب اور گریزاں سی بیٹھی تھی اس سمت متوجہ ہوئی تھی، گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا تھا اور ایک نازک اندام بے حد دلکش سی لڑکی گاڑی سے باہر نکل آئی، معاً اس کی نگاہ پجارو سے نکل کر پچھلا دروازہ ان لاکڈ کرتے جہان پر پڑی تھی اور اس کی آنکھیں ایکدم چمک اٹھیں۔

''جے آپ!'' وہ خوشی وانبساط سے چیخی تھی اور لپک کر اس کی جانب آگئی جہان بھی متوجہ ہوا تھا مگر جہان کا انداز نارمل تھا۔

''کب آئے آپ؟ پتہ ہے مجھے سب سے زیادہ آپ کا ویٹ تھا۔''

''اوکے! تم اب آئی ہو پارلر سے، اتنے گھنٹے لگا کر؟'' جہان نے پچھلا دروازہ کھول دیا تھا، پھر پرنیاں کی سمت متوجہ ہوا۔

''آیئے پلیز!'' اس کا لہجہ و انداز بے حد مؤدب تھا، پرنیاں نے گہرا سانس بھرا اور جھجکتے ہوئے اتری تھی اس کی نگاہ پھر اس لڑکی کی سمت اٹھی تھی جو حیران پریشان سی گویا آنکھیں پھاڑے غیر یقینی سے اسے گھور رہی تھی، پھر اس نے اس حیرت پہ قابو پائے بغیر جہان کو ٹہوکا دے کر اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔

''جے کون ہے یہ لڑکی؟'' اس کا انداز کڑا تھا بے حد ناپسندیدگی لئے ہوئے پرنیاں فطری طور پہ کنفیوژ ہوئی۔

''زینب یہ پرنیاں بھابھی ہیں، میں انہیں ہاسٹل سے لے کر آرہا ہوں۔'' جہان کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں رسانیت آمیز نرمی تھی، زینب نے ٹھٹک کر پہلے جہان پھر پرنیاں کو دیکھا تھا اور کچھ لمحوں کو حیرت کی زیادتی سے اس کا منہ کھلا رہ گیا تھا، جدید تراش خراش کا آتشی گلابی سوٹ ہمرنگ بے حد اسٹائلش دوپٹہ سلیقے سے اوڑھے میک اپ سے مبرا سحر انگیز چونکا دینے کی حد تک دلکش نقوش کی مالک پرنیاں کا حسین چہرا اتنی جاذبیت اس قدر اٹریکشن لئے ہوئے تھا کہ زینب بس پلکیں جھپکے بنا اسے دیکھتی چلی گئی تھی، مما وغیرہ کی تعریفوں پہ کان نہ دھرا تھا، پرنیاں واقعی اتنی من موہنی شخصیت اور وقار اپنے اندر رکھتی تھی کہ پہلی نگاہ میں ہی دل میں اتر جانے کی صلاحیت سے مالا مال تھی۔

''افوہ زینب کیا ہو گیا ہے تمہیں، بجائے سلام دعا کرنے کے تم انہیں گھورے جا رہی ہو۔'' جہان نے پرنیاں کو پزل ہوتے محسوس کیا تو زینب کو ڈانٹا تھا جو واقعی اس پل احمق اعظم لگ رہی تھی

جہان کی بات پہ سنبھل کر کھسیانی ہنسی ہنسی تھی اور جھینپ کر پرنیاں کا ہاتھ مصافحے کے انداز میں تھام کر جوش سے دبایا۔

''نائس ٹو میٹ یو بھابھی صاحبہ! اور اسے محض رسمی جملہ نہ سمجھئے گا، رئیلی جے کے بعد سب سے پہلے آپ سے ملنے اور دیکھنے کا شرف حاصل کر کے میں صحیح معنوں میں خود پہ فخر کر سکتی ہوں۔'' اس نے بے ساختہ اسے گلے لگایا تھا پھر اسی بے تکلفی سے اس کا گال چوما، پرنیاں خجالت خفت اور شرم سے بالکل سرخ پڑ گئی، زینب کے والہانہ انداز نے اس کے چھکے چھڑا کے رکھ دیئے تھے، اس نے پلٹا کر جہان کو دیکھا وہ زیر لب مسکان کے ساتھ بے بسی سے کاندھے جھٹک کر رہ گیا تھا، اس پل مما اور مما جان کی معیت میں ایک بڑا سا قافلہ اندرونی حصے سے لان کی جانب اور پھر پورچ میں آ گیا، پھر تو گویا پرنیاں کوئی سیاسی لیڈر تھی جس نے کئی مصافحے اور معانقے تن تنہا بھگتائے تھے سب کی محبت اور جوش و خروش دیکھنے لائق تھا، اسے باقاعدہ تیل کی دھار گرا کر گھر کی دہلیز پار کرائی گئی تھی، اس قدر والہانہ گرمجوش استقبال نے جانے کس کس سوچ اور خیال کے ساتھ پرنیاں کی آنکھیں نم کر ڈالی تھیں، اسما بھابھی نے منٹوں میں چائے پہ ڈھیروں اہتمام کر لیا اور چائے کے دوران اس اتنے بڑے شرارتی ٹولے سے اس کا تعارف ہوا تھا کروانے والا زیاد تھا اور اس کا انداز اتنا مزاحیہ تھا کہ پرنیاں کی بار بار ہنسی چھوٹتی رہی تھی، اس کے بعد زینب سب کو پرنیاں کے حوالے سے اپنی فیلنگ بتانے لگی جو کچھ دیر پہلے پرنیاں کو دیکھ کر اس پر وارد ہوئی تھی۔

''امیزنگ اگر زینب صاحبہ کا یہ حال ہوا ہے تو لالے کی بھی خیر نہیں، واضح رہے دونوں کی پسند ہی نہیں مزاج اور سوچیں بھی یکساں ہیں، سو بی کیئرفل بھابھی جی!'' زیاد نے بے حد شوخی سے پرنیاں سے چھیڑ چھاڑ کی، پرنیاں کے چہرے کی رنگت ایک دم سے پھیکی پڑ گئی تھی جسے مما نے محسوس کرتے ہی زیاد کو تادیبی نظروں سے دیکھ کر اس کو کیئرفل ہونے کا سگنل دیا تو وہ منہ بسور کر بیٹھ گیا تھا، وہ سب لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے جب پپا جہان کے ساتھ وہاں آئے تھے، پرنیاں انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی، انہوں نے مسکرا کر اس کی پیشانی چومی تھی اور خیریت دریافت کرنے لگے۔

''سرکش بے باک بیٹے کی سعادت مند اور باحیا بیوی! جوڑ تو خاصا بے ڈھنگا نہیں ہے۔'' زیاد نے اس منظر کو دیکھا تھا اور نزدیک بیٹھی معمول سے کچھ زیادہ خاموش نظر آتی نوریہ کی سمت جھک کر سرگوشی کی وہ چونکی تھی اور زخمی انداز میں مسکرانے کے بعد سر کو نفی میں پرزور انداز میں جنبش دی۔

''نہیں یہ پرفیکٹ کپل ہو گا، پرنیاں ہی ہر لحاظ سے معاذ کے قابل ہیں، اسٹائلش شاندار اور بے حد پریٹی۔''

''میں شکر ادا کر رہا ہوں اللہ کا کہ پرنیاں بھابھی کا تعلق صنف مخالف سے نہیں ہے ورنہ میرا ان سے لازمی پنگا ہو جاتا۔'' جواباً وہ شوخی سے آنکھیں نچا کر بولا تو نوریہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''کیا مطلب؟ آپ کیوں پنگا لیتے ان سے؟''

"تم اس بری طرح سے ان پہ فریفتہ جو ہو گئیں تھیں۔" بات چونکا دینے والی تھی بے حد خاصیت لئے مگر نوریہ کا دھیان ہی تو بٹ گیا تھا دل میں جیسے کوئی پھانس آن چبھی تھی۔

"ان پہ کہاں فریفتہ ہوئی ہوں، فریفتہ کر دینے والا تو ان کا نصیب ہے۔" اس کے ہو کے لہجے میں نارسائی کی سلگن تھی مگر زیاد کہاں سمجھتا تھا، کاندھے اچکا کر بولا تھا۔

"اب ایسے بھی شہزادے گلفام نہیں ہیں لالے۔"

"آپ کی رائے پہ کان کون دھرتا ہے، سب جانتے ہیں آپ شروع سے ان کی ڈیشنگ پرسنالٹی سے جیلس ہیں۔" نوریہ جو خود کو سنبھالنا چاہ رہی تھی اسے چھیڑ کر بولی تو زیاد نے سرد آہ بھر لی تھی۔

"یہ تم لالے کا نام کیوں لیتی ہو، ہماری طرح لالہ کیوں نہیں کہتی؟"

زیاد کے سوال پہ نوریہ کے چہرے پہ ایک رنگ سا آ کر گزر گیا، اس نے ہونٹ بھینچے اور نگاہ کا زاویہ بدل کر دوسری جانب دیکھنے لگی زیاد جواب کا منتظر تھا۔

"بولتی کیوں نہیں ہو؟"

"کچھ خاص نہیں شروع سے عادت نہیں ہے۔" اس نے آہستگی سے کہا اور وہاں سے اٹھ گئی وہ کمرے سے باہر جا رہی تھی جب زینب کی نگاہ اس پر پڑی اس پل بھی وہ پرنیاں کے ساتھ جڑی بیٹھی تھی اور اسی سے باتوں میں محو تھی لمحہ بھر کو متوجہ ہوئی تھی پھر پرنیاں سے کوئی بات کرنے لگی اور جب وہ لوگ کھانا کھانے میں مصروف تھے جہان کی کسی بات پہ زیاد نے اختلافی نقطہ اٹھایا تھا اور بلاوجہ بات کو طول دے کر تلخ ہوتا چلا گیا، پپا نے اسے بلادریغ ڈانٹ دیا تھا جس کے نتیجے میں زیاد ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھانا ادھورا چھوڑ گیا، سب سے زیادہ متاثر پرنیاں ہوئی تھی، کسی حد تک حراساں و متوحش پپا نے اس کے سر پہ دست شفقت رکھا تھا۔

"ریلیکس بیٹا! ٹیک اٹ ایزی!" پرنیاں کو تسلی دینے کے بعد پپا نے باقی سب کو کھانے کا اشارہ کیا تھا، نوریہ بے حد ڈسٹرب ہو چکی تھی، صورتحال کی گمبھیرتا کو وہ اچھی طرح سے سمجھ چکی تھی باقی سب کی طرح سے اسے بھی زیاد کو جہان کو خوامخواہ ڈی گریڈ کرنا پسند نہیں آیا تھا، سب سے پہلے جہان ہی کھانے کی ٹیبل سے اٹھا تھا پھر پپا اور ان کے بعد اٹھنے والی نوریہ تھی، برآمدے میں آ کر وہ کچھ دیر تک مضمحل سی کھڑی رہی، انرجی سیور لیمپ کے گرد پروانوں کا ہجوم تھا کتنے جل کر گر چکے تھے، بلوریں کانچ سے ٹکراتے پروانوں کے حسین وجود کی ہلکی ٹھنک سے فضا بوجھل تھی اس نے گہرا سانس کھینچا پھر گویا زیاد سے بات کرنے کا فیصلہ کرتی کچن میں آ گئی ٹرے میں کھانا نکالا تھا اور اٹھاتے ہوئے زیاد کے کمرے کی جانب آئی تو وہ اسے ٹیرس پہ ٹہلتا ہوا مل گیا تھا۔

"کھانا کھالیں زیاد بھائی!" اس نے جتنے رسان سے کہا تھا زیاد نے اسی قدر تلخی سے اسے گھورا۔

"مجھے نہیں کھانا، تم کیوں آئی ہو اس ہمدردی کے ساتھ......؟" وہ چیخ پڑا۔

"کس کی ہمدردی؟" نوریہ نے استعجابی نظریں اس کے چہرے پہ جما کر اسے گھورا زیاد حیران ہوا تھا۔

"آپ کو غلط فہمی ہے کہ میں آپ کی ہمدردی میں آئی ہوں۔"

"مجھے یہ خوش فہمی لاحق نہیں ہے۔" اس کا موڈ بگڑا تھا جبھی پھنکارا۔

"میں اس قابل نہیں ہوں کہ اہم مانا جاؤں، یہ سب تو جہان صاحب کے حسین و جمیل چہرے کے لئے مختص ہے نا۔" وہ بے تلخ ہو چکا تھا اس کے لہجے میں اتنی تپش تھی کہ نوریہ نے خود کو جھلستا محسوس کیا۔

"زیاد بھائی بسا اوقات حقیقت اپنی تمام تر بے رحمی اور بدصورتی سمیت دانستہ دفنانا پڑتی ہے تا کہ اس کی کڑواہٹ اور تلخی سے سارا ماحول نہ خراب ہو، میری آپ سے صرف اتنی ریکویسٹ ہے آپ جہان بھائی کے ساتھ الجھنا چھوڑ دیں۔"

"اور تمہارا خیال ہے کہ میں تمہاری یہ بات مان لوں گا؟"

"پپا نے سب کے سامنے مجھے ڈانٹا ایون پرنیاں بھابھی کا بھی خیال نہیں کیا، کیا عزت رہی ان کے سامنے میری۔" وہ تڑخ کر بولا تھا نوریہ نے تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا اور گہرا سانس بھر کے بولی تھی۔

"اس لئے کہ ماموں آپ کی طرح سے حقیقت سے آنکھیں نہیں چرائے ہوئے۔"

"حقیقت...... حقیقت...... کیا ہے آخر یہ حقیقت؟ جس سے ساری دنیا آگاہ ہے ماسوائے میرے۔" وہ پھر چیخا اس کا ضبط جواب دے چکا تھا، نوریہ نے اس مرتبہ دانستہ تجاہل برتا تھا، زیاد جو سوالیہ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کے آنکھیں پھیر جانے پہ مشتعل ہو کر رہ گیا۔

"تم بولتی کیوں نہیں ہو؟ بتاؤ مجھے کیوں کیا ہے جہان نے ایسا؟"

"میں نے کہا نا کچھ حقیقتیں ہرگز بھی قابل اعتراف نہیں ہوتیں ان کا عیاں نہ ہونا ہی......"

"تم اپنا یہ گمبھیر فلسفہ اپنے پاس رکھو سمجھیں، مجھے اصل بات بتاؤ۔" اس نے نوریہ کا بازو اسی غصیلے انداز میں پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا تھا کہ وہ لڑکھڑا کر رہ گئی۔

"چھوڑیں مجھے زیاد بھائی!"

"وہ تکلیف کے احساس سے نم آنکھوں سمیت کراہی۔"

"میں نے کہا نا مجھے میری بات کا جواب دو۔" معاذ نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے پھنکار کر کہا تھا، نوریہ اب کے کچھ خائف ہوئی تھی، بہرحال وہ زینب کا راز طشت ازبام بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میرا ہاتھ درد کرنے لگا ہے بھائی پلیز چھوڑیں مجھے۔" اب کے وہ سسک اٹھی تھی مگر لفظ بھائی نے گویا زیاد کے طیش کو کچھ اور بڑھا دیا۔

"کتنی مرتبہ کہوں بھائی وائی نہ کہا کرو مجھے۔" اس نے آنکھیں نکال کر غصیلے پن سے کہا تھا، نوریہ شاکڈ ہو کر رہ گئی، اس سے قبل کہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں آتی مما اپنے دھیان میں اندر داخل ہوئی تھیں ان دونوں کو ایک ساتھ اور اس طرح دیکھ کر حیرت کی زیادتی سے وہیں دروازے میں تھم کر رہ گئیں۔

"کیا ہو رہا تھا یہ؟" گو کہ زیاد، نوریہ کو چھوڑ کر فاصلے پہ ہو گیا تھا اس کے باوجود انہوں نے

خاص ناگواری و خفگی سمیت بیٹے کو دیکھا تھا، وہ بے ساختہ خفت زدہ انداز میں نظریں چرا گیا۔

''کیا پوچھ رہی ہوں زیاد؟'' انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ کڑے انداز میں استفسار کیا تو زیاد منمنا کر بولا تھا۔

''یہ میری بات نہیں مان رہی تھی۔''

''کون سی بات؟ بھائی نہ کہنے والی؟'' مما نے اپنے ساتھ لگی کھڑی نوریہ کے آنسو نرمی و محبت سے پونچھ کر بیٹے کو ملامت کی، زیاد کی خجالت کا کوئی انت نہیں رہا تھا۔

''ہاں ٹھیک ہے آپ بھی مجھے ہی ڈانٹیں۔'' وہ جھنجلا کر انہی پہ الٹ پڑا۔

''جب تم غلط ہو تو تمہیں ہی ڈانٹ پڑے گی نا۔''

''ہاں جہان صاحب تو حج کر کے لوٹے ہیں، تمام گناہوں سے مبرا۔'' وہ حلق تک کڑواہٹ بھر کے بولا، مما نے اسے دیکھا تھا پھر خفگی کے اظہار کو رخ پھیر لیا۔

''یہ کیا بات ہوئی بھلا مما! میں احمق نظر آتا ہوں شکل سے آپ کو؟ مجھے کوئی کچھ کیوں نہیں بتاتا؟''

''اس لئے مائی سن کہ بتانے کو قابل فخر ایسا کچھ نہیں اور آپ ٹھہرے بلا کے جذباتی۔''

''کیا مطلب؟ جہان بھائی نے باہر شادی وادی تو نہیں کر رکھی۔''

''کاش ایسا ہی ہوتا ہمارے سر تو اس بچے کے سامنے نہ جھکتے۔'' مما کی آنکھیں ہی نہیں گلا بھی بھرا گیا، زیاد نے الجھ کر انہیں دیکھا تھا۔

''میں سمجھا نہیں مما!''

''یہ منگنی زینب کی ایما پہ ہو رہی ہے، بس سن لیا اب بھی جا کے اکڑو جہان کے سامنے جا کر، ارے وہ بچہ اپنی شرافت کی وجہ سے خاموش ہے اور آج کے دور میں کسی کی شرافت کو اس کی کمزوری ہی سمجھا جاتا ہے۔'' انہوں نے دکھ بھری افسردگی سے کہا اور بھیگی آنکھیں پونچھتی ہوئیں باہر چلی گئیں، زیاد ساکن کھڑا رہ گیا تھا۔

☆☆☆

تجھ کو شاید نہیں خبر سائیں
عشق کرتا ہے معتبر سائیں
تیرے قدموں میں رکھ دیا خود کو
اب جو چاہے سلوک کر سائیں
اپنے صدمے سے مار دیتا ہے
عشق ملتا نہیں اگر سائیں
تجھ کو چاہا نہیں خدا کی قسم
تجھ کو پوجا ہے عمر بھر سائیں
بھول جاؤں میں کس طرح سب کچھ
زور چلتا ہے عشق پر سائیں

ساحلوں کی ہوا ہوں آج مجھے
اپنی مٹھی میں قید کر سائیں

اس نے گہرا سانس کھینچا اور بجھتا ہوا سگریٹ ٹیرس سے نیچے اچھال دیا، ابھی کچھ دیر قبل ہی وہ اسٹیج وغیرہ کے کاموں سے فراغت کے بعد اپنے روم میں آیا تھا اور یادوں سے چھٹکارا پانے کی غرض سے ٹیرس پہ ٹہلنے لگا تھا، کل کی تقریب کا سارا انتظام لان میں کیا گیا تھا، وادی سے یہاں تک کا سفر طے کر کے آنے والوں کے آرام کا ہر لحاظ سے خیال کیا گیا تھا ان لوگوں کو اسی روز چونکہ واپس بھی جانا تھا جبھی رات کی بجائے دن میں ہی تقریب ہونا تھی انتظام بے حد اعلیٰ پیمانے پہ کیا گیا تھا اور جہان نے ہر کام میں پیش پیش رہ کر، معاذ کی غیر موجودگی اور زیاد کی لاپرواہی کے باعث اس نے پپا کے بیٹا ہونے کا حق ادا کر کے دکھایا تھا دل کی حالت کو یکسر نظر انداز کیے خود کو سنبھال لینے کے باوجود پتہ نہیں کیوں وہ ان لمحات میں پھر کمزور پڑ رہا تھا حالانکہ یہی نہیں چاہتا تھا وہ، اس نے بے چینی سے اپنی پیشانی کے بال مٹھی میں جکڑ کر جھٹکا دیا اور اپنی جلتی ہوئی آنکھیں بند کر لیں، زینب کو ہمیشہ کے لئے کسی اور کو سونپ دینے کا احساس اتنا تکلیف دہ تھا کہ اسے اپنا وجود دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوتا محسوس ہونے لگا، بھیگتی رات کے نم جھونکے اس کے حدت سے بھرے وجود کو چھو چھو کر گزرنے لگے، اسے اپنے قریب ہلکی آہٹ محسوس ہوئی تھی، اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور اپنے روبرو زینب کو پا کر متحیر رہ گیا تھا۔

''تم! تم کب آئیں؟''

''جب آپ بہت پریشان ہو رہے تھے۔''

''کیا ہوا جے؟'' وہ کتنی ہمدردی سے پوچھ رہی تھی جہان کا کرب دو چند ہو گیا۔

''تم اس وقت کیوں آئی ہو خیریت؟'' جہان نے اس کا پہلا سوال نظر انداز کر دیا تھا، زینب نے کاندھے اچکا دیئے۔

''آپ کو وش کرنے، آپ کا برتھ ڈے ہے نا آج۔'' اس نے خوبصورت ریپر میں لپٹا گفٹ آگے کر کے اسے خوبصورت لفظوں میں وش کرنا شروع کیا تھا، جہان ساکت و صامت کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا۔

''آئی ایم ساری جے میں اس مرتبہ لیٹ ہو گئی ہوں، ایک وجہ تو یہ تھی آپ یہاں نہیں تھے اور......''

''اب اس قسم کے چونچلوں میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی تمہیں، میں نے سمجھایا بھی تھا کہ......؟''

''پلیز جے! ایلواٹ۔''

''میں خود کو پابند نہیں کر سکتی اور سکری فائز میری نیچر میں نہیں ہے میں نے بھی کہا تھا کہ مجھے آپ کو نہیں کھونا۔'' وہ جواباً چیخ کر بولی تھی، جہان ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا، اس کی اتنی سنجیدگی کو دیکھ کر زینب مسکرائی تھی، پھر شوخی سے آنکھیں نچا کر بولی۔

''مجھے سنجیدہ مزاج مرد بالکل اچھے نہیں لگتے۔''

''زینب جاؤ یہاں سے۔'' جہانے سرد مہری سے جواب دیا تھا مگر اس پہ قطعی اثر نہیں ہوا۔

''کیوں بھئی! میں تو سیلیبریٹ کرنے آئی ہوں، آئیں میرے ساتھ اندر اور کیک کاٹیں۔''

اس نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو جہان نے نہایت درشتی سے اپنا بازو پشت پہ کرلیا تھا۔

''تم دو کشتیوں کی مسافر ہو رہی ہو زینب اور ایسی حماقت کرنے والا ہمیشہ نقصان اٹھایا کرتا ہے۔''

''نو ایڈوائز جے پلیز! اس طرح آزادی کے ساتھ یہ میں آخری سالگرہ منا رہی ہوں آپ کی، پھر پتہ نہیں نصیب میں کیا لکھا ہوگا، میں نے خود کیک بیک کیا ہے۔'' وہ ملتجی ہو کر کہتی اداس نظر آنے لگی جہان کو ہمیشہ کی طرح ہتھیار اس کے سامنے پھینکنے پڑے تھے۔

''مجھے کچھ سنائیں نا جے!''

جب وہ کیک کاٹ چکا زینب نے ایک نئی فرمائش کر دی تھی جو اس کے انکار کے باوجود زور پکڑتی گئی تھی اور جہان نے یہاں بھی اس کی مان لی تھی اور گلا کھنکار کر اس سے نگاہیں چار کیے بنا سنجیدگی کے ساتھ ساتھ تنبیہی انداز میں کہنے لگا۔

اتنا ہی یاد رکھ مجھے
جیسے کسی کتاب میں
بیتے دنوں کے دوست کا
اک خط پڑا ہوا ملے
لفظ مٹے مٹے سے ہوں
رنگ اڑا اڑا سا ہی
لیکن وہ اجنبی نہ ہو
اٹھ کر تیرے گلے لگے
بھولے ہوئے تمام سکھ
بیتے دنوں کی سب کتھا
تجھ سے کہے اور رو پڑے
اتنا ہی یاد رکھ مجھے
بیتے دنوں کے دوست کا
جیسے کوئی خط ہوں میں
رکھا ہوا کتاب میں

نظم ختم کرنے کے بعد جہان نے اسے دیکھا تو وہ گھٹنوں پہ چہرا ٹکائے اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

''میں آپ کی بات ماننے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔'' اس نے جہان کو گویا چھیڑا تھا، جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

''چلو اب جاؤ رات بہت ہوگئی ہے، پرنیاں بھابھی سو گئیں؟''

''ہاں کب کی؟ حالانکہ میرا دل چاہ رہا تھا اس سے باتیں کرنے کا، جے معاذ بھائی انہیں دیکھ کر کیا ری ایکشن دیں گے بھلا؟'' جہان چونکہ بات بڑھانا نہیں چاہتا تھا جبھی کاندھے اچکانے پہ اکتفا کیا۔

''رئیلی وہ تو ہماری سوچوں سے کہیں بڑھ کر خوب صورت نکلی ہیں۔''

''مجھے حیرانی اس بات کی ہے تمہیں ان کی خوب صورتی سے جیلسی کیوں نہیں فیل ہوئی۔'' جہان اس کی تعریفوں پہ واقعی ہکا بکا تھا ورنہ زینب وہ تھی کہ اپنے آگے کسی اور کی تعریف ہضم نہیں کر سکتی تھی، کجا پرنیاں کے خود قصیدے پڑھے جا رہی تھی، جہان کی اس بات پر خجل ہو کر ہنس دی۔

''وہ بھابھی ہیں میری، لالے کی مسز، ان سے کیوں جیلس ہوں گی بھلا۔''

''او کے فائن! اب جاؤ سو جاؤ جا کے۔'' جہان نے اپنا سیل فون اٹھایا جس کی بیل اچانک ہی زور و شور سے بجنے لگی تھی۔

''یہ اس وقت آپ کو کس کا فون آ گیا دکھائیں، کوئی ضرورت نہیں سننے کی۔'' زینب کو یہ مداخلت ناگوار گزری تھی، جبھی سیل جہان سے اچکنا چاہا مگر جہان نے ہاتھ پیچھے کرلیا تھا، زینب نے مشکوک ہو کر اسے دیکھا۔

''معاذ کا فون ہے۔'' جہان نے کال پک کرنے سے قبل اسے بے اختیار وضاحت دی، زینب ایکدم خوش ہوئی تھی۔

''میری بات کرائیے گا۔''

''کون ہے تمہارے ساتھ جے؟'' معاذ تک یقیناً زینب کی آواز پہنچ گئی تھی جبھی اس نے سوال کیا تھا۔

''کوئی نہیں ہے، تم نے اس وقت کیسے کال کی خیریت؟''

''تمہیں وش کرنا تھا یار! سوری میں لیٹ ہوگیا۔'' وہ معذرت کر رہا تھا اور جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا، واقعی وہ زینب جیسا مزاج اور عادات رکھتا تھا۔

''کیا گفٹ بھیجوں تمہیں یہاں سے؟''

''میں بچہ تھوڑی ہوں یار؟'' جہان نے ٹوکا تھا تب ہی زینب نے اس کے ہاتھ سے سیل فون چھین لیا، جہان پہلو بدل کر رہ گیا۔

''لالے کیسے ہو آپ؟ آپ پھر مجھ سے ہار گئے ہیں، میں آپ سے پہلے جے کو وش کر چکی ہوں۔'' وہ کھلکھلا رہی تھی جبکہ معاذ کے اعصاب گویا ایک دم سے تناؤ سمیٹ لائے تھے۔

''تمہیں کوئی ضرورت نہیں تھی اس زحمت میں پڑنے کی سمجھیں؟ جو کچھ تم کر چکی وہ کافی نہیں ہے کیا، زینب اگر میں یہ کہوں کہ تم سے بڑا احمق اور کوئی نہیں تو یقیناً میں غلط نہیں ہوں گا، ایک بات یاد رکھنا زینب تم نے جہان کا انتخاب نہ کر کے خود اپنے آپ سے زیادتی کی ہے اور اس کا احساس تمہیں وقت کے ساتھ ہو جائے گا۔'' غم و غصے کی زیادتی سے بھر اٹھا تھا اور جو منہ میں آیا بولتا چلا گیا، زینب کے چہرے کے بدلتی کیفیت سے جہان نے صورت حال کا اندازہ کیا تھا اور بے چین ہو کر اس کے کان سے لگا سیل فون ہٹا کر سلسلہ منقطع کر دیا، وہ دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ کچھ

دیر اسے دیکھتی رہی تھی پھر منہ پہ ہاتھ رکھے پلٹ کر بھاگتی اس کے کمرے سے نکلتی چلی گئی، جہان پریشانی کے عالم میں اس پکارتا پیچھے آیا مگر وہ جا چکی تھی۔

☆☆☆

مجھے وہ لاکھ تڑپائے مگر اس شخص کی خاطر
میرے دل کی اندھیروں میں وفائیں رقص کرتی ہیں
اسے کہنا کہ لوٹ آئے سلگتی شام سے پہلے
کسی کی خشک آنکھوں میں صدائیں رقص کرتی ہیں
خدا جانے یہ کیسی کشش ہے اس کی آنکھوں میں
میں اس کا ذکر چھیڑوں تو ہوائیں رقص کرتی ہیں

اس نے بیڈ کے کنارے ٹک کر نگاہ کا زاویہ بدل کر جائزہ لیا، بھاری پردے تمام سہولیات سے مزین لگژری بیڈ روم میں اے سی کی کولنگ سرسرا رہی تھی، بے حد خوابناک ماحول تھا، معاً اس کی نگاہ ساکن ہو کر رہ گئی سامنے دیوار پہ معاذ حسن کی انلارج شدہ تصویر تھی، گاؤن پہنے ڈگری ہاتھ میں پکڑے بااعتماد انداز میں مسکراتا ہوا وہ کچھ اور بھی پرکشش لگتا تھا اتنا کہ دل اپنی دھڑکن کی رفتار بدل لے، اس نے گھبرا کر ان بولتی ہوئی شوخ آنکھوں سے نظر چھڑائی اور بے چین ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی، دیوار گیر شیشے کی الماری میں معاذ کی شیلڈز میڈل اور ٹرافیز سجی ہوئی تھیں جو اس کے شاندار اکیڈمک ریکارڈ کی گواہ تھیں، اب اس میں شک کی گنجائش باقی نہیں بچی تھی کہ یہ بیڈ روم معاذ حسن کا تھا اور یہاں رات گزارنے کے خیال سے ہی اسے وحشت ہونے لگی، جوتے پیروں میں پھنسا کر وہ باہر جانے کو تھی کہ اسی پل کوئی اندر آ گیا، اس نے بوکھلا کر دیکھا اسما بھابھی تھیں، اس کے متوجہ ہونے پہ اپنائیت آمیز انداز میں مسکرائیں۔

''کیا ہوا پرنیاں خیریت؟''

''یہ...... مم میں زینب یا پھر ماریہ کے ساتھ سو جاتی ہوں بھابھی!'' کچھ کہتے جھجک کر اس نے اپنا مدعا کچھ اور الفاظ میں بیان کیا، بھابھی نے ایک نظر اسے دیکھا پھر مسکرا کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

''یہ زینی اور ماریہ کی ہی شرارت ہے تمہیں معاذ کے روم میں بھیجنے کی، ان کا خیال ہے جب اصل ٹھکانہ یہی ہے تو پھر......'' انہوں نے کسی قدر شرارتی انداز میں فقرہ ادھورا چھوڑا، پرنیاں کے چہرے پہ ایک سایہ لہرانے لگا، اس کے نام پہ دل پہ جیسے کسی نے مضراب مارنا شروع کر دیا تھا، ایک دھیمی آنچ جو ہر پل سلگاتی تھی یکایک بھڑک اٹھی۔

''میں یہاں ان کمفرٹیبل فیل کروں گی بھابھی!'' اس نے رسانیت سے جواب دیا تھا مگر بھابھی کو جواباً شرارت سوجھنے لگی تھی۔

''بھئی وضاحت دو کیوں دیور صاحب کی عدم موجودگی کے باعث یا پھر......'' پرنیاں کا رنگ واضح طور پر پھیکا پڑ گیا، اس نے آنکھوں میں شدید جلن محسوس کی تھی، کچھ کہے بنا ہاتھ کی انگلیاں چٹخاتی وہ اندر کی ناگواری کو دبانے لگی۔

''چلو آؤ میں تمہیں زینب کے بیڈ روم میں چھوڑ آؤں، ویسے میں سوچتی ہوں معاذ نے تمہیں نہیں دیکھا تو ایک طرح سے بہت اچھا ہوا، ورنہ اس نے ہر کام ٹھپ کر دینا تھا، اپنی پڑھائی بھی اور تمہاری تعلیم بھی، تم اتنی ہی پیاری ہو کہ بندہ سب کچھ بھول جائے، پھر معاذ تو ہے بھی بہت حسن پرست!'' اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے دباتے ہوئے وہ اپنے مخصوص شوخ و شنگ لہجے میں بولی تھیں، پرنیاں کانوں کی لوؤں تلک سرخ پڑنے لگی، بھابھی نے بہت دلچسپ نظروں سے اسے جھینپ ہوئے دیکھا تھا۔

''شرماتی ہوئی تو عام سی لڑکی بھی بہت پیاری لگتی ہے، تمہاری تو بات ہی الگ ہے، معاذ تو تمہیں دیکھ کر ہی دیوانہ ہو جائے گا، مجھے صاف لگتا ہے۔'' اس کا گال سہلا کر انہوں نے اسے بے ساختہ سراہا تھا، پرنیاں کچھ اور بھی خفت زدہ ہو کر رہ گئی۔

''اب ایسی بھی بات نہیں ہے بھابھی!'' اس نے کنفیوژ ہو کر کہا تھا۔

''میں نے کہا نا شکر کرو معاذ یہاں نہیں، ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے تھے تمہیں لڑکی!'' انہوں نے پھر معاذ کا حوالہ دیا پرنیاں کی لمبی ریشمی پلکیں بے اختیار جھک گئیں۔

''تم بیٹھو میں تمہارے لئے دودھ لے کر آتی ہوں، مجھے لگتا ہے زینب سو گئی ہے۔'' وہ اس کے ہمراہ زینب کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں کمرا اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا لائیٹ آن کرنے پہ زینب سر تک چادر تانے لیٹی نظر آئی تو بھابھی نے تبصرہ کیا تھا۔

''نو تھینکس بھابھی میں دودھ نہیں پیوں گی پلیز۔''

''میری جان تکلف نہیں کرتے، پھر یہ تو تمہارا اپنا گھر ہے۔'' انہوں نے پیار سے اس کا گال سہلایا۔

''نہیں میں رات کو دودھ پینے کی عادی نہیں ہوں اس لئے۔'' اس نے بڑی مشکلوں سے انہیں ٹالا پھر زینب کے برابر لیٹی تو اس کے احساسات بے حد عجیب ہو رہے تھے، دل گداز تھا جیسے بہت سارا رونا چاہتا ہو، وہ ایسے شخص کے گھر یہ اس کے حوالے سے موجود تھی جو اسے بری طرح سے دھتکار چکا تھا، وقت اور حالات کی ستم ظریفی اس کی انا کو زخمی کرتی چلی جا رہی تھی، ان سب لوگوں کی بے پناہ چاہت اور اہمیت بھی اس کے دل میں موجود معاذ کے ناروا سلوک کے زخموں کو بھرنے سے قاصر تھی بلکہ یوں اتنی اہمیت پا کر ان زخموں سے گویا درد رسنے لگتا تھا، اس کی آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں ایک ہی بیڈ کے دونوں سروں پہ موجود دونوں نفوس اپنی اپنی کیفیات کے سنگ آنسو بہانے میں مصروف تھے اور وجہ ایک ہی شخص تھا ''معاذ حسن'' زینب کو اس کے الفاظ نے گویا ادھیڑ کے رکھ دیا تھا، اس کے لئے یہ انکشاف کسی قدر دل شگاف تھا، زمین میں گاڑ دینے والا کہ جو بھی بات اس کے اور جہان کے بیچ تھی اس سے معاذ آگاہ ہو چکا تھا، کیوں کیسے؟ اس سوچ پہ آ کر اس کا دماغ الجھ کر پھٹنے کے قریب ہونے لگا، ساری رات وہ بے حس و حرکت ساکن پڑی رہی تھی اور صبح نماز فجر کے وقت جب پرنیاں نے بستر چھوڑا اس کی آنکھ لگی تھی، نماز کے بعد اس نے دعا کو ہاتھ پھیلائے تو نم آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں، مستقبل کے عدم تحفظ کا خوف اس کے سحر کی ننگی تلوار تھی گویا، بہت دیر تک رب کی بارگاہ میں جھکے رہنے اور بہتری مانگنے کے بعد وہ جائے نماز تہہ کرتے

ہوئے اٹھی تو زینب کے چہرے پہ اس کی نگاہ بھٹک گئی تھی، مغرور تیکھے نقوش میں معاذ حسن کی جھلک نمایاں تھی، ویسی ہی نمایاں ہوئی غلافی آنکھیں اور تراشیدہ گلابی ہونٹ، صبح کی ساری تازگی اور نکھار گویا اس کے چہرے میں آن سمایا تھا، اس کی گھنیری پلکیں ہلکی نمی لئے ساکن تھیں، پرنیاں اس کی شب بیداری ہی کی نہیں گریہ زاری کی بھی گواہ بنی تھی مگر ایک الجھن تھی جو بڑھ گئی تھی، کچھ تھا ایسا جو واضح نہیں تھا، اس کا دل مضمحل ہونے لگا۔

''زینب اٹھیں نماز پڑھ لیں۔'' اس نے آگے بڑھ کر زینب کا کاندھا ہلایا اور بیدار کرنے کی کوشش کی، وہ نیند میں کسمسائی تھی۔

''زینب......!''

''جے...... جے! لالے کو کس نے بتایا؟ وہ سب کچھ کیسے جان گئے ہیں مجھے بتائیں، انہوں نے مجھے ڈانٹا ہے۔'' وہ نیند میں بڑبڑائی تھی اور اضطرابی کیفیت میں تکیے پہ سر پٹخا، پرنیاں ایکدم ساکن ہوگئی تھی، بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ وہ بے ساختہ پیچھے ہوئی تھی، پھر پلٹ کر کھڑکی کی جانب آگئی، پردہ ہٹا کر دریچہ وا کیا تو صبح کی ہوا کے خوشگوار جھونکے اس کے چہرے کو فرحت بھرا احساس بخش کر کمرے میں بکھرنے لگے، ایک روشن صبح شاہ ہاؤس کے در و دیوار پہ اترتی جا رہی تھی، کوٹھی کی بیرونی آتش پھولوں کی بیل سے ڈھکی دیوار کے پار شفاف سڑک پہ ہوا خشک پتے اڑاتی تھی، دونوں اطراف بنگلوں کی قطاریں دور تک جاتی تھیں، یہ پوش علاقہ تھا یہاں سب صاحب حیثیت لوگ رہائش پذیر تھے، ہر بنگلے کے پورچ میں قیمتی گاڑیاں کھڑی تھیں گیٹ پہ واچ مین مستعد نظر آتا تھا مگر یہاں کے لوگ ایک دوسرے سے صدیوں کے فاصلوں پہ نظر آتے ہیں، جن کے اپنے دکھ اور اپنے سکھ الگ الگ ہوا کرتے تھے، شاہ ہاؤس کے وسیع و عریض لان میں تقریب کے مطابق سب تیاری تقریباً مکمل تھی، اس کی نگاہ آرائشی لیمپ کے پاس کھڑے جہان پہ پڑی، سلگتا ہوا سگریٹ اس کے ہاتھ کی انگلیوں کے بیچ پھنسا ہوا تھا جسے وہ وقفے وقفے سے ہونٹوں سے لگا کر کش لیتا تھا، وہ جتنا گریس فل اور امپریسو نظر آتا تھا اس کا ہر انداز اس سے بڑھ کر دلکشی سمیٹے ہوئے تھا، پرنیاں کو سگریٹ پھونکتے مرد کبھی اچھے نہیں لگے تھے مگر جہان اسموکنگ کرتے ہوئے بھی باوقار نظر آتا تھا، اس نے گردن موڑ کر ایک نظر زینب کو دیکھا جو ہنوز گہری نیند میں تھی پھر جہان کی جانب وہ وہیں کھڑا تھا اور کسی ملازم کو شاید کچھ ہدایات دے رہا تھا پرنیاں کا دل چاہا وہ جہان کے پاس جائے اور زینب کے حوالے سے بات کرے مگر یہ کسی طور بھی مناسب بات نہیں تھی، یہ اس کا سسرال تھا اور یہاں اس کا پہلا دن تھا قیام کا، اس نے گہرا سانس بھر کے خود چیئر پہ گرا دیا، ٹیبل پہ پڑا میگزین اٹھا کر ورق گردانی کر رہی تھی جب آہٹ پہ چونکی تھی، مما تھیں ہاتھ میں کچھ سامان لئے بھابھی کے ساتھ اندر داخل ہو رہی تھیں، پرنیاں نے میگزین رکھ کر اپنا دوپٹہ سنبھالا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بیٹھو بیٹے بیٹھو! مجھے اسما نے بتایا آپ زینب کے کمرے میں ہو، یہ زینی ابھی تک اٹھی نہیں، بہت لاپرواہ ہے یہ لڑکی۔'' انہوں نے زینب کو دیکھ کر جیسے ٹھنڈا سانس بھرا تھا پھر صوفے پہ شاپنگ بیگ رکھ کر پرنیاں کو مخاطب کیا۔

''بیٹے آپ ادھر میرے پاس آ کر بیٹھو!''

پرنیاں جیسے چونکی اور اسی خاموشی سے ان کے قریب آ گئی انہوں نے اس کا سبک گلابی ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھایا تھا پھر بیگ سے ایک جیولری باکس کھول کر اس کے آگے رکھ دیا۔

''میں چاہتی ہوں میری بیٹی آج یہ جیولری اور یہ لباس پہنے۔'' ان کی فرمائش پہ پرنیاں سٹپٹا سی گئی تھی، پنک کلر کا کامدانی بے حد بھاری مگر اسٹائلش لباس تھا اور اسی سے میچ کرتی کندنی جیولری۔

''مم مگر میں......''

''بیٹے پلیز انکار نہیں کرنا، آج یہاں سب آپ سے اس گھرانے کی بہو کے حوالے سے متعارف ہوں گے، سب کو پتہ ہے کہ ہم نے معاذ کا نکاح کر دیا ہے، یہ لباس میں نے خاص طور پہ اس دن کے لئے بنوایا ہے۔'' مما کی وضاحت نے اس کے چہرے پہ ایک ٹھہراؤ سا اتار دیا، اس کی نگاہیں جیولری کی چمک اور تابناکی پہ ساکن ہو کر رہ گئی تھیں۔

''ایکچوئیلی چچی جان تمہیں دلہن بنے نہیں دیکھا نا ابھی تک اسی لئے اچھا ہے پہن لو پہلے ہی ایسا بھاری لباس اور زیور آنے والے وقت کی پریکٹس بھی ہو جائے گی۔'' بھابھی نے اپنی عادت کے مطابق شگفتہ انداز میں چھیڑ چھاڑ کا آغاز کیا تھا، مگر پرنیاں کے چہرے پہ خوش رنگ جذبے نہیں جھلملائے بلکہ ایک اذیت بھری سبکی کا احساس بکھر گیا۔

''پرنیاں بچے کیا سوچ رہی ہو میری جان! کیا یہ سب پسند نہیں آیا ڈ سوری بیٹے بس مجھے خیال نہیں رہا تمہیں ساتھ لے جا کر شاپنگ کرا دیتی مگر تمہاری......''

''آپ غلط سوچ رہی ہیں مما پلیز، ایسی بات نہیں ہے۔'' اس نے گڑبڑا کر ان کی بات کاٹی تھی تو مما نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''پھر کیا بات ہے بیٹے؟''

''میں نے کبھی ایسا لباس نہیں پہنا ہے تو......''

''یہ وقت کا تقاضا ہے میری جان! یہ تو صرف ریہرسل ہے اصل کام تو دیور صاحب کی واپسی پہ ہوگا۔'' بھابھی نے پھر لقمہ دیا تھا، پرنیاں کے چہرے پہ پھر تاریک سایہ لہرایا، مما اس کی کیفیات و احساسات سے آگاہ تھیں انہوں نے بے ساختہ اسے ساتھ لگا کر چوما تھا۔

''سب ٹھیک ہوگا میری بچی! اللہ پہ بھروسہ رکھو۔'' ان کی تسلی پہ پرنیاں کی آنکھیں جھلملانے لگی تھیں، سر جھکائے وہ آنسو ضبط کرنے لگی، اسی لمحے دروازہ کھول کر زیاد تیزی سے اندر آیا تھا۔

''مما آپ کے لئے لالے کا فون ہے۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑا اسیل فون مما کو تھمایا، پرنیاں نے بنا دیکھے بھی بھابھی کی شوخ نگاہوں کو محسوس کیا۔

''ارے اسے پتہ تو نہیں چل گیا کہ مما اس وقت پرنیاں کے ساتھ ہیں، مما کا تو بہانہ ہے وہ اپنی زوجہ سے بات کرنا چاہ رہا ہوگا۔''

بھابھی پتہ نہیں تھیں ہی ایسی چلبلی یا ابھی ہو رہی تھیں جو بھی تھا مگر پرنیاں کے لئے ان کی یہ لفظی چھیڑ چھاڑ اذیت کا باعث بن رہی تھی۔

''ہاں بیٹے کیسے ہو؟'' اس کا دھیان نا چاہتے ہوئے بھی مما کی جانب ہوا جو اسی دشمن جان

سے محو کلام تھیں، مما بات کرتی رہی تھیں اور جب سیل فون واپس زیاد کو دیا تو ان کے چہرے پہ پریشانی تھی۔

''سب خیریت ہے نا چچی جان!'' بھابھی نے استفسار کیا تھا، مما چونکیں۔

''ہاں بیٹے اللہ کا شکر ہے۔''

''معاذ کیا کہہ رہا تھا؟''

''زینب کی منگنی کے حوالے سے ہی بات کر رہا تھا، ڈر تو ہوتا ہے نا اپنی بچی کو غیر ہاتھوں میں سونپتے۔'' وہ مضطرب سی بولی تھیں۔

''بھر جائی آپ کہاں بڈھوں کی محفل میں پھنسی ہوئی ہیں آئیں میرے ساتھ ناشتہ اکٹھے کرتے ہیں۔'' زیاد نے مسکرا کر پرنیاں کو دیکھا مگر وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھی، بھابھی ہنس پڑیں۔

''اسے ابھی عادت نہیں ہے نا بھابھی کہلوانے کی جبھی ایسا ہوا ہے۔'' بھابھی نے زیاد کو چھیڑا تھا، اس نے کاندھے اچکا دیئے۔

''پڑ جائے گی عادت جب ہر طرف سے بھر جائی کی ہی صدا ابھرے گی تو۔''

''کیوں بھر جائی کی ہی کیوں؟ بیگم اور بیوی کی کیوں نہیں، کچھ حقوق اس کے بیچارے کے بھی رہنے دینا جس کی وجہ سے تم کچھ لگے ہو۔'' بھابھی نے پھر چھیڑا تھا زیاد زور سے ہنس پڑا، پرنیاں کی رنگت دہک اٹھی۔

''اجی ہم تو فرضی لوگ ہیں اصل حقدار تو وہی ہوں گے موصوف۔'' زیاد بھی گویا ان کے ساتھ مل کر بات کو طول دینے لگا تھا۔

''خیر اتنے بھی معصوم نہ بنو کوئی تو تمہارے لئے بھی ہوگی جس کے سب کچھ تمہی ہوگے۔''

''کیوں نہیں جی انشا اللہ وہ وقت بھی دور نہیں، آپ کے منہ میں گھی شکر۔'' جواباً زیاد لہک کر ترنگ میں آ کر بولا تو اس انداز پہ پرنیاں بھی آہستگی سے مسکرا دی تھی، اسی طرح ہر ہر جگہ پہ خصوصی اہمیت سے نوازا جاتا رہا جو پرنیاں کے اندر موجود تھکن کو گہرا کرتی رہی تھی، مما اور پپا نے بالخصوص اسے ہر جگہ معاذ کے حوالے سے متعارف کرایا تھا اور گویا ستائش وصول کی تھی، دلربائی تو یوں بھی اس پہ ختم تھی مگر اس دن تو گویا اس کی چھب ہی نرالی تھی۔

''پوری اور مکمل دلہن لگ رہی ہو، بس ایک دولہا کی کمی ہے، کیا خیال ہے بلا نہ لیں لالے کو؟'' جب وہ تیار ہونے کے بعد سب کے سامنے آئی تھی تو جہاں مما اور مما جان نے اس کی بے ساختہ بلائیں لے کر پیار کیا تھا، زینب کو اسے چھیڑنے میں مزا آنے لگا تھا۔

''تم خود دلہن ہو لہٰذا آرام سے بیٹھو، سیانے کہتے ہیں زیادہ بولنے سے روپ اڑ جاتا ہے۔'' اسما بھابھی نے لقمہ دیا تو زینب نے منہ بگاڑ لیا تھا۔

''یہ ایسا حسن تھوڑی ہے جو اس طرح اڑ جائے، قدرتی چیز کی ٹور ہی الگ ہوتی ہے جناب بیوٹی پارلر کا کمال نہیں ہے۔'' شہہ لالے نے زینب کو لپٹا کر پیار کیا تھا اور گویا اس کا دفاع کیا تھا، تقریب کے اختتام پہ سسرالی مہمانوں کی رخصتی کے بعد جب زینب ڈل گولڈن کلر کا شرارہ ذرا سا

اٹھائے اپنے کمرے میں جا رہی تھی راہداری کے موڑ پہ اس کا غیر متوقع سامنا جہان کے ساتھ ہو گیا تھا، بلیو ٹو پیس سوٹ میں ملبوس بے حد وجیہہ بے حد شاندار نظر آتا ہوا جہان جلدی میں تھا یا اس پہ یہ عجلت ظاہر کی تھی جو ایک نگاہ تک اس پہ ڈالے بنا کترا کر نکل جانا چاہتا تھا مگر زینب کو بھلا یہ گوارا ہو سکتا تھا کہ وہ اسے نظر انداز کر جائے۔

''جے ون اے منٹ۔'' وہ لپک کر اس کے راستے میں آ گئی تھی جہان اگر بروقت ایک جھٹکے سے تھم نہ جاتا تو تصادم یقینی ہو جاتا اس نے جھلا کر زینب کو دیکھا تھا، صبیح پیشانی پہ نازک سی بندیا سجی تھی جو اس کی دمک اور دلکشی کو بڑھا رہی تھی، کانوں میں آگے پیچھے جھولتے بڑے بڑے آویزے اور پوری توجہ سے کیا گیا میک اپ وہ تو سادگی میں بھی غضب ڈھایا کرتی تھی یہ روپ تو حواسوں پہ چھا جانے والا تھا جہان کی آنکھیں کیا پورا وجود جانے کس کس احساس کے تحت سلگ اٹھا۔

''مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے، لالے کے متعلق۔'' جہان کے نظریں چرا جانے اور چہرے کا رخ پھیر لینے کو تمسخر کی نگاہ سے دیکھتی وہ زہر خند سے بولی تھی۔

''جو بھی بات کرنی ہے بعد میں کرنا فی الحال میں بہت اہم کام سے جا رہا ہوں۔'' جہان نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا اور اس پہ مزید نگاہ ڈالے بغیر آگے بڑھ گیا زینب تلملا کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

نہ بجھا چراغ دیار دل نہ بچھڑنے کا تو ملال کر
تجھے دے گی جینے کا حوصلہ میری یاد رکھ لے سنبھال کر
یہ بھی کیا کہ ایک ہی شخص کو کبھی سوچنا کبھی بولنا
جو نہ بجھ سکے وہ دیا جلا جو نہ ہو سکے وہ کمال کر
غم آرزو میری جستجو میری سمت کہ آ گیا روبرو
یہ سکوت مرگ ہے کس لئے میں جواب دوں تو سوال کر
تو بچھڑ رہا ہے تو سوچ لے تیرے ہاتھ ہے میری زندگی
تیرا روٹھنا میری موت ہے میری بے بسی کا خیال کر
میرے دل کو میرے ضبط کا میری بے بسی میرے صبر کا
جو یقین نہ آئے تو دیکھ لے تو ہوا میں پھول اچھال کر

اس کے وجود پہ گہرا سکوت طاری تھا، سرسبز لان میں رنگین چھتری کے نیچے چیئر پہ بیٹھا وہ جیسے خود سے بھی غافل تھا، بارش ایک تواتر سے برستی تھی اور ٹین کی چھت پہ اس کی آواز کا ردھم بہت خوبصورت انداز میں گونجتا تھا، ماحول میں خوشگوار ٹھنڈک تھی، بدلتا موسم اپنے ہمراہ بے پناہ رنگینی سمیٹ کر لایا تھا مگر اس کے اندر ویرانیاں بسیرا کر چکی تھیں، فضا میں باربی کیو کی مہک رقص کرتی تھی اور اس کے ساتھ بارش میں نہاتے لیموں کے پودے کی ترس باس بھی، لان کی امریکن اسٹائل گھاس بھیگ کر کچھ اور بھی سرسبز اور شفاف نظر آنے لگی تھی، وہ ساکن بیٹھا اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں الجھا ہوا تھا، معاذ نے کہا تھا۔

"لا حاصل محبت دراصل انسانی وجود کو ایک قبرستان بنا دیا کرتی ہے، جس میں انسان اپنی تشنہ خواہشات اور نامکمل آرزوؤں کی قبر پر تاعمر روتا رہتا ہے، جسے میں تمہیں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکوں گا۔" اور تب اس نے کتنے یقین سے اسے حوصلہ دیا تھا، خود اپنے تمام درد چھپا کر، حالانکہ جس قدر ریزہ ریزہ اس کی ذات ہو رہی تھی خود اسے حوصلے کی ضرورت تھی مگر وہ کب جانتا تھا محبت میں ابھی اور بھی آزمائش باقی ہیں، جب وہ واپس آ رہا تھا زیاد اس کے گلے لگ گیا تھا خفت زدہ انداز میں معذرت کرتا ہوا۔

"میں نے بہت بدتمیزی کی تھی نا آپ سے اور پاپا ٹھیک کہتے ہیں آپ واقعی بہت گہرے ہیں بہت خاص اور اس قدر عظیم۔" اور جہان بوکھلا اٹھا تھا۔

"اتنا نہ چڑھاؤ مجھے یار، چاچو تو محبت میں کچھ زیادہ ہی تعریفیں کر جاتے ہیں۔"

"زیادہ نہیں کم کرتے ہیں، انہیں زیادہ کرنی چاہیں جتنے اچھے آپ ہیں۔" اس نے دیکھا تھا زیاد کی آنکھوں کے گوشے نم تھے اور جہان کے دل کا بوجھ بڑھ گیا تھا، پتہ نہیں اس کی تمام تر راز داری کے باوجود یہ بات پھیل کیوں گئی تھی، اسے زینب کا زہر خند انداز یاد آیا تو چہرے پہ زخمی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"آپ ایک کھلی کتاب ہیں یا پھر شکل سے اتنے مسکین لگتے ہیں کہ لوگ خود بخود آپ کو جرائم کی لسٹ سے خارج کر دیتے ہیں۔" کتنا طنز تھا اس کے لہجے میں اس سے بڑھ کر تنفر۔

"یہی تھا آپ کا ظرف جے! مجھے ساری زندگی اس بات کا افسوس ختم نہیں ہوگا کہ میں نے آپ پہ بھروسہ کیا اور آپ سے مدد مانگی، لعنت ہے مجھ پہ، اب خاموش کیوں ہیں؟ دیں نا کوئی فضول وضاحت۔"

اسے لعن طعن کرنے کے بعد وہ پیر پٹختی چلی گئی تھی اور جہان کے اندر سناٹے اتر آئے تھے، صرف اس کی خوشی کی خاطر اس نے خود اپنے ہاتھوں خود کو برباد کر دیا تھا اور وہ اسے خوشی نہیں دے سکا تھا، اسے کوئی تیز نوک دار شے اپنے وجود کو کاٹتی محسوس ہوئی تھی۔

"صبر کرنے اور صبر آ جانے میں فرق ہوتا ہے، اپنے دل پہ جبر کر کے اپنا حوصلہ آزما کر چپ سادھ لینا جبکہ رو دھو کہ اپنا غم منا کر آنکھوں میں آنسوؤں کی قلت ہو جانے کے بعد خاموشی اختیار کر لینا موخرانہ کر کے زمرے میں آتا ہے، صبر کوئی کوئی کرتا ہے، صبر ہر ایک کو آ جاتا ہے، جے تمہیں صبر نہیں آئے گا کیونکہ تم نے صبر کو کرنے کی کوشش کی ہے، وقت نے اگر تمہارے دل پہ حوصلہ مندی اور برداشت کی پرت چڑھا بھی دی تو زینب کا بار بار کا سامنا اس پرت کو توڑتا پھوڑتا رہے گا جو مجھے گوارا نہیں۔"

کتنا سمجھایا تھا اس رات معاذ نے اسے، کتنا سر پٹخا تھا مگر اس کی ایک نہ کو ہاں میں نہیں بدل سکا تھا۔

"صاحب چائے لیں۔" خانساماں سلیقے سے ٹرے سجائے کھڑا تھا، بار بی کیو ود چلی ساس اس نے گہرا متاسفانہ سانس کھینچ کر جلتی آنکھیں لمحہ بھر کو بند کیں اور صرف چائے کا مگ اٹھایا۔

"صاحب آپ!"

"بابا مجھے فی الحال کسی شے کی طلب نہیں۔" اس نے ہاتھ سے ٹرے واپس لے جانے کا کہا تو خانساماں کے کچھ کہنے پہ پھر ٹوک دیا۔

خانساماں بددلی سے ٹرے اٹھا کر پلٹ گیا، جہان نے مگ ہونٹوں سے لگا کر پہلا گھونٹ لیا تھا جب اس کے سیل پہ وائبریشن ہونے لگی تھی، اس نے چونک کر ٹیبل پہ پڑے وائبریٹ کرتے سیل فون کو دیکھا اور مسز آفریدی کا نام اسکرین پہ بلنک کرتا دیکھ کر کسی قدر جزبز ہوا تھا۔

"کیسے ہو جہانگیر بیٹے!" اسے کال ریسو کرنا پڑی تھی، ان کا لہجہ بے حد خوشگواری لئے ہوئے تھا۔

"فائن آپ......"

"میں بھی ٹھیک ہوں سوچا آپ کو یاد کروا دوں کہ آپ کل ہماری طرف انوائیٹڈ ہو۔" اس یاد دہانی پہ جہان ٹھنڈا سا سانس بھر کے رہ گیا تھا، اسے افسوس ہوا اسے کال پک نہیں کرنی چاہیے تھی، کبھی کبھار مروت اور لحاظ بھی انسان کو بے زار کر سکتا ہے۔

"خاموش کیوں ہو بیٹے، آپ لاہور واپس تو آ گئے ہو نا؟" ان کے لہجے میں بے چینی سمٹ آئی۔

"جی آ گیا ہوں۔" وہ کسی طرح بھی اپنی اکتاہٹ نہ چھپا سکا۔

"کزن کی منگنی تھی نا تمہاری؟ کیسی رہی تقریب؟"

"میم اس وقت بزی ہوں آپ مائنڈ نہ کریں پلیز۔" اس نے اکتاہٹ آمیز سرد مہری سے کہا تو مسز آفریدی نے خفت کا شکار ہوتے بھی اسے کل لازماً آنے کی تاکید کرنے کے بعد فون بند کیا تھا، جہان کا اگلے دن ان کے ہاں جانے کا ہرگز بھی ارادہ نہیں تھا مگر انہوں نے تو گویا اس کا پیچھا ہی لے لیا تھا، بار بار بہانے بناتے وہ خود خفت زدہ ہو گیا تو ازلی مروت کے ہاتھوں پھر ہار گیا تھا، اسے ہاں کرتے ہی بنی تھی، ناچار اسے آفس سے اٹھنا پڑا تھا۔

☆☆☆

بات چلی تیری آنکھوں سے اور جا پہنچی پیمانوں تک
کھینچ رہی ہے تیری الفت آج مجھے مے خانے تک
عشق کی باتیں غم کی باتیں دنیا والے کرتے ہیں
کس نے شمع کا دکھ دیکھا کون گیا پروانے تک
عشق نہیں ہے تم کو مجھ سے صرف بہانے کرتے ہو
یونہی بہانے قائم رکھنا تم میرے مر جانے تک

اس نے پلٹ کر آئینے میں دکھائی دیتے اپنے عکس کو ایک نگاہ دیکھا، پیازی کلر کی فراک جس کے دامن پہ بے حد جھلملاتا ہوا بہت خوبصورت بارڈر تھا، کھلے بالکل سیدھے سلکی سیاہ بال اٹھتی گرتی لمبی ریشمی پلکوں کے ساتھ وہ کرسٹل کی گڑیا کی طرح نازک اور حسین نظر آ رہی تھی، اس نے گہرا سانس بھرا اور پھر سے کھڑکی کی سمت دیکھنے لگی، اسے صرف مسز آفریدی کا انتظار نہیں تھا، اسے جی جان سے جہان کا انتظار تھا جہان جو اتنا پر وجاہت اور اس قدر وجیہہ تھا کہ اس کے دل پہ گریز کے

سارے پردے خود بخود ہٹتے چلے گئے تھے، وہ اس سے محبت کرنے پہ مجبور ہو کر رہ گئی تھی، کس قدر تمکنت تھی اس کے سبھی تیوروں میں کس درجہ خود اعتمادی کتنی خصوصیات کا حامل تھا وہ اور اسی قدر پرکشش، ژالے کو اس کی شان بے نیازی کی ادا نے ہی تو اسیر کر لیا تھا، اس کے ہر انداز میں ایک انجانا سا غرور تھا جو اس کے چہرے کا احاطہ کیے رکھتا اس کی بے تاثر نگاہ پہ بھی دل جان لٹانے پہ مائل ہونے لگتا تھا، ایک ازلی تمکنت نہ صرف اس کے لہجے میں محسوس ہوتی تھی بلکہ اس کے چہرے آنکھوں سے بھی اس کا احساس ہویدا تھا، کتنی کوشش کی تھی شعوری کوشش کہ وہ اس دیوانگی پر قابو پا لے، وہ سامنے آئے تو اس کی جانب نہ دیکھے، نگاہ میں وہ دیوانگی وہ وارفتگی نہ اڈے جو اس کے حوالے سے اسے مشکوک کر دے مگر وہ بے اختیار ہوتی چلی جا رہی تھی، کتنا بے خود بے بس کر دیا تھا اس محبت نے اسے، شاید وہ شخص تھا ہی اس قابل کہ اسے ٹوٹ کر تن من دھن وار کر چاہا جاتا، اس کی پرتاثر شخصیت میں بے تحاشا سحر تھا بے پناہ کشش تھی، وقار اور بے نیازی کی آن شان تھی مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ اس سفر لاحاصل نے اسے تھکا دیا تھا، وہ آغاز میں ہی تھک کر ہانپنے لگی تھی، اس کی بے اعتنائی کو سہنا اتنا سہل نہیں تھا وہ شاید پتھر تھا اس میں وہ جونک نہیں لگا سکتی تھی، مگر مسز آفریدی اسے ہارنے نہیں دے رہی تھیں، ان کی باتیں ان کی تسلیاں۔

''میں جان گئی ہوں ژالے تم اسے چاہتی ہو اور بے حد، یہ اس کی محبت ہی تھی جو ڈاکٹرز کے دعوے دھرے رہ گئے تم ان کے دیئے وقت سے چھ ماہ اوپر جی گئی ہو، وجہ جانتی ہو؟ وہ آس جو جہانگیر کی محبت نے تمہارے اندر پیدا کی اپنی ول پاور کو استعمال کیا اور بیماری کے خلاف یہی امید اور ول پاور اہم کردار ادا کرتی ہے، میری جان وہ بھی تمہیں محبت کرتا ہے، وہ خود اظہار کرے گا تم سے دیکھنا اور جب وہ بتائے گا تو تمہاری بیماری شکست مان جائے گی تمہارے سامنے یونو من پسند مرد کا اظہار اس کا والہانہ پن وہ اسم ہوتا ہے جو عورت کے وجود کو روئی کے گالے میں ڈھال دیتا ہے اور عورت تمام تفکرات سے آزاد ہو کر ہلکی پھلکی ہو جاتی ہے اور گویا فضاؤں میں تیرنے لگتی ہے بادل کے ٹکڑوں کی طرح، پانی کی نازک لہر بن کر بہنے لگتی ہے اور یہ ایک ایسا دلفریب احساس ہوتا ہے جس کا کوئی نعم البدل ہو ہی نہیں سکتا، جہانگیر تمہارے ہر جذبے ہر احساس میں برابر کا شریک ہو اس سے بڑھ کر تمہارے لئے کوئی دولت ہو سکتی ہے؟'' انہوں نے رک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا ژالے جو کنفیوژ اور حجاب میں مبتلا تھی نگاہیں اٹھا کر انہیں نہیں دیکھ سکی تو انہوں نے اس کی پیشانی چوم کر محبت سے کہا تھا۔

''میں اپنی بیٹی کو اس دولت سے سرفراز دیکھنا چاہتی ہوں۔'' انہوں نے کہا تھا، ژالے کے چہرے پہ مسکراہٹ سورج کی پہلی کرن بن کر چمکی، اس نے گہرا سانس بھرا اور بے تاب نظروں سے پھر کھڑکی کے پار دیکھا، کھڑکی کے باہر شہر لاہور شور مچا رہا تھا، دھواں چھوڑ رہا تھا، کہیں کہیں بے ترتیب اور کم صورت تھا مگر یہاں بے حد حسین اور چمک دار نظر آتا تھا، بلند و بالا عمارتیں تھیں اور خوشحال بے فکر چہروں کے مالک لوگ، معاً اس کی نگاہ ساکن ہوئی اور دل بہت زور سے دھڑک اٹھا، جہانگیر کی گاڑی آفریدی پیلس کے گیٹ پہ آن کر رک گئی تھی واچ مین گیٹ کھول رہا تھا، مسز آفریدی سے پہلے وہ آ گیا تھا اس کا مطلب تھا اب اسے ہی جہان کا استقبال کرنا تھا، وہ بوکھلا کر

پیچھے ہوئی اور تیزی سے دھڑکتے دل کو سنبھالے پلٹ کر کمرے سے باہر آ گئی۔

جہان ملازم کی معیت میں اندرونی حصے کی جانب آیا تھا اور بے حد حیران تھا، ملازم سے اسے پتہ چل چکا تھا مسز آفریدی ابھی گھر نہیں پہنچیں، گھر کی پرسکون فضا میں کسی ہلچل کا احساس نہیں تھا۔

''کوئی بھی نہیں ہے گھر پہ؟'' اس کی حیرت پہ غصہ غلبہ پانے لگا تو ملازم سے استفسار کیا۔

''نہیں صاحب چھوٹی بی بی ہیں، بلکہ یہ لیں وہ آ گئیں۔'' ملازم نے جواب دیتے ایکدم جوش سے کہا تو جہان کی نگاہ اس کے ہاتھ کے اشارے کی سمت بے ساختگی میں گھومی اور کچھ لمحوں کو ساکن رہ گئی تھی، اپنے پیروں تک آتے نفیس ملبوس کو اس نے چٹکیوں میں پکڑ کر خفیف سا اوپر اٹھا رکھا تھا اس عمل سے فراک کی فرل پر ایک ہلکی سی لہر پیدا ہو رہی تھی تمکنت سے اٹھی ہوئی صراحی دار گردن کمر تک آتے سلکی بالوں کا آبشار اور سر پہ موجود نازک سا تاج وہ گویا قدرت کا حسین اور دلکش شاہکار تھی اور جس لمحے جہان نے سنبھل کر نگاہ کا زاویہ بدلا اسی پل ژالے اس کی سمت متوجہ ہوئی تھی، نگاہ کا یہ تصادم بس لحظے بھر کا تھا، مگر ژالے کے دل میں اک جوت سی جگا گیا۔

''السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟'' وہ مسکرائی تو گویا چہرے پہ روشنی چھا گئی، گالوں میں پڑتے ڈمپل میں جہان کی نگاہ لمحہ بھر کو الجھی۔

''میم نہیں آئیں ابھی تک؟ حیرت ہے میں تو سمجھا تھا وہ میری منتظر ہوں گی۔'' سلام کا جواب دے کر جہان نے کسی قدر نخوت سے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی، ژالے خجل سی ہو گئی۔

''سوری مما کو شاید کچھ کام پڑ گیا تھا ضروری، آپ بیٹھیں میں انہیں کال کرتی ہوں۔'' وہ تیزی سے پلٹی مگر جہان نے ٹوک دیا تھا اور اطراف میں نگاہ دوڑا کر کسی قدر متحیر ہو کر بولا۔

''انہوں نے مجھے پارٹی میں انوائیٹ کیا تھا مگر یہاں......''

''جی ایکچوئیلی میں یہ برتھ ڈے وغیرہ سیلبریٹ کرنے کو پسند نہیں کرتی مگر مما کی ضد ہوتی ہے نا تو بس......''

''تو کیا آپ نے کسی کو نہیں بلایا؟'' جہان کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں، ژالے نے اس کے چہرے کی ناگواری کو محسوس کیا اور ملول ہوتے دل کے ساتھ سر جھکا لیا۔

''جی کسی کو نہیں۔'' اس نے کاندھے سے سرکتے دوپٹے کو سنبھالتے مجرمانہ انداز میں گویا اعتراف جرم کیا، جہان نے چونک کر اس کے بجھتے چہرے کو دیکھا تھا اور جیسے اپنے خشک رویئے کا احساس جاگ اٹھا۔

''یہ آپ کا گفٹ ہے، سوری مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا آپ کی چوائس کا۔'' اب کے اس کا لہجہ متعدل اور پر رسان تھا، ژالے نے چونک کر سر اٹھایا وہ اس کی سمت ایک مخملیں کیس بڑھائے ہوئے تھا، ژالے نے حیرت بھرے انداز میں مگر کس قدر جھجک کر وہ ایک فٹ لمبا اور تین انچ چوڑا سیاہ مخملیں کیس لیا تھا جس کے اطراف سنہری ڈوری کا گھیرا اور سنہرا ہی نازک سا لاک تھا، یہ لمحے بہت پرفسوں اہم اور دلربا تھے جب وہ بے تحاشا دھڑکتے دل کے ساتھ کیس کو کھول کر اس کیندنی زنجیر اور اس میں جھولتا ہوا ننھا سا موتی حیرت بھری خوشی اور جگر جگر چمکتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، ہونٹوں کو باہم بھینچتے اس نے فرط مسرت سے جہان کی سمت دیکھا اس ایک ساعت میں اس کے

دل کی کتنی ڈھیروں خوش فہم امیدیں باندھ لیں کتنے سنہرے خواب سجا لئے، اسے مسز آفریدی کی ہر بات سچ محسوس ہونے لگی تو جیسے خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کیا۔

''تھینکس فادر دس پریزنٹ! یہ بہت خوبصورت ہے کیا میں ابھی پہن لوں؟'' وہ بے ساختہ کھلکھلائی تو جہان جو اپنے دھیان میں سگریٹ سلگا رہا تھا چونک کر متوجہ ہوا اور سادگی بھری مسکان کے ساتھ اس نے کاندھے اچکا دیئے تھے، ژالے خالی کیس ٹیبل پہ رکھا اور چین کا ہک کھول کر اسے اپنے بال ہٹا کر گردن کے گرد لپیٹنے لگی، مگر کچھ لمحوں بعد وہ بے حد پریشان نظر آنے لگی تھی۔

''خیریت کیا ہوا؟'' جہان سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑ کر سیدھا ہوا تو اسے بالوں اور چین میں الجھے پا کر بے ساختہ استفسار کیا تھا۔

''یہ...... یہ میرے بالوں میں اٹک گئی ہے شاید، مجھے ڈر ہے کھینچنے سے ٹوٹ نہ جائے۔'' ژالے اس کی سمت متوجہ ہوئے بغیر یونہی الجھی ہوئی مگر مضطرب سی بولی، جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

''لائیں میں آپ کی ہیلپ کرا دیتا ہوں۔'' اسے وہ باربی ڈول جیسی ننھی سی لڑکی کسی حد تک معصوم اور قابل رحم لگی تھی، اس کا انداز بھی سادگی لئے ہوئے تھا وہ اٹھ کر خود اس کے پاس آیا اور ریشمی بالوں میں کہیں الجھی چین کو بغیر کسی دقت کے نکال دیا، مگر اتنی آسانی سے سرانجام پا جانے والا اس کا بے ریا دل کے ساتھ کیا گیا یہ کام اس کو ایک ان دیکھے جال میں پھانس جائے گا یہ اس کے گمان میں ہوتا تو کبھی یہ غلطی نہ کرتا، اس کے نزدیک وہ چھوٹی سی لڑکی تھی جس کے یوں قریب آ جانے کا اس نے اتنا خاص تردد یوں نہ کیا تھا کہ ژالے اسے ہمیشہ ماریہ حوریہ کی طرح ہی لگتی تھی معصوم چھوٹی سی اور بے ضرر، جبکہ اس کے برعکس ژالے کے احساسات یکسر مختلف تھا، وہ چند لمحے کتنے پرفسوں تھے اس کی پوری زندگی پہ محیط ہو گئے تھے گویا، وہ اسی فسوں اسی سحر میں جکڑی کھڑی تھی اس کے ہاتھ نے اسی کے بالوں کو کتنے انوکھے انداز میں اپنا لمس بخشا تھا کہ اس کے اندر نئے اسرار کھل گئے تھے زندگی کتنی خوبصورت ہو گئی تھی یکا یک، یہ سب کتنا انوکھا اور دلنشین تھا، وہ نئے احساس اور تجربے کو دل سے محسوس کر کے شاداں فرحاں تھی، اس پہ ہمیشہ جہان کا رعب حسن اتنا چھا جاتا تھا کہ وہ خود کو اس کے سامنے سرنگوں محسوس کرنے لگتی، کبھی اس پہ اپنی شخصیت کا مکمل اعتماد ظاہر نہیں کر پائی تھی، وہ اتنی ہی مرعوب تھی اس سے، یہ محض چند لمحے تھے مگر اسے مالا مال کر گئے تھے گویا، التفات کے اس انداز نے اس کے پیاسے دل کی دھرتی کو گویا یکلخت سیراب کر دیا تھا، قربت کے یہ سارے رنگ اور احساس حسین ترین تھے، اسے لگا ماحول میں محبت کا رقص ہے، ایک جادو سا ہر سو پھیل گیا تھا، فضا میں ایک نشہ تھا، جہان کی گرم سانسوں نے اس کے چہرے اور گردن کو جھلسایا تھا اس کی جان جیسے حلق میں اٹک گئی تھی، وہ جیسے عالم بے خودی کی کیفیت سے باہر نہیں نکل سکی اسکا دوپٹہ کب شانے سے پھسل کر اس کے قدموں میں گر گیا اسے خبر ہی نہ ہو سکی، جہان نے حیران ہو کر اسے دیکھا تھا، پھر دانستہ کھنکھار کر اور خود فاصلے پہ ہو گیا، ژالے بدحواس ہوئی تھی اور تیزی سے جھک کر دوپٹہ اٹھانے لگی تو سیاہ ریشمی بالوں کا آبشار ڈھلک کر اس کے شانوں اور جہان کے قدموں کو ڈھانپ گیا، جہان سرعت سے پیچھے ہوا تھا اور صوفے پہ جا بیٹھا۔

''مسز آفریدی پتہ نہیں کب آئیں، میں لیٹ ہو رہا ہوں۔'' اس نے رسٹ واچ پہ نگاہ کرتے کسی قدر اکتاہٹ سے کہا تھا، اسی پل ملازمہ لوازمات سے لدی پھندی ٹرالی لئے چلی آئی، ژالے کسی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی اس کے لئے چائے بنانے کو اٹھی تو جہان نے منع کر دیا تھا۔

''میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے، پلیز نیور مائنڈ، ایکچوئلی میری بہت ضروری میٹنگ ہے۔'' وہ ایکدم سے اٹھ کھڑا ہوا تو اسے روکنے کی کوشش میں ژالے کے ہونٹ نیم وا ہو کر رہ گئے، وہ اس کے ساتھ ہی پورچ تک آئی تھی، تبھی مسز آفریدی کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوتی نظر آئی۔

''مما آ گئی ہیں۔'' ژالے نے جیسے جہان کو اطلاع دی تھی، جہان نے گردن موڑ کر دیکھا مسز آفریدی گاڑی سے نکل کر تیزی سے اس کی جانب آئی تھیں۔

''آئی ایم سوری بیٹے میں کوشش کے باوجود لیٹ ہو گئی۔''

''نو مینشن اٹس آل رائیٹ، بٹ میں اب چلوں گا۔''

''لیکن کیک تو ابھی...... ژالے آپ نے کیک کاٹ لیا ہوتا بیٹے۔'' انہوں نے جہان کے بعد ژالے کو مخاطب کیا اور کسی قدر سرزش کی تو ژالے حیران ہوئی تھی۔

''ارے ایسی بھی بات نہیں اب، میں ضرور رکتا مگر میٹنگ کینسل نہیں کی جا سکتی۔'' جہان نے رواداری سے مسکرا کر کہا اور پھر مسز آفریدی کی معذرت اور اصرار کے باوجود رکنے پہ آمادہ نہیں ہوا اور گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا، مسز آفریدی کے چہرے پہ پراسرار مسکان پھیلتی چلی گئی۔

(بچ کر نہیں جا سکتے اب جہانگیر حسن شاہ یہ یاد رکھنا، ایک بار یہ جنگ تم سے جیت لوں، بس ایک بار یہ بازی میرے ہاتھ آ جائے، میری بیٹی کا مستقبل محفوظ ہو جائے پھر تمہیں قابو کرنا مشکل نہیں ہوگا، یہ اکڑ یہ نخوت ایک منٹ میں نکال باہر کروں گی۔)

''چلو بیٹے اندر چلتے ہیں۔'' انہوں نے اپنی کامیابی کی حد بھی تو ملاحظہ کرنی تھی ابھی، بیٹی کے سرشار چہرے پہ دھیان دینے کی بھی ابھی ان کے پاس فرصت نہیں تھی، انہیں کچھ وقت گزرنے کا انتظار تھا جب وہ اپنا کام کر سکیں۔

☆☆☆

تمہاری یاد کے منظر کبھی کھونے نہیں دیتے
تمہاری یاد کے سائے ہمیں سونے نہیں دیتے
یہ بادل پھول اور خوشبو بہت بے تاب کرتے ہیں
اگر رونا بھی چاہیں ہم کبھی رونے نہیں دیتے
ہم اپنی سانس دے کر روک لیتے جانے والوں کو
ہمارا بس اگر ہوتا جدا ہونے نہیں دیتے
نظر میں دید کی حسرت لئے چپ چاپ بیٹھے ہیں
وہ ہم سے دور ہو کر بھی ہمیں سونے نہیں دیتے

اس کی نظریں معاذ حسن کی تصویر پہ تھیں اور آنکھوں میں آنسو، اس کا جو خیال تھا گزرتا وقت ان زخموں پہ مرہم رکھ دے گا وہ اسے اپنا ہی تمسخر اڑاتا محسوس ہو رہا تھا اسے گئے دو سال ہونے کو

آئے تھے کل مما جان خوش ہو کر بتا رہی تھیں۔

''صحیح کہتا تھا معاذ چٹکیوں میں وقت گزر جائے گا اور گزر گیا۔''

مگر کوئی اس کے دل سے پوچھتا اس کے ہجر زدہ دل نے یہ دو سال دو صدیوں کی طرح کاٹے تھے دید کی حسرت لئے آنکھیں دن رات جلتی تھیں، کیسا احمق تھا اس کا دل اور اس سے بڑھ کر ضدی، سب جان کر بھی اپنا وہی راگ الاپتا تھا، بے نیاں سے مل کر بھی مایوس نہ ہوتا تھا نہ صبر کرتا تھا اہ اس نے ٹھنڈا سانس بھرا اور ایک بار پھر ہونٹ بھینچ لئے، دل بھی گویا اپنے وجود کی راجدھانی کا شہزادہ ہوا کرتا ہے، وجود کو محکوم سمجھ کر اس پہ اپنا تسلط جمائے رکھتا ہے مگر جب اس پہ انکشاف اپنی حدت کے پہاڑ گراتا ہے تو اس کے نیچے دب کر کچل کر مچلنے کا عمل روک دیتا ہے، ایڑیاں رگڑنا بند کر دیتا ہے، پھر پتہ چلتا ہے شہزادہ صرف لٹا نہیں بے موت مارا بھی گیا، باقی بچا ہے تو لٹا پٹا ناکارہ وجود یا پھر برباد کا درد، جو رگوں میں پنجے گاڑھ لیتا ہے، مگر اس کا دل انوکھا شہزادہ تھا، لٹنے برباد ہونے کے بعد بھی اپنی ضد سے باز نہیں آیا تھا، درویش بن کر کاسہ پھیلائے آس مندانہ نظروں سے دیکھتا تھا، کبھی سوال کر کے کبھی خاموش رہ کر، ہاں اس کا دل پہلے کبھی شہزادہ تھا مگر اب تو فقیر تھا، نارسائی کے دکھ میں ڈوبا ہوا فقیر، پہلے تو ایک آس تھی زینب کے ساتھ کی آس مگر وہ تو ایسے نظریں پھیر گئی تھی جیسے کبھی اس راز سے واقف ہی نہ ہو، وہی بے تکلفی وہی محبت مگر بس ایک یہ ذکر معدوم ہو گیا تھا جو ندریہ کے دل کی ڈھارس تھا، اوپر اوپر سے وہ کتنی مضبوط بنی تھی مگر دل تو ایک پھپھولا تھا جو ہر وقت رستا تھا۔

''پھپھو نے بتایا تم یہاں ہو میں یہیں آ گیا، کیسی ہو لڑکی اور مجھے بتاؤ مجھ سے کیوں چھپی پھرتی ہو؟'' دستک دے کر زیاد اندر گھس آیا تھا اور بے حد کڑے تیوروں سے اسے گھورنے لگا، نوریہ نے خائف ہو کر اس کے پیچھے بند ہو جانے والے دروازے کو دیکھا تھا۔

''آپ باہر چلے جائیں پلیز۔'' اس کی آنکھوں میں ہراس تھا اور وہ حلق کے بل چیخی تھی، زیاد کے چہرے پہ تغیر پھیل کر رہ گیا تھا، زینب کی منگنی کے دن جو کچھ ان کے بیچ ہوا تھا وہ نوریہ کو اس سے بہت بدگمان کر گیا تھا، اس کے بعد کتنی مرتبہ زیاد نے اسے وضاحت دینی اور غلط فہمی کو دور کرنا چاہا تھا مگر وہ اسے موقع کہاں دیتی تھی، اسے دیکھ کر یوں سر پہ پیر رکھ کے بھاگتی جیسے خدانخواستہ عفریت دیکھ لیا ہو، خود زیاد اپنی پڑھائی میں بہت مصروف ہو گیا تھا اس کا فائنل ائیر تھا ہاؤس جاب چل رہی تھی، اس کے باوجود اس نے نوریہ سے بارہا مرتبہ بات کرنا چاہی تھی مگر نوریہ نے ہر مرتبہ کوشش ناکام بنا دی اور وہ یہ سوچ کر ہمیشہ مسکرا دیتا کہ وہ جب اس پہ اپنے جذبے آشکار کرے گا تو اس کی ساری غلط فہمی دور ہو جائے گی مگر اب نوریہ کے رویئے نے اسے صورت حال کی گمبھیرتا کا احساس دلایا تھا تو پریشانی تفکر میں ڈھلنے لگی۔

''دیکھو نوری تم مجھے بہت غلط سمجھی تھیں میں تو تم سے......''

''نو آرگومنٹ، نو آرگومنٹ اوکے؟ آپ چلے جائیں یہاں سے ورنہ میں شور مچا کر سب کو اکٹھا کر لوں گی۔'' نوریہ نے لال بھبھوکا ہوتے چہرے کے ساتھ چیخ کر کہا تو زیاد کو ذہنی دھچکا لگا تھا۔

''نوریہ......!'' وہ ششدر رہ گیا۔

''جائیں آپ یہاں سے پلیز۔'' ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ کر وہ بے ساختہ رو پڑی تو زیاد کے چہرے پہ تغیر سمٹ آیا تھا ہونٹ بھینچے وہ ایک جھٹکے سے پلٹا تو اس کا ذہن بے حد پراگندہ ہو رہا تھا، اسے لگا معاملہ اس کے ہاتھ سے مکمل طور پہ نکل گیا ہے، اسے مما سے بات کرنی چاہیے تھی، اسی سوچ کے ساتھ وہ لمبے ڈگ بھرتا شاہ ہاؤس پہنچا تھا اور مما کی تلاش میں ہال کمرے میں آ گیا، وہاں زینب کی حالیہ طے ہونے والی شادی کا موضوع زیر بحث تھا، وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔

''کیا بات ہے زیاد بیٹے؟'' مما نے اس کی پریشانی کو نوٹس کیا تو اٹھ کر اس کے پاس آ گئی۔

''زینب کی شادی میں ابھی ایک مہینہ ہے نا مما۔''

''ہاں تو......'' اس کی ادھوری بات پہ وہ الجھ کر رہ گئیں۔

''ایک کی بجائے اگر شاہ ہاؤس میں دو شادیاں ہوں تو......؟''

''ہم تو خود ہی چاہتے تھے بیٹے مگر جہان ہے تو وہ ہاتھ نہیں آتا اور معاذ بھی مرضی کا مالک ہے، آنے والا تو ہے واپس دیکھو کیا چاند چڑھاتا ہے۔'' مما اس موضوع کے چھڑتے ہی حسب سابق جذباتی اور دکھی نظر آنے لگیں جبکہ وہ بے زار ہوا تھا۔

''افوہ مما کیا صرف وہی دونوں شادی کے قابل ہیں موصوف؟ میں بھی غالباً اب بڑا ہو گیا ہوں۔'' وہ جس قدر جھنجھلایا تھا مما کو اسی قدر ہنسی اور پیار آیا اس پہ۔

''میرے چاند میں جانتی ہوں آپ بھی ماشاءاللہ جوان ہو گئے ہو، مگر ان دونوں بڑوں کو چھوڑ کر آپ کا پہلے کیسے کر دیں پھر اب لڑکی بھی تو دیکھیں گے نا۔''

''کہاں دیکھیں گی؟ خاندان میں بھی تو ہیں نا؟'' وہ بے اختیاری میں کہہ گیا مگر مما کو چونکتے اور اسے حیران ہو کر دیکھنے پہ نظریں چرا کر خجل نظر آنے لگا تھا۔

''کس کی بات کر رہے ہو؟'' وہ جیسے ایکدم پر جوش ہوئیں، پہلا خیال نوریہ اور حوریہ کی جانب ہی گیا تھا۔

''مما مجھے نوریہ بہت پسند ہے مگر......'' وہ ان کے شانے سے چہرا اٹکا کر منمنایا اور جھجک کر تھم گیا، مما نے اسے دھیان سے مگر مسکراتی نظروں سے دیکھا تھا۔

''مگر وہ تمہیں بھائی کہتی ہے اور تمہارے منع کرنے کے باوجود باز نہیں آئی۔'' انہیں بھی سال پرانی بات یاد تھی زیاد کی خجالت دیکھنے کے لائق تھی۔

''وہ تو خیر خود بخود باز آ جائے گی مگر معاملہ کچھ اور ہے۔'' سر کھجا کر اس نے اصل بات کی جانب دھیان لگایا۔

''کیا بات ہے بتائیں نا بیٹے!''

''مما وہ شاید مجھے پسند نہیں کرتی یا پھر غلط سمجھتی ہے، اس روز میں بہت خفا ہو رہا تھا نا اس پہ بس غصے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔'' زیاد نے وہ پورا واقعہ شرمسار سے انداز میں سنایا تو مما نے گہرا سانس بھرا تھا۔

''اسی لئے تو غصے کو حرام قرار دیا گیا ہے بیٹے! یہ ہمیشہ بے وقوفی سے شروع ہو کر شرمندگی پہ ختم

ہوتا ہے۔'' ان کا انداز ناصحانہ تھا زیاد کچھ اور بھی شرمندہ نظر آنے لگا۔

''اب کیا کرنا ہے مما، ایک سال ہو گیا ہے اس بات کو مگر وہ اپنی خفگی ختم نہیں کر رہی۔''

''ٹیک اٹ ایزی بیٹا! میں آپا سے بات کرنے سے پہلے تمہارے پپا اور بھائی جان سے اور بھابھی بیگم سے مشورہ کر لوں پھر آپ کے لئے نوریہ کو مانگیں گے تو بچی کی ناراضگی خود بخود ختم ہو جائے گی۔''

''رئیلی مما!'' وہ بچوں کی طرح خوش ہوا تو مما نے سر ہلا کر اثبات میں جواب دیا تھا۔

☆☆☆

وسعت دشت ہجر دیکھ کے ڈر جاتا ہوں
تجھ سے آگے کا سفر دیکھ کے ڈر جاتا ہوں
شام کو یاد کے آنگن میں اتر جاتا ہوں
اور اس بزم سے پھر وقت سحر جاتا ہوں
میں تو قائم ہوں فقط تیری کشش کے باعث
تیری سرحد سے جو نکلوں تو بکھر جاتا ہوں
گنبد ذات سے جو صدا آتی ہے
شب کی تنہائی میں جو سنتا ہوں تو ڈر جاتا ہوں

پتہ نہیں کیسی قسمت تھی اس کی پریشانیوں اور الجھنوں نے جیسے اس کی ذات کا گھیراؤ کر لیا تھا شاید یہ پریشانیاں اس کی خود ساختہ تھیں وہ خود اپنے آپ کو دکھوں اور اذیتوں کے جال سے نکالنے کا خواہش مند نہیں تھا، ورنہ سال بھر سے زینب کی ناراضگی پہ اب مٹی ڈال چکا ہوتا، اگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا تو یہ دل کی بے بسی تھی دل جو محبت میں سب کھو کر بھی واپسی کے راستے پہ چلنے کا روادار نہیں تھا، زینب سے اب اسے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے تھا مگر اس کے دل کو سروکار تھا، جبھی تو وہ آسودہ نہیں ہو پاتا تھا، اس کے سیل کی بیپ ہونے لگی تو وہ چونکا، معاذ کا فون تھا اس نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ہی کال ریسو کی۔

''کیسے ہو جان من!'' معاذ کا موڈ یقیناً اچھا تھا، وہ بے دلی سے مسکرایا۔

''فائن تم کیسے ہو؟''

''ٹپ ٹاپ جناب! سنو میں پاکستان واپس آرہا ہوں، پپا کو میرا میسج دے دینا اپنی پینڈو بہو کا داخلہ اب شاہ ہاؤس میں ممنوع کر دیں، بی کاز شہزادہ عالم اپنی ریاست میں ناپسندیدہ لوگوں کو پسند نہیں فرمائیں گے۔''

زینب کی منگنی پہ پرنیاں کی آمد کا اسے علم ہو گیا تھا، وہ اتنا خفا ہوا تھا کہ زینب کی منگنی کی مووی اور تصاویر تک دیکھنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

''مگر کیوں؟'' جہان کو اس کی یہ منطق ہرگز سمجھ نہیں آئی تھی۔

''میں جانتا ہوں پپا اور مما نے محترمہ کو ہر جگہ آگے رکھا ہو گا ہر تصویر میں ہو گی وہ سجی ہوئی مجھے

قرآن شریف کی آیات کا احترام کیجیے

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

امپریس کرنے کی فرسودہ چال چلی ہے ان لوگوں نے مگر میں کامیاب ہونے نہیں دوں گا، یونو پارلر سے تو اگر چڑیل کو بھی توجہ سے میک اپ کرا لیا جائے تو وہ بھی پری نظر آسکتی ہے پھر ڈیجیٹل کیمرے کا کمال مگر میں 1970ء کی فلموں کا کوئی ہیرو نہیں ہوں جو اس چکر میں پھنس جاؤں اونہہ۔'' اور جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا تھا ایک سال بعد بھی اس کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

''کب آرہے ہو تم؟'' جہان نے اسے سمجھانے کا ارادہ ترک کر کے پوچھا۔

''یہ سرپرائز ہے جناب، نہیں بتا سکتا۔''

''ٹھیک ہے اکیلے خوار ہو کر گھر پہنچنا پروٹوکول ضروری نہیں۔''

''سرپرائز الگ ٹور ہے۔'' وہ اپنے موقف سے نہیں ہلا تھا کچھ مزید باتوں کے بعد جب معاذ نے فون بند کیا تو اسی پل پھر بیل بجنے لگی تھی جہان نے گہرا سانس بھر کے مسز آفریدی کے نمبر کو دیکھا اور جیسے طوعاً کرہاً کال ریسو کی۔

''جہانگیر بیٹے اس وقت مجھ سے ملنے آسکتے ہو، بہت اہم بات کرنی ہے۔'' خلاف معمول انہوں نے بات کو طول نہیں دیا تھا۔

''اس وقت؟'' جہان حیران ہوا وہ آفس سے واپس گھر جا رہا تھا۔

''ہاں زیادہ وقت نہیں لوں گی آپ کا سو پلیز۔'' جہان نے کچھ سوچا پھر آمادگی ظاہر کر کے سیل بند کیا اور گاڑی کا رخ بدل دیا تھا۔

''جی فرمایئے۔'' وہ ان کے سامنے بیٹھا تو بے حد سنجیدہ تھا۔

''آپ کو ژالے کیسی لگتی ہے؟'' ان کے سوال نے اسے ایک دم چونکا دیا وہ حیران سا انہیں دیکھنے لگا تھا اور کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ انہوں نے اگلی بات کہہ کر گویا اسے شاکڈ کر ڈالا۔

''میں چاہتی ہوں ژالے کی شادی آپ سے کر دوں۔''

(جاری ہے)

بدلتے موسم

فلک ارم ذاکر

اس بار جب وہ میکے آئی تو دل میں پکا تہیہ کر کے آئی تھی کہ بس اب وہ واپس اپنے سسرال نہیں جائے گی، اس بات کا برملا اظہار اس نے شارق سے بھی کر دیا۔

''بس شارق بہت ہو گیا، اب آپ مجھے لینے مت آیئے گا۔'' اماں کے گھر کے دروازے پر بائیک رکتے ہی اس نے سوچا سمجھا جملہ بولا چلتی ہواؤں نے بے ساختہ ٹھہر کر اسے دیکھا تھا۔

''مطلب تم خود ہی آ جاؤ گی۔'' شارق نے اک نظر اس کے سنجیدہ چہرے پر ڈال کر بات کو مسکرا کر چٹکیوں میں اڑانے کی سعی کی۔

''جی نہیں، اگر آپ میرے لئے علیحدہ گھر کا بندوبست کر لیں تو میں بخوشی آپ کے ساتھ رہنے کو تیار ہوں۔'' شارق کے آگے بائیک پر براجمان ایک سالہ عاشر کو اپنی بانہوں میں لیتے ہوئے اپنی شرط بتائی۔

''تم جانتی ہو کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔'' بائیک کو ایک کک لگا کر اس نے اک خاموش نگاہ طوبیٰ پر ڈالی اور زن سے بائیک اڑاتا چلا گیا۔

''ہونہہ آپ کو میری کوئی پرواہ نہیں ہے تو میں کیوں آپ کی فکر کروں۔'' اس کے پیچھے راستوں میں اڑتی دھول سے نگاہ چرائی اور تنفر سے سر جھٹک کر دستک کے لئے ہاتھ بڑھایا تو دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا، وہ اندر چلی آئی۔

چھوٹے سے صحن میں خاموشی کا راج تھا اور یہ معمول کی بات تھی وہ جب میکے آتی دروازہ عموماً کھلا ہوا ملتا اور بھابی محلے کے کسی گھر سے برآمد ہوتیں، اب بھی بھابی کی غیر موجودگی پر وہ دل ہی دل میں قیاس آرائیاں کرتی اماں کے کمرے میں چلی آئی تو بے اختیار سکون کا احساس رگ و پے میں سرائیت کر گیا وہ غالباً عصر کی نماز کے بعد تسبیح پڑھنے میں مشغول تھیں اسے اچانک دیکھ کر یکدم بھی تو نہیں چھوڑی جا سکتی، اب بھی جلدی میں تھے اس لئے اندر نہیں آئے آپ کو سلام کہہ رہے تھے اور کہہ رہے تھے اتوار کو فرصت سے (اوقات میں) اماں کے حضور حاضری دوں گا۔''

سچ میں جھوٹ کی آمیزش کرتے ہوئے وہ نگاہیں چرا گئی، شارق ٹیلر ماسٹر تھا اس کی مصروفیت سے اماں واقف تھیں مگر نجانے کیوں وہ مطمئن نہ ہو سکیں مگر بہر حال طوبیٰ کی لمبی وضاحت پر خاموشی سے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

''او میری پیاری اماں! مجھے آپ کی اتنی یاد ستا رہی تھی اور آج کل دل اتنا اداس ہو گیا تھا آپ کے لئے، کہ میں فٹا فٹ آپ کے پاس رہنے کے لئے آ گئی۔'' اماں کے گلے میں دونوں بازو حمائل کرتے ہوئے اس نے اماں کے شانے پر چہرہ ٹکا دیا، جبکہ اماں مسکرا کر عاشر سے چھوٹی چھوٹی باتوں میں مشغول ہو گئیں۔

☆☆☆

''بھابی پلیز آج چنے کی دال مت بنائیں۔'' طوبیٰ عاشر کے لئے سریلیک بنانے کچن میں آئی تو بھابی کو چنے کی دال چنتے دیکھ کر بے اختیار کہہ اٹھی، پچھلے دو دن سے دوپہر اور رات کے کھانے میں چنے کی دال کھا کھا کر اس کا دل اوب گیا اور معدہ بھی کچھ گڑبڑ تھا، اللہ اللہ کر کے پرسوں کی پکی ہوئی چنے کی دال گزشتہ رات ختم ہوئی تھی اور آج بھابی پھر نئے سرے سے وہی دال پکانے جا رہی ہیں، وہ سوچوں کے جال میں الجھ کر رہ گئی جبکہ شیریں بھابی نے اس کی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا اور خاموشی سے دال بھگو کر رکھ دی۔

''بھابی وہ دراصل میرا معدہ کچھ اپ سیٹ ہے اس لئے میں کہہ رہی تھی کہ آپ کچھ پکا لیتیں۔'' بھابی کی بدستور خاموشی پر وہ افسردگی سے وضاحت دیتی پلٹ آئی۔

''کیا شیریں بھابی محض ضد میں میرے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہی ہیں مگر کیوں؟ بھابی ایسا کیوں کر رہی ہیں؟'' مختلف سوچوں کی یلغار نے اسے نڈھال سا کر دیا۔

☆☆☆

مسلسل دستک کی آواز پر برتن دھوتی طوبیٰ صابن لگے ہاتھوں سمیت کچن سے باہر نکل آئی اور چھوٹا سا صحن عبور کر کے دروازہ کھول دیا۔

''جی آپ کون!'' درمیانی سی عمر کی ایک اجنبی خاتون کے سلام کا جواب دے کر سوال داغا۔

''آپ کون؟'' وہ عورت الٹا اسی سے استفسار کر بیٹھی۔

''میں......'' خفیف مسکراہٹ سمیت ابھی وہ کچھ کہہ بھی نہ پائی کہ اسی اثناء میں شیریں اپنے کمرے سے نکل آئی اور طوبیٰ کی بات اچک لی۔

''یہ میری نند ہے، عابدہ باجی اور طوبیٰ یہ

لوگ ہمارے نئے ہمسائے ہیں چند دن پہلے یہاں شفٹ ہوئے ہیں۔" انہوں نے دونوں کے تعارف کا مرحلہ نمٹایا اور عابدہ باجی نے ان کی معیت میں صحن میں بچھی چارپائی کی سمت قدم بڑھائے، مگر ان کی سوئی طوبیٰ پر ہی اٹکی ہوئی تھی۔

"نند ہے تو آپ کے ساتھ کیوں نہیں رہتی۔" وہ بے حد حیرانی سے طوبیٰ کا جائزہ لینے لگیں، کیونکہ اتنے دن سے شیریں کے ہاں میل ملاپ میں وہ پہلی بار طوبیٰ سے متعارف ہوئی تھیں۔

"کیونکہ میں شادی شدہ ہوں۔" جواب بھابھی کے بجائے طوبیٰ نے مسکرا کر دیا تھا۔

"کیا؟" وہ مزید متعجب ہوئیں۔

"سنیں۔" کچن میں جاتی طوبیٰ آواز پر بے اختیار پلٹی۔

"بیٹا آپ تو کہیں سے میرڈ نہیں لگتیں بمشکل اٹھارہ سال کی لگتی ہیں۔"

"میرا ایک سال کا بیٹا بھی ہے۔" طوبیٰ کو ہنسی آ گئی۔

"ہائیں! ماشا اللہ ماشا اللہ۔" وہ گڑبڑا سی گئیں جبکہ وہ مسکرا کر کچن میں چلی آئی اور پھر سے برتن رگڑنے لگی۔

"اصل میں وہ دبلی پتلی ہے، اس لئے اپنی عمر سے کم لگتی ہے ورنہ تو اتنی بھی بچی نہیں ہے۔" شیریں کے لئے یہ ساری صورتحال ہی ناگوار تھی، بوٹا سا قد، سانولی رنگت، فربہی مائل جسم والی شیریں کو اپنی نند سے جی بھر کر حسد محسوس ہوا۔

"کچھ بھی کہو شیریں ایک بات ہے تمہاری نند ہے بہت پیاری۔" عابدہ باجی متاثر کن انداز میں گویا ہوئیں۔

"ہونہہ پیاری ہے اور مزاج توبہ توبہ۔"

"مطلب؟" عابدہ باجی ٹھٹکیں۔

"بھئی نخرہ تو سانس نہیں لیتا، میں نے آج چنے کی دال پکا لی تو آفت مچا دی کہ چنے کی دال نہیں کھانی، مت پوچھیں جب یہ میکے آتی ہے میری تو جان سولی پہ ٹنگی رہتی ہے کہ پتا نہیں مہارانی کو میری کون سی بات بری لگ جائے اور پھر ساس اور میاں کے ہاتھوں میری درگت بنے، اپنی تو سچی زندگی خراب ہے۔" شیریں نے مصنوعی رقت طاری کی۔

"آئے ہائے توبہ! شکل سے کیسی معصوم لگتی ہے۔" عابدہ باجی تو انگشت بدنداں رہ گئیں۔

"باجی یہ معصوم چہرے بڑے دھوکا باز ہوتے ہیں۔" شیریں کرب انگیز لہجے میں گویا ہوئی جبکہ دل ہی دل میں خود کو اتنی کامیاب اداکاری پر سراہا تھا۔

"ہاں تو اور کیا۔" وہ فوراً ہم نوا بن گئیں۔

"ارے ہاں میں تو برف لینے آئی تھی، مجھے ایک کٹورہ برف دے دو۔" انہیں اچانک یاد آیا تھا۔

صحن سے کچن کا فاصلہ ہرگز اتنا نہ تھا کہ طوبیٰ کی سماعتیں ان دونوں کی گفتگو سے فیض یاب ہونے سے محروم رہ جاتیں، بھابھی کی مبالغہ آمیزیوں پر اسے رنج و غم سے زیادہ حیرت کا شاک لگا تھا، جی تو چاہا کہ ابھی باہر نکل کر اپنی بھابھی کی بیان بازیوں کی قلعی کھول دے مگر وہ کمال مہارت سے ضبط کر گئی کہ اس میں ہرگز بھی اتنی ہمت نہیں تھی اور دوسرا یہ کہ وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی، سو دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی اماں کے کمرے کی سمت خاموشی سے بڑھ گئی اور دھیرے دھیرے آنگن کے در و دیوار پر اترتی دھوپ کا رنگ کچھ اور زردی مائل ہو گیا تھا۔

☆☆☆

آنگن میں لگے امرود کے پیڑ کی شاخوں پر پھدکتی بلبل کو دیکھ کر وہ ایکدم چونک گئی، وہ اس وقت آنگن کے پیڑ کے نیچے بچھی چارپائی پر بھابھی کے ساتھ بیٹھی پالک کے پتے چن رہی تھی۔

قریب ہی معز، عاشر کے ساتھ بال سے کھیلنے میں مگن تھا، جبکہ اماں کی طبیعت گزشتہ رات سے کچھ ٹھیک نہیں تھی ہلکا سا ٹمپریچر ہو رہا تھا، لہٰذا صبح ناشتے کے بعد دوا کھانے کی بدولت وہ سامنے کمرے میں بستر پر لیٹی اونگھ رہی تھیں اور غالباً ان کی آنکھ لگ گئی تھی۔

"بھابھی یہ وہی بلبل ہے ناں میری شادی سے قبل جو ہمارے آنگن میں نغمے گایا کرتی تھی، بہت سال گزرے اسی امرود کے پیڑ پر اس نے اپنا آشیانہ بنایا اور ایک مدت تک اس میں آباد رہی۔" بھابھی نے محض "ہوں" کہنے پر اکتفا کیا بلبل کو دیکھ کر اس کی بچپن کی یادیں تر و تازہ ہو گئی تھیں، جب وہ آنگن میں کھیل کے دوران مسلسل بلبل پر توجہ مرکوز رکھتی تھی جب وہ نغمے گایا کرتی تو دوڑ کر ابا کو مخاطب کرتی۔

"ابا دیکھیں بلبل گیت گا رہی ہے۔"

"میرے آنگن کی بلبل تو میری طوبیٰ ہے۔" اماں محبت سے اس کا ماتھا چوم لیتیں ابا تائید میں سر ہلا دیتے۔

"سچ اماں! میری آواز بھی اس کی طرح پیاری ہے لیکن مجھے تو اڑنا نہیں آتا۔" وہ یکدم بے تحاشا خوشی کے ساتھ ہی افسردہ ہونے لگتی۔

"جب تو بڑی ہو جائے گی تو، تو ہمارے آنگن سے اڑ کر کسی اور کے آنگن میں جا کر چہکے گی۔" ابا اس کا ہاتھ تھام کر محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگتے اور وہ ٹکر ٹکر اماں، ابا کو مسکراتا ہوا دیکھنے لگتی۔

ابا کی بات کا مفہوم اسے شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی سمجھ ہی آ گیا مگر بابل کا انگنا چھوڑ کر شارق کے سنگ رخصت ہوتے سمے صرف اماں اور بھائی کی دعاؤں کا آنچل اس کے سر پر تھا کیونکہ ابا تو بہت پہلے ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے اور ان کی جدائی کی کسک اس دہلیز کو چھوڑتے وقت کچھ اور بڑھ گئی تھی یہی وجہ تھی کہ دل کی سرزمین پر چھائے غم کے بادل آنکھوں کے راستے برس رہے تھے، مگر آنسوؤں کی بارش میں بھی شارق کے انگنے سے وابستہ خواب مسکرا رہے تھے۔

لیکن وہ خواب صرف خواب ثابت ہوئے اور چہکنا تو دور سسرال کے سخت روایتی اور گھٹن زدہ ماحول میں تو طوبیٰ کے لب مسکرانا ہی بھول گئے تھے۔

تین کنواری پکی عمر کی کرخت چہروں و لہجے والی نندوں جنہیں ہواؤں سے باتیں جوڑ کر لڑنے کی عادت تھی، سخت گیر ساس اکھڑ سسر اور بدتمیز و جاہل دیور کو خوش رکھنے کے لئے وہ تمام دن کولہو کے بیل کی طرح ان کی خدمت گزاری میں جتی رہتی مگر ایک حرف ستائش کہنا تو درکنار ان کے منہ کے بگڑے زاویے ہی سیدھے نہ ہوتے تھے، ان کا تعلق انسانوں کے اس قبیلے سے تھا جنہیں اعلیٰ سے اعلیٰ چیز میں بھی مین میخ نظر آتے ہیں وہ سراسیمہ سی تمام دن ان کے طعنے تشنے خاموشی سے سنتی رہتی اور اس بات پر اللہ کا شکر کرتی کہ شارق اپنے گھر والوں کی نسبت بہت سلجھا ہوا انسان تھا۔

"طوبیٰ میں جانتا ہوں میرے گھر والے تم سے برا سلوک روا رکھتے ہیں لیکن جس دن تم نے ان کے سامنے کسی بات پر ناگواری کا اظہار کیا یا

زبان کھولی تو وہ دن تمہارا اس گھر میں آخری دن ہوگا، تم میری نظروں سے گر جاؤ گی۔"
شادی کے شروع دنوں میں اس کی کہی گئی بات پر طوبیٰ نے سر تسلیم خم کر دیا تھا اور اس کی تحمل مزاجی اور خاموشی پر اسے گھنی (میسنی) جیسے القابات سے نوازا جاتا تھا۔

☆☆☆

خوش ہو گئیں، وہ سلام کر کے اماں کے گلے لگ گئی۔
"جیتی رہ میری بچی اللہ تجھے سدا سکھی رکھے، میں تو سچی تیری شکل دیکھنے کو ترس گئی تھی، شکر ہے تجھے بھی میکے کی یاد آئی۔" اماں بے اختیار آبدیدہ ہو گئیں۔
وہ اپنے دل کی کیفیات چھپاتی ہنس دی اور لاڈ سے اماں کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔
"اماں! اب میں آپ کے پاس سے کہیں نہیں جاؤں گی۔" عاشر کو پیار کرتے ہوئے اماں نے چونک کر بے ساختہ اسے دو ہتڑ رسید کیے۔
"آئے ہائے، کیا اول فول بک رہی ہے، اللہ تجھے اپنے گھر میں شاد و آباد رکھے، ماؤں کے کلیجے جبھی ٹھنڈے رہتے ہیں جب بیٹیاں اپنے گھروں میں شاد و آباد رہیں۔"
"ہاں تو کیا یہ میرا گھر نہیں۔" وہ بلبلاتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔
"تیرا گھر ہے تو سو بار آ، مگر پلٹ کے تجھے شارق کے گھر ہی جانا ہے کیونکہ تیرا سسرال تیرا اصل گھر ہے۔"
"میری چندا! میری بیٹیا بول اصل معاملہ کیا ہے؟ کہیں تو میاں سے روٹھ کر تو میکے نہیں آئی؟" اس کے تنے تنے سے چہرے پر گہری نگاہ ڈالتے ہوئے اماں نے پیار سے استفسار کیا، مگر ان کے لہجے میں ہزاروں اندیشے تھے۔

"جلدی بول کیوں اپنی بیمار ماں کے صبر کا امتحان لینے پر تلی ہے، ہائے مجھے تو ہول اٹھ رہے ہیں۔" اس کی مسلسل خاموشی سے نتیجہ اخذ کرتی اماں تو کلیجہ تھام کے رہ گئیں۔
"اماں! اماں ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ کو معلوم تو ہے شارق اکثر مجھے باہر سے ڈراپ کر کے چلے جاتے ہیں دکان کاریگروں کے اوپر
"طارق آج شام شارق نے اپنے دوست کی شادی میں جانا ہے تو ان کے براؤن ٹو پیس کے ساتھ یہ شوز میں نے پالش کر کے رکھے تھے تم ان کے کوئی اور شوز یا سینڈل پہن لو۔" حسب عادت اس کا دیور شارق کے نئے شوز پاؤں میں ڈالے اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ آؤٹنگ پر جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا جب طوبیٰ نے بے ساختہ اسے ٹوک دیا۔
"آئے ہائے میرا بھائی اتنی خوشی خوشی جا رہا ہے کیسے منہ بھر کے ٹوک دیا ڈائن نے۔" ایک نند بھڑکی۔
"اس نے اپنے بھائی کے شوز پہنے ہیں تجھے کیوں اتنی تکلیف ہو رہی ہے۔" دوسری نے بھی دخل دینا ضروری سمجھا۔
"تو ہوتی کون ہے میرے بچوں کے کسی معاملے میں بولنے والی۔" پھر ساس نے جو صلواتیں سنانی شروع کیں اور جلتی پر تیل نندوں نے ڈالا۔
"میں تو کہتی ہوں یہ جوتے اتار کر اس کے منہ پر مار۔" تیسری نند نے گھن گرج کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے نیازی سے باہر جاتے دیور کو بھڑکایا اور اسے اس قدر جوش آیا کہ اس نے اپنی آپا کے نادر مشورے پر عمل کرنے میں ایک منٹ کی تاخیر نہ برتی۔
"آہ۔" مجرموں کی مانند نظر جھکائے کھڑی

طوبیٰ کے منہ سے کراہ نکلی اور اس کا ہاتھ بے ساختہ اپنی ٹھوڑی اور ہونٹوں پر جا ٹھہرا، جہاں یکدم طارق کا تاک کر پھینکا گیا جوتا آ کر لگا تھا جس کی بدولت طوبیٰ کی ٹھوڑی بے تحاشا سوج گئی اور ہونٹوں سے خون رس کر اس کی گردن بھگونے لگا۔
تکلیف کے شدید احساس کے تحت اس کے آنسو پلکوں کے حصار کو توڑ کر تیزی سے اس کے عارض بھگونے لگے، اس کا چہرہ تکلیف ضبط کرنے کی شدت سے سرخ ہو گیا۔
"کام تو اس کے جوتے کھانے لائق ہی ہیں مگر تو نے کیوں مار دیا اب یہ میسنی شارق سے ایک کی دو لگائے گی تیرے خلاف بھڑکائے گی اسے۔" ساس نے بیٹے کو لتاڑا بھی تو کن الفاظ میں۔
"ہاں تو اماں مرد اب ہم عورتوں کی طرح تحمل مزاج تھوڑی ہوتے ہیں۔" بڑی نند لقمہ دے کر چلی گئی باقی افراد نے اس کی تقلید کی۔
شام کو اس کا ستا ہوا متورم و زخم خوردہ چہرہ دیکھ کر سسر اور شارق کی نگاہوں میں کئی سوال ابھرے جنہیں زباں تک پہنچنے سے پہلے ہی ساس نے پیش بندی کے طور پر طوبیٰ سے محبت و ہمدردی کے کلمات کہے اور طارق کی خطا کو نادانستگی کے زمرے میں ڈال دیا، طوبیٰ سب کی مبالغہ آمیزیوں پر خاموشی سے سر جھکائے آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں گود میں سوئے عاشر کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔
پورا ایک ماہ لگا تھا چہرے پر لگے زخم مندمل تو ہو گئے مگر جو گھاؤ دل پر لگے تھے وہ اکثر رات کے اندھیروں میں سلگتے کرلاتے تھے، اس دوران وہ اماں کی یاد کو دل میں دبائے رہی کہ سامنے جا کر نہ ہی اس بڑھاپے میں ان کے لئے دکھ کا سامان کرنا تھا اور نہ ہی وہ ابھی خود میں ان کی کھوجتی نگاہوں کا سامنا کر کے کوئی اور جھوٹ بول کر نبھانے کی تاب خود میں پاتی تھی۔
اس لئے ایک ماہ بعد جب میکے کی دہلیز پر آئی تو اس سے گزشتہ شب شارق کو خود پہ بیتنے والے تمام حالات کہہ سنائے اور معمول کے انداز میں ساس سے اگلی صبح اجازت لے کر رخصت ہوئی اور دل میں انگڑائی لیتی علیحدہ گھر کی آرزو شارق کی سماعتوں کے سپرد کر کے مطمئن ہو گئی مگر شارق کا جواب خاصہ حوصلہ شکن تھا۔
"تم جانتی ہو کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔" شارق کے اٹل لہجے میں کہے گئے الفاظ اسے ہمہ وقت کشمکش میں مبتلا رکھتے۔
عاشر اور معیز کی خوشی سے بھرپور آوازیں یکدم اسے حال میں دوبارہ کھینچ لائیں، محض ایک لمحہ میں وہ ایک طویل اور تھکا دینے والی مسافت طے کر آئی تھی جو اس کے وجود پر تھکن کی صورت در آئی۔
"ہاں یہ وہی ہے اس کی آنکھ کے نیچے دائیں طرف کے پروں کا کچھ حصہ سفیدی مائل ہے۔" وہ بغور بلبل کو ملاحظہ کر رہی تھی، عاشر کے ساتھ کھیل ادھورا چھوڑ کر معیز نہایت پرشوق انداز میں بلبل کو دیکھنے لگا، طوبیٰ پھپھو کی باتوں پر اس کے چہرے پر دبی دبی جوش کی کیفیت نظر آنے لگی۔
"ہیں پھپھو! اگر یہ بلبل یہاں رہتی تھی تو پھر کیوں چلی گئی؟"
"ارے اس نے کسی اور شجر پر اپنا اک نیا آشیانہ بنا لیا ہوگا اس لئے ادھر کوچ کر گئی۔"
طوبیٰ کے کچھ کہنے سے قبل شیریں نے "ماما چیا۔" وہ اس کی اچھل کود پر خوشی سے قلقاریاں مارنے لگا، وہ ہر پرندے کو چڑیا سمجھ کر

پالک کاٹتے ہوئے قدرے بیزار سے انداز میں معیز کو سمجھایا انہیں بلبل کا تذکرہ سرے سے پسند ہی نہیں آیا تھا۔

''عاشر! وہ دیکھو بلبل۔'' وہ نہایت شوق سے عاشر کو ڈال پر پھدکتی بلبل دکھا رہا تھا۔

''چیا۔'' عاشر نے اسے اپنے ہی معنی پہنائے اسی طرح کھلکھلاتا تھا۔

''اوں چیا گئی۔'' اسی پل بچوں کے منہ لٹک گئے جبکہ طوبیٰ اب پوری توجہ سے آلو چھیل رہی تھی۔

''پھپھو اس کے منہ میں تنکے ہیں۔'' دو منٹ بعد ہی معیز کی آواز پر طوبیٰ نے بے ساختہ سر اٹھا کر دیکھا بلبل پھر سے امرود کے پیڑ پر چونچ میں دو تنکے لئے آن وارد ہوئی اور ہر شاخ پر بیٹھ کر دائیں بائیں پھدکتی پھر دوسری ڈال پر یہی مشق دہراتی۔

''میرے خیال سے یہ پھر سے اس شجر پر گھونسلہ بنانے کے لئے مناسب جگہ تلاش رہی ہے۔'' طوبیٰ نے با آواز بلند قیاس آرائی کی۔

''میں اسے واپس اس آنگن میں بسیرا نہیں کرنے دوں گی۔'' پالک کا کچرا اور آلو کے چھلکے شاپر میں بھرتے ہوئے بھابھی نجانے کیوں بھڑک اٹھیں۔

''کیوں بھابھی؟ آخر ان شاخوں پہ کبھی اس کا آشیانہ تھا اور وہ ان تناور شاخوں کے مان پر پھر سے اس آنگن کی ٹھنڈک میں آ کر آباد ہونا چاہ رہی ہے۔'' طوبیٰ نجانے کیوں بحث کرنے لگی حالانکہ یہ اس کی فطرت کے خلاف تھا۔

''میں یہ امرود کا درخت ہی کٹوا دوں گی ناں درخت کا نہ ہوگا ناں یہ لوٹ کر آئے گی۔'' طوبیٰ کو بلبل کے دفاع میں بحث کرتے دیکھ کر بھابھی غصے میں بل کھانے لگیں، بلبل نے اک نظر طوبیٰ اور شیریں کے متضاد کیفیات چھلکاتے لب و لہجے اور چہرے پر رقم تحریروں کو دیکھا پھر اسی لمحہ اڑ گئی۔

طوبیٰ نے چونک کر بھابھی کا تنفر زدہ انداز ملاحظہ کیا اور بے اختیار دل تھام لیا۔

''نہیں ماما، نہیں مجھے یہ بلبل اچھی لگتی ہے۔'' معیز بسورا جبکہ عاشر پھر سے بال کے ساتھ کھیلنے میں مگن ہو گیا۔

''مگر مجھے اب بلبل کی موجودگی سے الجھن ہوتی ہے کیونکہ یہ گھر صرف میرا ہے۔''

بھابھی کی آنکھوں میں نفرت کی چمک لہرائی جس نے طوبیٰ کے دل کو انہونی کا احساس بن کر جکڑ لیا، وہ سبزی کی ٹوکری اٹھا کر کچن میں چلی گئیں، جبکہ معیز طوبیٰ کے سر ہو گیا۔

''نہیں پھپھو نہیں بلبل روٹھ جائے گی میں یہ درخت نہیں کٹنے دوں گا۔'' معیز نے بے تابی سے گم صم بیٹھی طوبیٰ کا بازو ہلا کر اسے متوجہ کیا۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہو تم ماما کا ارادہ ناکام کر دو۔'' اس نے بے ساختہ دعا کی تھی۔

☆☆☆

کل سے طوبیٰ کے دل میں اک عجیب سا خوف جاگزیں ہو گیا تھا اور وہ لاشعوری طور پر کئی بار یہ دعا مانگ بیٹھی۔

''اللہ میاں بلبل کے نئے آشیانے کی چلچلاتی دھوپ کی شدت میں کمی کر دے اللہ اس پر موسم کو مہربان کر دے اور بلبل کو اس آنگن سے روٹھنے نہ دینا اس کا مان شجر قائم رکھنا آمین۔''

اسے بلبل کے لئے فکرمند دیکھ کر رات کے دوسرے پہر آسمان پر جگمگاتے ستاروں نے بغور اپنے میکے کے آنگنے کی ٹھنڈک میں بچھی چارپائی پر بے چینی سے کروٹ بدلتی طوبیٰ کو دیکھا اور بے

ساختہ آمین کہا اور دھیرے دھیرے چلتی آدھی رات کی پرسکون ہوا کا جھونکا اسے محو دعا پا کر پراسراریت سے مسکرانے لگا کہ طوبیٰ نہیں جانتی تھی کہ وہ نجانے میں اپنے لئے دعا مانگ رہی ہے مگر اللہ نے اس کی دعا رد نہیں کی تھی۔

☆☆☆

آج کے دن کا آغاز ہی معمول سے کچھ زیادہ گرمی لئے ہوئے تھا خورشید آگ برسا رہا تھا اور ہر سو پھیلی زرد دھوپ روئے زمین پر موجود ہر جاندار کو گرم لو کے تھپیڑوں کے ذریعے نڈھال کرنے میں پوری طرح مصروف تھی۔

اوپر سے رہی سہی کسر لوڈ شیڈنگ نے نکال دی، اتوار کی بدولت بھائی گھر پر ہی تھے وہ اتوار کو دن چڑھے تک سونے کے عادی تھے۔

صفائی ستھرائی سے فارغ ہو کر طوبیٰ نہائی تو طبیعت کو گونہ گو اک سکون کا احساس ہوا، بے اختیار گہری سانس بھرتی وہ اماں کے کمرے میں چلی آئی، اماں دستی پنکھے سے سوئے ہوئے عاشر کو ہوا جھلنے میں مصروف تھیں اور لگے ہاتھوں واپڈا والوں کو کوسنے کا اہم فریضہ سرانجام دے رہی تھیں، جبکہ بھابھی کچن میں معیز کے لئے ناشتہ بنانے میں مگن تھیں طوبیٰ اور اماں تو سویرے ہی ناشتہ کر چکے تھے۔

''ارے اماں آپ تھک جائیں گی لائیے میں پنکھا جھل لوں۔''

''طوبیٰ آج اتوار ہے شارق کتنے بجے تمہیں لینے آئے گا؟'' اماں نے تو جیسے انگلیوں پہ دن گن گن کر اتوار کا انتظار کیا تھا، وہ اسے جلد سے جلد واپس بھیج دینا چاہتی تھیں، ان کی بات پر اماں کے ہاتھ سے پنکھا لے کر ہوا جھلتے اس کے ہاتھ لمحہ بھر کے لئے ساکت ہو گئے۔

''اماں! آپ کو بہت جلدی ہے مجھے یہاں سے نکالنے کی، میرا ابھی دل نہیں بھرا میں ابھی چند دن اور آپ کے پاس گزاروں گی۔'' وہ بے اختیار نظر چرا کر گویا ہوئی بے خبر تھی کہ اس کے لفظوں کا کھوکھلا پن اماں نے اول روز ہی محسوس کر لیا تھا۔

''اللہ نہ کرے کہ تو اور چند دن یہاں رہے میں نے آج خود شارق کو فون کیا تھا وہ شام میں آنے کا کہہ رہا تھا تو اپنا سامان سمیٹ کر جانے کے لئے پر تول لے۔''

''اماں! آپ...... آپ نے شارق کو کیوں فون کیا؟'' وہ الجھ گئی۔

''میں تیری ماں ہوں تو میری ماں نہیں، آئی بڑی ماں کے کام میں نقص نکالنے والی، اور بی بی میں اندھی نہیں ہوں میری بھی دو آنکھیں ہیں، تم لوگوں کی جو بھی چپقلش ہے اسے ختم کرو اور خود آپس میں نمٹاؤ۔''

''بیٹیاں سسرال میں بستی ہی بھلی لگتی ہیں روٹھ کر میکے آنے والیوں کو کوئی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔'' اماں نے اس کی ٹھیک ٹھاک عزت افزائی کی۔

''میں کسی سے روٹھ کر میکے نہیں آئی آپ تو خواہ مخواہ کے مفروضے قائم کر رہی ہیں۔'' طوبیٰ نے کمزور سے لہجے میں احتجاج کرنا چاہا کیونکہ وہ واقعی کسی سے بھی روٹھ کر میکے نہیں آئی تھی۔

''بی بی یہ بال میں نے دھوپ میں سفید نہیں کیے۔'' اماں نے اپنے سر کے سفید بال باقاعدہ ہاتھ کے اشارے سے اسے دکھائے۔

''اماں آپ نہیں جانتی یہ دو سال میں نے جس جہنم میں کاٹے ہیں اور اب مجھ میں مزید جھلتے لہجے و رویوں کو سہنے کی تاب نہیں ہے میں اس گھٹن زدہ ماحول میں نہیں جانا چاہتی اس لئے شارق سے علیحدہ گھر کی ڈیمانڈ کی ہے۔'' اس

سے پہلے کہ اماں طوبیٰ کو مزید کوئی لیکچر دیتیں، اسی پل باہر سے آتی ملی جلی آوازوں نے ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لی، طوبیٰ بھی یکدم ہڑبڑا اٹھی۔

آواز بلاشبہ بھیا کی تھی اور وہ کسی بات پر برہم ہو رہے تھے۔

''تمہاری بے جا نرمی و مروت نے یہ دن دکھایا ہے۔'' ان کا مخاطب غالباً بھابھی تھیں۔

''اللہ خیر یہ آج عظیم کو کیا ہو گیا۔'' اماں عجلت میں اٹھی تھیں اور اسی پل اپنے نام کی پکار کر وہ بھی باہر کی سمت لپکی۔

''میں کہہ رہی ہوں ناں آپ رہنے دیں میں خود اپنے طور پر پوچھ لوں گی۔'' شیریں بھابھی شیریں لہجے میں بھیا سے مخاطب تھیں، جبکہ طوبیٰ ناسمجھی سے بھیا کا اشتعال آمیز چہرہ دیکھ رہی تھی ان کی آنکھوں میں اس کے لئے نفرت کا زہر تھا یا شاید اس کی بصارت کو دھوکہ ہوا تھا۔

''نہیں میں اس سے خود نمٹوں گا۔''

''کیا ہوا بیٹے؟'' اماں کے لہجے میں ہزاروں خدشات جھلک رہے تھے، چھوٹے سے آنگن میں پھیلی زرد دھوپ نے لحظہ بھر کے لئے ٹھٹک کر برآمدے میں جھانکا۔

''اماں! پوچھیں اس سے کہ یہ ہمارے صبر و برداشت کا امتحان کیوں لے رہی ہے؟''

طوبیٰ کے کان سائیں سائیں کرنے لگے (تو کیا شارق کے گھر والوں نے بھیا سے کچھ الٹا سیدھا کہہ دیا ہے) وہ مختلف وسوسوں کا شکار ہونے لگی۔

''دیکھو طوبیٰ! سیدھی طرح سے وہ تین ہزار واپس کر دو جو تم نے شیریں کے پرس سے چرائے ہیں۔''

بھیا کے اگلے جملے نے گویا اس کی سماعتوں کے قریب بم پھوڑا تھا، اس نے بے اختیار اپنے لڑکھڑاتے وجود کو سنبھالنے کے لئے برآمدے کے پلر کی جانب ہاتھ بڑھایا مگر فوراً ہی واپس کھینچ لیا گرمی و دھوپ کی شدت سے جھلستا پلر اسے جلن و تپش کے سوا کچھ نہ دے سکا تھا، حیرت دکھ بے یقینی کی ملی جلی کیفیات نے اسے ساکت کر دیا وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے بھیا کے چہرے پر پھیلی نفرت اور آنکھوں سے نکلتے بدگمانی کے شعلے ملاحظہ کرنے لگی۔

صحن میں چکراتی لو کے گرم تھپیڑے برآمدے کے آخری سرے پر کھڑی طوبیٰ کے وجود سے آن ٹکرائے قریب تھا کہ وہ لڑکھڑا کر گر پڑتی کہ اماں نے اپنا نحیف ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا۔

''آئے ہائے عظیم تو ہوش میں تو ہے؟ تجھے علم ہے تو کیا کہہ رہا ہے۔'' ان کے لہجے میں بے حد ملامت تھی۔

''اماں! ہوش تو بہت پہلے سے تھا مگر آپ کی اس فرشتہ صفت بہو کے کہنے پر آج تک خاموش رہا کہ یہ نہیں چاہتی تھی گھر کے ماحول میں تناؤ یا بدمزگی ہو ورنہ نہ پوچھیں اپنی بیٹی سے جب یہ میکے کا چکر لگاتی ہے تو ہمارے گھر سے کوئی نہ کوئی چیز کیوں غائب ہو جاتی ہے، مگر اب میری برداشت کی حد ہو گئی پورے تین ہزار پہ ہاتھ صاف کیا ہے اس نے۔''

دھوپ مزید گہری ہونے لگی طوبیٰ کو لگا امرود کا پیڑ ہوا کے تیز جھکڑوں سے زور و شور سے ہل کر جڑ سے اکھڑ رہا ہے، صدمے اور بے یقینی کے شدید احساس نے اس کی قوت گویائی سلب کر لی، آنکھیں لبالب پانیوں سے بھرنے لگیں۔

''عظیم تجھے بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے

ہر کر بھی ایسا کام نہیں کر سکتی تو کیا اپنی معصوم کو نہیں جانتا عمر کا ایک حصہ گزارا ہے تو نے کے سنگ۔'' اماں نے ان کی بدگمانی دور نے کی اپنی سی کوشش کی جبکہ شیریں محض ں تماشائی کا کردار ادا کر رہی تھی اور معیز اپنا ادھورا چھوڑ کر بڑوں کے مابین ہونے والی فتگو بغور ملاحظہ کر رہا تھا۔

''ہونہہ میں کون سا سارا دن اس کے ے سے لگ کر بیٹھا رہتا تھا جو مجھے اس کی ں حرکتوں کا علم ہو پاتا۔''

بھیا کے جواب پر اماں کلیجہ تھام کے رہ گئیں نے بے ساختہ لب کچل کر بے اختیار کچھ ی کوشش میں لب وا کرنے چاہے مگر سوں پر بہتا گرم سیال اس کی ہر سعی کو ناکام کر

''میرے مولا میری بچی کو ذلیل ہونے اور بے اعتباری کے درد سے بچائے میرے ب۔'' اماں نے بندوں سے مایوس ہو کر خالق ی کو صدق دل سے پکارا اور وہ تو ہے ہی رحیم و یم کیسے انہیں اپنی رحمت سے فیضیاب نہ کرتا وہ ہ رگ سے زیادہ قریب ہے کیسے ممکن تھا کہ دل کی فریاد رد کر دیتا۔

''سیدھی طرح سے اب پیسے واپس کر دو ی والی عورت کو دینے ہیں۔'' بھابھی نے تڑخ کہا تھا۔

''ب...... بھ...... بھیا...... میں...... میں چور نہیں ہوں۔'' سسکیوں کے درمیان کل اس نے لب کشائی کی۔

''اللہ جانتا ہے میں......'' وہ بات ادھوری ڑ کر پھر سے رونے لگی اماں نے اسے خود سے یا

''ناں میری بچی تجھے وضاحت دینے کی

کوئی ضرورت نہیں۔'' سی پل معیز کچن میں گھسا اور اگلے لمحے باپ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''یہ لیں پاپا آپ کہیں یہ پیسے تو نہیں ڈھونڈ رہے؟'' باپ کے ہاتھ میں آٹے کی خشکی میں لتھڑے نوٹ تھما کر دریافت کیا۔

''یہ تمہیں کہاں سے ملے؟'' بھیا از حد حیران ہوئے۔

''معیز دفع ہو جاؤ جا کر ناشتہ پورا کرو۔'' شیریں نے اسے پرے دھکیلا مگر وہ بھی اسی کا لخت جگر تھا، فوراً تڑاخ سے بولا۔

''میں تو یہ پیسے دینے آیا تھا ماما خود ہی آپ نے آٹے کی بالٹی میں پیسے چھپائے خود ہی شور مچا دیا۔'' اس نے کچن میں ناشتے کے دوران ماں کی یہ حرکت ملاحظہ کی تھی اس انکشاف نے جہاں شیریں کو بغلیں جھانکنے پر مجبور کیا وہاں تمام حاضرین کو دم بخود کر دیا۔

''او ہاں یہ میں نے ہی تو رکھے تھے ذہن سے نکل گیا، میں بھی ناں بس......'' شیریں کی کھسیانی وضاحت پر بھیا نے ایک ملامت بھری نگاہ اس کے خفت زدہ چہرے پر ڈالی اور اس کا اصل چہرہ ان کی نظروں میں روشن ہو گیا۔

اماں نے بے اختیار اللہ کا شکر ادا کیا اور آبدیدہ نگاہیں فخریہ انداز میں بیٹے کے چہرے پر ٹکا دیں، عین اسی پل بھیا آگے بڑھے اور اپنا کپکپاتا ہوا ہاتھ روتی ہوئی طوبیٰ کے سر پر رکھ دیا اور چہرے پر ڈھیروں ڈھیر شرمندگی کا عکس لئے ایک کاٹ دار نظر اپنی بیوی پر ڈال کر باہر نکل گئے، طوبیٰ نے روتی آنکھوں سے امرود کا درخت دیکھا جو اب ساکت کھڑا تھا مگر اب وہ اس قابل نہیں تھا کہ بلبل اس پر مان کرتی۔

☆☆☆

''طوبیٰ میں جانتا ہوں میرے گھر والے

برے ہیں مگر میں ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتا کم از کم جب تک میری تینوں بہنیں اپنے گھروں کی نہیں ہو جاتیں بلکہ جب تینوں بہنیں اپنے گھر کی ہو جائیں گی تو اماں کے رویے میں ضرور تمہارے لئے لچک و نرمی آ جائے گی پھر ہم والدین سے علیحدہ ہو کر کیا کریں گے؟''

اسی شام شارق ان کے سادہ سے ڈرائنگ روم میں بیٹھا طوبیٰ سے مخاطب تھا جبکہ ننھا عاشر باپ کی گود میں سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔

''شارق میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ آپ اپنے والدین سے علیحدہ ہو جائیں۔''

''تو پھر گھر چلو مجھے کس بات کی سزا دے رہی ہو؟ میں تو تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں ناں میری خاطر اپنی نندوں کے کسیلے لہجے برداشت کر لو مجھے یقین ہے کہ ایک دن میری اماں تمہاری خدمت و محبت کی دل سے معترف ہو جائیں گی اور میں گارنٹی دیتا ہوں طارق آئندہ کبھی تم سے بدتمیزی نہیں کرے گا۔'' شارق لجاجت سے اس کا ہاتھ تھامے گویا ہوا طوبیٰ کے آنسو بہہ نکلے، جنہیں شارق نے اپنی پوروں پر چن لیا۔

''طوبیٰ میکے کی دہلیز پر اپنوں کے ہاتھوں خوار ہونے سے بہتر ہے سسرال میں شوہر کی محبت کے سہارے گزارہ کرے میکے کا مان تو بھربھری ریت کی دیوار ہے اسے کبھی مت آزمانا میری بچی۔'' اسے دوپہر میں اماں کے کہے گئے الفاظ یاد آئے اور اس نے شارق کے ساتھ جانے کے لئے حامی بھر لی۔

''تھینک یو جان! تم نے میرا مان رکھ لیا۔'' وہ محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

(مان میں نے آپ کا نہیں بلکہ اپنے میکے کے مان کو آپ کی نظر میں ٹوٹنے سے بچایا ہے اور کیا زندگی اتنی آسان ہو سکتی ہے جیسے آپ امید دلائی ہے وہ نندیں جن کی شادی کی عم محض لڑکے والوں کے معیار پر پورا نہ اتر سکنے باعث نکلی ہیں تو کیا ان کی اب شادیاں ہو آسان ہے لیکن اگر اللہ چاہے تو کچھ بھی نا نہیں)۔

طوبیٰ نے دماغ سے تمام سوچیں جھٹک شارق کو دیکھا اور مسکرا دی۔

''میری بیٹیا سسرال میں قدم جمانے مقام بنانے کے لئے عورت کو نجانے کیا برداشت کرنا پڑتا ہے تو ہمت باندھے رکھنا حوصلہ تیرے خاوند کی محبت ہے۔''

شارق کے سنگ عاشر کو گود میں اٹھا جب وہ اماں سے رخصت مانگ رہی تھی تو انہو نے اس کے کان میں دھیرے سے سرگوشی کی اس نے سر ہلا دیا۔

''پھپھو آج بلبل نہیں آئی کیا وہ کبھی نہ آئے گی؟'' دیکھیں امرود کی پیڑ تو سلامت معیز نے جاتی ہوئی طوبیٰ سے سوال کیا۔

''بیٹیا اس پر یہ بات اچھی طرح آشکار چکی ہے کہ موسم بہت بے اعتبار شے ہے ٹھنڈک کبھی بھی تپش میں بدل جاتی ہے، ویسے بھی پنچھی ایکبار اڑ جائیں، پھر واپس پلٹنے کے موسم سازگار نہیں رہتے۔'' وہ معیز کا گال تھپتھپا آنکھوں کی نمی چھپاتی شارق کے پہلو میں بائیک کر جا بیٹھی جبکہ معیز ناسمجھی سے اس کے راستے پر اڑتی دھول کو دیکھ رہا تھا اور شام اختیار نم ہو گئی تھی۔

☆☆☆

وفا کے رشتے

شائستہ ساجد

"عشاء کرن میں تم سے محبت کرتا ہوں، تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتی۔" معیز کمال نے اس کے بازو سے پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"ڈونٹ ٹچ می، معیز کمال تم میرے لئے آسماں سے تارے بھی توڑ کر لے آؤ گے نا تب بھی میں تمہاری بات کا یقین نہیں کروں گی۔" وہ خود کو چھڑوا کر غصے سے بولی۔

"اس لئے..... اس لئے نا کہ تم اس مڈل کلاس اسفند یار سے محبت کرتی ہو۔" معیز نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں کسی سے محبت کروں یا نہ کروں، میری لائف ہے تمہیں اس کے بارے میں پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔" وہ غراتے ہوئے بولی۔

"دیکھو عشاء میری بات سمجھنے کی کوشش کرو زندگی گزارنے کے لئے صرف محبت ہی کافی نہیں ہوتی اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے، وہ سب کچھ اسفند یار کے پاس نہیں ہے، وہ ٹیوشنز پڑھا پڑھا کر یونیورسٹی کے اخراجات پورے کرتا ہے وہ تمہارے اخراجات کیسے برداشت کرے گا تم عیش و عشرت کی عادی ہو تم مڈل کلاس لوگوں کے ماحول میں نہیں رہ سکتی، میرے پاس دنیا جہاں کی نا صرف ہر چیز ہے بلکہ میں تم سے محبت بھی کرتا ہوں۔"

"معیز کمال اپنا یہ لیکچر کسی اور کو سنانا میں قائل ہونے والوں میں سے نہیں ہوں، میں نے اسفند یار کے خلوص اس کی شخصیت اور اس کے کردار سے محبت کی ہے اس کے اسٹیٹس یا پھر اس کی دولت دیکھ کر نہیں اور محبت ان مادی چیزوں کی محتاج نہیں ہوتی، آئندہ مجھے سمجھانے کی کوشش مت کرنا ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" وہ وارن کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

معیز کمال نے زمین پہ پاؤں سے زور ٹھوکر ماری پھر پارکنگ کی طرف آ گیا کلاسز چھ کر وہ گاڑی میں بیٹھ کر سڑک پہ کچھ دیر ادھر اُدھر پھرتا رہا پھر تھک ہار کر گھر چلا گیا۔

☆☆☆

"عشاء کبھی کبھی مجھے تمہارا ساتھ ایک خواب لگتا ہے ایسا خواب جس کی تعبیر کے بار میں کچھ نہیں معلوم۔" اسفند یار نے پانی میں ک اچھالتے ہوئے کہا۔

"اسفند تم خیالی دنیا سے باہر آ کر حقیقت میں آنکھ کھولو، تمہارا میرا ساتھ خواب نہیں حقیقت ہے، میں تم سے اتنا پیار کرتی ہوں کہ تمہارے لئے وہ تمام مادی آسائشیں چھوڑ سکتی ہوں ج اشیاء کا لالچ دے کر معیز کمال اور میرے والے مجھے تم سے دور کرنے کی کوشش میں ہوئے ہیں وہ لوگ کبھی نہیں سمجھ سکتے کہ محبت اشیاء کی محتاج نہیں ہوتی۔" وہ سمجھاتے ہو بولی، پھر اسفند کی طرف دیکھا جو خاموشی سامنے پانی میں پھینکے ہوئے پتھر سے پیدا ہو والے ارتعاش کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"اوہ ہو...... ہم کیا بورنگ ٹاپک بیٹھ گئے چلو کینٹین چلتے ہیں۔" عشاء نے ا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے کہا، وہ چپ چا اس کے ساتھ چلنے لگا۔

یوں سلیقے سے یاد آتے
جیسے بارش ہو وقفے وقفے

معیز کمال کی آواز پہ دونوں نے م دیکھا۔

"یہ کہاں سے آ گیا؟" عشاء نے بر منہ بنایا۔

"میں تو تمہاری زندگی میں ہر جگہ ہی آ چاہتا ہوں۔" وہ ان کے سامنے آ کر مسکر

ہوئے بولا۔

"معیز کمال تم اپنی حد میں رہا کرو۔" اسفند نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"چلو اس کے منہ مت لگو۔" عشاء اسے دھکیلتے ہوئے وہاں سے لے گئی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ یونیورسٹی میں ان کا تماشا بنے۔

☆☆☆

"تو پھر کیا سوچا تم نے۔" ممی نے ڈنر کے وقت عشاء سے پوچھا۔

"کس بارے میں ممی!" وہ لاپرواہی سے بریانی سے انصاف کرتے ہوئے بولی۔

"وہی معیز کمال کے پرپوزل کے بارے میں۔" انہوں نے کچھ سخت لہجے میں کہا۔

"پلیز ممی! اس ٹاپک کو یہیں ختم کر دیں میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا، آپ کیوں اس بات کو ڈیلی شروع کر لیتی ہیں۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"بیٹا آپ ریلیکس ہو کر کھانا کھائیں، ہم پھر کبھی بات کر لیں گے۔" ڈیڈی نے بہت نرم لہجے میں کہا۔

"آپ چپ رہیں آپ ہی نے اسے سر چڑھا رکھا ہے، اکلوتی ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ اسفند یار جیسے مڈل کلاس کا ہاتھ تھام لے۔" وہ غصے سے بولیں۔

"ممی!"

"ڈیڈی! آپ ہی اس ٹاپک کو لے کر بیٹھ جائیں، سکون سے بات کریں یا پھر جھگڑیں، میں جا رہی ہوں، مجھے کھانا نہیں کھانا۔" وہ اٹھ کر چلی گئی۔

محمود احمد اور ستارہ بیگم نے دکھ سے اپنی لاڈلی بیٹی کی طرف دیکھا، جو اتنی ضدی تھی کہ جس بات یا کام کے پیچھے پڑی وہ کر کے ہی چھوڑتی تھی، پھر ان دونوں نے بھی پریشانی سے کھانا نہیں کھایا تھا۔

"اسفند تم گاؤں کب جا رہے ہو؟" عشاء کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ وہ چونک سا گیا۔

"کیا بات ہے عشاء تم کچھ پریشان سی لگ رہی ہو۔"

"اسفند...... معیز کمال نے جب سے پرپوزل بھیجا ہے ممی، ڈیڈی مجھ سے ڈیلی پوچھتے ہیں، میں ہزار دفعہ منع کر چکی ہوں، لیکن وہ کہتے ہیں کہ معیز کمال نہ صرف ہماری کلاس کا ہے بلکہ اس کے ڈیڈی میرے ڈیڈی کے دوست بھی ہیں اس لئے مجھے ہاں کر دینی چاہیے، اس لئے میں چاہتی ہوں کہ تم گاؤں جا کر اپنی اماں اور بہنوں کو لے آؤ۔" عشاء کی بات پہ وہ مزید پریشان ہو گیا، لیکن مسکرا کر بولا۔

"تم فکر مت کرو میں اسی ویک اینڈ پہ جاتا ہوں اور انہیں لے آؤں گا، لیکن تمہارے گھر والے۔"

"اسفند وہ میری ذمہ داری ہے تم بس ان کو لے آؤ۔" اس نے مسکرا کر اس کی بات کاٹی۔

"او کے ٹھیک ہے۔" وہ کچھ مطمئن سا ہو گیا، کیونکہ ابھی گھر جا کر اماں کو سمجھانا تھا کیونکہ وہ تو لاہور اس لئے آیا تھا کہ پڑھ کر اچھی جاب کرے اور دونوں بہنوں کی شادی کرے گا، یہ تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ یہاں وہ عشاء کرن کی محبت میں اتنا ڈوب جائے گا کہ سب کچھ پیچھے چھوڑ کر اسے عشاء کے بارے میں ہی سوچنا پڑے گا، اس طرح کی بہت سی باتیں سوچتے ہوئے وہ عشاء کے ساتھ لیکچر اٹینڈ کرنے چلا گیا۔

"ممی اسفند گاؤں جا رہا ہے وہ اپنے گھر والوں کو ساتھ لائے گا آپ سے بات کرنے کے

لئے۔'' عشاء نے سارہ بیگم کو اطلاع دی، چائے کے سپ لیتے سائرہ بیگم نے بہت غور سے اس کی بات سنی، پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''تم بھی اس کے ساتھ چلی جاؤ۔''

''جی!'' وہ چونک گئی۔

''اس میں اتنا حیران ہونے والی کون سی بات ہے، تم اسے پسند کرتی ہو اس سے شادی کرنا چاہتی ہو تو شادی سے پہلے اس کا گاؤں اس کا گھر اس کا رہن سہن دیکھ آؤ میرا نہیں خیال اس میں کوئی حرج ہے۔'' انہوں نے بہت سکون سے جواب دیا۔

''ممی آپ کہہ تو ٹھیک رہی ہیں میں اسفند سے کہتی ہوں اور ہم یونیورسٹی سے کچھ دن آف کر لیتے ہیں ویسے بھی فائنل سمسٹر ہونے والے ہیں لیکچرز بہت کم ہوتے ہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی پھر موبائل پہ اسفند کا نمبر ملاتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی۔

''سائرہ ہماری بیٹی بہت خوش لگ رہی ہے ایسا کیا کہہ دیا تم نے۔'' محمود صاحب نے آتے ہوئے بیٹی کو خوش دیکھ کر پوچھا۔

''محمود صاحب اب ہماری عشاء معیز کمال سے ضرور شادی کرے گی۔'' وہ چائے کا کپ رکھتے ہوئے بولی۔

''میں سمجھا نہیں۔'' وہ سامنے والی چیئر پہ بیٹھتے ہوئے بولے، سائرہ بیگم نے ان کے لئے چائے نکالتے ہوئے ساری بات تفصیل سے بتائی۔

''تو تمہارا کیا خیال ہے وہ اس کا گھر وغیرہ دیکھ کر شادی سے انکار کر دے گی، مجھے نہیں لگتا۔'' وہ چائے پکڑتے ہوئے بولے۔

''وہ میری بیٹی ہے اتنا تو میں اسے جانتی ہوں، اگر انکار نہیں کرے گی تو کچھ لمحوں کے لئے سوچے گی ضرور، اس کی سوچوں میں ہلکی سی دراڑ ہی اس کے سر سے محبت کا بھوت اتار سکتی ہے۔'' سائرہ بیگم کی بات سن کر انہوں نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

عشاء نے جب گاؤں جانے کا کہا تو اسفند خوشی خوشی راضی ہو گیا، اچھا تھا اس کے سامنے اماں زیادہ پوچھ گچھ نہیں کریں گی، عشاء بہت خوش تھی زیادہ خوشی اسے اس بات کی تھی ممی ڈیڈی نے خود اسے اجازت دی تھی۔

☆☆☆

بس میں سفر کر کے آگے گاؤں میں وہ چاند گاڑی میں گئے یہ سب اسے اتنا اچھا لگا کہ وہ بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی، اس نے جینز پہنی ہوئی تھی اس لئے گاؤں کے لوگ اسے بہت حیرانگی سے دیکھ رہے تھے، وہ سب کچھ انجوائے کر رہی تھی پھر وہ ایک چھوٹی سی گلی جس میں گندے سندے بچے کھیل رہے تھے کچی گلی میں جگہ جگہ پانی کھڑا تھا جو جانے کتنے دنوں سے کھڑا تھا اس میں مچھر جمع تھا، بچے ننگے پاؤں اس میں مارتے تو مچھر اڑ اڑ کر ان کے میلے کچیلے ادھ ننگے جسم پہ بیٹھ جاتے۔

عشاء نے کراہت سے منہ موڑ لیا، اسفند سر جھکائے اس کے ساتھ چل رہا تھا، پھر وہ ایک کچے اور چھوٹے سے گھر کے آگے رک گئے، لکڑی کا ٹوٹا پھوٹا سا دروازہ جس پہ ٹاٹ کا پردہ لگا ہوا تھا، اسفند نے وہ اٹھایا سامنے کچے مگر صاف ستھرے صحن میں مرغیاں اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھیں سامنے چھوٹا سا برآمدہ جس میں لکڑی کا تخت بچھا تھا جس پہ پرانی لیکن صاف ستھری سرخ رنگ کے پھولوں والی چادر بچھی تھی اس پہ چشمہ لگائے ایک بوڑھی عورت سامنے پرات میں چاول چن رہی تھی، اچانک اس نے سامنے دیکھا۔

''بسم اللہ اسفند میرا بیٹا میرا چاند آ گیا، کوئی اطلاع بھی نہیں میرے بچے نے ارے حمیرا سمیرا کدھر ہو دیکھو بھائی آیا ہے۔'' کمرے سے دو تقریباً ہم شکل اور ہم عمر بھی لگ رہی تھیں کمزور سی صاف ستھرے سادہ سے کپڑے پہنے نکلیں۔

''بھیا۔'' اسفند سے چمٹ گئی تھیں پھر ان کی نظر عشاء پہ پڑی، وہ چونک گئیں۔

''یہ اتنی خوبصورت لڑکی کون ہے؟'' ان کی آنکھوں میں اشتیاق تھا، اماں بھی حیران ہو کر دیکھ رہی تھیں۔

''اماں یہ عشاء کرن ہے یونیورسٹی میں میرے ساتھ پڑھتی ہے، گاؤں دیکھنے آئی ہے کچھ دن رہے گی باقی باتیں بعد میں بتاؤں گا۔''

''ارے میرا بچہ اندر آ کر بیٹھ ساتھ مہمان ہے اور ہم نے تمہیں صحن میں ہی روک لیا اندر آؤ۔'' اماں نے بہت محبت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور اندر لے گئیں، چھوٹا سا کمرہ جس میں ایک پرانا سا قالین بچھا تھا اس پہ پلاسٹک کی کچھ کرسیاں اور موڑھے پڑے تھے دیوار کے ساتھ چھوٹا سا بیڈ لگا تھا سامنے دیوار کے ساتھ لکڑی کے چھوٹے سے ٹیبل پہ ٹی وی پڑا تھا، وہ ایک کرسی پہ بیٹھ گئی۔

''حمیرا، سمیرا بیٹی جاؤ کوئی چائے پانی لے کر آؤ، پھر کھانے کا انتظام بھی کرو۔'' اماں نے بیٹیوں سے کہا۔

''جی ٹھیک ہے اماں۔'' وہ دونوں باہر چلی گئیں۔

''بیٹی ادھر بیڈ پہ آ جاؤ، ٹھیک ہو کر بیٹھ جاؤ سفر کی تھکان ہو گی نا۔'' اماں نے محبت سے کہا۔

''وہ مجھے فریش ہونا ہے۔'' اس نے آہستہ سے آواز میں کہا۔

''اماں اسے ذرا واش روم لے جائیں۔'' اسفند نے ماں سے کہا۔

''بیٹا تم اپنے کپڑے نکال لو، میں غسل خانے میں پانی وغیرہ دیکھ کر آتی ہوں۔'' وہ باہر نکل گئیں۔

''تم آرام سے فریش ہو جاؤ چائے وغیرہ پیئو، ہم پھر بات کریں گے۔'' اسفند یہ کہہ کر باہر چلا گیا، اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور بیگ سے سادہ سی شلوار قمیض نکالی۔

''اچھا ہوا میں نے سادہ کپڑے بھی رکھ لئے ورنہ جینز میں تو سب لوگ مجھے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے میں کوئی جوکر ہوں۔'' پھر اماں آ گئیں تو وہ مسکرا کر ان کے ساتھ واش روم چلی گئی، واش روم تھا یا کوئی ڈربہ پلاسٹک کے ٹب میں پانی بھرا تھا، کوئی شاور وغیرہ نہیں تھا۔

''اف میں کیسے نہاؤں گی۔'' اسے اپنا آسائش سے آراستہ واش روم یاد آ گیا۔

اب مجبوری تھی، سفر کے دوران مٹی دھول پڑی تھی اس کی نفاست پسند طبیعت سے برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ وہ فریش ہوئے بغیر پانی بھی پی لے، جیسے تیسے کر کے وہ فریش ہو کر باہر آ گئی، اسی کمرے میں پلاسٹک کی ٹیبل پہ چائے کے ساتھ بسکٹ، نمکو، شامی کباب اور چپس وغیرہ رکھے تھے، چائے پی کر اسے اعتراف کرنا پڑا کہ ایسا ذائقہ اسے گھر کے خانساماں میں بھی نہیں ہے، پھر جب اس نے کھانا کھایا، بریانی، اتنے مزے کی تھی کہ اس کا جی چاہا وہ انگلیاں چاٹتی رہے، حمیرا، سمیرا اتنی اچھی تھیں اس نے ڈھیروں باتیں کرنا چاہی تھیں لیکن اب اسے نیند آ رہی تھی، اسفند نے محسوس کر لیا۔

''آؤ عشاء تمہیں اپنا چھوٹا سا گھر دکھاؤں پھر تم آرام کرنا۔''

ایک کمرے میں دو بیڈ لگے تھے ان کے سنٹر میں ٹیبل پڑا تھا جس پہ کچھ کتابیں سلیقے سے رکھی تھیں۔

''یہ حمیرا، سمیرا کا کمرہ ہے۔''

پھر ایک روم میں بلیو کلر کا کارپٹ بچھا تھا اور سنٹر میں بیڈ لگا تھا دیوار کے ساتھ دو کرسیاں رکھی تھیں، دیوار پہ بہت خوبصورت قدرتی مناظر کی تصویر لگی تھی۔

''یہ تمہارا کمرہ ہے نا۔'' اس نے خوش ہو کر پوچھا۔

''یس!'' اسفند نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

''تو پھر تو میں یہی آرام کروں گی۔'' وہ بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

''جب میں تمہارا تو میری ہر چیز تمہاری۔'' اس نے عشاء کے کھلے کھلے سے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا، وہ بولی۔

''اچھا اب جاؤ، یہاں سے مجھے آرام کرنے دو۔'' وہ کچھ شرماتے ہوئے بولی، اسفند مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

حسب توقع اماں برآمدے میں اسفند کا انتظار کر رہی تھیں، وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گیا، وہ جانتا تھا اماں کیا پوچھنا چاہ رہی ہیں، اس لئے اس نے صاف صاف بات بتا دی، اماں کچھ دیر خاموش رہیں، پھر بولیں۔

''مجھے تمہاری خوشی عزیز ہے جہاں حمیرا، سمیرا میری بیٹیاں ہیں جیسے تیسے میں مشین چلا کر وہ بچوں کو ٹیوشن پڑھا کر اس گھر کو چلا رہی ہیں ایسے ہی عشاء کو بھی دو وقت کا کھانا مل جائے گا۔''

اماں کے چہرے پہ امید کے بجھے دیوں کو دیکھ کر اسفند کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو، اس نے دل میں عہد کیا کہ وہ عشاء سے جتنی بھی محبت کرتا ہے لیکن ماں سے جو وعدہ کیا تھا وہ بھی ضرور نبھائے گا۔

گرمیوں کے دن تھے، رات کھلے صحن میں چارپائیاں بچھائی گئیں، وہ حمیرا، سمیرا سے باتیں کرتی رہی، دونوں جڑواں تھیں حال ہی میں میٹرک کیا تھا، وہ بھی کسی ساتھ والے قصبے سے کیا تھا ان کے گاؤں میں تو مڈل تک اسکول تھا، اس سے آگے انہیں پڑھنے کا شوق تو تھا لیکن پڑھ نہیں سکتی تھیں، عشاء کو وہ اتنی پیاری لگیں اس نے سوچا وہ ضرور ان کے لئے کچھ کرے گی، پھر اماں نے کہا۔

''رات بہت ہوگئی ہے صبح نماز کے لئے اٹھنا ہے اب سو جاؤ۔'' عشاء کی بمشکل ہی آنکھ لگی تھی کہ اسے گرمی کا احساس ہوا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی لائٹ چلی گئی تھی اس کا دم گھٹنے لگ گیا سب آرام سے سو رہے تھے، پھر اسے مچھروں نے کاٹنا شروع کر دیا، اس کا دل چاہا کہ وہ اونچی آواز میں رونا شروع کر دے رات بھی پہاڑ جیسی ہوگئی تھی، ساری رات گرمی، حبس، مچھر اس نے تکلیف دہ اور عذاب کو سہہ کر گزاری، صبح ہوتے ہی اس نے سامان پیک کیا۔

''اسفند مجھے گھر جانا ہے، مجھے یہاں نہیں رہنا۔''

''لیکن ہوا کیا ہے کچھ بتاؤ تو سہی۔'' وہ پریشان ہوگیا تھا۔

''مجھے جانا ہے۔'' وہ بضد تھی، پھر اماں، حمیرا، سمیرا سے سرسری سا مل کر وہ اسے لے کر لاہور آگیا۔

سائرہ بیگم اور محمود صاحب کو کچھ زیادہ حیرانگی نہیں ہوئی، ان کی بیٹی تھی وہ جانتے تھے کہ وہ کن آسائشوں میں پلی بڑھی ہے لیکن انہیں اس وقت بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا جب وہ بیمار

ہوگئی اسے ملیریا ہوگیا تھا، وہ ہاسپٹل ایڈمٹ رہی، اسفند شرمندہ سا اس کی عیادت کے لئے آتا تھا، جب وہ صحت یاب ہو کر گھر آگئی، تو سائرہ بیگم نے اس سے اسفند کے بارے میں پوچھا تو وہ بولی۔

''شادی تو میں اب بھی اسی سے کروں گی لیکن وہ یہیں رہے گا میرے ساتھ، میں گاؤں نہیں جاؤں گی۔'' انہوں نے اسفند کو بلا کر ساری بات کی، اسے نہیں ماننا تھا وہ نہیں مانا، اس نے کہا۔

''عشاء میرے ساتھ شادی کر کے میرے گھر رہے گی میری ماں اور بہنوں کے ساتھ۔''

''بیٹا آپ اپنے گھر والوں کو یہاں لے آئیں ہم اپنی بیٹی کو علیحدہ گھر دیں گے۔'' محمود صاحب نے اسے سمجھایا۔

''نہیں انکل میں ایسا نہیں کر سکتا۔''

غریب آدمی میں انا بھی بہت ہوتی ہے، محمود احمد اور سائرہ بیگم یہ بات جانتے تھے سب کچھ ٹھیک ہوگیا تھا، عشاء کو جب پتا چلا تو اسے بہت دکھ ہوا۔

''اسفند نے انا میں آ کر مجھے ٹھکرا دیا، محبت میں تو انا نہیں ہوتی۔'' وہ بہت روئی تھی اور یہ بات بھول گئی تھی کہ ٹھکرایا تو اس نے ہے اسفند کو اس کی غربت کی وجہ سے۔

☆☆☆

فائنل ایگزامز ہوگئے تھے اسفند سے اس کا ہر رابطہ ختم ہوگیا تھا، وہ بہت، بہت خاموش خاموش رہتی تھی، اسفند نے اس سے کوئی گلہ نہیں کیا تھا بس خاموشی سے جانے کہاں چلا گیا تھا، عشاء نے سوچا کہ وہ شادی نہیں کرے گی، لیکن معیز کمال کی محبت اور دوستی نے اسے سنبھالا تو اس نے ممی ڈیڈی کے سامنے سر جھکا لیا معیز کمال اچھا

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابنِ انشاء

اردو کی آخری کتاب	125/-
خمارِ گندم	200/-
دنیا گول ہے	225/-
آوارہ گرد کی ڈائری	200/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	200/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	130/-
نگری نگری پھرا مسافر	[illegible]
خط انشاجی کے	200/-
بستی کے اک کوچے میں	[illegible]
چاند نگر	165/-
دل وحشی	165/-
آپ سے کیا پردہ	250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو	200/-
انتخاب کلام میر	60/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر	160/-
طیف غزل	120/-
طیف اقبال	120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اُردو بازار، لاہور

فون نمبرز: 7321690-7310797

صحرائے وفا

ثمینہ شیخ

شوہر ثابت ہوا تھا وہ مطمئن تھی، لیکن شادی کے ایک سال بعد ہی اس کے ممی ڈیڈی ایک حادثے میں اس دنیا سے چلے گئے اس کے لئے شاک سے کم نہیں تھا لیکن معیز کمال اور اس کے ڈیڈی نے اسے بہت اچھی طرح ٹریٹ کیا، اس کے والدین کی چھوڑی ہوئی جائیداد پھر معیز کمال کا بزنس وہ شہر کے امیر ترین لوگ تھے پھر خدا نے اسے ایک خوبصورت سا بیٹا بھی دیا وہ خود کو خوش قسمت ترین سمجھتی تھی اسفندیار سے اس نے محبت کی تھی کبھی کبھار وہ یاد بن کر اس کے دل میں چٹکیاں لیتا تھا جسے وہ ہمیشہ بھلانے کی کوشش کرتی تھی۔

☆☆☆

ایکدم اس کی ہنستی بستی زندگی کو جیسے کسی کی نظر لگ گئی تھی، بزنس میں دن بدن نقصان ہوتا جا رہا تھا، معیز کمال نے بہت کوشش کی لیکن بے سود دو سال میں ہی انہیں اپنی ساری جائیداد سے ہاتھ دھونا پڑے بینک سے اتنا لون لے چکے تھے کہ بینک نے ان کی ساری جائیداد نیلام کر دی وہ آسماں سے زمیں پہ آگرے تھے، ان کی چھت ان کا عالیشان گھر بھی نیلام ہو گیا تھا، وہ کرایے کے معمولی دو کمرے والوں فلیٹ میں آ گئے، اس پل عشاء کو اسفند کا کچا مگر ہوا دار گھر اس فلیٹ سے زیادہ مناسب لگتا تھا، اب تو قدم قدم پہ اسے اسفند یاد آتا تھا جسے اس نے اور اس کے گھر والوں نے غربت کی وجہ سے ٹھکرا دیا تھا اور آج وہ خود کوڑی کوڑی کی محتاج تھی، معیز کمال زیادہ تر گھر سے باہر کام کی تلاش میں رہتا تھا گھر آتا تو زیادہ تر خاموش رہتا، عشاء بات کرنے کی کوشش کرتی تو اسے ڈانٹ دیتا وہ بھی خاص ضرورت کے علاوہ بات نہیں کرتی تھی۔

ایک دن تو حد ہی ہوگئی عشاء نے اسے کہا کہ اسے مارکیٹ سے اپنی ضرورت کی کچھ چیزیں لینی ہیں، یہ بات سن کر وہ بھڑک اٹھا۔

''میں ڈاکے ڈالوں کیا جب تمہیں پتا ہے کہ فضول خرچی کے لئے نہیں ہے کچھ تو پھر تم کیوں تنگ کرتی ہو۔''

''معیز اب جو ضرورت ہے وہ تو پوری کرنی ہے اور ضرورت پوری کرنے کے لئے میں نے آپ سے ہی مانگنا ہے۔''

''تمہاری وجہ سے آج میں آسماں سے زمین پہ آ گیا ہوں تم منحوس ہو تمہاری قسمت میں ہی یہ دولت عیش و عشرت صرف چند عرصے کے لئے تھا اپنے ساتھ ساتھ تم نے مجھے بھی برباد کیا، میں تو اس دن کو کوستا ہوں جب تم سے شادی کی تھی۔'' اور بھی وہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔

ننھے ہادی کے رونے کی آواز سن کر وہ کمرے میں چلی گئی، ہادی کے ساتھ ساتھ وہ بھی خوب روئی تھی محبت اور رشتے ایسے بھی بدلتے ہیں۔

ہادی کا دودھ اور بہت ساری چیزیں تھیں جو ختم ہوگئی تھیں وہ خود تو جیسے بھی گزارہ کر لیتی لیکن ہادی تو بچہ تھا، اسی لئے اس نے ہادی کو اٹھایا گھر لاک کیا اور اپنے زیور میں سے بچنے والے ایئر رنگ بیچ دیے اور مارکیٹ چلی گئی اور سوچ رہی تھی کہ وہ اب جاب کر کے گی اپنے اور اپنے بچے کے لئے کہ زندگی تو گزارنی ہی تھی اب جیسے بھی گزرے۔

☆☆☆

آنگن کے درو دیوار سے خزاں زدہ موسم آ لپٹا تھا کانچ کی خواہشیں ٹوٹنے سے کرچیاں اس کی آنکھوں میں چبھ گئیں تھیں اور اس کے پرخلوص جذبے لہولہان ہو گئے تھے آج سترہ ستمبر تھا آج کے دن ہجر کا لمبا سفر پاؤں سے چمٹ گیا تھا وہ جو محبت کے بڑے بڑے دعوے کیا کرتا تھا وہ کہتا تھا جو وقت میں تمہارے ساتھ گزارتا ہوں میری زندگی کے وہی پل خوشگوار ترین ہوتے ہیں تمہاری کھلتی گلاب سی رنگت بڑی بڑی سبز آنکھیں ان پہ لانبی مڑی ہوئی گھنی پلکیں جب جھکی جھکی سی اٹھیں تو سامنے والے کو دیوانہ بنا دیں تراشے ہوئے گلابی ہونٹ براؤن ریشمی بال سیدھے کمر تک آتے ہوئے اور ایک لٹ کرل کی ہوئی سرخ رخساروں کو ہمیشہ چھیڑتی ہوئی کتنی بھلی لگتی ہے اور نچلے ہونٹ کے دائیں طرف ایک سیاہ تل تمہاری خوبصورتی کا صدقہ اتارنے کے لئے قدرت نے لگا دیا تھا، متبسم چہرہ، نرم میٹھی سرگوشیاں، صحت مند اٹریکٹو پرسنیلیٹی تم بہت پرفیکٹ ہو۔

''ملکوتی مظفر'' شاید میری تخلیق کی وجہ تم ہو تمہارے بنا میرا اس دنیا میں بھلا کیا کام تھا، وہ اس جواب طلب کرتا تو وہ مسکرا کر رہ جاتی شرم سے سارا خون رخ انور پہ سمٹ آتا تو وہ اس کی حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پھر گویا ہوتا حیرت انگیز طور پر ہمارے مزاج ملتے ہیں، ہماری پسند ناپسند، سوچ، فکر، سوچ، ہماری دلچسپیاں ہماری ذہنی اپروچ ایک ہے تو پھر ہم بھلا جدا کیسے رہ سکتے ہیں اس کی پرفسوں باتیں سحر زدہ لہجہ ملکوتی کی سماعتوں میں اکثر گونجتا تو اندھیرے میں روشنی کی کرن بن کر چمکتا وہ جب تھکنے لگتی تو اسی کرن سے اپنی امیدوں کے رستے روشن کرتی لیکن اب تو جیسے کرن ماند پڑتی جا رہی تھی، ایک مدت ہو گئی تھی اسے تنہا سفر کرتے، اب پاؤں لہولہان ہونے لگے تھے تھکن پورے وجود میں اتر آئی تھی کیسے عالم برزخ میں چھوڑ گیا تھا وہ۔

☆☆☆

جون کا وسط تھا دوپہر تک موسم ابر آلود ہوا اور پھر فوراً ہی رم جھم کے ساتھ موسلا دھار بارش ہونے لگی تھی ابر کھل کے برسے تو موسم خوشگوار ہو گیا اور گرمی کا اثر کافی حد تک جاتا رہا، وہ نزدیکی پارک چلا آیا اس وقت پارک میں اکا دکا لوگ نظر آ رہے تھے ہوا کے چلبلے گیت الگ ہی مدھرلے میں ڈھل رہے تھے جب ہی وہ دو لڑکیاں آ کر سامنے والے سنگی بنچ پر بیٹھ گیں ان میں سے ایک کتاب کی ریڈنگ کرنے لگی جبکہ دوسری کچھ کھانے سے شغل فرما رہی تھی کتابوں سے وہ اسٹوڈنٹس ظاہر ہو رہیں تھیں اور سلیقے سے پھیلا کر لئے دوپٹے اور باوقار خود اعتماد انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں اس نے ایک اچٹتی سی نگاہ ان پہ ڈالی تو، پڑھنے والی لڑکی کی لٹیں ہوا میں بے مہار ہو کر اسے پڑھنے میں دقت پیدا کر رہی تھیں وہ بار بار کان کے پیچھے اڑس رہی تھی اسے یہ منظر دلچسپ لگا ہلکے دم توڑتے اندھیرے میں اسے ہر جانب ایک سکون ساٹھہرا ہوا محسوس ہوا پارک لوگوں سے بھرنے لگا اس نے دیکھا وہ اب اٹھ چکی تھیں ایک لڑکی نے جونہی قدم اٹھایا جانے وہ کیسے الجھ گیا وہ لڑکھڑا کر گرنے ہی والی تھی کہ اس نے بھاگ کر اپنے مضبوط بازوؤں کا سہارا دیا تھا اور وہ جھول کر اس کی بانہوں میں آ رہی تھی تو استعجاب انگیز نظروں سے وہ بچانے والے کو دیکھنے لگی لیکن اس مٹیالے اندھیرے میں اس کی جھلملاتی آنکھیں صفی کے دل کے اندر ایک خوشگواریت کا احساس پیدا کر گئیں تھیں، پھر دوسرے ہی لمحے صفی نے اس نے اسے چھوڑ دیا۔

''ایم سوری اگر میں آپ کو تھامتا نہیں تو آپ نیچے گر جاتیں۔'' وہ ایسے ہی وضاحت دینے لگا۔

''اس میں سوری والی کیا بات ہے ہمیں تو آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے ہم یہیں قریب ہی رہتیں ہیں چونکہ گھر بھی ساتھ ساتھ ہیں تو ہم کبائن سٹڈی کرتیں ہیں اگر کبھی کبھی موسم خوبصورت ہو تو پارک میں چلی آتی ہیں، ارے ہاں میں نے تعارف تو کروایا ہی نہیں، میرا نام سنعیہ نیاز ہے اور یہ میری بہت اچھی دوست اور کلاس فیلو ملکوتی مظفر ہے اور آپ کا نام؟'' وہ انگشت شہادت سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی، اس کی نان اسٹاپ بولنے سے اس کے باتونی ہونے کا اندازہ ہو رہا تھا۔

''اصل میں میرا نام صفوان ہاشم ہے میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتا ہوں۔'' وہ...... وہ سنعیہ کی باتوں سے محظوظ ہوتے ہوئے ہلکے سے مسکرا کر بولا۔

''اصل میں صفوان ہاشم تو نقل میں آپ کا نام کیا ہوگا ذرا وہ بھی بتا دیجئے۔'' سنعیہ نے کی اس بات پکڑ لی تو وہ جھجل سا ہو گیا اور ملکوتی جو پہلے ہی صفوان کی ہیرو جیسی انٹری سے گلٹی فیل کر رہی تھی کیونکہ اس کی نگاہ پلٹ کے نہیں آئی تھی وہیں قربان ہو گئی تھی وہ نظر چرا گئی تھی دل لاکھ کہتا رہا ایک مرتبہ اور سہی ''خوامخواہ ہی'' اس نے خود کو سرزنش کی اس نے نگاہ گھاس میں گاڑ دی خود مزاحمتی کے عمل میں بہت تکلیف محسوس کر رہی تھی وہ ان کے بے مقصد گفتگو سے گھبرا کر بول پڑی۔

''سنعیہ ہمیں گھر جانا چاہیے۔'' کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر یہ جا وہ جا، اس کے ری ایکشن سے سنعیہ اور صفی متحیر رہ گئے تھے، پھر وہ دونوں چلی گئیں لیکن وہ وہیں کھڑا رہ گیا اس لمحے میں مقید اس کی آنکھوں کے سحر میں کھویا کھویا اور ابھی تک اس کے قیمتی کلون کی مہک اپنی سانسوں میں محسوس کر رہا تھا۔

''اگر میں شاعر ہوتا تو تمہاری ان آنکھوں کے طلسم ہوشربا حسن پر مزاج تحسین کے طور پر پورا ایک دیوان لکھ ڈالتا۔'' وہ سوچتا ہوا زیر لب مسکرا دیا تھا پھر اس کا معمول بن گیا وہ روزانہ شام کا وقت پارک میں گزارنے لگا اس امید پر کہ شاید وہ دوبارہ نظر آ جائے۔

☆☆☆

وہ کالج جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی اور لمبے بالوں کو چٹیا کی صورت باندھ رہی تھی اس کے ساتھ گنگناہٹ بھی جاری تھی اس نے برش دراز میں رکھا بیگ اٹھایا خود کو آئینے میں دیکھا اور باہر نکل گئی، آج صفی سے ملے پورے اٹھائیس دن ہو گئے تھے، دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی، ڈائننگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹتے ہوئے اس کی نظر کلینڈر پر پڑی تو بہت کچھ یاد آ گیا۔

''مالا ڈھنگ سے ناشتہ کرنا۔'' امی نے حسب معمول نصیحت کی۔

''اوکے میم!'' وہ سر کو خم دے کر مسکرا دی۔

''ابو! آج مجھے دیر ہو جائے گی کیونکہ آج سائیکالوجی کا پریکٹیکل ہو گا اس لئے گاڑی دیر سے بھیجے گا۔'' وہ ناشتہ کرتے ہوئے بولی۔

''اچھا!'' ابو نے اخبار پڑھتے ہوئے مختصر سا جواب دیا۔

فری پریڈ میں وہ پانچوں لان میں بیٹھی ہوئی تھی۔

''مالا! یہ سنعیہ آج کل کہاں غائب ہے؟'' ماریہ نے مالا سے پوچھا۔

''وہ نوابشاہ میں اپنی خالہ زاد کرن کی شادی میں شرکت کے لئے گئی ہوئی ہے جانے کب

لوٹے گی۔''

''ارے ہاں نوین تم کل کیوں نہیں آئی۔'' اس نے بات بتا کر نوین سے کل نہ آنے کی وجہ پوچھی۔

''کچھ نہیں یار! کل امی کے میکے سے کچھ مہمان آئے تھے۔'' اس نے سادگی سے جواب دیا۔

''امی کے مائیکے سے یا تمہارے سسرال سے۔'' شمائلہ نے ماریہ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا، کیونکہ پچھلے دنوں نوین کی منگنی ماموں کے ہاں ہوئی اس لئے ہر وقت اپنی فرینڈز کے حملوں کی زد میں رہتی تھی۔

''بکو مت، مالا تم کیوں اتنی چپ ہو آج کل؟ کہیں دل کے ساتھ کوئی واردات تو نہیں ہو گئی۔'' نوین نے مالا کو گھسیٹا۔

''ارے واہ اپنی آئی خود بھگتو مجھ پر کیوں ڈال رہی ہو۔'' مالا بدکی۔

''نہیں سکھی! سچی بات ہے میں بھی نوین سے متفق ہوں کافی دنوں سے میں محسوس کر رہی ہوں اس کی گنگناہٹوں میں لفظ ''جدائی'' کا استعمال زیادہ ہونے لگا ہے۔'' ماریہ نے بڑا اہم نکتہ نکالا تو مالا زور سے ہنسی مگر بولی کچھ نہیں۔

''ہاں یاد آیا، آج بھی صبح جب یہ آئی تھی تو وہ مالا گانا گا رہی تھی۔''

ساڈی زندگی وچ خاص تیری تھاں
سوچیں نہ تینوں دلوں کڈھ دتا

''واہ کیا غضب کا حافظہ ہے بھئی!'' مالا ہنس دی۔

''ہر چھ گھنٹے پر تو دن اور رات بھی بدل جاتے ہیں میں تو پھر انسان ہوں، حد ہے تم لوگوں سے بھی۔'' وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اپنے ازلی اطمینان سے بولی۔

''سائیکالوجی کی لڑکیاں متوجہ ہوں آج مسز آصف نہیں آئی ہیں اس لئے پریکٹیکل کل ہوگا۔'' ان کی کلاس فیلو فرح ان لوگوں کو اطلاع دے کر آگے بڑھ گئی۔

''چلو اچھا ہوا، آج میرا بالکل بھی موڈ نہیں تھا پریکٹیکل کرنے کا۔'' شمائلہ نے شکر ادا کیا۔

''اوہ یہ تو مسئلہ ہو گیا بھئی، میں نے ابو کو گاڑی دیر سے بھیجنے کا کہا تھا۔'' مالا کو انتظار کرنے کے خیال سے کوفت ہوئی۔

''تو کیا پرابلم ہے میں ڈراپ کر دوں گی۔'' نوین خود ڈرائیو کرتی تھی۔

''چلو ٹھیک ہے۔'' وہ مطمئن ہو گئی۔

☆☆☆

وہ نوین کا شکریہ ادا کر کے گاڑی سے باہر نکلی تو قدم خود بخود پارک کی طرف اٹھنے لگے، بے کلی تو بہت پہلے ہی دل میں ٹھہر گئی تھی مگر آج لڑکیوں کی باتوں نے اس چنگاری کو ہوا دے دی تو وہ خود کو روک نہیں پائی وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق وہیں بیٹھا نظر آیا جہاں وہ پہلے دن ملا تھا اس کا دل بڑے زور سے دھڑکا ایک عجب سی خوشی کی لہر کے زیر اثر وہ آ گئی تھی پھر وہ بھی اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور بیک وقت دونوں کے قدم ایک دوسرے کی طرف بڑھے تھے یوں کے جیسے بے قراری قدموں سے لپٹ گئی تھی۔

''آپ یہاں۔'' مالا کا لہجہ لڑکھڑایا۔

''میں روز یہاں آتا ہوں۔'' اس کی شوخ چمکتی آواز نے دل کو نقب لگائی تو آنکھوں میں ست رنگ خواب تیرنے لگے۔

''کیوں؟'' دل میں، میں خوش فہمی سی جاگی تو مسکراہٹ لبوں پر آ رکی۔

''زندگی کی تلاش میں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں غور سے دیکھتے ہوئے بولا وہ نظریں جھکا گئی۔

''تو ملی۔'' کمزور سا استفسار ہوا۔

''ہاں مل گئی۔'' ہلکی سرگوشی ہوئی۔

''کہاں۔'' دل زور سے دھڑکا (اونہہ خوش فہمی) خود ہی جھڑک دیا۔

''آپ کی آنکھوں میں۔'' لہجے میں مٹھاس کے ساتھ پیاس بھی تھی۔

وہ متحیر رہ گئی یاقوتی لب آپس میں جڑ گئے تھے، آنکھیں میچ لیں اس کے اندر باہر جیسے دیئے جل اٹھے تھے۔

''کیا محبت میں اقرار کا لمحہ اتنا خوبصورت اور دلنشین ہوتا ہے۔'' وہ خود سے پوچھ رہی تھی۔

''کیا اس لمحے کے لئے پوری زندگی کو قربان کیا جا سکتا ہے کیا اس اقرار کے عوض اپنی ذات کو اپنے دل کو خوابوں کو، نیندوں کو، رتجگوں کو، ہر اک خوشی کو رہن رکھا جا سکتا ہے صرف ایک اقرار کے عوض۔'' وہ اپنے آپ کو ارادے کے ترازو میں تولنے لگی تھی۔

''ہاں۔'' دل نے فٹ سے حامی بھر لی تو اس نے آنکھیں کھول کر اپنا عکس اس کی آنکھوں میں دیکھ لیا تو وہ گویا اس انمول اور خوبصورت جذبے کی لہروں میں بہنے لگی اس وقت کچھ بھی پیش نظر نہیں رہا، سوائے محبت کے۔

شام ہوئی نہیں تھی لیکن آسمان پہ مختلف رنگ بکھر گئے تھے نیلا اور گلابی آسمان بھلا کب اتنا خوبصورت دکھائی دیتا تھا، فیروزی رنگ کے شیشوں سے مزین دوپٹہ اس کی آنکھوں کے رنگ کے ساتھ یکجا اور ہم آہنگ تھا۔

''ایک بات کہوں تم سے ملکوتی! یہ دوپٹہ تم پہ بہت سوٹ کر رہا ہے۔'' وہ ہلکا سا مسکرایا تو جیسے اس کا دل تھم گیا جیسے شام چلتے چلتے تھم گئی ہو، پھر وہ کافی دیر باتیں کرتے رہے ہر طرف سے بے خبر ہو کر۔

''میں چلتا ہوں۔'' وہ گاڑی کی طرف بڑھا۔

''اتنی جلدی۔'' وہ بے چین ہوئی۔

''جانا تو ہے پھر آنے کے لئے۔'' وہ بشاشت سے بولا۔

''ایسے افسردہ ہو گئی تو کبھی جا نہیں پاؤں گا۔'' وہ اس کی طلسمی پلکوں کے اٹھنے کے منظر میں گم تھا کہ ملکوتی کے موبائل کی بپ بجی تھی اس نے نمبر دیکھا تو سعیہ کا تھا لیس کر کے کان سے لگایا تو سعیہ نے کہا۔

''ملکوتی جلدی سے گھر آ جاؤ آنٹی کی طبیعت اچانک بہت خراب ہو گئی ہے۔'' یہ سنتے ہی ملکوتی کے چہرے کا رنگ سفید پڑ گیا۔

''کیا ہوا؟'' وہ آگے بڑھا۔

''صفی! وہ ماما کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے میں چلتی ہوں۔'' وہ پلٹی۔

''کیسے جاؤ گی میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔'' اور پھر گھر پہنچنے کے بعد ملکوتی کی مما کو ہوسپٹل لے گئے وہاں ان کو آئی سی یو میں رکھا گیا اور رپورٹس آنے کے بعد پتہ چلا کہ ان کی دونوں کڈنیز خراب ہو چکی ہیں اگر متبادل کا انتظام نہ کیا گیا تو......

ملکوتی سے آگے سنا ہی نہ گیا اس کے ساتھ ساتھ صفوان رضا بھی کوشش کر رہا تھا لیکن کہیں سے کڈنی کا انتظام نہیں ہو رہا تھا تو ملکوتی نے اپنا گردہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

''پاگل ہو گئی ہو۔'' صفی سن کر بولا تھا۔

''تو کیا کروں اپنی مما کو اپنے سامنے زندگی سے ہارتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔'' وہ روہانسی ہو کر بولی۔

''دیکھو تم سمجھنے کی کوشش کرو، ہم کوشش کر رہے ہیں کہیں سے انتظام ہو جائے گا۔''

"صفی بابا تو پہلے ہی نہیں ہیں اب میں مما کو نہیں کھو سکتی تم شاید نہ سمجھ سکو کہ ماں باپ کے بغیر اولاد کس قدر ادھوری ہوتی ہے۔" وہ روتے روتے بے خودی میں اس کے شانے سے آ لگی تھی اور محسوس ہی نہ کر پائی کہ صفوان نے کتنی آہستگی سے اسے خود سے الگ کر دیا ہے۔

"ٹھیک ہے جیسے تم کہو۔" وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔

آپریشن کامیاب ہوا تھا گھر واپسی پر سب بہت خوش تھے لیکن صفوان کی آنکھیں اس کے لبوں کی مسکراہٹ کا ساتھ دینے سے قاصر تھیں جیسے ان کی آنکھوں میں کے شفاف ڈوروں میں کوئی احساس زیاں ہلکورے لے رہا تھا اپنی بے انتہا خوشی کے نشے میں وہ محسوس ہی نہ کر پائی۔

"صفی میں تمہارا شکریہ کس طرح ادا کروں جس طرح تم نے مما کی بیماری میں میرا ساتھ دیا۔" سعیہ کے جانے کے بعد وہ تشکر آمیز لہجے میں بولی۔

"ارے اس میں احسان کی کیا بات ہے، آخر کو کچھ تو حق دوستی ہمیں بھی ادا کرنا تھا۔" وہ ہلکی سی آواز میں بولا۔

"صفوان مما نے زندگی کا بہت لمبا مگر کڑا سفر تنہا میری انگلی تھام کر طے کیا ہے یونو وہ اور میں یعنی ہم ایک دوسرے کی کل کائنات ہیں، وہ بہت صابر اور بہادر ہیں۔" اس کے لہجے میں ماں کے لئے محبت بول رہی تھی۔

"اچھا تو آنٹی سکول سے کب ریٹائر ہو رہی ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"ابھی اتنی جلدی کہاں ابھی چند سال اور ہیں ان کے......"

"آنٹی آرام کر رہی ہیں تم بھی آرام کرو مجھے جانا چاہیے۔" وہ اٹھتے ہوئے مضطرب ہو کر بولا۔

"صفوان کوئی پریشانی ہے کیا؟"

"تم سے بات کرنی تھی، آؤ باہر لان میں چلتے ہیں۔" وہ باہر چلے آئے وہ اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی، وہ شاید فقرے ترتیب دے رہا تھا چند ثانیے خاموش رہنے کے بعد بولا۔

☆☆☆

"ملکوتی! میں دو سال کے لئے دوبئی جا رہا ہوں، کمپنی کی طرف سے۔" پھر وہ بغیر تمہید کے بولا تھا اور ملکوتی کی آنکھوں میں پل بھر میں آنسو آ رکے اس کے لئے جدائی کے بارے میں سوچنا ہی سوہان روح تھا اور وہ جدائی کی بات کر رہا تھا، وہ جا کر لان میں پڑی کرسی پر بیٹھ گئی اور خود کو کنٹرول کرنے لگی۔

"کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو۔" وہ بھی پیچھے چلا آیا۔

"یونہی دل گھبرانے لگا تھا۔" کہتے ہوئے وہ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"دل گھبرا رہا ہے یا......" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"جب جانتے ہو تو پوچھتے کیوں ہو۔" وہ شکوے کرنے لگی۔

"ملکوتی!" اس نے اچانک اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔

"دیکھو نہ کمپنی کا آرڈر ہے اور گولڈن چانس بھی ہے ایسے چانس کس کس کو ملا کرتے ہیں۔" وہ اسے رسان سے سمجھانے گا۔

"واپس کب آؤ گے۔" کس آس کے تحت پوچھا تھا۔

"پتہ نہیں۔" وہ انجان بنتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب؟"

"ملکوتی! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" دو قدم کے فاصلے پہ ہو کر بولا۔

"ہاں بتاؤ کیا بات ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے بولی تو وہ ایک پل کو لرز گیا اس کی آنکھوں میں پنہاں محبت کی شدتوں کی تاب نہ لا سکا، تو سر جھٹک کر بولا۔

"کچھ نہیں۔"

"بس ایسے ہی۔" وہ استہزائیہ ہنسا اور رخ پھیر گیا، چند لمحے رکا پھر واپس نہ آنے کے لئے چلا گیا۔

☆☆☆

آج سترہ ستمبر تھا ملکوتی کی برتھ ڈے تھی اک موہوم سی امید تھی شاید وہ آج ہی اسے فون کر لے کیونکہ صفوان کو اس کی زندگی میں آنے کے بعد پہلی سالگرہ تھی، صفوان نے اسے کہا تھا کہ وہ ملکوتی کی برتھ ڈے بھرپور طریقے سے منائیں گے۔

"لیکن اسلام میں سالگرہ کا کوئی تصور نہیں نبی پاکؐ یا صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے کہیں سالگرہ منانے کے شواہد ملیں ہیں۔" سعیہ نیاز اچانک بھڑکی تھی اس ایسے خرافات سخت ناپسند تھے۔

"تو کیا سالگرہ منانا گناہ ہے۔" صفوان نے جرح کے انداز میں پوچھا۔

"یہ گناہ کیسے ہو سکتا ہے بھئی، ہم ایک دوسرے کے لئے اس دنیا میں آنے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور بس۔" وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"ان باتوں کے لئے مولانا بننا ہی ضروری نہیں ہوتا صرف اچھا مسلمان بن جائیں تو ہی کافی ہے۔" وہ دو بہ دو جواب دیتے ہوئے بولی۔

"ویسے آئیڈیا برا بھی نہیں ہے۔" صفوان نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور پھر وہ تینوں کھلکھلا کر ہنس پڑے، ابھی بھی اسے لگا کہیں قریب سے ہی ہنسی کی آواز گونجتی ہے مگر دوسرے پل وہی خاموشی پراسرار رات تھی۔

کروٹیں بدلتے بدلتے رات گزرتی جا رہی تھی دل کی بے چینی حد سے سوا تھی وہ اپنے بستر سے اتر کر کمرے میں ٹہلنے لگی تھی کتنے ڈھیر سارے دن گزر گئے تھے صفی نے اسے فون نہیں کیا تھا اور اب وہ اپنے آپ کو کوس رہی تھی کہ اس نے صفی سے نیا نمبر بھی نہیں لیا تھا یہ دن کس قدر مشکل سے گزرے تھے کہیں جی نہیں بہلتا تھا کتنی اچھی باتیں کیا کرتا تھا شگفتہ، نکھری نکھری گفتگو سن کر اس کا من ہلکا پھلکا ہو جاتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کو اس پر رحم آ گیا فون کی گھنٹی بجی تو اس نے جلدی سے موبائل کانوں سے لگایا تھا۔

"ہیلو!" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"السلام علیکم!" دوسری طرف سے سرگوشی ہوئی تو اس کا رواں رواں مہک اٹھا۔

"آپ صفی!" شدت خوشی سے بولا بھی نہ جا رہا تھا۔

"میرے فون کا انتظار کر رہی تھی۔" وہ پوچھ رہا تھا تو اس کے لبوں پر شرم کے تالے آن لگے اس سناٹے میں وہ زندگی سے بھرپور آواز کتنی بھلی لگی تھی اس کا من چاہا وہ آنکھیں بند کر لے اور وہ بولتا رہے اس لمحے وہ بھول گئی کہ صفی نے دوبئی جانے کے کتنے دنوں بعد اسے فون کیا تھا۔

"میرا انتظار نہ کرنا میں شاید آ نہ پاؤں۔" اچانک سماعتوں سے پتھر ٹکرانے لگے تھے۔

"کبھی بھی نہیں۔" الفاظ سنتے ہی اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں سوال ہونٹوں پر پھڑ پھڑا کر رہ گئے اپنی بے مائیگی کا احساس شدت سے اچانک

جاگا تھا۔
"لیکن کیوں؟" وہ تمام ہمتیں مجتمع کرتے ہوئے بمشکل بولی تھی، وہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔
"کچھ تو بولو، کچھ تو بتاؤ صفی ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا۔" وہ روتے ہوئی بولی تھی۔
"ہاں میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں اور اس بات کا مزید بوجھ اٹھانے کی ہمت مجھ میں نہیں ہے تم سے ہر ربط ہر تعلق توڑنے کی وجہ بتا دینا چاہتا ہوں۔" سپاٹ لہجہ اس کی سماعتوں کو چیر رہا تھا وہ دم سادھے سن رہی تھی کہ وہ جانے کس جرم کے کٹہرے میں لا کھڑا کرے یا اگر کوئی غلط فہمی ہے تو وہ اسے دور کر دے گی، لیکن وہ بولا تو کیا کہہ رہا تھا۔
"اب تم مجھے ناعاقبت اندیش سمجھو یا کچھ بھی لیکن میں ایک ادھوری لڑکی سے شادی کیسے کر سکتا ہوں میں جانتا ہوں تم جیسی سچی بے غرض اور پرخلوص ہم سفر شاید کبھی نہ مل سکے لیکن میں تمہاری اس کمی کو نظر انداز نہیں کر سکتا میں نے تمہیں کتنا روکا تھا کہ ہم کہیں نہ کہیں سے کڈنی کا انتظام لیں گے مگر تم نہ دو لیکن تم نے میری ایک نہ مانی۔" چند ثانیے وہ رک کر پھر گویا ہوا۔
"مگر تم نے میری محبت کو امتحان میں ڈال دیا، مالا تم نے مجھے تپتی دھوپ میں لا کھڑا کیا، اس لئے میں کبھی بھی لوٹ کر تمہارے پاس نہیں آ سکتا۔" صفی کی آواز اسے کسی گہری کھائی سے سنائی دے رہی تھی تو اس نے فون بند کر دیا۔
"کیا ماں سے محبت کا یہ صلہ ملتا ہے اگر میری جگہ تم ہوتے صفی تو کیا اپنی ماں کو یونہی بیچ منجدھار میں چھوڑ دیتے اتنی کڑی سزا تو نہیں ملنی چاہیے تھی مجھے اتنی کڑی سزا نہیں صفی۔" وہ کہنا چاہتی تھی لیکن کہہ نہ پائی الفاظ ہونٹوں پر پھڑ پھڑا کر رہ گئے آنسو ایک تواتر سے بہنے لگے تھے اس کو صفی سے ایسی بے حسی کی توقع نہیں تھی وہ تو سناٹے میں ہی تھی کتنی بے بسی تھی، وہ ہاتھوں میں منہ چھپائے ضبط کے سارے بندھن توڑ گئی تھی۔
"تو نے میری محبت کو کتنا بے اماں کر دیا ہے۔" اک موہوم سی آس تھی جو اس کا دل بندھائے ہوئے تھی مگر جس طرح سحر ڈھل جاتی ہے یہ امید بھی ڈھل گی تھی اور تاریک رات کے سینے پر سر رکھے وہ بھی اپنی آخری دم توڑ جانے والی امید کا ہی ماتم کر رہی تھی، وہ اس بے حس سے محبت کی بھیک نہیں مانگنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

ایک ہفتے بعد ہی امی نے اس کے سامنے ایک پرپوزل رکھ دیا۔
"مالا بیٹا میں تمہارے فرض سے جلد از جلد سبکدوش ہو جانا چاہتی ہوں اور پھر آج کے دور میں معقول رشتے کتنے مشکل ہیں یہ میری دوست فاکہہ کا بیٹا ہے جو انگلینڈ میں رہتا تھا اس لئے

بہن کی شادی میں شرکت نہ کر سکا بعد میں اس نے موؤی دیکھی تو اس نے تمہارے ساتھ شادی کی خواہش ظاہر کر دی ویل ایجوکیٹڈ ہے ویل فیملی بیک گراؤنڈ ہے اور پھر فاکہہ نے بڑی آس سے جھولی پھیلائی ہے، نیکسٹ منتھ پاکستان آنے والا ہے، یہیں بزنس سیٹ کرے گا مجھے تو سب کچھ بہت اچھا لگا ہے لیکن بیٹا قطعی فیصلہ تمہارا ہی ہوگا۔" ماما نے کتنی سہولت سے اسے آگاہ کر دیا تھا لیکن وہ خالی خالی نظروں سے اپنے سامنے پڑی تصویر کو دیکھتی رہی تھی پہلے ہی صفی کی جدائی سوہان روح بنی ہوئی تھی اتنی جلدی اس کے لئے یہ ممکن نہیں تھا۔
"میرا بہت بڑا نقصان ہوا ہے ابھی خود کو

سنبھالنے میں مجھے بہت وقت لگے گا میں نے اپنا مان کھو دیا ہے اب پتہ نہیں کبھی کسی پر اعتبار کر سکوں گی یا نہیں۔'' دو آنسو گود میں رکھی ہتھیلیوں پر گرے تھے، اس نے مما سے کہا منصور سے ملنے کے بعد ہی وہ کوئی حتمی فیصلہ کر پائے گی یوں مما بھی فی الحال خاموش ہو گئیں تھیں اور پھر منصور کی واپسی پر ملکوتی نے اسے اپنی ذات کے ہر سچ سے آگاہ کر دیا تھا ہر بات کو کھل کر بتا دیا تھا، وہ گہری سانس خارج کرتا ہوا دھیمے سے مسکرا دیا۔

''ہر ماں کی طرح میری ماں بھی چاہتی ہیں ان کے بیٹے کے ساتھ ہمیشہ گڈ لک ہو وہ دنیا کی ہر نعمت سے مالا مال دیکھنا چاہتی ہیں آئی ایم سوری اگر آپ کی دل آزادی ہو تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔'' ماحول کس قدر بوجھل ہو گیا تھا، وہ مدھم لہجے میں کہتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا، چند دنوں کے بعد خبر ملی منصور واپس انگلینڈ چلا گیا ہے۔

''ایم سوری منصور میں دوہری زندگی نہیں جی سکتی تھی اس لئے تمہارا جانا ہی بہتر تھا۔'' اس کے دل سے جیسے بوجھ سرک گیا تھا اور پھر اس نے صفوان ہاشم کی یادوں کے سہارے جینا شروع کر دیا تھا۔

اس نے شرارت کی تھی
ہم نے محبت کی تھی
اس نے ہنستے ہنستے دل کو توڑ دیا
ہم نے روتے روتے عمر گزار دی

دو نمکین قطرے اس کی آنکھوں سے باہر نکلے اور اس نے کروٹ بدل کر سونے کی ناکام کوشش کی کیونکہ اس سال بھی گزشتہ سالوں کی طرح وش کرنے کے لئے اس کا سندیسہ نہیں آیا تھا اور ہمیشہ کی طرح خوش فہمی اس پر ہنس رہی تھی۔

☆☆☆

محفل عروج پر تھی رنگ ونور کا سیلاب امڈ آیا تھا آج منصور کے چھوٹے بھائی عدنان کے بیٹے کا عقیقہ تھا بڑی عالیشان دعوت کا انتظام کیا گیا تھا وہ شامل نہیں ہونا چاہتی تھی مگر مما زبردستی لے آئیں نئے سال کا پہلا دن تھا گو کہ سردیوں کا آغاز پہلے ہو چکا تھا، مگر دھند آج اتری تھی۔

''بھلا اتنی سردی میں عقیقہ کرنے کی کیا تک تھی۔'' وہ چائے کا کپ لئے غصے سے سوچتی ٹیرس پر چلی آئی سب سے الگ تھلگ رہنا اس کا خاصہ بن چکا تھا اس نے نگاہ دوڑائی تو دور تک کوئی منظر واضح نہیں تھا ہر طرف دھند بکھری ہوئی تھی نئے سال کی پہلی دھند، اس نے اپنا ہاتھ ہوا میں لہرایا اور دھند کو پکڑنے کی ناکام کوشش کی اک پل کو اسے لگا سفید دھند کے درمیان کہیں صفی کھڑا ہے دوسرے پل کو جھٹکا اور اپنے خیال پہ مسکرا دی۔

''محبت میں مکمل نہ مکمل کی تکرار بھلا کہاں سے آ گئی یہ تو بہت اعلیٰ وارفع جذبہ ہے صفوان ہاشم تم نے محبت کا دعویٰ تو کیا تھا مگر محبت نہ کر سکے کاش، ایک بار محبت کر لیتے، مگر کیسے کرتے تمہارا دل شفاف نہیں تھا اس پہ خود غرضی کی گرد جمی ہوئی تھی تو محبت کا نزول کیسے ہوتا۔'' وہ سامنے کے منظروں سے باتیں کرنے میں مصروف تھی کہ منصور اسے ٹیرس پہ تنہا کھڑے دیکھ کر چلا آیا۔

''لگتا ہے محبت کا بسیرا ابھی تک آپ کے شہر ذات میں ہے۔'' وہ اس کی بات سن کر اچانک مڑی تھی اس کے اس طرح پلٹنے پر بالوں کی لٹ گالوں کو چھونے لگی تو وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت دکھائی دی یہ کیسی مماثلت تھی وہ بھی سفید سوٹ پہنے تھا تو ملکوتی نے بھی سفید لباس زیب تن کیا تھا یوں منصور کا دل خوش فہم ہوا تھا۔

''کبھی کبھی مجھے لگتا ہے میں زندگی کو نہیں

محبت کو بسر کر رہی ہوں اور مجھے یہ اچھا لگتا ہے۔'' وہ چائے کا سیپ لیتے ہوئے قدرے مسکرا کر بولی۔

''لیکن آپ بتائیے آپ کیوں جوگ لئے بیٹھے ہیں شادی کر کے گھر بسائیں اور لائف انجوائے کریں آنٹی آپ کی طرف سے پریشان رہتی ہیں۔'' ملکوتی نے اپنے تئیں سمجھانے کی بات کی تھی۔

''تو سنو بہت عرصہ پہلے ایک معصوم لڑکی میرے دل کو بھائی تھی اور میرے دل میں بھی ایک جذبے نے سر اٹھایا تھا اس جذبے کو نام دینا چاہا تو پتہ چلا کہ مقدر نے اسے میرے نام نہیں لکھا پھر میں دل کی بات ٹالتا رہا جس کسی کمزور لمحے کی گرفت میں نہیں آنا چاہتا تھا مگر میرا جذبہ لمحوں کی کمزوری نہیں وقت کی طاقت ثابت ہوا مگر یقین رکھنا میں کم ظرف ہوں نہ تنگ دل میں جانتا ہوں تم نے تنہا ایک لمبا سفر طے کیا ہے تنہا سفر انسان کو جلد تھکا دیتا ہے یہ مجھ سے بہتر بھلا کون جان سکتا ہے تو آؤ ہم یہ تھکن بانٹ لیں تم اپنی مسکراہٹ کے مرہم میرے زخموں پر رکھ دو میں اپنے اعتبار کے پھول تمہاری راہوں میں بچھا دوں گا۔'' آخری فقرے ادا کرتے ہوئے اس نے بڑی نرمی سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''منصور آپ اس محبت کے لئے خود کو گروی کیوں رکھ رہے ہیں جو کبھی آپ کی تھی ہی نہیں میری زندگی میں صفوان کے علاوہ کسی کی گنجائش نہیں۔'' وہ قطعیت سے بولی اور اس کی اذیت بڑھ گئی تھی عجب پتھریلی لڑکی تھی۔

''آپ پلیز واپس پاکستان آ جائیں اور شادی کر لیں میں فاکہ آنٹی کے سامنے خود کو شرمندہ محسوس کرتی ہوں۔''

''تم صفوان کو بھول جاؤ میں تمہیں بھول جاؤں گا۔'' وہ نروٹھے پن سے بولا۔

''لیکن آپ کی اور میری محبت میں فرق ہے میں نے آپ کو کبھی امید کا کوئی جگنو نہیں تھمایا کس یاد کے سہارے کس اقرار کی روشنی میں جیون بتائیں گے۔'' وہ رسان سے سمجھانے لگی۔

''اس لمحہ موجود کے سہارے کہ جس لمحے ایک نیلی آنکھوں والی لڑکی میرے لئے پریشان ہے میری فیملی کے لئے پریشان ہے اور پھر وہ لمحہ جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تو دل نے ایکدم سے فیصلہ سنا دیا، اگر کوئی محبت ہے تو یہی ہے اگر یہ نہیں تو کوئی نہیں کبھی نہیں جینے کے لئے فقط ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے باقی عمر کے سود و زیاں کا حساب کون کرے گا کم از کم میں تو نہیں۔'' وہ بولا تو اس کے لہجے میں فخر اور آنکھوں میں عجب سی چمک تھی۔

''اتنی شدید محبت اور وہ بھی یکطرفہ، امپاسبل۔'' وہ دھیمے سے بولی۔

''محبت یکطرفہ یا دوطرفہ نہیں ہوتی محبت، محبت ہوتی ہے، ہوتی ہے تو شدید ہوتی ہے۔'' منصور کی باتیں سن کر اسے لگا جیسے اس کے وجود کے اندر روشنی پھیل گئی ہے روح کی گہرائیوں تک وہ آسودگی سے مسکرا دی وہ تنہا محبت کے رستے پر محو سفر نہیں تھی کوئی اور بھی اس کی طرح حاصل تمنا کے بغیر چل رہا تھا۔

''ایک لمحے کا اتنا بڑا حساب، ساری عمر کی سزا، آپ کے لئے میں نے یہ تو نہیں چاہا تھا منصور۔'' دوسرے ہی پل وہ خود دل ہی دل میں مخاطب ہوئی تھی، کہ اچانک بڑے زور کی ہوا چلی تھی مثبت اور منفی سوچیں گڈ مڈ ہو رہیں تھیں وہ دونوں نیچے چلے آئے، بڑی خاموشی سے اپنے اپنے فیصلے پہ ثابت قدم رہنے کا عہد کر کے۔

☆☆☆

ستاروں کے آئینے میں

دُرشجر

VIRGO

برج سنبلہ

24 اگست تا 23 ستمبر

نام کے پہلے حروف

پ۔غ

نام کے پہلا حرف ....پ، غ
نشان ....دوشیزہ
عنصر ....خاک
مبارک دن ....بدھ
خوش بختی کا ہندسہ............5

دوسرے بروج کے ساتھ تعلقات

بہترین ....جدی، ثور
بہتر ....میزان، عقرب، اسد، سرطان
غیر یقینی............قوس، حوت، جوزا
غیر جانب دار............دلو اور حمل

سنبلہ افراد اس قدر محنتی اور ذہین ہوتے ہیں کہ وہ سونے میں تولے جانے کا حق رکھتے ہیں۔

وہ محنت زیادہ کرتے ہیں لیکن تفریح کی طرف زیادہ رجحان نہیں رکھتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وقت سے پہلے بوڑھے ہونے لگتے ہیں، آخر میں وہ بغاوت کی روش بھی اختیار کر سکتے ہیں اور شاید خود غرض حمل یا اسد یا خوش باش قوس کی خصوصیات اپنانے کی کوشش بھی کر سکتے ہیں، انہیں آتشی بروج کے جوش و خروش کی ضرورت ہوتی ہے اور انہیں آتشی بروج کی خود اعتمادی کے رجحان کو بھی اپنانا چاہیے۔

سنبلہ افراد میں عزت نفس کی کمی ہوتی ہے، یوں لگتا ہے جیسے محنت ان کے مقدر میں لکھ دی گئی ہو اور اپنے حصے سے زیادہ کی مشقت کر کے بھی انہیں صلہ نسبتاً کم ملتا ہے، وہ اپنے وسائل کو نہایت احتیاط سے استعمال میں لاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بڑھاپے میں وہ کسی بھی قیمت پر کسی کے محتاج نہ رہیں، وہ کسی معاملہ کی ضرورت سے زیادہ تیاری کرتے ہیں، انہیں زندگی سے لطف اندوز ہونے کے لئے بے حد محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے۔

تکمیل پسند، قائل کرنے والے:۔

سنبلہ افراد جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتے ہیں، اس میں اپنی ذات سے بہترین کارکردگی کا

مطالبہ کرتے ہیں، وہ دنیا کو ایک منطقی مقام سمجھتے ہیں جس میں ہر شے اور ہر فرد کا کوئی نہ کوئی مقصد اور کردار ہے چنانچہ وہ سب سے پہلے اپنا نصب العین سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اسے پورا کرنے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں اور ان کا حصہ دوسروں سے کسی طور بھی کم نہیں ہوتا۔

ایماندار، عملی، معلوماتی:۔

سنبلہ افراد گہری دماغی قوتوں کے مالک ہوتے ہیں اور وہ ان پر بہت زیادہ بھروسہ کرتے ہیں، وہ مصنوعی پن اور بد دیانتی کو نا پسند کرتے ہیں، وہ مسائل کو کوسوں دور سے بھانپ لیتے ہیں اور اس سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ فریب اور آلودگی کو دور کرنے کے لئے اپنی زندگی تک وقف کر کے رکھ دیتے ہیں، وہ بہت اعلیٰ پائے کے تحقیقی رپورٹر ثابت ہوتے ہیں، وہ عقرب افراد کے نفسیاتی مسائل حل کر سکتے ہیں، حوت افراد کے لاشعور کے اسرار کا کشف کر سکتے ہیں اور میزان افراد کی گڈمڈ ترجیحات میں ترتیب پیدا کر سکتے ہیں اور ان سب کے مسائل کو منطقی انجام دے سکتے ہیں۔

منکسر المزاج:۔

سنبلہ افراد منکسر المزاج ہوتے ہیں، اکثر وہ پس پردہ تار ہلانے والے ہوتے ہیں اور دوسروں کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں، وہ اپنی کارکردگی کو ریتج ملنا پسند نہیں کرتے، اگر وہ مشہور ہو جائیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنا کام مکمل جانفشانی کے ساتھ کیا ہوتا ہے، انہیں اپنے ہنر و فن کی تمام بنیادی تفصیلات کا علم ہوتا ہے۔

وہ بحران کے وقت آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں، وہ فطرت کے قریب رہتے ہیں اور کسی پارٹی کے ہلا گلا کی بجائے کسی پرفضا مقام پر پیدل چلنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

ذمہ دار، صاف ستھرے:۔

سنبلہ افراد محسوس کرتے ہیں کہ وہ جو بھی کام کریں، مکمل ذمہ داری کے ساتھ کریں، وہ محبت کرتے ہیں تو ٹوٹ کر کرتے ہیں اور محبت کی راہ میں بڑی سے بڑی قربانی سے بھی گریز نہیں کرتے، ان کا معیار بہت بلند ہوتا ہے اور وہ پوری زندگی تکمیلیت کے راستے پر گامزن رہتے ہیں۔

سنبلہ اپنی محبت کا اظہار آسانی سے نہیں کرتے، یہ ان کی منفرد شخصیت کا ایک حصہ ہے، وہ اپنے محبوب کا محتاط مطالعہ کرتے ہیں اور اس کی زندگی کے ہر پہلو کا جائزہ لیتے ہیں، اپنے دل کو زخمی ہونے سے بچانے کے لئے اپنے جذبات کے اظہار میں بخل سے کام لیتے ہیں لیکن ایک بار جب وہ محبت کرنا شروع کرتے ہیں تو پھر تا عمر کرتے ہی چلے جاتے ہیں۔

شریک حیات کے لئے وقف:۔

سنبلہ افراد اپنے شریک حیات سے اس قدر وفادار ہوتے ہیں کہ پوری زندگی اس کے لئے وقف ہو کر رہ جاتے ہیں، وہ جب کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو کامیابی کے امکانات بہت کم رکھتے ہیں اور جب بھی وہ کوئی دعویٰ کر بیٹھیں تو پھر ان کی کامیابی یقینی ہوتی ہے۔

وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ مکمل تعلقات کے خواہاں ہوتے ہیں، اس کے علاوہ انہیں کسی یقین دہانی یا دلچسپی کی ضرورت نہیں

ہوتی، انہیں جذباتی طور پر ابھارنے کے لئے ایسے فرد کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کے ہم پلہ اور قابل اعتماد ہو، اگر ان کے شریک حیات کی دلچسپی ان کی شخصیت میں کم ہو جائے، تو وہ اسے فوراً محسوس کر لیتے ہیں۔

متجسس، متحرک، مضطرب:۔

سنبلہ افراد کے تجسس کی کبھی تسکین نہیں ہوتی اور اس کی یہ انتہا ہوتی ہے کہ اگر ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ بیک وقت تین تین کتابیں پڑھ رہے ہوتے ہیں تو بے جا نہ ہوگا، وہ ذہنی اور جسمانی طور پر مستقل حرکت میں رہتے ہیں، وہ ایک چین سموکر بھی ہو سکتے ہیں، وہ اشیاء کو قریب سے دیکھنے، ماحول میں گھومنے اور اصل کہانی کی تہہ تک پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں وہ اشیاء کو ان کے تناظر میں دیکھنا اور حقائق دریافت کرنا پسند کرتے ہیں، وہ تقریباً ہمیشہ سفر کرنا، نت نئے مقامات دیکھنا، موازنہ کرنا اور تجربہ کرنا پسند کرتے ہیں وہ اپنی مہمات کی منصوبہ بندی کرنا بھی پسند کرتے ہیں۔

شعور صحت، منظم، متفکر:۔

سنبلہ افراد متاثر کن حد تک منظم ہوتے ہیں اور کھانے پکانے کی ترکیبوں سے لے کر تعمیر شخصیت کی تکنیک تک ہر شعبہ زندگی کے بارے میں ان کے پاس ایک فائل مرتب کی ہوئی ہوتی ہے۔

اپنے عجیب اعصابی نظام اور عزت نفس کی کمی کے احساس کی وجہ سے وہ اکثر متفکر رہتے ہیں، وہ ہر شے کی بحسن و خوبی ترتیب دے کر پریشانیوں کے آگے بند باندھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس طرح وہ انتشار اور الجھن آمیز مطالبات کا امکان کم سے کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رحمدل، اچھے استاد:۔

سنبلہ افراد اور وفادار اور قابل بھروسہ ہوتے ہیں، گھر کا مسئلہ ہو یا ہسپتال کا معاملہ یہ کسی خیراتی ادارہ کا کام ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور وہ تمام ہدایات کی احسن طریقے سے پیروی کرتے ہیں، چنانچہ وہ کسی مریض کی تیمارداری یا کسی گاہک کی تسلی کا کام مثالی انداز میں انجام دے سکتے ہیں، ان معاملات میں وہ انسانی پہلو کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے اور کسی روتے کے آنسو پونچھنا اور کسی گرے ہوئے کا ہاتھ پکڑنا کبھی نہیں بھولتے۔

تنقیدی، موثر کردار:۔

سنبلہ افراد تدریس اور اصول و ضوابط کی پیروی میں اس قدر منہمک ہوتے ہیں کہ اپنے اصولوں کے خلاف چلنے والے لوگوں کو برداشت نہیں کر پاتے، وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ان کی بات ہمیشہ درست ہوتی ہے، وہ تنقید کے معاملہ میں بڑی سختی سے کام لیتے ہیں، وہ اخلاق پرست بھی ہوتے ہیں اور لوگوں کو مکمل سادگی کی طرف رجوع کرنے کی تبلیغ بھی کرتے ہیں، مشہور فلسفی روسو کا فطری طریقہ تعلیم ان کے لئے بہت کشش رکھتا ہے۔

سنبلہ افراد کو اپنی ذات سے محبت کرنا بھی سیکھنا چاہیے، جو لوگ اپنی ذات سے مطمئن نہیں، وہ خواہ کتنے اعلیٰ اور اکمل کام سرانجام کیوں نہ دیں، ان میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور رہ جاتی ہے، سنبلہ افراد اپنی زندگی میں سیکھنے سکھانے کا عمل جاری رکھتے ہیں اور معاشرے کے اہم افراد میں شامل ہونے کے متمنی ہوتے ہیں، وہ اکثر قابل تعریف اور معیاری افراد ہوتے ہیں، وہ اچھی

دوستی اور بلند کردار کے حامل ہوتے ہیں۔

☆☆☆

سنبلہ عورت

سنبلہ افراد اکثر ایک لیڈر، استاد یا سربراہ ہوتے ہے، زمین اسے زندگی کے مادی پہلوؤں، محنت، رجعت پسندی، حساب کتاب اور تیزی کی طرف مائل کرتی ہے، تمام خاکی بروج بشمول ثور اور جدی جسم کے معاملات سے تعلق رکھتے ہیں، آتشی بروج روح کی حکومت سے اور بادی بروج ذہن کی حکومت سے جبکہ آبی بروج روح سے تعلق رکھتے ہیں، سنبلہ عورت ساحرانہ قوتوں کی مالک ہو سکتی ہے، وہ نقالی کی صلاحیتوں سے بھرپور ایک منجھی ہوئی اداکارہ ہوتی ہے، اپنی اس خوبی کی بناء پر وہ اپنے ایک اشارہ ابرو سے بڑے بڑے کام لے سکتی ہے۔

سنبلہ عورت اپنی ذات میں انجمن ہوتی ہے، وہ ذرائع کو مجتمع کرنا اور ان کا استعمال کرنا بخوبی جانتی ہی اور ان ذرائع کو منظم انداز سے اپنے عزیز و اقارب کی بہبود کے لئے استعمال کرتی ہے، وہ بے شمار دوست بنانے کا رجحان رکھتی ہے لیکن بعض دوست اس کی ذات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی کر سکتے ہیں جس کا اسے خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

سنبلہ، رومانی عورت اور ساحرانہ چال ڈھال کی مالک ہوتی ہے، وہ سرد دماغ کے ساتھ حرارت سے بھرپور بدن رکھتی ہے اور محبت کے فن کو ایک عظیم ہنر میں تبدیل کر دیتی ہے، وہ جو چاہتی ہے حاصل کرنے کا رجحان رکھتی ہے، وہ خصوصاً ایک جانثار اور سنجیدہ قسم کی محبوبہ ہوتی ہے، وہ کیوں کے انداز میں بات نہیں کرتی بلکہ اس کی دلچسپی کا لفظ ہے ''کیسے''؟ مثلاً اس کا محبوب کیسے اس کی زلفوں کا اسیر بن سکتا ہے وغیرہ، وہ اکثر اپنے آپ سے اس قسم کے سوال کرتی ہے، وہ محبت کی کنیز ہوتی ہے اور اپنے محبوب کی خواہشات کے آگے سر جھکا دیتی ہے، وہ وقت کی پابندی کرتی ہے اپنی پسند کے کیسٹ خریدتی ہے، باتھ روم کو چمکا ڈالتی ہے اور اس میں اپنا پسندیدہ پرفیوم بھی چھڑکتی ہے۔

سنبلہ عورت تکمیل پسند ہے چنانچہ وہ ایسے مرد کو پسند کرتی ہے جو کہ مکمل شخصیت ہو، اس کے علاوہ اس کے محبوب کو دلکش، حساس، محنتی اور ایماندار ہونا چاہیے، سنبلہ عورت ایسے مرد کو پسند کرتی ہے، جو کہ حلیم الطبع، با صلاحیت اور مالی، جذباتی لحاظ سے مضبوط ہو، اس کے محبوب کو منصوبہ ساز، دھوکہ باز یا مبہم جو نہیں ہونا چاہیے، وہ گھریلو قسم کے مرد کی ساتھ زیادہ سکون و اطمینان محسوس کرتی ہے جس پر وہ اعتماد بھی کرتی ہو میں اس کے ساتھ تعاون کرے۔

آغاز میں سنبلہ عورت ایک نسوانیت سے بھرپور تکمیل پسند لڑکی ہوتی ہے، اس لئے وہ اکثر اپنی ماں اور زمانے کی طرف سے دی گئی دوہری تربیت سے فیض یاب ہوتی ہے، اس کا سب سے بڑا مقصد موزوں ترین مرد سے شادی کا منصوبہ بندھن باندھنا ہوتا ہے۔

سنبلہ عورت خوشگوار اور پرجوش ازدواجی تعلقات کی متمنی ہوتی ہے، وہ آزاد دل و دماغ کے حامل مرد کی خواہش مند ہوتی ہے جو اس کے شرمیلے پن کو دور کر کے اسے اپنی ذات کی اندرونی تہیں بے نقاب کرنے میں مدد کرے، سنبلہ اپنے شوہر کے ناز اٹھانا اور اس کی ملکیت بننا پسند کرتی ہے۔

☆☆☆

حاصل مطالعہ

ہمحہ لتو لحیم

القرآن

☆ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو گن نہ سکو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو کچھ تم چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اللہ سب سے واقف ہے۔ (النحل۔۱۹،۱۸)

☆ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے کچھ شک نہیں کہ ایمان والوں کے لئے اس میں نشانی ہے۔ (عنکبوت۔۴۴)

☆ اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو، اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں) تو اللہ کی باتیں (یعنی اس کی صفتیں) ختم نہ ہوں، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (لقمان۔۲۷)

رضوانہ عمران، فیصل آباد

استغفار

حضرت ابو سعید رضوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

''جب شیطان مردود ہو گیا تو اس نے کہا کہ اے رب تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو ہمیشہ بہکاتا رہوں گا، جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں رہیں گی۔''

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا! کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اور اپنے اعلیٰ مقام کی جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے، میں ان کو بخشتا رہوں گا۔

روبینہ خان، ساہیوال

روزی دینے والا

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز پڑھتے تو خوف خدا اور تعظیم شریعت کے سبب آپ کے سینے کی ہڈیوں سے اس قدر چرچراہٹ کی آواز نکلتی کہ لوگ اس آواز کو بخوبی سن لیتے، ایک دن حضرت ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام نے حضرت سے پوچھا۔

''اے شیخ! آپ کوئی کام نہیں کرتے نہ کسی سے سوال کرتے ہیں آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟''

حضرت نے فرمایا۔

''ٹھہرو میں نماز کا اعادہ کرلوں کیونکہ جو شخص روزی دینے والے کو نہیں جانتا اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔''

انجم شاہد، سکھر

انمول باتیں

☆ راستوں کی ویرانی اور جلتی دھوپ سے ڈرنے والے منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔

☆ جہاں سے گزرو پھول برساتے جاؤ تا کہ تمہیں اپنی واپسی پر بڑا سا باغ دکھائی دے۔

☆ اپنی پہلی بازی جیتنے کے نشے میں دوسری بازی ہارنا پڑتی ہے

☆ زندگی ایک کٹھن سفر ہے جس کی منزل موت ہے۔

☆ اگر تم نے ہر حال میں خوش رہنے کا فن سیکھ لیا ہے تو یقین کرو زندگی کا سب سے بڑا فن سیکھ لیا ہے۔

رخسانہ رفیق، راجن پور

قابل تقلید فرمودات

''آتش فشاں پہاڑوں سے ایش ٹرے استعمال کرنے کی توقع نہیں ہونی چاہیے۔ (ایمل کرونکی)

''نئی نسل میں ایک ایسی کوئی خرابی نہیں ہے جو زندگی میں ایک بار انکم ٹیکس ادا کرنے کے قابل ہوتے ہی رفع نہ ہو جائے۔ (ڈین ہنٹ)

''کامیاب اور مطمئن زندگی کے لئے ایمان ایک ضروری جزو ہے یہ ایمان خدا پر ہو یا کسی مذہب پر ہو یا کسی بلند نصب العین پر، اس کے بغیر کامیاب اور مطمئن زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ (حمید نظامی)

''مجھے عمر کے اوائل میں دوستی کا عظیم ترین راز معلوم ہو گیا تھا، کسی کو مطلب کے حصول کے لئے دوست مت بناؤ، خود غرضی کو بھی بیچ میں نہ آنے دو، دوستوں کی مدد کرو لیکن انہیں تکمیل کا آلہ کار نہ بناؤ۔ (کیرل بائینڈر)

''اکثر میرے صبر سے دوسروں کی شازشیں بے کار ثابت ہوئیں، اگر کینہ ساز کامیاب بھی ہو گئے تو میری شکست میرا قلب اور ضمیر مجروع نہیں کر سکی، البتہ صبر تعطل کا نام نہیں ہے، کوشش چھوڑ بنا صبر سمجھا جائے تو یہ صبر زہر قاتل ہے، کوشش زندگی اور تعطل موت ہے۔ (ڈاکٹر اشتیاق حسین)

مہناز حسن، فیصل آباد

ناقدر شناس

ایک مرتبہ ایک بوڑھا شخص خلیفہ ہشام بن عبدالمالک کے سامنے ایک مجرم میں پیش کیا گیا کہ وہ گانے بجانے اور شراب و کباب سے دلچسپی رکھتا ہے۔

ہشام نے اسے دیکھ کر کہا۔

''طنبورہ اس کے سر پر توڑ دو۔''

اس حکم کی تعمیل ہوئی، وہ بوڑھا رونے لگا۔

ہشام نے کہا۔

''صبر سے کام لو۔''

بوڑھے نے جواب دیا۔

''چوٹ کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ اس ناقدر شناسی پر روتا ہوں کہ اب بربط کو طنبورہ کہا جاتا ہے۔''

وحید رضا، شیخو پورہ

عشق تھا کہ وحشت

عشق تھا کہ وحشتیں
جنون تھا کہ جستجو
جہان بے حیات میں چار سو
سفر نصیب خواہشیں
سفر نصیب خواہشوں کے بے اماں مسافتیں
وہ بے قرار راستے
جو منزلوں کے خواب تھے
ہم پہ یہ دیر سے کھلا
کہ یہ تو بس سراب تھے
حاصل سفر وہی
سفر کی جو اساس تھا
لکھا تھا جو نصیب میں
سو مل گیا وہی ہمیں

ظل ہما، نارووال

آشنائی کا بھرم

اشک آنکھوں میں پڑے ہیں اور آنکھیں لا جواب
ہر حقیقت کھو چکا ہوں اور ہوں میں محو خواب
اس سے کہنا اب نہ آئے میری بستی کی طرف
میں اکیلا ہوں وہاں اور زرد پتے بے حساب

کچھ تو رکھتے ہیں بھرم اے سعد اپنے پیار کا
پھیر لیتے ہیں نظر کو جب درد ہو بے حساب

فوزیہ غزل، شیخوپورہ

چوری کرنا

ڈاکو پکڑے بھی جائیں تو پولیس کے ساتھ ان کی تصویریں یوں چھپتی ہیں، جیسے وہ پرائز لے رہے ہوں، چور اس دور میں پبلسٹی کا اہل نہیں، وہ چپ چاپ اتنی بلند دیواریں پھلانگ جاتا ہے کہ کوئی اور ہوتا تو اخباروں میں ان کی رنگین تصویریں چھپتیں، مگر اسے نام سے غرض نہیں کام سے غرض ہے، چور اپنے جوتے اتار کر با ادب ہو کر مختلف گھروں میں یوں داخل ہوتا ہے جیسے کسی مقدس مقام کی زیارت کو آیا ہو، اگر کسی کی آہٹ سے خلق خدا کی نیند میں خلل پڑتا ہے تو وہ شرم کے مارے بھاگ نکلتا ہے، کیونکہ ہر راز جانتا ہے اگر وہ سامنے آ گیا، تو چور کے رتبے سے گر کر ڈاکو اور لیٹرا بن جائے گا۔

زاہدہ علی، لاہور

سچ ہے یہ بھی کہ

''زندگی پیار کا گیت ہے مگر اس میں سوز و گداز شادی کے بعد آتا ہے۔''

''پاکستانی جہیز کو لعنت سمجھتے ہیں اگر شادی میں کم ملے تو۔''

''عورتیں واقعی محنتی ہوتی ہیں اور اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پندرہ فیصد عورتیں قدرتی طور پر حسین ہوتی ہیں باقی پچھتر فیصد اپنی محنت سے۔''

''شادی اور بیوی مرد کی زندگی کم کرنے کا نہایت آسان اور آزمودہ نسخہ ہے۔''

''برقعے کا رواج ہر گز ختم نہ ہوتا اگر اس میں سے ایک میک اپ شدہ چہرہ نظر آ سکتا۔''

''شوہر کو اس کے گناہوں کی سزا چھوڑ بیوی کی صورت میں ملتی ہے۔''

کشمالہ شاہ، بہاولپور

روپہلی کرنیں

☆ سناٹا جب روح کی گہرائیوں میں اتر جائے تو رونقیں متاثر نہیں کرتیں۔

☆ محبت حاصل کرنا ہر کسی کے لئے ممکن نہیں لیکن محبت پھیلانا ہر ایک کے لئے ممکن ہے۔

☆ زندگی ہمیں وہ کچھ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے، جس کا ہم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔

☆ ہم کسی کو تب تک مجبور نہیں کر سکتے جب تک اس کی کسی کمزوری سے واقف نہ ہوں۔

☆ زندگی میں دو باتیں انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہیں ایک جس کی خواہش کی ہو اس کا نہ ملنا اور دوسرا جس کی خواہش نہ کی ہو اس کا مل جانا۔

☆ ٹھیس لگے تو ہی شاہکار بنتے اور منظر عام پر آتے ہیں۔

☆ ہنسی کے ساتھ رونا بھی ضروری ہے کہ یہی زندگی کا چلن ہے۔

☆ دوسروں پر رائے دینے سے پہلے یہ جان لو کہ ان کی رائے تمہارے بارے میں کیا ہے۔

☆ جب ہم بولتے ہیں تو لوگ نہیں سنتے جب لوگ بولیں تو ہم نہیں سنتے معاشرے میں انتشار کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

☆ لڑائی کے لئے جواز ضروری نہیں۔

نوروز اطہر، شاہ پور

آنسو

ستارے
رات کی آنکھوں میں چمکتے ہیں
رات آسمان کے آنگن میں بچھی ہے

آسمان میرے دل میں اترا ہے
کسی بڑے غم میں بہائے ہوئے آنسو
کائنات کی بارشوں میں بھی بڑے ہوتے ہیں
میرا غم بڑا ہے
میرے آنسو چھوٹے نہیں ہیں
میں اپنے لئے کبھی نہیں رویا

سعدیہ علی، ملتان

روحانی عظمت

چند آدمی جو حضرت رابعہ بصری کے خداداد شہرت کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ان کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے۔

''بہترین اوصاف مردوں میں ہی پائے جاتے ہیں عورتوں میں نہیں، اب تک مردوں نے ہی اپنے روحانی کمالات سے دنیا کو حیرت میں ڈالا ہے آپ نے یہ روحانی عظمت کیسے پالی۔''

حضرت رابعہ بصری نے جواب دیا۔

''ممکن ہے آپ جو کہہ رہے ہوں وہ صحیح ہو، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آج تک دنیا میں کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو اور لوگوں سے کہا ہو کہ اسے پوجیں، غروریت اور فرعونیت مردوں ہی کی ایک خصوصیت ہے اور عورتیں اس سے بری ہیں۔''

زیبا منصور، خانیوال

مہکتی کرنیں

۱۔ کاش! اے کاش جس طرح ہم اپنے گناہ بھول جاتے ہیں بالکل اسی طرح ہم لوگ اپنی نیکیاں بھی بھول جائیں۔

۲۔ کچھ رشتے ''ٹوم اینڈ جیری'' کی طرح ہوتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ رہ بھی نہیں سکتے اور کسی تیسرے کا وجود بھی برداشت نہیں ہو سکتا ہے۔

۳۔ رب نے قبر اور محشر کے وقت پوچھے جانے والے سوالوں کو پہلے سے ہی ہمیں بتا دیا ہے تو کیوں نہ ہم ان کے جواب ابھی سے تیار کرنا شروع کر دیں۔

۴۔ اگر آج ہم کسی کے بڑھاپے کا خیال کریں گے تو آنے والے کل میں کوئی ہمارا خیال کرے گا۔

۵۔ ہم اپنے جسم کو تو نکھارتے ہیں مگر کیا کبھی ہم نے اپنے دل و دماغ اور اپنی سوچوں کو تبدیل کرنے کا سوچا ہے۔

۶۔ خونی رشتہ ایک انجانی، ان دیکھی ڈور سے بندھے ہوتے ہیں، رب نے یہ خونی رشتے بھی نجانے کیسی ڈور سے باندھ رکھے ہیں، ایک سرا ٹوٹ جائے تو دوسرا سرا خود بخود ڈھیلا ہو جاتا ہے۔

رابعہ حسین، جلالپور جٹاں

خطرناک انجام

ایک ستر سالہ بوڑھے دادا نے یہ اعلان کر کے پورے گھر میں سنسنی پھیلا دی کہ وہ ایک بائیس سالہ دوشیزہ سے شادی کر رہے ہیں، ان کے بیس سالہ پوتے نے کہا۔

''اس کا انجام خطرناک ہوگا۔''

''خطرناک ہوگا تو مجھے کیا۔'' بوڑھے میاں بولے۔

''وہ مر جائے گی تو میں کسی اور سے شادی کر لوں گا۔''

نزہت جبیں، جہلم

☆☆☆

بیاض

تسنیم طاہر

امرت اعوان ---- ہارون آباد
جہاں سوال کے بدلے سوال ہوتا ہے
وہیں محبتوں کا زوال ہوتا ہے
کسی کو اپنا بنانا ہنر میں لیکن
کسی کا بن کے دکھانے کمال ہوتا ہے

....

کتنے ناداں تھے طوفان کو کنارہ سمجھا
کتنے بے جان سہاروں کو سہارہ سمجھا
کتنے کم ظرف تھے وہ لوگ جو ساحل پہ تھے
ہم کو ڈوبتے دیکھا اور نظارہ سمجھا

....

کسی نے جب بھی وفاؤں کی بات کی ہو گی
تیری نگاہ مجھے ڈھونڈتی رہی ہو گی
تیرے خلوص سے شکوہ فضول ہے دوست میرے
میرے خلوص میں شاید کمی رہی ہو گی
کنول فریاد حسین ---- جلالپور جٹاں
ہر حال میں ہر درد میں تابندہ رہوں گا
میں زندہ جاوید ہوں پائندہ رہوں گا
تاریخ میرے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں آئندہ رہوں گا

....

جب سے تیرے نام کر دی زندگی اچھی لگی
تیرا غم اچھا لگا تیری خوشی اچھی لگی
تیرا پیکر تیری خوشبو تیرا لہجہ تیری بات
دل کو تیری گفتگو کی سادگی اچھی لگی

....

موسم موسم بس اک سپنا یاد رہا
صدیاں جس میں سمٹ گئیں وہ لمحہ یاد رہا
قوس قزح کے ساتوں رنگ تھے اس کے لہجے میں
ساری محفل بھول گئی اک چہرا یاد رہا
علی ناصر ---- حافظ آباد
ساری دنیا میں میرے جی کو لگا ایک ہی شخص
ایک ہی شخص تھا ایسا باخدا ایک ہی شخص
درجہ کفر سہی مدح جمال جاناں ......
دل کی پوچھو تو خدا سے بھی بنا ایک ہی شخص

....

محبتوں میں ہر اک لمحہ وصال ہوگا یہ طے ہوا تھا
بچھڑ کے بھی اک دوسرے کا خیال ہوگا یہ طے ہوا تھا
وہی ہوا ناں کہ بدلتے موسموں میں تم نے ہم کو بھلا دیا ہے
کوئی بھی رت ہو نہ چاہتوں کا زوال ہوگا یہ طے ہوا تھا

....

کبھی کی ہو گی سورج نے چاند سے محبت
تبھی تو چاند میں داغ ہے
ممکن ہے کہ چاند سے ہوئی ہو گی بے وفائی
تبھی تو سورج میں آگ ہے
رضوانہ عمران ---- فیصل آباد
جو بھی دیتا ہے زخم دیتا ہے
کس قدر با اصول ہیں یہ لوگ

....

طوفاں کی دشمنی سے نہ بچتے تو خیر تھی
ساحل سے دوستی کے بھرم نے ڈبو دیا

....

وہ جو سہتا رہا رت جگوں کی سزا چاند کی چاہ میں
مر گیا جب تو نوحہ کناں تھے شجر چاند خاموش تھا

ں کہیں پھر خدا کی زمیں پہ کوئی سانحہ ہو گیا
ں نے کل رات جو اٹھائی نظر چاند خاموش تھا
بینہ خان ---- ساہیوال
بے وفا ہے لے اک بری خبر سن لے
انتظار میرا دوسرا بھی کرنا ہے

....

ے کہنا کہ پلٹ آئے کہ اب تو
ائی درد بنتی جا رہی ہے

....

جھیل ہے آنکھوں میں جو آباد بہت ہے
یوں یونہی رونے کو تیری یاد بہت ہے
ہ دو کہ سمندر سے پلٹ آئیں ہوائیں
ں کو میرے اشکوں کی بنیاد بہت ہے
م شاہد ---- سکھر
نے مجبور ہیں ہم اپنی انا کے ہاتھوں
زہ ریزہ بھی ہوئے اور بکھرتے بھی نہیں

....

ے جو بستیاں برباد وہ سیلاب ہوتا ہے
ساحل سے اچھل جائے اسے دریا نہیں کہتے

....

ق تو فنکار ہے اس درجہ کہ پل میں
ب در کعبہ سے بھی اصنام تراشے
کون ہے اور کیا ہے تیرا داغ قبا بھی
نے تو مریم پہ بھی الزام تراشے
یہ غزل ---- شیخوپورہ
نے نہ دیں گی چاندنی راتیں اسے بھی کبھی
تو کسک اس کے دل میں چھوڑ جاؤں گا

....

تیرا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
ار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں
حسن ---- فیصل آباد
اس کی دسترس میں ہوں مگر وہ
مجھے میری رضا سے مانگتا ہے

....

بند ذہنوں میں سسکتا ہے خیالوں کا ہجوم
چیخ بن جاتی ہے کھلتے ہوئے درد کی صورت

....

زندگی نے میری مفہوم جہاں سے پایا
مجھ کو اچھا نہیں لگتا اسے مقتل لکھنا
پیار کے سچے مراسم کا پتا دیتا ہے
خط کے القاب میں اس کا مجھے پاگل لکھنا
وحید رضا ---- شیخوپورہ
ڈھانچے کے ایک ڈھیر کی گنتی سے فائدہ؟
کیوں ہو رہی ہیں شہر میں مردم شماریاں

....

یہ قربتیں ہی بڑے امتحان لیتی ہیں
کسی سے واسط رکھنا تو دور کی رکھنا

....

کھو آؤ گے اک روز کسی موڑ پہ خود کو
اس دل کی مسافت تمہیں کچھ بھی نہیں دے گی
ظل ہما ---- نارووال
کیوں مرا ساتھ چھوڑے جاتے ہو
راستہ رہنما نہیں ہوتا

....

پتھر پہ لکیروں کی طرح دل میں تیرا نام
اور لوگ کہیں مجھ سے اب اس کو بھلا دو

....

صحن گل میں خاک اڑاتی آ گئی باد سموم
باغ نے پھولوں کا کہنا بھی ابھی پہنانہ تھا
شاخ کی آنکھیں خزاں کے رتجگے سے چور تھیں
برگ کے سینے میں دل تھا جو ابھی دھڑکا نہ تھا
کشمالہ شاہ ---- بہاول پور
اک غفلت تمام نے بینا بنا دیا
اک ساعت تمام پھر بینائی لے گئی

جذبے حصول رزق کے رستوں میں چھل گئے
خوابوں کو میرے عہد کی سچائی لے گئی

....

رستوں کو دھواں شہروں کو سنسان نہ کرتے
کرنا ہی تھا تو یہ کام انسان نہ کرتے
کچھ دیر ہمیں رہنے دیا ہوتا گھروں میں
کچھ دیر ہمیں بے سرو ساماں نہ کرتے
نوروز اطہر ---- شاہ پور

ہجر کے کبھی پہلو رنجشوں کے سارے دکھ
کتنے اچھے لگتے ہیں چاہتوں کے سارے دکھ
مسئلہ انا کا تھا فاصلے دلوں کے تھے
قربتوں سے کیا مٹتے دوریوں کے سارے دکھ

....

ہمارے قبول و عمل میں تضاد کتنا ہے
مگر یہ دل ہے کہ خوش اعتماد کتنا ہے

....

ہمیں معلوم ہے ہر جیت بالآخر ہماری ہے
سو ہم وقتی شکستوں پہ دل تھوڑا نہیں کرتے
سعدیہ علی ---- ملتان

پھولوں کے گھر بہار نے بھر بھی دیا تو کیا
دامن میرا اداس رہا خار کے بغیر
اس شوخ سے بچھڑ کے ظفر اپنی زندگی
جیسے مکاں ہو کوئی دیوار کے بغیر

....

جوتے سے لگ کر مٹی محل تک پہنچ گئی
ہم فطرتاً پہاڑ تھے رستے میں رہ گئے

....

طوفان کر رہا تھا میرے عزم کا طواف
دنیا سمجھ رہی تھی کہ کشتی بھنور میں ہے
زیبا منصور ---- خانیوال

تم ساتھ تھے ہم بھی تھے منزل سے آشنا
اب تم نہیں تو لگتے ہیں رستے عیب سے

....

ان بارشوں سے دوستی اچھی نہیں فراز
کچا تیرا مکان ہے کچھ تو خیال کر

....

زندگی درد کا عنوان کہاں تھی پہلے
مبتلا رنج میں یہ جان کہاں تھی پہلے
دل جو ٹوٹا تو کھلا سب کی محبت کا بھرم
اپنے بے گانے کی پہچان کہاں تھی پہلے
شاہدہ ظفر ---- کراچی

درد دل کو احساس ہو شاید
غم جوانی کو راس ہو شاید
کہہ رہی ہے فضا کی خاموشی
ان دنوں تم اداس ہو شاید

....

ساری بات تعلق کی ہے جذبوں کی سچائی تک
میل دلوں میں آجائے تو گھر ویرانے ہو جاتے ہیں
ہر اک چیز بدل جاتی ہے عشق کا موسم آتا ہی
راتیں پاگل کر دیتی ہیں دن دیوانے ہو جاتے ہیں

....

پڑھنا ہے تو انسان کو پڑھنے کا ہنر سیکھ
ہر چہرے پہ لکھا ہے کتابوں سے زیادہ
نزہت جبیں ---- جہلم

جیسا جتنا بھی رشتہ تھا اس کو رسوا مت کرنا
ہم بھی ایسا نہیں کہیں گے تم بھی ایسا مت کرنا

....

دامن کے سارے چاک گریباں کے سارے چاک
ہو بھی گئے بہم تو بہم اور کتنی دیر

....

شام آ رہی ہے ڈوبتا سورج بتائے گا
تم اور کتنی دیر ہو ہم اور کتنی دیر
سائرہ خالد ---- پشاور

فضا میں رنگ نہ ہوں آنکھ میں نمی بھی نہ ہو

وہ حرف کیا کہ رقم ہو تو روشنی بھی نہ ہو
وہ کیا بہار کہ پیوند خاک ہو کے رہے
کشاکش روش و رنگ سے بری بھی نہ ہو

....

یوں مجھ کو نگاہوں کے ترازو میں نہ تولو
ہے شوق تو بے ساختہ آنکھوں میں سمو لو
اب دل کو میں لایا ہوں ہتھیلی پہ سجا کے
اس حسن کے بازار میں کیا دام ہیں بولو

....

سبھی لوگ تو کبھی بھی اچھے نہیں رہتے
جن سے سچ سیکھا ہو وہ بھی سچے نہیں رہتے
کچھ اور بڑھ گئے جو اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوع سحر سے ہم
نسرین خورشید ---- جہلم

چلے آتے تمہارے پاس لیکن
جدائی راستہ روکے کھڑی ہے
چاند بدلا ہے کہیں جھیل بدل جانے سے
آئینہ کوئی بھی ہو عکس تمہارا ہو گا

....

کبھی تو روئے گا وہ بھی کسی کی بانہوں میں
کبھی تو اس کی ہنسی کو زوال ہونا ہے
ملیں گی ہم کو بھی اپنے نصیب کی خوشیاں
بس انتظار ہے کب یہ کمال ہونا ہے

....

ٹوٹا تو ہوں مگر ابھی بکھرا نہیں فراز
میرے بدن پر جیسے شکستوں کا جال ہے
صائمہ مظہر ---- حیدر آباد

خاموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

....

وہ کچھ سنتا تو میں کہتا مجھے کچھ اور کہنا تھا
وہ پل بھر کو جو رک جاتا مجھے کچھ اور کہنا تھا
غلط فہمی نے باتوں کو بڑھا ڈالا یونہی ورنہ
کہا تھا کچھ وہ سمجھا کچھ مجھے کچھ اور کہنا تھا

....

شیشہ جاں کو مرے اتنی ندامت سے نہ دیکھ
جس سے ٹوٹا ہے یہ آئینہ وہ سنگ اور ہی تھا
خلق کی بھیجی ہوئی ساری علامت اک سمت
اس کے لہجے میں چھپا تیر و تفنگ اور ہی تھا
فوزیہ غزل ---- شیخوپورہ

زیست کرنے کے سب انداز سے ازبر تھے
مجھ کو مرنے کا سلیقہ بھی نہیں تھا شاید
خاک اڑاتے ہوئے بازاروں میں دیکھا سب نے
میں کبھی گھر سے نکلتا بھی نہیں تھا شاید

....

کئی کتابیں تھیں دیمک نے جن کو چاٹ لیا
بہت سے لفظ تھے ایسے کہ جو پڑھے نہ گئے

....

غم بیاں کرنے کو کوئی اور ڈھنگ ایجاد کر
تیری آنکھوں کا یہ پانی تو پرانا ہو گیا
ایمان علی ---- ٹوبہ ٹیک سنگھ

آپ کتنے اچھے ہیں آپ کتنے پیارے ہیں
آپ کو بتاؤں کیا آپ ہی کے بارے میں
خواب شعر اور نغمہ کون خوبصورت ہے
دلکشی بتائے کیا دلکشی کے بارے میں

....

بے اختیار وقت یہ جھنجلا کے رو پڑے
کھو کے کبھی اسے تو کبھی پا کے رو پڑے
خوشیاں ہمارے پاس کہاں مستقل رہیں
باہر کبھی ہنسے بھی تو گھر آ کے رو پڑے

....

جہاں بھی ملتا ہے وجہ ملال پوچھتا ہے
جو حل طلب ہیں ابھی وہ سوال پوچھتا ہے

....

ڈرا ہوا ہے ہر اک فرد اس طرح سے یہاں
کہ جیسے خواب میں بچے نے بھوت دیکھ لیا

....

ترا مکھڑا سلونا کیا کروں میں
یہ مٹی کا کھلونا کیا کروں میں
میرے بالوں میں چاندی آ گئی ہے
تیری زلفوں کا سونا کیا کروں میں
طاہرہ رحمان ---- بہاولنگر

میں اس کے ہاتھ نہ آؤں وہ میرا ہو کے رہے
میں گر پڑوں تو مری پستیوں کا ساتھی ہو
کرے کلام جو مجھ سے تو میرے لہجے میں
میں چپ رہوں تو مرے تیوروں کا ساتھی ہو

....

کوچے کو تیرے چھوڑ کر جوگی ہی بن جائیں مگر
جنگل ترے پربت ترے بستی تری صحرا ترا
تو باوفا تو مہرباں ہم اور تجھ سے بدگماں
ہم نے تو پوچھا تھا ذرا یہ وصف کیوں ٹھہرا ترا

....

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی
قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
عمرانہ علی ---- حاصل پور

میں تم کو چاہ کر پچھتا رہا ہوں
کوئی اس زخم کا مرہم نہیں ہے

....

مری طلب تھا اک شخص وہ جو ملا نہیں تو پھر
ہاتھ دعا سے یوں گرا بھول گیا سوال بھی

....

یہ جان کر بھی کہ دونوں کے راستے تھے الگ
عجیب حال تھا جب اس سے ہو رہے تھے الگ
خیال ان کا بھی آیا کبھی تمہیں جاناں
جو تم سے دور بہت دور جی رہے تھے الگ
عظمیٰ جبیں ---- لیہ

عقل کے شہر میں آیا ہے تو یوں گم ہے جنوں
لب گویا کو بھی بے ساختہ پن یاد نہیں
اول اول تو نہ تھے واقف آداب قفس
اور اب رسم و رہ اہل چمن یاد نہیں

....

فراز اس شہر میں کس کو دکھاؤں زخم اپنے
یہاں تو ہر کوئی مجھ سا بدن پہنے ہوئے ہے

....

سنگ دل ہے وہ تو کیوں اس کا گلہ میں نے کیا
جبکہ خود پتھر کو بت بت کو خدا میں نے کیا
کیسے نامانوس لفظوں کی کہانی تھا وہ شخص
اس کو کتنی مشکلوں سے ترجمہ میں نے کیا
وردہ منیر ---- لاہور

گلہ فضول تھا عہد وفا کے ہوتے ہوئے
سو چپ رہا ستم ناروا کے سہتے ہوئے
یہ قربتوں میں عجب فاصلے بڑے کہ مجھے
ہے آشنا کی طلب آشنا کے ہوتے ہوئے

....

نہ سہہ سکا جب مسافتوں کے عذاب سارے
تو کر گئے کوچ میری آنکھوں سے خواب سارے
بیاض دل پر غزل کی صورت کہے ہیں
ترے کرم بھی ترے ستم بھی حساب سارے

....

دو چار نہیں مجھے کو فقط ایک بتا دو
جو شخص اندر سے بھی باہر کی طرح ہو
ثمرہ شیرازی ---- پتوکی

وہ اپنے زعم میں تھا بے خبر رہا مجھ سے
اسے گمان بھی نہیں میں نہیں رہا اس کا
ہمیں نے ترک تعلق میں پہل کی فراز
وہ چاہتا تھا مگر حوصلہ نہ تھا اس کا

☆☆☆

رنگ حنا

بلقیس بھٹی

قطعہ

اب کے برس پھر اس نے
لفظ اک بے دھیان لکھا ہے
اب کے پھر بیقرار کر دیا
پھر ہمیں بھائی جان لکھا ہے
رضوانہ عمران، فیصل آباد

چار چاند

چار گنجے افراد جو بڑے صحت مند تھے، بن بلائے مہمان بن کر ایک دعوت میں پہنچے اور میزبان سے کہنے لگے۔

''کیا شاندار محفل ہے؟''

میزبان نے ان کے گنجے سروں کو غور سے دیکھ کر کہا۔

''ہاں جی اور آپ نے تو آ کر ہماری محفل میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔''

واعظ

نئے پادری نے چرچ میں پہلی مرتبہ واعظ دینے کے بعد ایک عورت سے پوچھا۔

''آپ کا میرے واعظ کے متعلق کیا خیال ہے؟''

''یہ واعظ بہت ہی اچھا تھا جناب!'' عورت نے کہا۔

''آپ کا واعظ نہایت معلوماتی تھا، اس سے قبل ہمیں گناہوں کی اتنی اقسام کا علم نہیں تھا۔''

رابعہ حسین، جلالپور

''ٹی ٹائم وش''

چائے کے مگ سے اٹھتا دھواں
تیری یاد دلا دیتا ہے
کاش ابھی تم ساتھ جو ہوتے
باتیں کرتے، نظم سناتے
کومل سے کچھ شعر بھی کہتے
میرے گیلے بالوں میں تم
اپنے ہاتھ سے کنگھی کرتے
ٹھنڈی ٹھنڈی شام میں جاناں
میرا ہاتھ پکڑتے
چائے کے مگ کے دھویں میں سے
میرا چہرہ دیکھتے رہتے

سعدیہ امل کاشف، ملتان

معجزہ

LOURDES کی زیارت گاہ سے پلٹنے والے ایک عیسائی زائر کو کینیڈی ایئر پورٹ پر کسٹم کے لئے رکنا پڑا، جب اس کی باری آئی تو اس نے کہا۔

''میرے پاس کوئی چیز غیر قانونی نہیں ہے؟''

''اس شیشی میں کیا ہے؟'' کسٹم آفیسر نے پوچھا۔

''اس میں۔'' زائر نے کہا۔

''چاہ بورڈس کا مقدس پانی ہے۔''

کسٹم آفیسر نے بوتل کھول کر اسے سونگھا اور منہ بناتے ہوئے بولا۔

''کون کہتا ہے کہ یہ مقدس پانی ہے۔'' اس نے کہا۔

''یہ تو ہو سکتی ہے۔''
''وہ کیسے؟''
زائر نے اچھلتے ہوئے کہا۔
''کیا بات ہے سینٹ برنارڈ کی ایک اور معجزہ!''

روبینہ خان، ساہیوال

متقی

ایک صاحب نہایت پابندی سے مسجد میں پانچ وقت کی حاضری دیا کرتے تھے، لوگ ان کے تقویٰ سے بہت متاثر تھے، ایک شخص نے جب انہیں نہایت انہماک سے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا، تو اپنے ساتھی سے بولا۔
''یہ جو شخص نماز ادا کر رہا ہے، نہایت متقی اور پرہیز گار ہے۔''
اس پر وہ صاحب نماز توڑ کر بولے۔
''اور جناب! میں حاجی بھی ہوں۔''

صبا احمد، لاہور

نیند کی گولی

ایک کلرک ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہا۔
''مجھے بہت زیادہ نیند آتی ہے، اس لئے وقت پر دفتر نہیں پہنچ سکتا، کوئی ایسی دوا دیجئے کہ بروقت دفتر پہنچا کروں ورنہ اس نیند کی بدولت مجھے نوکری سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔''
ڈاکٹر نے اسے چند گولیاں دیں اور کہا۔
''سوتے وقت ایک گولی کھا لیا کرنا۔''
وہ کلرک رات کو گولی کھا کر سویا اور صبح اٹھا تو بہت حیران ہوا کیونکہ وہ وقت سے پہلے اٹھ گیا تھا، چنانچہ وہ مقررہ وقت سے دو چار منٹ پہلے ہی دفتر جا پہنچا اور آفسر سے کہا۔
''دیکھیے سر! آج میں وقت پر آفس آ گیا ہوں۔''
افسر نے جواب دیا۔
''یہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ بتاؤ کہ کل کہاں رہے؟''

انجم شاہد، سکھر

تردید

ریس کے شوقین ایک صاحب نے اپنی بیوی کے روز روز کے لڑائی جھگڑے سے تنگ آ کر وعدہ کر لیا تھا کہ آئندہ وہ ریس نہیں کھیلیں گے انہیں دنوں ایک پرانا دوست ان سے ملنے آ پہنچا اور باتوں ہی باتوں میں بولا۔
''سناؤ، نیلم پر بڑی رقمیں خرچ کر رہے تھے کچھ فائدہ ہوا کہ نہیں۔''
بیوی شعلہ بار نظروں سے شوہر کو گھورتی، پاؤں پٹختی کمرے سے باہر چلی گئی، ان صاحب نے دوست پر آنکھیں نکالیں۔
''کیا غضب کر دیا تم نے یار، میں نے بیوی کو بتا رکھا ہے کہ میں آج کل بالکل ریس نہیں کھیل رہا۔''
اس دوران بیوی دوبارہ کمرے میں آئی تو دوست اس سے مخاطب ہوا۔
''میں تو مذاق کر رہا تھا بھابھی! نیلم کسی گھوڑی کا نام نہیں یہ تو لڑکی کا نام ہے۔''

رخسانہ رفیق، راجن پور

خوف

ایک صاحب رات کو تاخیر سے گھر پہنچے تو بیگم نے کہا۔
''آج آپ نے بہت دیر کر دی؟''
''کیا کروں؟'' شوہر نے کہا۔
''کام بہت بڑھ گیا ہے۔''
''اچھا یہ بتائیے، دفتر میں لڑکیوں کی موجودگی میں آپ مجھے بھول تو نہیں جاتے؟''

بیگم نے پوچھا۔
''بالکل نہیں!'' صاحب نے روانی سے جواب دیا۔
''تم تو ہر وقت میرے ذہن پر سوار رہتی ہو کہ کہیں دفتر نہ آ جاؤ۔''

مہناز حسن، فیصل آباد

خوش قسمت

ایک پھول فروش نے ایک نوجوان کو روکتے ہوئے کہا۔
''جناب! اپنی محبوبہ کے لئے پھولوں کا ہار لیتے جائیں۔''
نوجوان نے جواب دیا۔
''میری کوئی محبوبہ نہیں ہے۔''
''تو پھر اپنی بیوی کے لئے ہی لیتے جاؤ۔''
''افسوس، میں شادی شدہ نہیں ہوں۔''
یہ سن کر پھول بیچنے والے نے کہا۔
''تو پھر اے دنیا کے خوش قسمت انسان یہ میری طرف سے تحفے کے طور پر مفت میں لے جاؤ۔''

بشریٰ ناز، گلبرگ لاہور

مجبوری

ایک نو بیاہتا لڑکی اپنی سہیلی سے شکوہ کر رہی تھی۔
''واقعی شادی کے بعد عورت کی کوئی قدر نہیں رہتی، اب یہی دیکھ لو کہ میری شادی کو صرف دو ماہ گزرے ہیں اور دو ماہ سے سلیم نے مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کی۔''
''پھر تو تمہیں سلیم سے طلاق لینے کے بارے میں سوچنا چاہیے۔'' سہیلی نے تشویش سے کہا۔
''لیکن میں سلیم سے طلاق کیسے لے سکتی ہوں؟ میری شادی سلیم سے تھوڑا ہی ہوئی ہے۔''
لڑکی نے مجبوری بیان کی۔

وحید رضا، شیخوپورہ

سکھ

ایک سکھ رات کے وقت موٹر سائیکل پر جا رہا تھا سامنے ٹھنڈی ہوا چل پڑی تو اس نے رک کر اپنا کوٹ الٹا پہن لیا اور بٹن پیچھے کی طرف کر لئے اور موٹر سائیکل پر سوار ہو گیا اور سردی سے بچنے کی اس ترکیب پر وہ اتنا خوش ہوا کہ ڈھلوان پر موٹر سائیکل پھسل گئی اور وہ دھڑام سے گر گیا۔
کچھ دیر بعد بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے دیکھا سردار صاحب مرے پڑے ہیں اور ایک سکھ ان کے پاس کھڑا ہے، لوگوں نے پوچھا۔
''کیا ہوا ہے؟''
وہ بولا۔
''جب میں پہنچا سردار جی کراہ رہے تھے میں نے جھک کر دیکھا تو پتا چلا گردن مڑ گئی ہے، میں نے زور لگا کر گردن سیدھی کی تب سے نہیں بولے۔''

ظل ہما، نارووال

شہسواری

ایک شیخی خور گاؤں میں بیٹھا اپنی شہسواری کی ڈینگیں مار رہا تھا، پٹواری کو تاؤ آ گیا، اس نے زمیندار کا اڑیل گھوڑا منگوا بھیجا اور کہا۔
''لے بیٹا اب شہسواری دکھا۔'' شیخی خوار ڈرتے ڈرتے گھوڑے پر سوار ہوا، گھوڑا دو چار بار اچھلا تو وہ پیچھے دھڑام سے نیچے آ رہا، پٹواری نے طنز سے پوچھا۔
''کیوں میاں شہسواری تمہاری کیا ہوئی؟''
''شہسواری اپنی کیا ہوتی۔'' شیخی خوار کپڑے جھاڑتا ہوا بولا۔

''گھوڑا ہی ختم ہو گیا۔''

کشمالہ شاہ، بہاولپور

پھلجڑی

خوش نہ ہو اتنا اگر یہ تیری بارات ہے
جان جائے گا تو جلدی کیا تیری اوقات ہے
ازدواجی زندگانی کی حقیقت ہم سے پوچھ
چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے

نزہت جبیں، جہلم

زخم

ہم نے ایک پتنگ باز سے پوچھا۔
''آپ کے ماتھے پر یہ زخم کیسا ہے؟''
انہوں نے کہا۔
''ساتھ والی چھت پر خاتون نظر آتی تھیں نا، جن کا خاوند دوبئی میں رہتا تھا۔''
ہم نے کہا۔
''ہاں پھر؟''
''کل شام وہ اچانک دوبئی سے واپس آ گیا۔''
پتنگ باز نے منہ بسورتے ہوئے جواب دیا۔

شاہدہ اسد، گوجرانوالہ

سپر بار بر سیلون

O ''یار شیر بہادر کا انتقال کیسے ہوا؟''
☆ ''وہ ایک ماڈرن قسم کے باربر شاپ میں شیو کرانے گئے تھے، جہاں لڑکیاں گاہکوں کی شیو کرتی ہیں، لڑکی شیو بنا رہی تھی کہ ایک چوہا لڑکی کے پاؤں پر سے گزر گیا چنانچہ وہ بھی دنیا سے گزر گئے۔''
O تمہاری کبھی سرجری ہوئی؟''
☆ بہت مرتبہ، کیونکہ میں باربر سے بنواتا ہوں۔''
O تم بہت اچھے حجام ہو، تمہاری باتیں سنتے ہوئے پتا ہی نہیں چلتا کہ کب حجامت ہو گئی۔
☆ ''یہ فن مجھے ورثے میں ملا ہے۔''
O ''کیا تمہارے والد حجام تھے؟''
☆ ''نہیں سر! وہ افسانہ نگار تھے، میں نے ان کے پیشہ کو ترقی دی ہے۔''
O ''سر آپ کس طرح حجامت بنوانا پسند کریں گے؟''
☆ ''تمہاری آواز سنے بغیر۔''
O ''سر! میں شیو بنانے لگا ہوں، پلیز اپنا منہ بند کر لیجیے۔''
☆ ''ہرگز نہیں، پہلے تم بند کرو۔''
O ''سر آپ تیزی سے گنجے ہو رہے ہیں، کیا اس سلسلے میں کوئی احتیاطی تدابیر کر رہے ہیں؟''
☆ ''ہاں میں اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہوں۔''

صائمہ مشتاق، جڑانوالہ

محبِّ وطن

ایک شخص کئی سالوں کے بعد وطن واپس آیا، جہاز کی سیڑھیوں سے اترتے وقت وہ زمین پر سجدے کی حالت میں گر پڑا اور زمین چومنے لگا۔
''آپ بہت محبت وطن ہیں میں آپ کی حب الوطنی کو سلام کرتا ہوں۔''
''تم پہلے یہ بتاؤ کہ سڑھیوں پر کیلے کا چھلکا کس نے پھینکا تھا۔''

فوزیہ غزل، شیخوپورہ

☆☆☆

میری ڈائری سے

صائمہ محمود

تحسین اختر: کی ڈائری سے ایک نظم
''جنم دن پر''
سوچتی ہوں آج
اس خاص دن کی مناسبت سے
اسے کیا تحفہ دوں
پرفیوم بھیجوں
پھولوں کا مہکتا ہوا گلدستہ
یا پھر
پروین کی کتاب ''خوشبو'' بھیجوں
پھر ڈر لگتا ہے
کہ خوشبو تو خوشبو ہوتی ہے
ہر سو پھیل جاتی ہے
کہیں میرے جذبوں کی خوشبو بھی
اسے ہر بات نہ بنا دے

سعدیہ امل کاشف: کی ڈائری سے ایک نظم
''زندہ رہنے کی خواہش''
میں کیا لکھوں......؟
تمہارے پیار نے کیا کر دیا ہے؟
ہر طرف کچھ خوشبوؤں کے گیت رقصاں ہیں
نگاہوں پہ بہت کچھ جھلملاتی سی تصویریں امنڈتی ہیں
نظارے ہر طرف سے جگمگاتے مسکراتے سے نظر آتے ہیں جاناں
مجھے کیا ہو گیا ہے......؟
میرے آئینے میں یہ روپ کس نے ڈال رکھا ہے
میری آنکھیں ستاروں کی طرح سے ٹمٹمانا جان بیٹھی ہیں
میرے لب پھول کی نازک سی پتی کی طرح سے
ڈولتے ہیں، مسکراتے ہیں
میرے بالوں میں صندل کی مہک اتری ہے
میں یہ محسوس کرتی ہوں تمہاری انگلیاں ہر پل
میرے بالوں کے الجھے ریشم کو سلجھاتی ہیں
میں یہ کیا دیکھتی ہوں......؟
ہر اک جانب تمہارے لفظ بکھرے ہیں
کچھ ایسے لفظ کہ جو میرے کانوں میں
محبت گھولتے ہیں
مجھے دیوانہ کرتے ہیں
میری شیریانوں میں جمتے لہو کو جوش دیتے ہیں
میں کیا لکھوں......؟
لکھنا مجھے کچھ بھی نہیں آتا
مجھے بس علم ہے اتنا
کہ میں تیری ان آنکھوں کے شیشوں میں
ہمیشہ خود کو دیکھنا چاہتی ہوں
ہمیشہ مسکرانا، جگمگانا
زندہ رہنا چاہتی ہوں!

رابعہ حسین: کی ڈائری سے ایک غزل
دل میں نہ ہو جرأت تو محبت نہیں ملتی
خیرات میں اتنی بڑی دولت نہیں ملتی
کچھ لوگ یونہی شہر میں ہم سے بھی خفا ہیں
ہر ایک سے اپنی بھی طبیعت نہیں ملتی
دیکھا ہے جسے میں نے کوئی اور ہے شاید
وہ کون تھا جس سے تیری صورت نہیں ملتی

علی رضا: کی ڈائری سے ایک خوبصورت غزل
قہوہ خانے میں دھواں بن کے سمائے ہوئے لوگ

جانے کس دھن میں سلگتے ہیں بجھائے ہوئے لوگ
نام تو نام اب شکل بھی یاد نہیں
ہائے وہ اعصاب پہ چھائے ہوئے لوگ
حاکم وقت کو معلوم ہوا ہے شاید
جمع ہوتے ہیں یہاں چند ستائے ہوئے لوگ
اپنا مقسوم ہے گلیوں کی ہوا ہو جانا
یار ہم ہیں کسی محفل سے اٹھائے ہوئے لوگ
امرت اعوان: کی ڈائری سے ایک نظم
کہا تھا ناں
اس طرح سوتے ہوئے مت چھوڑ کے جانا
مجھے بے شک جگا دینا، بتا دینا
محبت کے سفر میں ساتھ میرے چل نہیں سکتیں
جدائی کے سفر میں ساتھ میرے چل نہیں سکتیں
تمہیں رستہ بدلنا ہے، میری حد سے نکلنا ہے
تمہیں کس بات کا ڈر تھا
تمہیں جانے نہیں دیتا، کہیں پہ قید کرلیا
ارے پگلی......
محبت کی طبیعت میں زبردستی نہیں ہوتی
جسے رستہ بدلنا ہو اسے رستہ بدلنے سے
جسے حد سے نکلنا ہو اسے حد سے نکلنے سے
نہ کوئی روک پایا ہے نہ کوئی روک پائے گا
تمہیں کس بات کا ڈر تھا
مجھے بے شک جگا دیتیں، میں تم کو دیکھ ہی لیتا
تمہیں کوئی دعا دیتا، کم از کم یوں تو نہ ہوتا
میری ساتھی حقیقت سے
تمہارے بعد کھونے کے لئے کچھ بھی نہیں جاتی
مگر کھونے سے ڈرتا ہوں
میں اب سونے سے ڈرتا ہوں
رضوانہ عمران: کی ڈائری سے ایک غزل
ہر تماشائی فقط ساحل سے منظر دیکھتا
کون دریا کو الٹا، کون گوہر کو دیکھتا
وہ تو دنیا کو مری دیوانگی خوش کر گئی
تیرے ہاتھوں میں وگرنہ نہ پہلا پھر دیکھتا
آنکھ میں آنسو جڑے تھے پر صدا تجھ کو نہ دی
اس توقع پر کہ شاید تو پلٹ کر دیکھتا
میری قسمت کی لکیریں میرے ہاتھوں میں نہ تھیں
تیرے ماتھے پر کوئی میرا مقدر دیکھتا
زندگی پھیلی ہوئی تھی شام ہجراں کی طرح
کس کو اتنا حوصلہ تھا، کون جی کو دیکھتا
ڈوبنے والا تھا اور ساحل پہ چہروں کا ہجوم
پل کی مہلت تھی میں کس کو آنکھ بھر کر دیکھتا
تو بھی دل کو اک لہو کی بوند سمجھا ہے فراز
آنکھ اگر ہوتی تو قطرے میں سمندر دیکھتا
روبینہ خان: کی ڈائری سے ایک غزل
کس سے بچھڑی، کون ملا تھا بھول گئی
کون برا تھا، کون تھا اچھا، بھول گئی
کتنی باتیں جھوٹی تھیں اور کتنی سچی
جتنے بھی لفظوں کو پرکھا بھول گئی
چاروں طرف تھے دھندلے چہرے
خواب کی صورت میں بھی دیکھا بھول گئی
سنتی رہی سب کے دکھ خاموشی سے
کس کا دکھ تھا میرے جیسا بھول گئی
بھول گئی ہوں کس سے میرا ناتا تھا
اور یہ ناتا کیسے ٹوٹا بھول گئی۔
انجم شاہد: کی ڈائری سے ایک نظم
''ایک خط''
چمن زاروں سے کہنا
دل نے ایسے زخم کھائے ہیں
وہ صدمے آزمائے ہیں
کہ تخن ہوا میں وحشت افتادگی ہے
اور نہ اندھی آنکھ خوابوں کو ترستی ہے
چمن زاروں سے کہنا
تم نے وہ باتیں بھلا دی تھیں
تو اب کیوں دل کو خانوں میں مقید کر رہے ہو

ہم تم ذوق قید، ہنسی کے پرانے خوشہ چیں ہیں
جانتے ہو
ہم نے صدیوں کی گراں خوابی کو خود اپنا مقدر کرلیا
تھا
جانتے ہو وحشت افتادگی لذت ہے
اور لذت تو زخموں کے عقب سے آنے والی
اس حرارت کو کہا کرتے ہیں
جو صدیوں کو کندن کر دیا کرتی ہے
رخسانہ رفیق: کی ڈائری سے ایک غزل
اس شب کتنا ٹوٹ کے روئے چاند ہوا اور میں
تینوں ہی ایک ساتھ اجڑتے تھے چاند ہوا اور میں
سارے خواب عذاب ہوئے اور سب خیال زوال
کس برتے پر سپنے بنتے چاند ہوا اور میں
کیا منظر تھے آنکھوں میں جو گاڑھ گئے ناخن
کون ستم رت تھی جب بچھڑے چاند ہوا اور میں
چاند ہوا اور سجناں مجھ میں کوئی فرق نہیں
ایک سی رت کے چاہنے والے چاند ہوا اور میں
لب بستہ تھے، حبس رتیں اور اماوس رات
کیونکر من کی بپتا کہتے چاند اور اور میں
حسن رضا وہ رات مرادوں والی جب بھی آئی
دیکھنا کیسے گلے ملیں گے چاند ہوا اور میں
مہناز حسن: کی ڈائری سے ایک غزل
مجھے پھر بے سکوں اس نے کیا ہے
مرے دل پر فسوں اس نے کیا ہے
ملی شہرت جسے میرے ہی دم سے
مجھے خوار و زبوں اس نے کیا ہے
عیاں ہیں تہمتیں اس کی جبیں سے
مجھے بھی سرنگوں اس نے کیا ہے
کسک سی دل میں رہتی تھی ہمیشہ
مگر اس کو فزوں اس نے کیا ہے
بہت چھانی ہے خاک میں نے
جسے چاہا تھا اپنی جاں سے بڑھ کر
میری حسرت کا خوں اس نے کیا ہے
وہ خود بھی بدنصیبوں میں ہے شامل
مجھے بھی بدشگوں اس نے کیا ہے
وحید رضا: کی ڈائری سے ایک خوبصورت نظم
''وہ کیا جانے''
میرے بالوں میں
چاندی کے تار دیکھ کر
تم لمحہ بھر کو چونکے
میری آنکھوں میں جھانک کر
بولے
تنہا ہو، اب تک
وہ کیا جانے
میں نے اپنا تمام جیون
اس کے نام تیاگ دیا ہے
ظل ہما: کی ڈائری سے ایک غزل
ہر شخص کبریا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
دعویٰ میرا بجا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
ہم آ کے تیرے شہر سے واپس نہ جائیں گے
یہ فیصلہ کیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
کہتے ہیں تجھ کو لوگ مسیحا مگر یہاں
اک شخص مر گیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
سجدہ کروں کہ نقش قدم چومتی رہوں
گھر کعبہ بن گیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
رہتی ہے کھوئی کھوئی سی ہر وقت اب
یہ حال ہو گیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
کشمالہ شاہ: کی ڈائری سے ایک نظم
گئے دنوں کی عزیز باتیں
نگار جبیں، گلاب راتیں
بساط دل میں عجیب شے ہے
ہزار جہتیں، ہزار باتیں

جدائیوں کی ہوائیں لمحوں کی
خشک مٹی اڑا رہی ہیں
گئی رتوں کا ملال کب تک
چلو کہ شاخیں
تو ٹوٹتی ہیں
صائمہ سلیم: کی ڈائری سے ایک نظم
''شیشے کا''
اعتبار شیشے کا، امتحان شیشے کا
دیکھو کھیل مت کھیلنا شیشے کا
ان دنوں جہاں ہم ہیں ہم کو ایسا لگتا ہے
ہے زمین شیشے کی، آسمان شیشے کا
ٹوٹنا تو ہے آخر، ٹوٹنے سے کیا ڈرنا
پتھروں کی بستی میں کیا دھیان شیشے کا
ہم بھی کتنے سادہ ہیں، دھوپ سے بچاؤ کر
سر پہ تان رکھا ہے سائبان شیشے کا
شہر ہے محبت کا اور حیران ہوں میں
ہر مکین شیشے کا، ہر مکان شیشے کا
جز مرے بتاؤ تو اور کون دے سکتا
فصل بوئی پتھر کی اور لگان شیشے کا
نازیہ جمال: کی ڈائری سے ایک نظم
کوئی سورج جاگے میری دھرتی پہ
کچھ ایسا ہو یہ رات ڈھلے
کوئی ہاتھ میں تھامے ہاتھ میرا
کوئی لے کر مجھ کو ساتھ چلے
کوئی بیٹھے میرے پہلو میں
میرے شانے پر ہاتھ رکھے
آنسو پونچھ کر آنکھوں سے
رک رک کے لہجے میں کہے
یوں تنہا سفر بھی کٹتا نہیں
چلو ہم تم دونوں ساتھ چلیں
سمن رضا: کی ڈائری سے ایک غزل
میں نے پایا ہے وہی جو تھیں آشائیں تیری
میرے آنچل سے لپٹی رہیں دعائیں تیری
گہرے پانیوں پہ جھکی آنکھیں میری سر شام
اور میری آنکھوں میں چھلکیں نگاہیں تیری
ایک ہم کو بھی راس نہ آئے تیرے موسم دنیا
ایک بے مہر بہت تھیں ہوائیں تیری
صدیوں کی مسافت بھی رائیگاں ٹھہری
بڑھنے ہی نہ دیتی تھیں آگے صدائیں تیری
جانے والے نے وقت رخصت یہ بھی نہ پوچھا
قدم اٹھتے ہی کیوں آنکھیں بھر آئیں تیری
میں دشت کے سفر پہ کب تنہا تھی غزل
مجھ کو ہر گھڑی تھامے رہیں بانہیں تیر
شاہین سلیم: کی ڈائری سے ایک غزل
وہ جو اس کے چہرے پہ رنگ حیا ٹھہر جائے
تو سمندر وقت ہوا ٹھہر جائے
وہ مسکرائے تو ہنس پڑے کئی موسم
وہ گنگنائے تو باد صبا ٹھہر جائے
ہو ہونٹ ہونٹوں پہ رکھ دے دم آخر
مجھے گماں ہے آئی قضاء ٹھہر جائے
میں اس کی آنکھوں میں جھانکوں تو جیسے جم جاؤں
وہ آنکھ جھپکے تو چاہوں ذرا ٹھہر جائے
ایمن عزیز: کی ڈائری سے ایک غزل
تجھے اظہار محبت سے اگر نفرت ہے
تو نے ہونٹوں کو لرزنے سے تو روکا ہوتا
بے نیازی سے مگر کانپتی آواز کے ساتھ
تو نے گھبرا کے مرا نام نہ پوچھا ہوتا
تیرے بس میں تھی اگر مشعل جذبات کی لو
تیرے رخسار میں گلزار نہ بھڑکا ہوتا
یوں تو مجھ سے ہوئیں

☆☆☆

حنا کی محفل

عین غین

افشاں احمد ---- پاکپتن
س: درد جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو؟
ج: دوا وہ جاتا ہے۔
س: آج کل کے لڑکے کس بات سے ڈرتے ہیں؟
ج: شادی سے۔
س: پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ؟
ج: کہ میں اب کنگال ہو گیا ہوں۔
س: رات کو آسمان پر ستارے کیوں نکل آتے ہیں؟
ج: تا کہ تم جو دن بھر زمین پر چاند ڈھونڈتے رہے ہو، اب ستارے بھی دیکھ لو۔
س: جی کسی مہرباں نے آ کے میری زندگی؟
ج: جہنم بنا دی کیوں ٹھیک ہے نا۔
رضا فاطمہ ---- سادھوکی
س: ع غ جی کیسے مزاج ہیں؟
ج: ٹھیک ہیں ویسے کوئی تو ڈھنگ آیا تمہیں۔
س: مجھے گرمیاں بہت بری لگتی ہیں اور گرمی بہت لگتی ہے کیا کروں؟
ج: جلنا چھوڑ دیں۔
س: ویسے آپ باتیں بڑی سیانی کرتے ہیں؟
ج: شکریہ تعریف کرنے کا۔
س: کسی غلط فہمی میں نہ رہیں؟
ج: کس بات کی۔
س: توبہ ہے آپ بھی نہ بس؟
ج: چلو آپ نے توبہ تو کی اپنی غلطیوں پر۔
محمد بلال فیاض ---- ملتان
س: آپ سے تو بولنا ہی نہیں چاہیے؟
ج: یہ ہی تو ہم چاہتے ہیں خدا حافظ
س: اب میں سوالات کا آغاز کرنے لگا ہوں، رونی شکل مت بنا لیجیے گا؟
ج: یہ میری شکل نہیں ہے غور سے دیکھو آئینہ ہے تمہارے سامنے۔
س: عین غین جی یہ جو آپ کے سر پر وسیع و عریض چمکتا صاف شفاف میدان ہے کیا ہم اس میں کرکٹ کھیلنے آ سکتے ہیں؟
ج: نہیں اس میں اب جوؤں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔
س: ابھی تو میں نے مزید سوال کرنے تھے مگر یہ کیا آپ نے تو رونا شروع کر دیا، اچھا پلیز چپ کریں میں جا رہا ہوں؟
ج: سوال تو ہم نے کرنے تھے تم سے روی کا بھاؤ معلوم کرنا تھا مگر تم تو پہلے ہی بھاگ گئے۔
فرحین ملک ---- دھوریہ
س: کھڑک سنگھ کے کھڑکنے سے کھڑکتی ہیں کھڑکیاں اب کھڑکیاں کے کھڑکنے سے......؟
ج: کھڑکتا ہے کھڑک سنگھ۔
س: شعر مکمل کریں؟
آداب سفر وہ سکھاتے ہیں جنہوں نے
ج: کبھی گھر سے باہر قدم نہیں رکھا
س: کہتے ہیں کہ انسانوں اور بھیڑیوں میں کوئی فرق نہیں رہا جدھر ایک بھیڑیا جاتا ہے قطار

بنائے باقی بھی ادھر ہی کو چل دیتے ہیں یہی حساب آج کل کے لوگوں کا ہے جدھر ایک چلتا ہے باقی بھی اسی طرف کیا خیال ہے؟

ج: میرے خیال میں اس مثال میں بھیڑیے کی بجائے بھیڑ ہونا چاہئے تھا۔

س: آپ اتنے خوش کیوں ہو رہے ہیں؟

ج: آپ کی مثالیں پڑھ کر۔

نبیلہ نعمان ---- گلبرگ لاہور

س: شادی کے دن دولہا کے دل میں کیا ہوتا ہے؟

ج: ایسے دن زندگی میں بار بار آئیں۔

س: آج کل فٹ بال کے میچ ہو رہے ہیں کیا خیال ہے؟

ج: کس کے بارے میں۔

س: میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم؟

ج: اب بھی موقع ہے پھر سے سوچ لو۔

شاہینہ یوسف ---- عمر کوٹ

س: یہ لوگ ہم کو محبت کیوں نہیں کرنے دیتے؟

ج: اس شہر کے لوگ بڑے دانا ہیں۔

س: ساتھ ساتھ چلنے کی سوچ بھی اس کی تھی؟

ج: تمہارا اپنا کیا خیال ہے۔

س: سنا ہے کنوارہ شخص کام پر جاتے وقت ہر روز نیا راستہ اختیار کرتا ہے؟

ج: اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے۔

افشاں زینب ---- شیخوپورہ

س: ایک ایسے شخص جس سے مجھے بے پناہ محبت ہو اور ہر وقت خیالوں میں رہے اور وہ بھول جائے تو؟

ج: بڑا ہی نامعقول شخص ہے وہ۔

س: یہ مرد لوگ شادی کے بعد بیوی سے ڈرتے کیوں ہیں؟

ثابت ہو رہی ہوتی ہیں۔

علینہ طارق ---- لاہور

س: آج کل مرد زیادہ جھوٹ بولتے ہیں یا عورت؟

ج: وقت وقت کی بات ہے جس کا داؤ چل جائے۔

س: آج کے دور میں اپنے پرائے اور پرائے اپنے کیوں بن جاتے ہیں؟

ج: اپنوں کے بارے میں کیا کہوں، البتہ پرائے اپنے مطلب کے لئے اپنے بن جاتے ہیں۔

س: کبھی کانٹے اور پھول میں بھی دوستی ہوئی ہے؟

ج: کیوں نہیں دونوں اپنی اپنی جگہ خوش ہوتے ہیں۔

س: آپ دل کی بات مانتے ہیں یا دماغ کی؟

ج: پہلے سوچتا ہوں پھر کوئی فیصلہ کرتا ہوں۔

شائل وہاب ---- کراچی

س: مجھے کوئی ایسا گہرا دکھ نہیں پھر بھی؟

ج: نہ جانے کیوں ہر وقت الجھی الجھی سی رہتی ہوں۔

س: مجھے اس بات کا پورا احساس ہے کہ تمہیں فرصت نہیں ملتی؟

ج: پھر یہ گلے شکوے کس بات کے۔

س: میں بس ایک نظر تجھے دیکھنا چاہتی ہوں؟

ج: اچھی بچیاں ایسی باتیں نہیں کرتیں۔

س: تم تو میری سوچوں کے محور ہو؟

ج: کون میں۔

☆☆☆

خبر نامہ

عبداللہ

کوزے میں دریا بند

شرمین عبید چنائے پاکستان کے لئے قابل فخر ہستی کا درجہ رکھتی ہے اس کی فلم "سیونگ فیس" نے آسکر جیت کر پاکستان کا نام بلند کیا لیکن ہمارے یہاں یہ روایت رہی ہے کہ ہر بار اعتبار ہستی کو بے اعتبار کیا جائے جیسے عبدالستار ایدھی اور عبدالقدیر خان کی مثال ہمارے سامنے ہیں، سو ایسے میں بھلا شرمین کو کیوں چھوڑا جائے سو آج کل اس کی فلم میں کام کرنے والی رخسانہ سے شرمین کے خلاف بیانات دلاوائے جا رہے ہیں رخسانہ نے کہا ہے شرمین نے اس سے اجازت لئے بنا اس کے مناظر چلائے اس کے علاوہ شرمین نے کہا تھا کہ وہ اسے (رخسانہ کو) بتیس لاکھ دے گی اور ساتھ اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کروائے گی لیکن کوئی وعدہ پورا نہیں کیا گیا، شرمین نے رخسانہ کے تمام اعتراضات کے جوابات میں بڑے دھیمے انداز میں کہا یہ وعدہ ایک NGO نے کیا تھا اور جب یہ فلم پاکستان میں ریلیز ہوگی تو نہ صرف رخسانہ کو بلکہ تیزاب سے متاثرہ تمام لڑکیوں کو دیا جائے گا۔

چھوٹی اسکرین کا بڑا اسٹار

شوبز کی دنیا میں کئی اسٹارز ایسے ہیں جن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ آئے، انہوں نے دیکھا اور فتح کر لیا، ان ہی لوگوں میں ایک نام ہمایوں سعید کا ہے، ہمایوں نے ایک چھوٹے رول سے ٹی وی پر انٹری دی اور دیکھتے ہی دیکھتے شہرت کی بلندیوں پر جا پہنچے، ہمایوں سعید اس وقت نہ صرف اداکاری بلکہ اپنی پروڈکشن کے حوالے سے مالا مال اس خوبصورت فنکار نے اداکاری کے میدان میں غضب کی جدوجہد کی اور کامیابی کے جھنڈے گاڑے ہیں۔

ہمایوں سعید کا اپنے متعلق کہنا ہے کہ "اسے فلمیں دیکھنے کا بہت شوق تھا اور اسی شوق نے انہیں اداکار بنادیا، جبکہ ان کے والدین کی خواہش تھی کہ ہمایوں آرمی جوائن کریں جبکہ ہمایوں کی اپنی خواہش پائلٹ بننے کی تھی نہ انکے والدین کی اور نہ انکی خواہش پوری ہوئی قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا وہ فنکار بن گے اور کیا خوب بنے۔"

بچوں کے سپر اسٹار

حال ہی میں سلمان خان کو جب دوبئی میں پروگرام کرنے کے لئے ایک کروڑ 75 لاکھ کے ساتھ ایک چارٹر فلائٹ کی بھی آفر کی گئی تھی مگر اس نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ اب اس کا معاوضہ ایک فلم کا پچاس کروڑ ہے، وہ اتنے معاوضے میں کام نہیں کرے گا، جب کے کچھ دوست احباب کا کہنا یہ ہے کہ یہی پیشکش اس سے قبل شاہ رخ کو کی گئی تھی مگر اپنی مصروفیت کی وجہ سے اس نے معذرت کر لی اور جب سلمان کو اس بات کا پتا چلا تو اس نے کہا کہ وہ ہرگز شاہ رخ کا چھوڑا

پروگرام نہیں کرے گا، جب پروگرام آرگنائزرز اس پر وہ رقم خرچ کرنے کو تیار نہیں تھا جو شاہ رخ پر کر رہا تھا اب سلو بھائی بھلا شاہ رخ سے کم ہیں، سلمان کی مقبولیت کا اندازہ اس حالیہ سروے سے بھی کیا جا سکتا ہے جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ بچے جتنا سلمان کو پسند کرتے ہیں اتنا کسی اور سٹارز کو نہیں، یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت بھارتی فلم انڈسٹری کو دو سپر اسٹارز کا سامنا ہے۔

تو کیا ہوا؟

میرا کی چھوٹی بہن اقصیٰ نے دوسری مرتبہ شادی کر لی جبکہ اِدھر اُدھر منہ مارنے والی بڑی بہن ہنوز کسی تگڑے شکار کی تلاش میں ہے، اس دوران یونہی کھیل کھیل میں اپنا دل بہلانے اور دوسروں کا جلانے کے لئے نوید راجہ پر مہربان ہوئی نوید راجہ کے والد خوب برا بھلا کہنے کے باوجود اپنے لاڈلے کی خوشنودی کے لئے جب اس شادی کے لئے راضی ہوئے تو میرا کی طرف سے یہ جواب سننے پر کہ ابھی ہم شادی کے لئے تیار نہیں ہکا بکا رہ گئے اب وہ بیچارے کیا جانے کہ ان کے بیٹے سے شادی کر کے میرا کو کیا مل جائے گا جو بنا شادی کیے نہیں ملا نوید اشرف کے بنگلے میں وہ مزے سے رہ رہی ہے، چونکہ ہونے والے میاں جی پائلٹ ہیں تو میرا کو بھی ہواؤں میں اڑنے میں آسانی ہے لوگوں کا کیا ہے وہ تو کچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں لیکن میرا تو خود کو پکا مسلمان سمجھتی ہی ہے اب وہ بنا کسی شرعی رشتے کے ساتھ نوید راجہ ایک ہی چھت کے نیچے رہتی ہے تو اس کے نزدیک یہ کوئی برائی نہیں ہے (سمجھ گئے آپ میرا کو اچھائی اور برائی میں کتنی تمیز ہے)۔

یہ امن سدا رہے

عارف لوہار کی جگنی سدا بہار ہے اس بار سیف کی "کاک ٹیل" میں چلی اور اسے کامیاب کروا گئی، عارف لوہار اس جگنی کے پرموشن کے لئے انڈیا جانا چاہتا تھا مگر افسوس اسے ویزا نہ ملا راحت علی خان کے ایشو کے بعد بھارتی پاکستانی گلوکاروں کے معاملے میں بے حد محتاط ہو گے ہیں لیکن اگر امن کی آشا کا نعرہ لگانا ہے تو پھر جیسے علی ظفر کو سر آنکھوں پر بٹھایا ہوا ہے یہی حق عارف لوہار کو بھی ملنا چاہیے۔

اب لوہے کا وزن کچھ زیادہ ہے تو کیا ہوا امن کے لئے اتنا بوجھ تو برداشت کیا ہی جا سکتا ہے۔

آپ کا کیا خیال ہے؟

ایک نظر بالی ووڈ ہیروئین زپر

بالی ووڈ میں ہیروئینز معاوضہ کے لحاظ ہر طرح سے ہیرو پر بھاری ہیں کترینا کیف ایک فلم کا تین کروڑ لیتی ہیں لیکن اشتہار کے لئے ایک دن میں ایک کروڑ کما لیتی ہیں کرینہ کپور ہیروئین بننے کے سات کروڑ اور اشتہار نگری سے ایک دن کا سوا کروڑ، پرنکا بھی فلم کا تین کروڑ اور اشتہار کا ایک دن کا معاوضہ پچھتر لاکھ، دیپکا فلم کا سو کروڑ، اشتہار کا فی یوم پچاس لاکھ ہے۔

گویا بالی ووڈ ہیروئینز کی پانچوں گھی میں ہیں۔

وہ عروج تھا کہ زوال تھا

حنا شاہین نے فلم انڈسٹری میں کئی سال گزارے ہیں، اب یہ سال ناکام رہے یا کامیاب اس پر ریسرچ جاری ہے، مگر حنا نے اب فلم انڈسٹری سے الگ ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور کہا ہے کہ میں عروج دور میں ہی فلم انڈسٹری چھوڑنا چاہتی ہوں، اب دوست احباب اس بات پر حیران کم پریشان زیادہ ہیں کہ موصوفہ کو فلم انڈسٹری نے پکڑ ہی کب رکھا تھا جو وہ اسے چھوڑنا چاہتی ہیں حنا شاہین کا عروج کا دور کونسا تھا کوشش کے باوجود پتا نہیں چل سکا ہو سکتا ہے عالم خواب میں حنا بھی کوئی ایسا دور دیکھا ہو ورنہ تو؟؟ خیر حنا شاہین کا اگلا قدم بوتیک اور بیوٹی پارلر سے رزق کمانا ہے جیسے کہ اکثر ناکام اداکاراؤں کا فیورٹ بزنس ہے۔

حنا کا دسترخوان

افراح طارق

چکن کستوری

اشیاء

چکن بون لیس (کیوبس میں) ایک کلو
ادرک، لہسن کا پیسٹ — ایک کھانے کا چمچہ
نمک — حسب ذائقہ
پیاز (درمیانے سائز کی) دوعدد (پسی ہوئی)
سرخ مرچ پاؤڈر — ایک کھانے کا چمچہ
گرم مصالحہ پاؤڈر — ایک کھانے کا چمچہ
کچا پپیتا (پسا ہوا) — ایک کھانے کا چمچہ
ہری مرچ (چوپ کر کے) — چھ تا آٹھ عدد
فریش کریم — آدھا کپ
کوکنگ آئل — آدھا کپ
گارنشنگ کے لئے:۔
پیاز کے لچھے، کھیرے کے سلائس اور ٹماٹو کیچپ۔

ترکیب

کریم کے سوا تمام مصالحے کی بوٹیوں پر لگا کر آدھے گھنٹے کے لئے ایک طرف رکھ دیں، اب کریم بھی شامل کریں اور ان بوٹیوں کو سیخوں پر چڑھا کر دہکتے ہوئے کوئلوں پر سینک لیں اور سیخوں کو گھماتی رہیں تاکہ تمام اطراف سے یکساں طور پر پک جائیں اور اس دوران کسی برش کی مدد سے آئل بھی لگاتی رہیں تاکہ ذائقہ اور لذت بڑھ جائے، تیار ہونے پر کیچپ کھیرے اور پیاز کے لچھوں کے ساتھ پیش کریں۔

انوکھے چپس

اشیاء

چھلے اور کٹے آلو — چھ سو گرام
پانی — نصف کپ
مکھن — تیس گرام
میدہ — پچھتر گرام
انڈے — تین عدد
تیل — ڈیپ فرائنگ کے لئے

ترکیب

کٹے اور چھلے آلوؤں کو ابال لیں، اب اتنا ملیں کہ تمام آلو یکجان ہو جائیں کوئی گلٹی نہ رہے، ایک برتن میں پانی اور مکھن ملا کر ابال آنے دیں، جب مکھن پگھل جائے تو چھنا ہوا میدہ ملا کر اتنا چمچہ چلائیں کہ میدہ برتن کے کنارے چھوڑ کر گیند کی شکل اختیار کر لے، اب اس میدے کو بلینڈر میں ڈال دیں، ساتھ ہی انڈے ایک ایک کر کے شامل کرتی رہیں اور بلینڈر چلا دیں اب آلو بھی ملا کر بلینڈ کر لیں، ایک پائپنگ بیگ میں یہ مرکب بھر کر گرم تیل میں پانچ سینٹی میٹر لمبا ٹکڑا ڈالتی جائیں، جب اچھی طرح سنہری ہو جائے تو نکال کر ٹشو پر رکھ دیں، پیش کرتے ہوئے نمک چھڑک دیں۔

آلو کے کباب

اشیاء

آلو (چھلے اور کٹے ہوئے) — ایک کلوگرام
انڈے کی زردی — دو عدد
کریم — دو کھانے کے چمچے
میدہ — حسب ضرورت
انڈے — دو عدد (پھینٹے ہوئے)
ڈبل روٹی کا چورا — ڈیڑھ کپ
تیل — تلنے کے لئے
نمک — حسب ذائقہ

ترکیب

چھلے آلو ابال لیں، ٹھنڈا کر کے مکس کر لیں، اس میں کریم اور زردیاں ملا کر ریفریجریٹر میں تیس منٹ کے لئے رکھ چھوڑیں، اب آلو نکال کر ان کے لمبے کباب تیار کریں، ہر کباب پر پہلے میدہ اچھی طرح سے لگائیں اس کے بعد انڈے میں ڈیپ کریں، پھر ڈبل روٹی کا چورا اچھی طرح لگائیں، اب ان کبابوں کو ٹرے میں ڈھک کر تین منٹ کے لئے ریفریجریٹر میں رکھ دیں پیش کرنے سے قبل تیل میں ڈیپ فرائی کریں، سنہرے کباب تیار ہیں کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

چٹ پٹی سلاد

اشیاء

چھوٹے آلو — ایک کلوگرام
سیاہ رائی دانے — ایک چائے کا چمچہ
پسا زیرہ — ایک چائے کا چمچہ
ثابت زیرہ — ایک چائے کا چمچہ
لہسن — ایک جوا
لیموں کا رس — دو کھانے کے چمچے
تازہ دھنیا — 1/4 کپ کٹا ہوا
نمک — حسب ذائقہ

ترکیب

آلو ابال لیں، چھیل کر یونہی رکھ لیں، اب فرائنگ پین میں تمام مصالحے خشک بھون لیں، جب خوشبو آنے لگے تو آلوؤں پر چھڑک دیں، لذیز سلاد تیار ہے۔

فرنچ شاشلک

اشیاء

مرغی کا گوشت (بون لیس) ایک کلو
پیاز — دو عدد
ہرے سیب — دو عدد
انڈا — ایک عدد
شملہ مرچیں — دو عدد
سویا ساس — دو کھانے کے چمچے
سرکہ — دو کھانے کے چمچے
تیل — دو کپ
لال ٹماٹر — دو عدد
نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر — ایک چائے کا چمچہ
چائنیز نمک — ایک چائے کا چمچہ
کارن فلور — دو چائے کے چمچے
چاول (ابلے ہوئے) — آدھا کلو

ترکیب

گوشت کے کیوبز کاٹ لیں، پیاز، شملہ مرچ اور سیب کے بھی باریک قتلے کاٹ کر رکھ لیں، گوشت، پیاز، شملہ مرچ، ٹماٹر اور سیب کو سویا ساس، نمک، چائنیز نمک، سرکہ، سیاہ مرچ پاؤڈر، انڈا، کارن فلور ملا کر رکھ دیں، شاشلک اسٹک پر ایک ایک بوٹی اس کے بعد پیاز، ٹماٹر، شملہ مرچ اور سیب کے قتلے پرو دیں، گہرے فرائنگ پین میں تیل گرم کریں اور ان سیخوں کو گھما گھما کر تل لیں اور چاروں جانب سے براؤن کر لیں، ابلے ہوئے چاولوں کے اوپر رکھ کر پیش کریں۔

چکن مشروم سوپ

اشیاء

چکن کا گوشت — ایک سو پچاس گرام
(پکا اور باریک کٹا ہوا)
چکن یخنی — ڈیڑھ لیٹر
خشک براؤن مشروم — پچاس گرام
خشک کالی مشروم — پچاس گرام
اجینوموتو — چوتھائی چائے کا چمچہ
لائٹ سویا — ایک کھانے کا چمچہ
سرکہ — دو کھانے کے چمچے
سفید مرچ — ایک چٹکی
کارن فلور — ایک کھانے کا چمچہ
نمک — حسب ذائقہ
آئل — ایک کھانے کا چمچہ

ترکیب

مشروم کو آئل گرم کر کے دو منٹ تک فرائی کریں، پھر نکال لیں، اب یخنی ڈال دیں اور کارن فلور کے علاوہ تمام اشیاء ڈال کر پانچ منٹ تک ابلنے دیں، اب اس میں پہلے مشروم پھر کارن فلور ملائیں اور اسے دو منٹ مزید پکنے دیں پھر فوراً گرم گرم پیش کریں۔

آئل — دو کھانے کے چمچے

ترکیب

بڑے برتن میں پانی لے کر نوڈلز ڈالیں، انہیں ہلائیں، تاکہ بنڈل کھل جائے، چولہے پر چڑھا دیں اور چار پانچ منٹ پکائیں، اب انہیں اچھی طرح نچوڑ لیں، پھر کسی چھلنی میں تھوڑا سا تیل ملا لیں، گہرے فرائی پین میں آئل گرم کر کے مرغی کا گوشت دو منٹ تک فرائی کریں۔

مرغی نکال کر اسی تیل میں بند گوبھی فرائی کر لیں، اب یخنی اور باقی اشیاء ڈال کر ایک منٹ پکنے دیں تاکہ بند گوبھی نرم ہو جائے، اب گوشت شامل کر دیں اور ایک دو منٹ پکائیں، ابلی نوڈلز کو آٹھ گرم پیالوں میں برابر برابر ڈال دیں اور اوپر یہ گرم گرم سوپ ڈالیں، چلی سوس کے ساتھ فوراً پیش کریں۔

چکن ٹماٹو ودھ پاستا

اشیاء

مرغی کا قیمہ — ایک کپ
مکرونی — ایک کپ
ٹماٹر — آدھا کلو
نمک — حسب ذائقہ
کالی مرچ پاؤڈر — ایک چائے کا چمچہ
کارن فلور — ایک چائے کا چمچہ
پیاز (باریک کٹی ہوئی) — ایک چائے کا چمچہ
چائنیز نمک — آدھا چائے کا چمچہ
مکھن — دو کھانے کے چمچے
ٹماٹو کیچپ — دو کھانے کے چمچے
ادرک کا پیسٹ — ایک چائے کا چمچہ
ہرا دھنیا — تھوڑا سا
ہری مرچ — تین عدد (بڑی)

کس قیامت کے یہ نامے

فوزیہ شفیق

السلام علیکم! آپ کے خطوط کے جوابات کے ساتھ حاضر ہیں آپ سب کی صحت وسلامتی کی دعاؤں کے ساتھ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہمارے اس پیارے وطن کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین، حنا کو ترتیب دیتے وقت ہمارے پیش نظر ہمیشہ یہ ایک مقصد ہوتا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ دلچسپ بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے تحریروں کا انتخاب کرتے وقت ہمارے پیش نظر صرف اپنے معاشرے کی روایات ہوتی ہیں، بلکہ اپنے مذہب کے بتائے گئے اصول و قواعد بھی ہوتے ہیں اس سلسلے میں ہم ہر ممکن احتیاط کرتے ہیں، آپ کی جانب سے پذیرائی ہمیں یقین دلاتی ہے کہ ہم اپنی کوششوں میں کس حد تک کامیاب رہے ہیں ہمیں ہر ماہ بے شمار خطوط اور ای میل ملتی ہیں جن میں اکثر بہنیں ہم سے پوچھنا چاہتی ہیں کہ یہ حنا کے لئے افسانے ناول، یا ناولٹ وغیرہ لکھنا چاہتی ہیں ہماری ان سب سے گزارش ہے کہ وہ ضرور لکھیں بس ایک بات کا خیال رکھیں کہ لکھتے وقت ایک لائن چھوڑ کر لکھیں تحریریں اگر معیاری اور قابل اشاعت ہوئی تو ہم ضرور شائع کریں گے، ہر ماہ اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیا کریں اس سے ہمیں راہنمائی ملتی ہے اور ہم حنا کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ محبتوں کا یہ سفر یونہی جاری رہے آمین۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا بلکہ جب بھی دعا کیجئے پوری اُمت مسلمہ خصوصاً پاکستان کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔

آیئے اب آپ کے خطوط کی طرف چلتے ہیں، یہ پہلا خط ہمیں فرح راؤ کا کینٹ لاہور سے ملا ہے وہ لکھتی ہیں۔

اگست کا شمارہ عید نمبر کے طور پر خوبصورت ٹائٹل سے سجا ملا۔

سب سے پہلے اسلامیات سے فیضیاب ہوئے عید کے حوالے سے سید اختر صاحب نے بڑی مفید باتیں بتائیں، اس کے بعد انشاء نامہ سے محظوظ ہوئے اور فوزیہ آپی کی محبتوں سے سجائی محفل ''یہ سلسلے چاہتوں کے'' میں پہنچے، جتنی محبت سے آپی نے سوال کیے تھے اتنی ہی چاہت سے مصنفین نے جواب دیے، بہت مزہ آیا اس سلسلے کو پڑھتے ہوئے، تحسین اختر آپ کے لئے ہم نے خصوصی دعا کی اللہ تعالیٰ آپ کی ہر جائز خواہش پوری کرے آمین، باقی جو مصنفین نے اس سلسلے میں شامل نہیں ہوئی ان کے لئے ہم یہی کہیں گے کہ ایسے سلسلے میں آپ لوگوں کی شمولیت قارئین کے دلوں میں آپ کی محبتوں کو بڑھاتی ہیں باقی آپ لوگ خود سمجھدار ہیں۔

سلسلے وار ناول میں پہلے ہم نے فوزیہ غزل کا ناول پڑھا، فوزیہ جی چینی کے متعلق آپ کا نالج قابل رشک ہے خصوصاً فینگ شوئی طریقہ علاج، بہت زبردست طریقے سے آپ نے اپنے پڑھنے والوں کو ان معلومات سے مستفید

کیا، یقیناً آگے چل کر مزید اس کے بارے میں معلومات مل سکیں گی، اُم مریم ویلڈن آپ کی یہ تحریر بھی آپ کی سابقہ تحریر کی طرح بہت خوبصورت ہے ہر کردار اپنی جگہ نگینہ کی طرح فٹ ہے، پلیز آپ سے ایک درخواست کرنی ہے کہ پرنیاں اور جہان کے ساتھ کچھ برا نہ کیجئے گا یہ دونوں کردار آپ کے تحریر کی جان ہیں، ناولٹ اس مرتبہ دو تھے اور دونوں کے آخر میں باقی آئندہ پڑھ کر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے، خصوصاً سندس جبیں کی تحریر، سندس آپ کی اس تحریر کو پڑھ کر لگا کہ ''اس کارجنون'' والی سندس کو پڑھ رہے ہیں بے حد دلچسپ تحریر ہے یہ آپ کی، سحر شیخ آپ کافی عرصے بعد طویل تحریر کے ذریعے سامنے آئیں، بے حد اچھا لکھا آپ کی تحریر کے دو کردار میرے آس پاس ہی ہیں جی میں بات کر رہی ہوں عروئی اور ساویہ کی ایسے کردار نہ جانے کہاں کہاں بکھرے پڑے ہیں، ثمینہ شیخ کی تحریر بھی کافی دلچسپ تھی، افسانوں میں مبشرہ ناز اور تحسین اختر کا افسانہ بے حد پسند آیا، نظارت نصر، صائمہ حجاب اور سیمی کرن نے بھی اچھا لکھا، مستقل سلسلوں میں ستاروں کے آئینے میں تو ہونا ہی معلومات سے بھرپور، عید کے حوالے سے اس مرتبہ تمام سلسلے ہی خوب تھے، مہندی کے ڈیزائن بھی پسند آئے اور دستر خوان کی تو کیا ہی بات ہے۔

فرح راؤ کیسی ہو؟ اور کہاں تھی اتنا عرصہ سے کافی لمبے وقفہ کے بعد آپ اس محفل میں آئیں اور ہمیشہ کی طرح دلچسپ اور بھرپور تبصرے کے ساتھ عید نمبر کو پسند کرنے کا شکریہ، آئندہ جلدی جلدی آتی رہنا اس محفل میں ہم آپ کی محبتوں اور تحریروں کے متعلق رائے کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

رطابہ آمین: سرگودھا سے لکھتی ہیں۔

دس تاریخ کو ''عید نمبر'' ملا سب سے پہلے ٹائٹل کو دیکھا عید کے حوالے سے کچھ کچھ پھیکا سا لگا، خیر آگے بڑھے اور سب سے پہلے ''کس قیامت کے یہ نامے'' میں پہنچے، اس مرتبہ پانچ خطوط شامل ہوئے جس میں ایک میرا بھی تھا کوئی پانچ مرتبہ اپنا نام پڑھا پھر یقین آیا کہ ہاں میرا ہی ہے آپ نے بنا کسی کانٹ چھانٹ کے میرا خط شائع کیا اور پھر محبت بھرا جواب بھی دیا فوزیہ آپی آپ جس طرح سب کو جواب دیتی ہیں ان کو پڑھ کر میں نے آپ کا ایک اسکیچ بنایا، محبتوں چاہتوں سے گندھا ایک ایسا اسکیچ جو کسی کو ناراض کرنا ہی نہیں جانتا آپ سب کی تعریف وتنقید کو اتنے پیارے انداز میں جواب دیتی ہیں کہ بے اختیار آپ سے ملنے کو آپ کو دیکھنے کو دل کرتا ہے میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ایسا ہی رکھے آمین، اب چلتے ہیں تحریروں کی طرف سب سے پہلے ہمیشہ کی طرح پیارے نبی کی پیاری باتوں اور حمد ونعت سے مستفید ہوئے پھر مصنفین سے ملاقات کی ''سلسلے چاہتوں کے'' میں اس کے بعد فوزیہ غزل کی تحریر ''وہ ستارہ صبح امید کا'' کی طرف بڑھے فوزیہ جی آپ بہت نہیں بہت ہی اچھا لکھ رہی ہیں اس مرتبہ کی قسط تو کمال تھی، فوزیہ کے بعد اُم مریم کی تحریر میں پہنچے، اُم مریم میں آپ کی تحریریں ہمیشہ بڑے شوق سے پڑھتی ہوں ''تم آخری جزیرہ ہو'' آپ کی بہترین کاوش ہے اللہ تعالیٰ مزید آپ کو عروج دے آمین، مکمل ناول میں سحر شیخ کی تحریر پڑھی، اس موضوع پر آج کل ٹی وی پر ایک ڈرامہ بھی آرہا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کی ہیروئین کا نام بھی عروئی ہے ناولٹ میں اس بار سندس جبیں کی تحریر کافی

جاندار تھی لیکن آخر میں باقی آئندہ دیکھ کر بدمزہ ہوئے، ثمینہ شیخ کی طویل تحریر ''سندیسے سبز موسموں کے'' بھی بھی پسند آئی، افسانوں میں نظارت نصر، مبشرہ ناز اور تحسین اختر کی تحریر قابل تعریف تھیں، مستقل سلسلوں میں عید کے حوالے سے دستر خوان نمبر ون تھا، مہندی کے ڈیزائن بھی پسند آئے باقی تمام سلسلے بھی بہترین تھے، آپی پلیز مصنفین سے تفصیلی ملاقات کا کوئی سلسلہ شروع کریں۔

رطابہ آمین، عید کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ، آپ کسی دن آفس آ جائیں ملاقات ہو جائے گی اور آپ بھی دیکھ لیجئے گا کہ آیا ہم اس کے اسکیچ پر پورا اترتے ہیں یا نہیں آپ کی رائے کے ہم آئندہ بھی منتظر رہیں گے شکریہ۔

فریال دانش: حیدر آباد سے لکھتی ہیں۔

عید نمبر خوبصورت ٹائٹل کے سجا ملا، اس پر ہر تحریر ہر سلسلہ بہت خوب تھا عید کے حوالے سے سروے بے حد اچھا لگا سلسلہ وار دونوں ناول پسند آئے مکمل ناول بھی اچھے تھے، ناولٹ میں دونوں تحریریں پسند آئیں آپی پلیز یہ کیا سلسلہ چل نکلا ہے ہر تحریر کے آخر میں باقی آئندہ لکھا ہوتا ہے۔ افسانوں میں مبشرہ ناز کی تحریر ٹاپ پر تھی مستقل سلسلے بھی بہترین تھے خصوصاً ستاروں کے آئینے میں، بے حد مفید ہے۔

فریال دانش اس محفل میں خوش آمدید اگست کے شمارے کو پسند کرنے شکریہ آپ کے اعتراض کے سلسلے میں یہی کہیں گے مصنفین تحریریں ہی کافی طویل لکھنے لگیں ہیں اس سلسلے میں سوائے باقی آئندہ کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہوتا اپنی رائے سے آئندہ بھی آگاہ کرتی رہیے گا شکریہ۔

حفصہ ایاز بٹ: شیخو پورہ سے لکھتی ہیں۔

حنا پڑھا اچھا لگا اس کے تمام لکھاری بہت اچھے ہیں، ہر ایک کہانی دلچسپ ہے، خط لکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ میں اپنی کہانی ارسال کر رہی ہوں، فوزیہ آپی میں فون پر آپ سے بات کر چکی ہوں اور کہانی ارسال کرنے کی اجازت بھی لے چکی ہوں اگر تو کہانی قابل اشاعت ہوئی تو شائع کر دی جائے گی اور اگر نہ بھی ہوئی تو فوزیہ آپی مجھے امید ہے آپ میری حوصلہ افزائی ضرور کریں گی۔

حفصہ ایاز بٹ خوش آمدید آپ کی تحریر مل چکی ہے قابل اشاعت ہوئی تو انشاء اللہ ضرور شائع ہوگی آئندہ بھی محفل میں شامل ہوتی رہیے گا شکریہ۔

عابد محمود: ملکہ ہانس پاکپتن سے لکھتے ہیں۔

ایک ہنستی مسکراتی دوپہر لو دیدہ زیب سرورق کیا تھ ملا تو دل کے ویران آنگن میں بہاروں کا رقص شروع ہو گیا حنا سے وابستگی کافی پرانی ہے مگر درمیان میں حالات کی تلخیوں نے قلمی دوری پیدا کر دی اس دوران ایک طویل فہرست ہے حنا سے وابستہ ان افراد کی جنہوں نے یاد رکھا ان کی یاد گیری اور دعاؤں کا تہہ دل سے مشکور ہوں انشا اللہ اب باقاعدگی سے حاضری رہے گی اب آتا ہوں نئے شمارے کی طرف اس بار انکل سردار محمود کا اداریہ لاجواب تھا حمد و نعت پڑھ کر دلی پاکیزگی ہوئی معروف نعت خواں ہمدانی سے ملاقات یادگار رہی طویل تحریروں میں بھی تحریریں بے حد پسند آئیں

بھائی عابد محمود آپ کافی طویل عرصے بعد اس محفل میں آئے خوش آمدید حنا کی تحریروں کو پسند کرنے کا شکریہ ہم آئندہ بھی آپ کی رائے کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

☆☆☆